۷۸۶

العظمة لله

کتاب لاجواب یعنی

زراعت آصفیہ

جس میں

ملکی زراعت کے طریقے و ہمہ قسم کے ترکاریان و ہمہ قسم کے
گلہائے رنگین چمن بندیان و گل کاریان انواع اقسام کو آلات
کشت کاری مع تصاویرات و نسخہ جات درختان و لیپ وغیرہ وغیرہ معین
روزمرہ کے واسطے تیار کیا گیا شائقین ملاحظہ فرماوین

جس کو

کنیزہ حاجی پاشاہ عرف حاجی بیگم سلمہا حیدرآباد دکن نے طبع کیا

قیمت دو روپے ۲ علاوہ خرچہ ٹپہ

انیسکا پرنٹنگ پریس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ جل شانہ و عم نوالہ کی حمد اور نعت یعنے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفے
احمد مجتبی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم ۔ واضح ہو کے تحفہ یعنے کتاب (زراعت آصفیہ)
نام رکھا بعد میرے آقا پیر و مرشد اعلحضرت

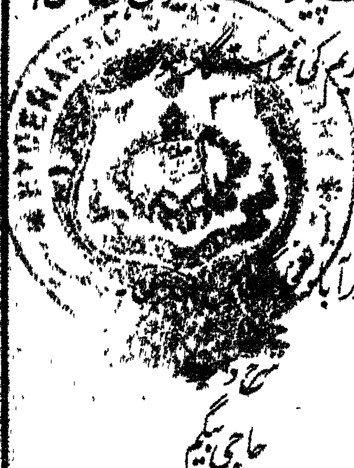
بندگان عالی کیوان علم انجم خدم نوشیروان معدلت سکندر شوکت
فلک بارگاہ عالم پناہ فرازندہ چتر اقبال زیبندہ تخت اجلال حضور پرنور۔
رستم دوران افلاطون زمان سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ ہز ہائینس نواب
میر محبوب علیخان بہادر نظام الملک آصف جاہ
[illegible] خلد اللہ ملکہ وحشمتہ

وفرمانہ

وزارت مآب جناب راجہ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت مدارالمہام سرکار عالی۔

علم فلاحت؟ وہ علم ہے جس کی دانست انسان کو بذریعہ عمل آرائی پیداوار اراضی نفع زیادہ ہو کیونکہ زراعتِ باغبانی کے کامل فنِ استاد ظاہر کیا گیا۔

چونکہ یہاں اب مختصراً ختم کر دیتی ہوں اے میرے پیارے بھائیو کہیں غلطی ہو تو صحت فرمائیے گا۔ اور یہ کنیزہ معافی کی امید وار و بخشش کریم کی خواستگار



راقمہ

دعا گو حاجی پاشاہ عرف حاجی بیگم۔ ساکن سکندرآباد

حاجی بیگم

قطعہ

یا الٰہی از طفیلِ پنجتن	ہر پل پل دور ہو رنج و محن
ہو دکن کا پادشاہ محبوب علی	اُس کے پورے ہوں تمنائے دل
شاہزادوں کو عمر و اقبال میں	دے ترقی شاہ کے انجام میں
از طفیلِ اجمعین رب قدیر	ہووے معروضہ کنیزہ کی پذیر

ہمارا حیدرآباد دکن!

ایک وسیع ملک ہے۔ اور یہاں زیادہ تر لوگوں کا گزارا زراعت پر ہے۔ اِس لئے ظاہر ہے۔ کہ مُلک کی بہبودی بھی زیادہ تر زراعت کی ترقی سے وابستہ ہے۔ اگرچہ کسی قدر تجارت اور دستکاری بھی اِس ملک میں ہوتی ہے۔ مگر زراعت کے مقابلہ میں اس کی کچھ حیثیت نہیں۔ کیونکہ اِس کی آمدنی بہت کم ہے ۔ آج کل اِس مُلک کی آبادی نہ صرف پہلے سے زیادہ ہے۔ بلکہ روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ کھانے پہننے کی جو چیزیں دوسری ملکوں سے اِس مُلک میں آتی ہیں۔ اُن کے عوض ہزاروں من غلّہ یہاں سے دوسرے ملکوں میں جانا شروع ہوگیا ہے اور طرفہ یہ کہ دن بدن اُن ملکوں میں یہاں کے غلّے کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے۔ جن دنوں اِس مُلک کا غلّہ اِس قدر باہر نہیں جاتا تھا۔ اس ملک کی آبادی بھی کم تھی اور جس قدر غلّہ پیدا ہوتا تھا۔ یہاں کے گزارے کے واسطے کافی ہوتا تھا۔ چونکہ آبادی بھی بڑھ گئی ہے اور اِس عیش و آسائش کے زمانے میں معمولی حوائج بھی زیادہ ہو گئی ہیں۔ لازم ہے کہ اوّل تو غلّہ اتنا پیدا ہوا کرے جو ہماری ضروریات پوری ہونے کے علاوہ غیر ملکوں میں بھیجنے کے لئے بھی مکتفی ہو اور پھر ایسا نہ ہو کہ بیرونی تجارت سے ہمارے ہاں غلّے کا نرخ ایسا گراں ہو جائے۔ کہ ہم اپنی دیگر ضروریات بہم نہ پہنچا سکیں ۔

سرکاری مالگزاری کا ادا ہونا بھی اِسی زراعت پر موقوف ہے۔ اِس لئے

نہایت مناسب اور ضروری ہے کہ زراعت کے کام میں ترقی ہو ؛

دوسرے ملکون کے طریقے نہ تو پسند کرتے ہیں۔ اور نہ جلدی اختیار کرتے ہیں۔ ہاں اُن میں اتنی توفیق بھی نہیں کہ ملکوں کے زمینداروں کی طرح زرکثیر خرچ کر کے کلیں بنائیں یا ہل کے لئے عمدہ سامان اور اچھے بیل وغیرہ خریدیں۔ اس مجبوری میں اپنے پُرانے طریقوں سے ہی فائدہ نہ اُٹھائیں۔ تو کیا کریں۔ ہمارے مُلک کے زمیندار اِسی لئے پُرانی لکیر کے فقیر رہے اور رہینگے۔ بزرگوں کے نکالے ہوئے اوزاروں کو قابل پرستش چیزوں کی طرح سلامت رکھتے ہیں۔ اور اُن سے کسی ایک کو بھی تغیر و تبدل کرنا بُرا سمجھتے ہیں۔ اِس مُلک کے آلات چونکہ یہاں کی آب وہوا اور زمین کا لحاظ کر کے بنائے گئے ہیں۔ اس لئے ایسے ناقص نہیں۔ بلکہ عمدہ ہیں۔ اور اِس وجہ سے زمیندار غلطی پر ہیں۔ پہلے انہی اصولوں کی تصریح اور توضیح کرینگے۔ جو اِس مُلک کے طور وطریقے سے مطابق ہیں۔ پھر یہاں کے زمینداروں کو زراعت کے ایسے قاعدوں کی طرف رجوع دلایا جائیگا۔ جو فی زمانہ عمدہ سے عمدہ سمجھے جاتے ہیں۔ تاکہ زراعت میں ترقی اور اصلاح ہو۔ اور عام لوگ آسانی سے زراعت کا پورا فائدہ حاصل کر سکیں اور اپنے آپ ہی نئی چیزوں اور نئی غرضوں کے ساتھ فنِ زراعت کے سیکھنے کے خواہشمند ہو جائیں۔ فلاحت کے علم میں ترقی کریں۔



زراعت کے احوال اور درختوں کا لگانا۔

در بیان مٹی

مٹی تین قسم کی ہے۔ اوّل وہ جس میں کنکر اور بالو ریت ملی ہوئی ہو۔ دوم وہ چکنی مٹی خالص ہو۔ سوم وہ کہ جس میں کھریا مٹی چونے کا پتھر ہو۔ یہ تینوں قسم کی مٹی پرانی ہے۔ مگر اس زمانے میں ان تینوں قسموں سے کوئی بھی اپنی اصلی صورت میں سطح زمین پر دکھلائی نہیں دیتی۔ اس کی وجہ بعضے یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت نوح کے زمانے میں جب طوفان آیا اور ساری دنیا ڈوب گئی۔ تو زمین کے اوپر کی غلاظت اور یہ تینوں قسم کی مٹی پانی میں گھل گئی۔ خشک ہونے کے بعد اس گھلی ہوئی مٹی اور غلاظت سے ایک اور قسم کی مرکب مٹی زمین پر بیٹھ گئی۔ اور تینوں قسموں کی اصلی مٹی اس کے

نیچے دب گئی۔ چونکہ یہ مرکب مادہ سب جگہ ایک ہی انداز سے اور مقدار پر نہیں بنا اسی واسطے مٹیوں کے مختلف قسموں کے سبب اور اجزائے غلاظت کے کم وبیش ہونے کے باعث جدا جدا جگھوں میں کئی قسم کی مٹی بن گئی۔ اور زمین کی سطح جو کہیں اونچی تھی اور کہیں نیچی۔ اُس کے لحاظ سے وہ مرکب مٹی کسی جگھ پر کم اور کسی جگھ پر زیادہ جم کر رہ گئی۔ اس سبب سے زمین کے اوپر کی مٹی مختلف موقعوں پر جدا جدا قسم کی ہوگئی۔ جو لوگ معدنیات کے علم سے ماہر ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ابتدا میں زمین کے اندر اپنی اصلی حرارت کا جوش بہت تھا۔ وقتاً فوقتاً جب زمین میں جوش آتے رہے۔ اُس کی حرارت کے سبب اوپر کے مقاموں کی مٹی پگھل کر نیچے کی طرف جہاں کہیں نشیب تھا۔ بہ کر یا پگھل کر یا پھسل کر اوپر نیچے ہوتی رہی۔ ایسی حرارت سے نیچے کی سطحیں اونچی ہوتی جاتی رہیں۔ اور اونچی نیچی۔ اس طرح کئی دفعہ کے جوش اور حرارت سے ایک جگھ کی مٹی دوسری جگھ اور دوسری جگھ کی تیسری جگھ اوپر تلے ہوکر زمین کی سطح پر مرکب مٹی ہوگئی۔ پھر اوس پر بارشوں کا پانی گرتا رہا۔ اُس سبب سے بھی اونچی جگھ کی مٹی نیچے کی طرف بہ کر آتی رہی اور ہوتے ہوتے کئی بار کے نیچے اوپر ہو جانے سے زمین کے اوپر کی مٹی خلط ملط ہو کر مرکب ہوگئی اور اصلی مٹی نیچے دب گئی۔ اس کے سوا پھر کئی قسم کی کھاد۔ مثلاً حیوانوں کا فضلہ۔ درختوں کے پتے اور سڑی ہوئی شاخیں وغیرہ زمین میں شامل ہوکر کئی قسم کی مٹی بن گئی۔ اس زمانے میں زمین کی بہت سی قسمیں مشہور ہیں جو لوگوں کی بول چال کے لحاظ سے اپنے اپنے وطن کی اصطلاحوں کے ذریعے کئی ناموں سے نامزد ہیں ۞

دربیانِ تفصیلِ مٹی موجود

اول۔ سب سے اچھی مٹی وہ ہے جس میں ہر طرح کی مٹی اور غلاظت برابر ملی ہوئی (یہ مٹی باغیچے کے لائق ہے) ؂

دوم۔ وہ مٹی بھی اچھی ہوتی ہے۔ کہ جس میں چونہ۔ بالو اور چکنی مٹی ملی ہو۔ اُس مٹی میں جانوروں کی غلاظت اور جڑی بوٹیوں کے سڑے ہوئے پتے ملائے جائیں۔ تو اچھا فائدہ دیتی ہے؂

سوم۔ درجے کی وہ مٹی ہے۔ کہ جس میں چونے کے سوا باقی سب قسموں کی مٹی شامل ہو ؂

چہارم۔ وہ مٹی کہ جو صرف بالو یا ریت ہو۔ یہ مٹی بہت ناقص قسم کی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں پانی بالکل نہیں ٹھیر سکتا۔ گرمیوں میں دھوپ سے زیادہ گرم ہو جاتی ہے۔ اور سردیوں میں اِس کو سرد ہوا سرد کر دیتی ہے اور قابل تردد نہیں رہنے دیتی۔ اُس کے اجزا کھلے اور دور دور ہوتے ہیں۔ اِس سبب سے سردی اور گرمی کا گزر اُس میں زیادہ ہے۔ اور چونکہ اُس کے اجزا قریب قریب نہیں ہوتے۔ اِس واسطے نیچے سے سطح زمین سے پانی بھی اوپر کو نہیں کھینچ سکتی ہے۔ اِس واسطے جلد خشک ہو جاتی ہے۔

پنجم۔ وہ چکنی مٹی کہ جس میں سختی اور چکناپن کے سبب شگاف پیدا ہو جائیں اور جب مٹی خشک ہو جائے۔ تو پھٹ کر اُس میں درزیں پڑ جائیں ؂

ششم۔ کلر آمیز چکنی مٹی جس کو اوسر کہتے ہیں ۞

ہفتم۔ کھریا[1] مٹی اس مٹی کی تاثیر سرد ہے۔ اور سفید رنگ کی ہوتی ہے یہ مٹی اپنے چکنے پن کے سبب منجمد زیادہ رہتی ہے۔ اس سبب سے اس میں سورج کی کرنیں کم پڑتی ہیں۔ اگر سورج کی کرنیں اُس میں پہنچ بھی جائیں۔ تو اُس کے اندر اثر کم کرتی ہیں۔ اِس قسم کی مٹی میں پانی بھی کم جذب ہوتا ہے اور دیر تک اوس میں کھڑا رہتا ہے اور فصل کو نقصان دیتا ہے اور پھر اُس سے عفونت پیدا ہو جاتی ہے ۞

بیان خراب مٹیوں کو درست کرنیکے عمدہ طریقے

مٹی کو درست اور کاشت کے قابل بنانے کے واسطے یہ عمل کرنا چاہئیے۔ پہلی اور دوسری قسم کی مٹی اپنی حیثیت میں در اصل اچھی ہے۔ اسی واسطے معمولی کھاد وغیرہ کے سوا اس میں کسی قسم کی آمیزش وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں ۞ تیسری قسم کی مٹی میں اگر من دو من پختہ پونہ فی کنال ڈالا جائے۔ تو اچھے قسم کی اراضی کے برابر کاشت کے لایق ہو جاتی ہے۔ اس میں صرف چونے کی کمی ہوتی ہے اور سب قسم کے اجزا اُس میں پائے جاتے ہیں۔ اس کی یہ پہچان ہے کہ اسی مٹی کی ایک چھوٹی ڈالی نوشادر اور شورے کے تیزاب میں ڈالیں۔ جب مٹی پر تیزاب گریگا۔ وہ مٹی اُبلنے لگیگی۔ پس جس قدر چونے کا مادہ زیادہ ہوگا۔ اُتنی ہی دیر تک وہ بھی اُبلتی رہیگی۔ اُس مٹی میں تیزاب گرانے سے جوش بہت کم پیدا ہوگا۔ جس میں چونا کم ہوگا ۞

---

[1] ایسی مٹی کو پنجاب میں پانڈو۔ گولو کہتے ہیں ۞

چوتھی قسم کی مٹی میں مویشیوں کا گوبر۔ چکنی مٹی۔ چونہ بقدرِ ضرورت ڈالا جائے اور سڑے ہوئے درختوں کے پتوں کی کھاد اور گلے ہوئے گھاس پھونس ملائے جائیں تو وہ بھی اچھی قسم کی زمین اور زراعت کے لائق ہو جائیگی ۔

پانچویں قسم کی مٹی میں بالو ریت اور گھوڑوں کی لید ملانے سے اُس کی سختی دور ہو جاتی ہے اور درزیں ڈالنے والا مادہ پھر اُس میں نہیں رہتا۔ کیونکہ اُس میں سردی زیادہ ہوتی ہے۔ جب یہ گرم چیزیں اُس میں ملینگی۔ تو اُس کی سردی کم ہو جائیگی۔ اصلی خاصیت کے سبب سے لید اور ریت میں یہ طاقت ہے۔ کہ انجماد کو دور کر دیتی ہے۔ وہ ایسی زمین کو سخت اور منجمد نہ ہونے دیگی۔ اگر ریت میسر نہ آئے۔ تو اُس مٹی کو جلا دینا چاہیئے۔ اِس عمل سے بھی یہی فائدہ ہو جائیگا۔ مگر مٹی تھوڑی دیر جلائی جائے۔ بہت جلانے سے اُس کا اثر جاتا رہیگا۔ جب اِس قدر جل جائے۔ کہ اُس کی رنگت کالی ہو جائے۔ تو کافی ہے ۔

چھٹی قسم کی مٹی میں کلّر زیادہ ہوتا ہے۔ اگر کلّر کم ہو جائے۔ تو وہ بھی اچھی قسم کی ہو جائیگی۔ ترکیب یہ ہے کہ جس کھیت میں کلّر ہو۔ اُس کے چاروں طرف اُونچی مینڈیں بنا کر پانی چھوڑ دیا جائے اور پانی اُس میں بھرا رہے۔ جب پانی خشک ہو گا۔ تو کلّر والا مادہ بھی پانی کے ساتھ نیچے چلا جائیگا۔

دوسری ترکیب یہ ہے۔ کہ آگ کے درختوں کو پتوں اور شاخوں سمیت کاٹ کر کھیت میں ڈال دیں۔ جب وہ مٹی میں گل کر مل جائینگے۔ تو کلّر دور ہو جائے گا۔ جہاں کلّر زیادہ ہو۔ وہاں اگر دو چار سال تک لانا جس سے سجی پیدا ہوتی ہے۔ بویا جائے۔ ہر سال لانے کو کاٹ کر سجی بنائیں۔ تو سجی کلّر کے مادے کو چوس لیگی

اور زمین زراعت کے لائق ہو جائیگی۔ چکناپن اِس طرح دور ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پانچویں قسم کی مٹّی کے درست کرنے میں ذکر کیا گیا ہے ؎

ساتویں قسم کی مٹّی میں اگر ریت کے ساتھ گھاس کی گلی ہوئی کھاد اور گھوڑوں کی لید۔ ہاتھیوں کی چوتھ (یعنے ہاتیوں کے قریب کا کچرّا وغیرہ) ملا کر ڈالی جائیں۔ تو سب قسموں کی مٹیوں سے یہ مٹی بہت اچھی ہو جائیگی ؎

اِس ملک کے ہر ایک ضلع یا حصّے میں عموماً ہر ایک قسم کی مٹی پائی جاتی ہے۔ جس کسی کو خراب مٹّی کی اصلاح یا علاج کرنا منظور ہو۔ وہ آسانی سے کرسکتا ہے۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض جگہ اچھّی کے اوپر ناقص مٹّی پڑ جاتی ہے۔ اس کے واسطے یہ عمل کرنا چاہئے۔ کہ کھیت میں ایک یا ایک سے زیادہ گڑھے کھود کر اُس کی عمدہ مٹّی جو نکلے۔ وہ کھیت میں ڈالی جائے۔ اور کراہ یا چھاوُڑے کے ذریعے یا کسی اور طریق پر کھیت کے اوپر سے ناقص مٹّی نکال کر وہ گڑھے بھر دئے جائیں۔ اِس طریق سے کھیت کی حیثیت عمدہ ہو جائیگی اور گڑھے بھی جائینگے ؎

بعض جگہ کھیت کی ایک طرف اچھی مٹّی ہے اور دوسری طرف ناقص۔ وہاں بھی اسی طرح پر مٹّی کا بدلنا اور ہلا دینا باسانی ہوسکتا ہے ؎

کھیتوں میں اگر مختلف قسم کی مٹّی موجود ہو۔ تو اُس کا مبادلہ بھی مشکل نہیں ؎

مٹّی کی تاثیر کی شناخت آسان تر یہ ہے۔ جس مٹّی میں چکنا پن کے باعث[1] انجماد زیادہ ہو۔ اور اُس میں دھوپ اور ہوا کا اثر کم ہو اُس کے باریک اجزا آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے اُس کی تاثیر سرد ہے۔ جس مٹّی میں اُس کے

---

[1] اس کو ہل صاف بھی کہتے ہیں۔

اجزا کھلے ہوئے ہوں اور چکناپن نہ ہو۔ اُس کی تاثیر گرم ہے۔ وجہ یہ کہ ریت اور کھُلی ہوئی مٹّی میں دھوپ کی گرمی اور ہوا کی تاثیر بہت جلد ہو جاتی ہے ۔

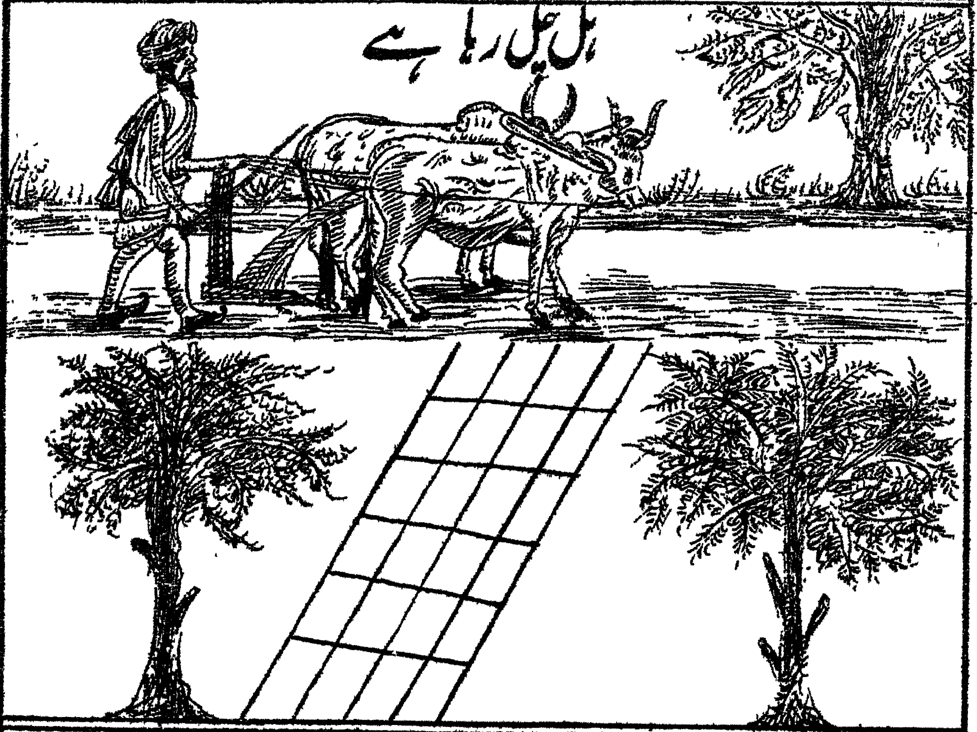
جس زمین میں ریت اور چکنی مٹّی قریب برابر کے ملی ہو۔ وہ نہ بہت سرد ہوتی ہے اور نہ بہت گرم۔ بلکہ متوسط درجے کی ہوتی ہے۔ غرض جس قدر کسی زمین میں ریت اور چکنے پن کا مادہ زیادہ پایا جائے۔ انہی درجوں پر اس کی گرمی اور سردی خیال کرنی چاہئے۔ اگر یہ دریافت کرنا ہو۔ کہ نباتی مادے یا چونہ یا ریت یا پانی فلاں مٹّی میں کس قدر ہے۔ تو اس کے دریافت کرنے کے آسان اور موٹے قاعدے یہ ہیں۔ کہ پانی کی تعداد جانچنے کے لئے پہلے مٹّی کو تول کر دھوپ میں خشک کرو۔ خشک ہونے کے بعد جس قدر تول میں کمی ہوگی۔ وہ پانی کی تعداد سمجھی جائے ۔

واضح ہو کہ ایک قسم کا منجمد پانی جو مٹّی میں ملا ہوا ہے۔ وہ دھوپ میں سکھانے سے دور نہیں ہوتا ہے۔ مگر وہ بہت تھوڑا ہوتا ہے اور صرف علم کیمیا کے ذریعے سے جدا ہو سکتا ہے۔ اُس کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ نباتی مادے کی تعداد دریافت کرنے کے واسطے باقی ماندہ مٹّی کو آگ میں جلاؤ۔ پھر اُس کو تولو۔ جس قدر کمی ہو۔ وہ نباتی مادے کی تعداد ہوگی ۔

چونے کی تعداد دریافت کرنے کی بابت تیسرے قسم کی مٹّی درست کرنے کی ترکیب کو پڑھو ۔

ریت کی مقدار اگر دریافت کرنی ہو۔ تو یہ عمل کرنا چاہئے۔ کہ مٹّی کو پانی سے باحتیاط دھو ڈالو۔ جتنی مٹّی یا اور قسموں کے مادے یا دوسرے مادوں کے حصّے اُس میں ملے ہوئے ہونگے۔ وہ پانی میں گھُل کر دور ہو جائینگے۔ باقی

خالص ریت نکل آئیگی۔ مگر اُس کے دھونے میں یہ احتیاط کرو کہ پانی میں ملاکر اور اُس کو گھول کر ایک منٹ تک برتن میں ٹھیرا رکھنا چاہئے۔ ورنہ کچھ باریک ریت پانی کے ساتھ نکل جائیگی۔ مٹی دھونے کا عمل جب تک جاری رکھنا چاہئے کہ صاف پانی نہ نکلے۔ جب یہ حالت ہو جائے۔ کہ ریت باقی رہ گئی ہے۔



دربیان ہل کا چلانا اور سوہاگہ پھیرنا و زمین کا پلٹنا

اُپر کی مٹی کا نیچے کرنا اور نیچے کی مٹی کا اوپر لانا زمین کا پلٹنا کہلاتا ہے۔

زراعت کے واسطے زمین کا پلٹنا بہت اچھا ہے۔ ایک تو زمین نرم ہو جاتی ہے دوسرے طاقت دار جو نیچے ہوتی ہے۔ وہ اُپر آجاتی ہے اور اوپر کی کم زور مٹّی نیچے چلی جاتی ہے۔ عام زمیندار اِس کو خوب جانتے ہیں کہ اگر نرم زمین اور طاقتور مٹّی میں تخم ریزی کی جائے۔ تو پودوں کے بڑھنے اور پھیلنے اور سرسبز ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس کا تجربہ آسان ہے۔ مثلاً سڑکوں اور نہروں پر جہاں کھدائی وغیرہ سے نئی مٹّی اوپر پڑی ہوتی ہے۔ جو پودے وہاں لگائے جاتے ہیں۔ وہ بہ نسبت دوسری جگہ کے پودوں کے جلد پرورش پاکر عمدگی کے ساتھ بڑھ جاتے ہیں۔ جہاں کھدائی وغیرہ سے نرم اور پولی مٹّی نہیں ہوتی۔ وہاں اگر درخت عام رواج کے مطابق لگائے جائیں۔ وہ خراب حالت میں دیر تک رہتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر زمین کو اُلٹ پلٹ کر درخت لگائیں۔ وہ جلد پرورش پائینگے۔ پلٹنے کے بغیر سخت زمین اگر لگائے جائیں۔ وہ اکثر خراب حالت میں رہینگے۔ جنسوں کی کاشت کے واسطے بھی زمین کا پلٹنا فائدہ مند ہے۔ جب زمین کو پلٹنا چاہیں۔ تو ڈیڑھ فٹ تک زمین گہری کھودی جائے۔ مگر کھادر کی زمین اور اُن زمینوں کو پلٹنا نہیں چاہئے۔

جن کے نیچے کی مٹّی اوپر کی مٹّی سے اچھی ہو۔ وہاں پلٹنا فائدہ دیگا۔

اگر ہر سال یا دوسرے تیسرے سال دریا کی سیلابی یا پہاڑی نالہ یا ندی کے ذریعے نئی مٹّی زمین پر پڑ جائے۔ تو ایسی زمین کا پلٹنا مناسب نہیں ہے۔ جس زمین کی مٹّی اس عمل کے ساتھ نیچے اوپر کی جائے۔ تو وہ زمین کسی عرصے تک کھُلی ہوئی پڑی رہے۔ تاکہ اُس میں ہوا۔ اوس۔ دھوپ کی تاثیر داخل ہو کر

زمین کی حیثیت کو بڑھائے۔

جتنی زیادہ دفعہ زمین میں ہل چلائے جائینگے۔ اُتنا ہی فائدہ زیادہ ہوگا۔ جن جنسوں اور درختوں کے پودوں کی جڑیں لمبی اور گہری ہیں۔ مثلاً نخود۔ تِل کپاس وغیرہ کے درخت۔ اِن کے لئے جہاں تک ہو سکے۔ بہت گہرے ہل چلانیکی ضرورت ہے اور جن کی جڑیں اوپر ہی اوپر پھیل جاتی ہیں۔ جیسے مکئی۔ جوار وغیرہ۔ اِن کے واسطے زیادہ گہرے ہل چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ معمولی طور پر ایسی جنس کی زراعت کے واسطے ہل چلانے کافی ہیں۔ لیکن اعلیٰ جنسوں کے واسطے زیادہ گہرے بہت دفعہ ہل چلانے چاہئیں۔ مثلاً (نیشکر) کپاس۔ گندم وغیرہ۔ ایسی جنسوں کے واسطے جس قدر ہل چلائے جائیں۔ اُتنا ہی اچھا ہے۔ اسی طرح پر ہر قسم کی ترکاری کی پیداوار بھی اسی پر موقوف ہے اور ہر ایک غلّے میں لیس اور چکنا پن زیادہ ہل چلانے سے بڑھ جاتا ہے۔

سوہاگہ ایک مشہور لکڑی کا آلہ ہے۔ جس سے زمین کو جوتنے کے بعد ہموار کیا جاتا ہے اور بڑے بڑے ڈھیلے توڑے جاتے ہیں۔ مٹّی باریک کی جاتی ہے۔ جب دو تین دفعہ ہل جوت لیا۔ تو زمین پر سوہاگہ پھیرتے ہیں۔ اِس میں یہ فائدے ہیں۔ ایک تو مٹّی کے ڈھیلے جو ہل سے اکھڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ ٹوٹ کر باریک ہو جاتے ہیں۔ دوسرے زمین کی سطح آراستہ اور ہموار ہو جاتی ہے۔ تیسرے جب فصل اُس میں بوئی گئی اور سوہاگہ اُس میں پھیر اگیا تو زمین دب جاتی ہے۔ کئی قسم کے کیڑے اُس کے اندر گھس نہیں سکتے اور کھُلی ہوئی زمین جہاں چاہتے ہیں۔ گھس جاتے ہیں۔ اور بیج نقصان کر دیتے ہیں۔ سوہاگے سے

زمین میں نمی زیادہ عرصے تک رہتی ہے۔ اور بیج بونے کے وقت فائدہ دیتی ہے۔ اگر ایسی زمینوں میں ہل چلاکر سوہاگہ نہ پھیرا جائے۔ تو زمین خشک ہوکر زراعت کے لایق نہیں رہتی ہے۔ اُن کے بیان کی زیادہ ضرورت نہیں ہے

چپٹی لکڑی کا سوہاگہ جو اس ملک میں پھیرا جاتا ہے۔ اگرچہ زمین اُس سے درست ہو جاتی ہے۔ مگر سوہاگہ پھیرنے والوں کو وقت اور بیلوں کو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ اگر اس کی جگہ گول سوہاگے کا استعمال کیا جائے۔ تو اچھا ہے۔ کیونکہ چپٹے سوہاگے میں بیلوں کا زور زیادہ لگتا ہے اور سخت ڈھیلے اچھی طرح نہیں ٹوٹتے اور گول سوہاگے سے اِن دونو باتوں کی کفایت ہے۔ اس قسم کا گول سوہاگہ زمین کے ہموار کرنے کے لئے اور زمین کی سختی اور نرمی کے مطابق بھاری اور ہلکا ہونا چاہئے۔ انبالہ لے ضلع میں گول سوہاگہ کا اب بھی استعمال کیا جاتا ہے

دربیان کھاد

کھاد سے مراد یہ ہے کہ زمین میں اس کے ڈالنے سے طاقت بڑھ جائے اور زمین میں نئے مادے پیدا ہو جائیں۔ تاکہ ہر ایک طرح کے تخم جو زمین میں بوئے جائیں یا درخت لگائے جائیں۔ وہ اچھی طرح بویا جائیں

کھاد ایسی چیز ہے کہ ناقص زمین کو عمدہ بنا دیتی ہے اور اُس کی حیثیت کے تبدیل کرنے کے لئے فائدہ مند ہے۔ مگر اُس صورت میں کہ زمین کی تاثیر کے خلاف نہ ہو۔ جس کا ذکر پہلے سبق میں مفصل لکھا گیا ہے

اب کھاد کی خاصیت کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ ایک کھاد تو سرد ہوتی ہے اور دوسری گرم۔ جو کھاد حیوانوں کا فضلہ ہے۔ اُس کی یہ پہچان ہے کہ جن حیوانوں کا فضلہ ہضم ہو جانے کے بعد شکم سے خارج ہو۔ اُس کی تاثیر سرد ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو حیوانات جُگالی کرتے ہیں۔ اُن کے مُنہ سے جُگالی کرتے وقت اُن کے فضلے کے گرم گرم بخار بھاپ بن کر نکل جاتے ہیں اور جو حیوان جُگالی نہیں کرتے ہیں اُن کے فضلے میں بخارات موجود رہتے ہیں۔ اِس لئے اِس کی تاثیر گرم ہے۔ جو کھاد نباتی یا جمادی ہے۔ اُس کے لئے یہ بیان کافی ہے کہ جیسے تاثیر کا مادہ اپنی اصلیت پر قایم ہوگا۔ بعد بدل جانے اپنی اصلیت کے جہاں تک ہوسکیگا۔ ویسا ہی باقی پایا جائیگا۔ پس کھاد جب کسی زمین میں ڈالنا ہو۔ تو پہلے اُس کی خاصیت دیکھ لو۔ پھر کھاد کو بھی اُس کی خاصیت کے موافق ڈالو اگر زمین کی خاصیت گرم ہے۔ تو کھاد سرد چاہئیے۔ متوسط قسم کی زمینوں میں کھاد بھی متوسط خاصیت کے لحاظ سے فائدہ دیگی۔ مطلب یہ ہے کہ زمین کی خاصیتوں کی ضدّوں کا لحاظ رہے۔ نہیں تو اُس کھاد کے ڈالنے سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور محنت برباد ہو جائیگی۔ چکنی زمین کی تاثیر چونکہ سرد ہوتی ہے۔ اِس لئے اِس میں کھاد گرم ڈالنی چاہئیے۔ اور ریت والی زمین جس کی تاثیر گرم ہے۔ اُس میں سرد خاصیت کی کھاد ڈالی جائے۔ اِس طرح پر مرکّب قسم کی زمین میں کھاد بھی مرکب قسم اور خاصیت ڈالنی لازم ہے ؎

کھاد کی قسمیں

۱۔ مویشیوں کا گوبر اور پیشاب اور انسان کا فضلہ اور پیشاب ۔ یہ چیزیں جلد اثر کرتی ہیں۔ زمین کو طاقت دیتی ہیں۔ پیداوار کو بڑھاتی ہیں۔ خصوصًا یہ کھاد ہر قسم کی ترکاریوں اور سبزیوں کو فائدہ مند ہے۔ جیسا کہ شہروں اور قصبوں کے قریب قریب کے کھیتوں میں اِسی قسم کی کھاد کی مدد سے ہر قسم کی ترکاری اور سبزی زیادہ اور جلد ہو جاتی ہے۔ یہ کھادیں چونکہ پہلے ہی سے عمدہ طور پر گلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اِس واسطے بہت فائدہ دیتی ہیں ؛

۲۔ اونٹوں اور بھیڑ بکری کی مینگنیاں ۔ اِس کھاد میں پہلی قسم کی کھاد سے کسی قدر تاثیر کم ہے ۔ تاہم بہ نسبت اور کھادوں کے یہ بہت اچھی کھاد ہے ۔ یہ کھاد جلد اثر نہیں کرتی ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ جب کھیتوں میں ڈالی جاتی ہے ۔ تو مٹی میں مل کر جلد نہیں گلتی ۔ ہاں جب گل جائیگی ۔ تو فائدہ ضرور دیگی ؛

۳۔ درختوں کے پتّے اور چھوٹی چھوٹی گلی ہوئی ٹہنیاں ۔ یہ بھی کھاد کا کام دیتی ہیں۔ خاص کر باغوں کے اور درختوں کی پرورش کے واسطے بڑی مفید ہیں کیونکہ یہ کھاد میں وہ اجزا زیادہ ہیں۔ جن سے پودوں کی بناوٹ ہے۔ اور پتّوں میں یہ مادہ سب سے زیادہ ہوتا ہے ۔ اِس کھاد کو پہلے ایک جگہ جمع کر کے گلا لینا چاہیئے ۔ پھر کھیت میں ڈالی جائے ۔ اگر کچّی کھاد کھیت میں ڈالی جائیگی تو کیڑے پیدا ہو جائینگے ۔ اور پھر وہ انڈے اور بچّے اُس میں دے دینگے تو اُن کا نکالنا مشکل ہو جائیگا۔ یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ تازہ کھاد کسی قسم کی ہو اچھی نہیں ہوتی ؛

۴۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کا فضلہ۔ زمیندار اپنی اُلٹی سمجھ سے اِس

کھاد کو ناقص قسم کی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ کھاد گرم ہے۔ کھیتی کو خشک کر دیتی ہے۔ یہ سمجھ تو اُن کی درست ہے۔ اس لئے کہ اس کھاد کی تاثیر ضرور گرم ہے۔ مگر یہ کھاد ناقص قسم کی نہیں۔ اچھّی کھاد ہے۔ اور اپنا اثر اچھا دکھاتی ہے۔ جب یہ تازہ کھاد زمین مں ڈالی جائے۔ تو بے شک ایسا فائدہ نہیں دیگی۔ جیسے کہ گلی ہوئی کھاد فائدہ دیتی ہے۔ اگر ضرورت کے وقت تازہ بھی ڈالنی منظور رہو۔ تو پھر پانی زیادہ دینا چاہئے۔ چکنی مٹی کی زمین میں اگر یہ کھاد ڈالی جائے تو فائدہ ہو گا۔

۵۔ کوڑا کرکٹ (یعنے کچرا) اور راکھ۔ جب یہ گل سڑ جائیں۔ تو اچھّی کھاد بن جائیگی۔ سرکنڈہ اور لانا گل کر جب مٹّی جیسے ہو جائیں۔ تو بھی اچھّی کھاد نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں کھارا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ جس کھیت میں یہ کھاد ڈالی جائیگی۔ فائدہ نہیں ہو گا۔ البتہ ہلدی کی کاشت کے لئے کسی قدر فائدہ دیگی۔ لیکن کھیت میں ڈالنے سے پہلے کچھ عرصے تک یہ راکھ پڑی رہے۔ تب اچھّی کھاد ہو جائیگی۔

۶۔ ہڈیاں اور چونہ۔ اگر یہ دونو چیزیں کوٹ کر باریک کی جائیں۔ تو یہ کھاد بھی اچھی ہے۔ مگر اس ملک میں اِس کا رواج نہیں ہے۔ ہڈّیاں اور چونہ اگر دونو جلا کر کوٹے جائیں۔ تو زراعت کو بہت فائدہ دیتے ہیں۔ یورپ کے ملکوں میں چونے کو بڑے شوق سے کھیت میں ڈالتے ہیں اور ڈالنے کے وقت اِس کے طریقے اور اندازے کا خیال رکھتے ہیں۔ اِس میں کچھ شک نہیں ہے۔ کہ کاشتکاری کے واسطے یہ ایک عمدہ کھاد ہے

جتنا یہ کھاد فائدہ دیتی ہے۔ اُتنی اور کوئی چیز فائدہ دیتی ہے تو اُتنی اور کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی ۔

اِس چونے کی تاثیر سے خوراک میں وہ طاقتور مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے حیوان اور انسان کی ہڈیوں کا وجود بنتا ہے۔ درختوں اور کھیتی کے پودوں کی لکڑی جو ہڈیوں کی طرح ہیں۔ اُسی کی مدد سے بن جاتی ہیں۔ چونے میں ایک صفت یہ ہے۔ کہ مدّت سے زمین میں بیکار پڑے ہوئے جو مادے پودوں کے کام نہیں آسکتے ہیں۔ وہ اُس کی تاثیر سے پگھل جاتے ہیں اور پھر درختوں اور کھیتی وغیرہ کے پودوں کے بڑھانے اور سرسبز رکھنے کے کام میں آجاتے ہیں۔ یاد رہے کہ اَور قسم کی کھاد کی۔ طرح بے پروائی سے چونے کا استعمال کرنا اچھا نہیں ہے۔ جب تک اُس کو درست اور برتاؤ کے لائق نہ بنایا جائے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر لیا ہے۔ تب تک کھیت میں نہ ڈالا جائے۔ کیونکہ اُس کا ڈالنا بے فائدہ ہے۔ بلکہ ایسا چونہ نقصان دیگا۔ اگر کسی زمین میں چونہ پہلے سے موجود ہو۔ وہاں بھی چونے کے ڈالنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ چونہ ڈالنے سے پہلے یہ دریافت کرنا چاہئے۔ کہ اِس کھیت میں چونے کا مادہ ہے۔ اگر اُس کی پہچان کوئی نہ جانتا ہو یا پہچان میں نہ آسکے۔ تو بہتر ہے۔ کہ چونہ کھیت میں نہ ڈالا جائے۔ چونے کی موجودگی اور دریافت کرنے کا قاعدہ مٹی کے بیان میں لکھا گیا ہے ۔

دربیان چونے کو درست کرنیکے طریقے



اوّل ایک گڑھے میں چھ سات انچ چونہ بھرو۔ پھر اُتنا ہی مویشیوں کا گوبر اُس پر بچھاؤ اور اُس کے اوپر اُسی قدر ایک تہ چونے کی اور چڑھاؤ اور پھر اُس پر عمدہ قسم کی مٹّی ڈال کر زمین میں خوب دباؤ۔ تین مہینے میں اچھّی کھاد بن جائیگی ۞

دوسری ترکیب۔ کٹا ہوا اور چھانا ہوا چونہ چھنی ہوئی راکھ چونے کے کچّے تِتھر مویشیوں کا گوبر گڑھا کھود کر ڈالیں اور اُس میں تھوڑا سا پانی بھی چھوڑ دیں۔ پھر اُس کے اوپر مٹّی ڈال کر دبا رکھیں۔ تو چھ ہفتے میں اچھی کھاد بن جائیگی ۞

ایسے چونے کی بنی ہوئی کھاد کو تھوڑی تھوڑی کھیتوں میں ڈالیں۔

تو فائدہ اُٹھائیں ۔

۷۔ پُرانے مکانوں اور دیواروں اور گلی کوچوں کے شور کلر۔ یہ کھاد بھی اچھی ہے۔ خصوصًا تمباکو کی جنس کے واسطے بہت ہی فائدہ مند ہے ۔

۸۔ شراب کا فضلہ نیشکر کی جنس کو اچھا ہے ۔

۹۔ نیل کی لکڑیاں اور اُس کے سڑے ہوئے پتے مع پانی کے اکثر جنسوں کو مفید ہیں ۔

۱۰۔ سن کے پودے کہ جب اُس میں پھول نکل آئیں۔ جس کھیت میں بوئے گئے ہوں۔ اُس میں ہل چلا دئے جائیں۔ اور مٹی میں ملا دئے جائیں۔ جب وہ گل جائیں۔ تو سب قسم کی زراعت کو مفید کھاد ہے ۔

۱۱۔ پکی اینٹیں درختوں کی جڑوں میں کھاد کے عوض کوٹ کر ڈالیں۔ پھر پانی اس میں زیادہ دیا جائے۔ تو کھاد کا کام دینگے ۔ درختوں کی جڑوں کو مضبوط کرتے ہیں اور پھل اُس میں تر و تازہ اور موٹا پیدا ہوتا ہے۔ خاص کر آم۔ انار اور کھجور کے واسطے فائدہ مند ہے۔ اینٹیں جو کوٹی جائیں۔ زیادہ سخت نہ ہوں۔ کیونکہ زیادہ سخت اینٹیں مٹی میں اپنی تاثیر نہیں کر سکتی ہیں۔ اسی واسطے زیادہ فائدہ نہیں دینگی ۔

دربیان انگور

۱۲۔ جانوروں کا خون۔ کھاد کی طرح انگوروں کی جڑوں میں ڈالا جاتا ہے اُس سے انگور کے پھل موٹے اور لذیذ ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ تو چھوٹے

چھوٹے جانور اور کتّے بلّے مار کر انگور کی جڑوں میں اسی مطلب کے لئے
دبا دیتے ہیں۔ اُس سے بہت فائدہ سمجھتے ہیں ؛

۱۳- بازار کی نالیوں کا پانی اور کیچڑ۔ یہ اچھّی اور جلد اثر کرنے والی کھاد زمین کی حیثیت کو بڑھاتی ہے۔ پیداوار میں ترقّی دیتی ہے۔ اسی طرح اگر دیہات کی گلی کوچوں کا پانی برسات کے موسم میں کھیتوں کو دیا جائے۔ تو بہت اچھّا ہے ؛

سب سے زیادہ خوبی اِس میں اور تالاب وغیرہ گلیوں کی مٹّی میں جن کا ذکر اوپر ہُوا ہے۔ یہ ہے۔ کہ جس زمین میں اُن کو ڈالا جائے۔ اُس میں کئی برس تک خراب قسم کی گھاس پیدا نہیں ہوتی ہے۔ صرف جو جنس بوئی جائے۔ وہی پیدا ہوگی اور اُس میں نلائی کی ضرورت کم پڑیگی اور زمین کی طاقت بھی قائم رہیگی۔ وجہ یہ ہے۔ کہ دریا کی کیچڑ اور چکناپن میں گھاس کے تخم اور جڑیں ایسی نہیں ہوتی ہیں جو پیدا ہو جائیں۔ بلکہ پانی اور مٹّی میں گلی ہوئی گھاس اِس مٹّی کے ساتھ کھیتوں میں پڑجاتی ہے پھر ایسی زمینوں میں زیادہ ہل چلانے اور اکھاڑ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ دونو چیزیں کھاد کی مجموعہ ہیں۔ جس کھیت میں یہ دونو چیزیں پڑجاتی ہیں۔ وہاں مٹّی نرم اور کھلی ہوئی رہتی ہے اور اِس قسم کی مٹّی میں ڈھیلے بھی نہیں ہوتے ہیں۔ جب تالاب اور اونچا ٹبوں کی مٹّی میں ڈھیلے پیدا ہوجائیں۔ اُن کو توڑ کر درست کرلیں ؛

۱۴- پرند جانوروں کی بیٹ (یعنے فضلہ) یہ ایک عمدہ کھاد ہے۔ جو

پہلے ہی سے گلی ہوئی ہے۔ جس زمین میں ڈالی جائے۔ تو اُس کی حیثیت کو اچھا بنا دیتی ہے۔ خصوصاً کبوتروں اور بطلوں کی بیٹ (یعنے فضلہ) بہت ہی عمدہ شمار کی گئی ہے۔ اگر اِن دونو بیٹوں کو ملا کر ڈالا جائے۔ تو نسبت اور بھی زیادہ فائدہ دیگی ۔

پرند جانوروں کی بیٹ (یعنے فضلہ) ہڈیاں و پر وغیرہ جو بعض جگہ سمندر کے کنارے پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کو سمیٹ کر دوسرے ملکوں میں لے جاتے ہیں۔ وہاں کے زمیندار خرید کر اپنے کھیتوں میں ڈالتے ہیں ۔ اگر یہاں بھی ڈالا جائے تو عمدہ کھاد ہے ۔

۱۷۔ بعض ملکوں میں اس کو پانی میں بھگو کر کھیت میں ڈالتے ہیں۔ اس سے بھی پودے اور درخت بڑھتے اور پھیلتے ہیں۔ اِس ملک میں اِس کھاد سے کوئی واقف نہیں ہے۔ جس مویشی کو کھلی کھلائی جاتی ہے۔ اُس کا گوبر دوسرے گوبر سے طاقتور ہوتا ہے ۔

کھاد کی نسبت عام لوگوں کا خیال

اِس ملک میں بڑے بڑے قصبوں کے سوا اُس جگہ کے لوگ کسی قدر خواہش کھاد کی کرتے ہیں۔ عام زمیندار اِس چیز کی پروا نہیں کرتے۔ دوسرے ولایتوں کے لوگ زراعت کے فن سے واقف ہیں اور تجربوں سے اچھی طرح ثابت کر چکے ہیں۔ اِس کھاد کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ اور اُسے اوٹھا کر لے جاتے ہیں۔ خواہ کیسی ہو یا کہیں پڑی ہو۔ نفرت نہیں کرتے ۔

ملک جاپان زمینداروں نے سڑکوں کے کناروں پر آنے جانے والے مسافروں کی رفع ضرورت کے لئے پاخانے بنائے ہیں۔ اور ان میں برتن رکھے ہیں۔ جب کسی قدر بول و فضلہ جمع ہو جاتا ہے۔ اُٹھاکر کھیتوں میں ڈال دیتے ہیں۔

گاؤں میں۔ بھیڑ بکری یا دوسری مویشی کو کھیتوں میں بٹھاتے ہیں۔ تو اون کی مینگنیاں اور گوبر پیشاب کھیت میں مل جاتا ہے۔ جس سے پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ مگر یہ عمل وہ لوگ تھوڑے عرصے تک کرتے ہیں۔ یعنی جب تک کہ برسات کے موسم میں مویشیوں کو گھروں کے اندر مکھیاں اور مچھر تنگ کرنے لگتے ہیں۔ اس عمل کا اُن کو فائدہ معلوم نہیں۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ کھیت میں جو مویشی بیٹھ جاتی ہے۔ تو اُس کے جسم کی گرمی کے اثر سے زمین کی پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ اصل میں اُن کا یہ خیال درست نہیں۔ بلکہ ان جانوروں کا پیشاب اور فضلہ جو زمین میں گرتا ہے۔ اور وہاں گرکر کھاد بن جاتا ہے۔ اس کی تاثیر سے پیداوار ہو جاتی ہے۔ یہ خیال بعض بعض لوگوں کو ہے۔ چونکہ اس کی اصلیت معلوم نہیں۔ اسی واسطے اس کے فائدے سے محروم ہیں۔ بعضے لوگ بنسٹی اور ڈھاک اور پلاس وغیرہ درختوں کی چھوٹی چھوٹی لکڑیاں اور پتّے کھیتوں میں کھاد کے بدلے ڈال دیتے ہیں۔ یہ بھی اُن کی سمجھ کا پھیر ہے۔ کہ درخت سے اُتارے اور کھیت میں ڈال دئے اگر سمیٹ کر اوّل ایک گڑھے میں ڈال کر پانی بھر دیں۔ جب گل جائیں۔ اور اُس سے بھیک اُٹھنے لگے۔ پھر کھیتوں میں ڈالیں۔ تو فائدہ ہوگا۔

اور پیداوار میں بھی ترقی ہوگی۔ پہاڑی علاقوں میں زمیندار لوگ صنوبر کے درخت کے پتوں کی کھاد بناتے ہیں۔ اور سبز پتے کاٹ کر یا خشک پتے سڑے ہوئے اکٹھے کرکے مویشی کے گوبر کے ساتھ ایک گڑھا میں ڈال دیتے ہیں۔ ایک سال کے عرصے میں اس عمل کے ذریعہ عمدہ کھاد بن جاتی ہے۔ پھر وہاں سے اُٹھا کر کھیتوں میں ملا دیتے ہیں ؀

کھاد اگر کھلی ہوئی رہے اور ہوا اُس پر اپنا اثر کرتی رہے۔ تو اُس کی حیثیت بدل جائیگی۔ اور خراب قسم کی ہو جائیگی۔ کیونکہ کھاد کا اصلی مادہ بھبک ہے جو زمین کی پیداوار کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ جب کھاد کھلی رہیگی۔ تو اُس میں سے وہ بھبک نکل جائیگی۔ اور کھاد ناکارہ ہو جائیگی ؀ ایسا عمل کرنا مناسب ہے۔ کہ جس وقت کھیت میں کھاد ڈالی جائے۔ اُسی وقت کھاد ڈال کر جلدی سے مٹی میں ملا دی جائے۔ کھلی ہوئی کھاد ہوا میں کھیت کی سطح پر پڑی نہ رہے۔ ورنہ وہی نقص کھلی پڑی رہنے سے عائد ہوگا۔ جس کا ابھی ذکر ہوچکا ہے ؀

عام لوگ جس جگہ کھاد جمع کرتے ہیں۔ وہاں اُس کو ہوا میں خشک پڑا رہنے دیتے ہیں۔ اگر گڑھا کھود کر اُس میں جمع کریں اور اُس میں ضرورت کے موافق پانی چھوڑ دیں۔ اور اوپر مٹی ڈال کر داب دیں۔ تو یہ کھاد کے واسطے عمدہ عمل ہے۔ بلکہ اِس عمل سے سب کوڑا کچرا جو کھاد میں ہوگا۔ وہ اچھی طرح گل جائیگا۔ اور نئی بھبک اوس میں پیدا ہوگی۔ اُسمیں سے نکلنے نہ پائیگی۔ مگر اِس بات کا ضرور خیال رکھو۔

کہ جب کھاد وہاں سے نکالو۔ بہت جلد کھیت کی مٹی میں اُس کو ملا دو۔ اگر کھلی پڑی رہیگی۔ تو اُس کی بھبک اُڑ جائیگی۔ اور اُس کا اثر جاتا رہیگا۔ جب کوئی جنس قطاروں میں لگانی ہو۔ تو صرف قطاروں یا تالیوں میں کھاد ڈال کر بونا چاہیئے۔ پھر ضرورت کے مطابق اُس پر مٹی ڈالی جائے۔ تب یہ کھاد فائدہ دیگی۔

واضح رہے کہ جس قدر کھاد باریک اور گلی ہوئی ہوگی۔ اُس قدر جلدی فائدہ دیگی۔ وجہ یہ ہے کہ کھاد سے جو باریک اجزا پیدا ہونگے۔ وہ جڑوں کے رگوں کے راستے چڑھ کر پودوں کو غذا اور بڑھنے کی طاقت دینگے۔ اگر پودوں کے بڑھانے کے واسطے کھاد کا اثر جلد پہنچانا منظور ہے۔ تو اُن کی جڑوں میں اچھی باریک کھاد پانی میں گھول کر ڈالنی چاہیئے۔ تاکہ پانی کے ساتھ ہی لطیف اجزا اور باریک طاقتیں جڑوں کے رگوں کے راستے اُن کو جلدی فائدہ پہنچائیں۔ اور وہ پودے جلدی بڑھنے شروع ہو جائیں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ عنصری مادے درختوں اور جڑی بوٹیوں وغیرہ کی پیدائش کے سبب ہیں۔ اور زمین کے اجزا اُن میں گھس کر غلہ اور گھاس اور ہر قسم کے پھول اور پھل پیدا کر دیتے ہیں۔ جب یہ پھل اور پھول ہر قسم کے انسان اور حیوان کھاتے ہیں تو کسی قدر اُن کے جسم کے جزو بن جاتے ہیں۔ اور جو باقی رہے۔ وہ فضلہ بن کر نکل جاتے ہیں۔ وہ اپنے اصلی عنصروں میں تبدیل ہو کر زمین میں رل جاتے ہیں۔ اِن دلیلوں سے ظاہر ہے کہ جو خوراک کا اصلی اثر ہوگا۔

یا جو غذا کی اصلی طاقت ہوگی۔ اُن کا بھی جزو اُن خوراکوں کے فضلے میں باقی مانا جائیگا؛ یہی سبب ہے کہ انسان کا فضلہ سب حیوانوں کے فضلے سے اوّل درجے کا شمار کیا جاتا ہے۔ پھر چار پاؤں اور پرندوں وغیرہ کا۔ پھر ہر ایک انسان اور حیوان کا فضلہ کہ جیسی جیسی اُن کی خوراک ہوگی۔ ویسی ویسی اُس فضلے کی تاثیر ہوگی؛

کھاد کے درجونکا بیان



عام اصولوں سے کھاد تین قسم کی ہے۔ حیوانی۔ نباتی۔ جمادی۔ اِن تینوں قسموں کی بھی دو دو قسمیں ہیں۔ قدرتی۔ مصنوعی؛ حیوانی وہ ہے کہ جو حیوان کے جسمی اجزا یا بول فضلہ سے ہو؛

نباتی وہ کھاد ہے کہ جو قدرتی یا مصنوعی طور پر نباتات سے حاصل ہو؛

جمادی کھاد ایک قسم کی مٹی کو دوسرے قسم کی مٹی میں ملانا مراد ہے اور چونا اور نمک وغیرہ اِس کھاد کی قسموں میں شامل ہیں؛ جہاں تک ہوسکے باغ والوں کو اِس کے برتاؤ اور جمع رکھنے کا خیال کرنا چاہیئے۔ اور اِس کے فائدوں کی طرف بھی دیکھنا چاہیئے۔ امید نہیں کہ سوائے کھاد کے زراعت میں ترقی ہو۔ اِس معاملے میں کسانوں نے تجربوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ ایک آدمی کا سال بھر کا فضلہ ایک ایکڑ اراضی کے واسطے کافی ہوسکتا ہے۔ اگر اِس کو احتیاط سے رکھ کر استعمال کریں تو۔ اِس طریق پر اگر زراعت میں

ڈالا جائے۔ تو اچھا ہے۔ کھیت میں نالی کھود یں۔ پھر لکڑی یا ٹین کی ٹٹیاں
بناکر اُس نالی پر رکھ دیں۔ جب وہ نالی پُر ہو جائے۔ اُس کو مٹی سے
داب دیں۔ پھر دوسری نالی کھود کر ٹٹیاں آگے بڑھائیں۔ پھر دوسری جگہ بھی
ایسا ہی عمل کیا جائے۔ یہاں تک کہ تمام کھیت میں اِسی طرح پر نالیاں کھود کھود کر
آدمی کا فضلہ جب اُس میں بھر جائے۔ مٹی سے داب دیا جائے۔ تو یہ تھوڑی
کھاد بھی بہت سی زمین کے واسطے کافی ہو گی ؞



دربیان طریقہ حفاظت تخم کے

اِس مُلک میں تخم (یعنے بیج) کی حفاظت ایسی کم ہوتی ہے۔ کہ جس کا ہونا
نہ ہونے کے برابر ہے۔ اِسی سبب سے ہر جنس میں اِس کی کئی کئی قسم کی

ملاوٹیں ہوجاتی ہیں۔ دوغلہ جنس ہوکر ایک تو پیداوار میں فرق آجاتا ہے۔ دوسرے بڑے بڑے بازاروں میں اُس کی قدر نہیں ہوتی ہے۔ اور ارزاں فروخت ہوتی ہے۔ یہاں سے جب سوداگر لوگ دوسری مُلک کو لے جاتے ہیں۔ تو وہاں بے قدری اور بے غرضی سے اُس کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عموماً زمیندار لوگ اِس مُلک میں بونے کے لئے۔ تخم کا غلّہ بازار سے یا کسی ساہوکار سے لیتے ہیں۔ بازاروں میں اور ساہوکاروں کے ہاں پر ایک جنس کو خواہ وہ کسی قسم کی ہو۔ عموماً ایک جگہ رلا ملا کر رکھ دیتے ہیں۔ اِس لئے کئی قسم کی جنس اُس جنس میں مل جاتی ہے۔ جو بعض زمیندار اپنے گھروں میں تخم رکھتے ہیں خاص قسم کا اور جدا جدا رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ غلّہ اگر خاص طور پر کسی قسم کا غلہ بویا جائے۔ تو کاٹنے کے وقت اُس کی حفاظت نہیں رکھتے۔ اُس جنس کے اور قسموں کے ساتھ ایک من زاویہ میں اُس کو کاٹ کر اکٹھا کرکے پھر ملا دیتے ہیں۔ عمدہ تخم اور ایک قسم کا ہونا بہت ہی ضروری ہے۔ اِس میں فائدہ یہ ہے۔ کہ اِس جنس کا کھیت ایک ہی وقت پر پک کر کاٹا جائیگا۔ اور اُس کے سارے دانے اپنی اصلی بڑائی اور موٹائی میں یکساں پکے ہوئے اور صاف نکلینگے۔ اگر ایک ہی جنس کے مختلف قسموں کا ملا ہوا تخم بویا جائے۔ تو اُس کے بعضے پودے پہلے پک جائینگے اور بعضے پیچھے۔ پھر غلہ بھی بدصورت اور مختلف قسموں کا ہوگا۔ اچھا اور صاف نہیں ہوگا۔ اُس میں ایک یہ بھی خرابی پیدا ہو جائیگی۔ کہ جن پودوں کے دانے کھیت میں پہلے پک گئے تھے۔ وہ کھیت میں

اُس وقت کھڑے رہینگے۔ جب تک کہ سارا کھیت نہ پک جائے۔ اُن کے پکے ہوئے پودوں کے دانے اپنی عمر طبعی سے گزر کر خود بخود یا کسی صدمے سے زمین پر گر جائینگے۔ اور جب دوسرے برس اِس جنس کو بویا جائیگا۔ تو وہ دانے جو گرے ہوئے تھے۔ اُس بوئے تخم کے دانوںکے ساتھ پیدا ہو جائینگے۔ اگر اچھّا یا کسی خاص قسم کا تخم ڈالا ہے۔ تو اُسے بھی دوغلہ کر دینگے۔ پھر یہ خود دوغلہ ہمیشہ کرتا اور پیدا ہوتا رہیگا۔ اور خراب گھاس کی طرح کھیت کی حیثیت کو بگاڑ دیگا۔ پھر اگر اُس کو اصلی غلّہ کے پودوں سے جدا کریں۔ تو بڑی تمیز اور پہچان چاہئے۔ ایسی حالت دھان کی قسم میں زیادہ ہوتی ہے۔ ہر قسم کے غلّہ میں آگے پیچھے پک جانے سے اور کچھ نہیں۔ تو یہ خرابی جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ ضرور ہی پڑ جائیگی۔ ایسے فصل کا تیار ہونا ایک وقت پر مشکل ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جو جو پودے جس قسم کے اُس کھیت میں پک جائیں۔ صرف وہی کاٹ لئے جائیں ۔

زمینداروں پر تخم کی حفاظت اور اُس کی صفائی اور عمدگی رکھنی بڑا بھاری فرض ہے۔ مگر اِس مُلک میں بڑی بے پرواہی سے اِس کو رکھتے ہیں اور کوئی خیال نہیں کرتا ہے۔ جیسا گھر میں ہُوا یا کہیں سے مِل گیا۔ ویسا ہی بو دیا۔ اچھی بُری پیداوار ہی کی خبر اُن کو نہیں ہوتی۔ اور نہ کچھ اگلے فصل کا اُن کو خیال ہوتا ہے۔ بلکہ کھیت کو جوت کر غلّہ کا بو دینا ہی اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔

اگر ایسا عمل کیا جائے۔ کہ جب پودے یا درخت کے پھل پکنے پر

آئیں۔ جب تک کھیتی نہ کاٹی گئی ہو۔ اور پھل نہ توڑے گئے ہوں۔ پہلے اُس سے بڑے بڑے خوشے اور پھلیاں اور پھل علیحدہ چُن چن کر توڑ لیں۔ بونے کے وقت یہ چُنا ہوا تخم بویا جائے۔ تو ہر جنس کی عمدہ اور خالص پیداوار ہوا کریگی۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جس جس قسم کا تخم بونا منظور ہو۔ اور ایک جنس کے تخم کی کئی قسمیں ہیں۔ تو وہ جدا جدا کھیتوں میں بویا جائے۔ اگر رلا ملا کر بویا جائیگا۔ تو وہی قباحت پیدا ہو جائیگی۔ جس کا ابھی ذکر ہو چکا ہے۔ یہ طریقہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ بلکہ ایک قسم کی جنس کی خالص پیداوار کے واسطے آسان قاعدہ ہی تو یہ ہے۔ کہ ہر ایک جنس کو قسم وار جداگانہ بونا اور صاف کرنا اور سنبھال کر رکھنا پڑتا ہے۔ یہ محنت فائدے کے مقابلے میں بہت کم ہے ؎

جب کوئی جنس یا کسی درخت کا پھل اگلے سال کی تخم ریزی کے واسطے رکھنا ہو۔ تو یہ مناسب ہے۔ کہ اِس کو اپنے اصلی خوشے یا پوست میں رہنے دیں اور پوری حفاظت سے اُسے رکھیں۔ مگر بعض ترکاریوں کے تخم اگر وہ اپنے اصلی پوست میں رہیں۔ تو اُن کے بگڑ جانے کا احتمال ہے۔ اُن کے تخم کو پھل سے علیحدہ نکال کر حفاظت سے رکھنا چاہیئے۔ حفاظت کے دنوں میں ہر ایک قسم کے تخم کو جہاں تک ممکن ہو۔ ہوادار اور سایہ دار جگہ میں رکھو جہاں ایسی ہوا لگے کہ جس سے تخم کے دانوں میں سیل چڑھ جائے۔ یا کسی خراب تاثیر کی ہوا لگ جائے۔ تو ایسی جگہ ہرگز نہ رکھو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تخم کرم خوردہ ہو جائے۔ یا پھپھوندی لگ جائے۔ گرمی کی شدّت سے تخم کے زیادہ خشک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ زیادہ گرمی کی سبب سے اِس تخم کا وہ مادہ

کہ جس سے وہ بونے کے بعد پھر جمتا ہے۔ ناکارہ اور کم روز ہو جائیگا۔ اکثر لوگ غلطی سے درختوں کے پھل کی گٹھلی اور ترکاری کے تخم کو بونے سے پہلے پانی سے دھو لیتے ہیں۔ اِس عمل سے پیدا ہونے کے بعد اس کے پھل اور ترکاری میں وہ مٹھائی اور ذائقہ قایم نہیں رہتا۔ اور اِس کی ذاتی رنگت بھی سلامت نہیں پائی جاتی ہے۔ مثلاً تربوز۔ خربوزے کے تخم کو راکھ میں مل کر اور پانی سے دھو کر اگر بوئیں۔ تو اُس میں جو پھل پیدا ہوگا۔ وہ پہلے کے برابر نہ میٹھا ہوگا۔ اور نہ رنگدار۔ بلکہ بدمزہ اور بدرنگ ہو جائیگا۔ اِس بات کو بتلا چکے ہیں۔ کہ ہر یک جنس کی جدا جدا قسمیں بوئی جائیں۔ اور جتنا ہو سکے اِس جنس کو خالص رکھنا چاہیئے۔ وہ قسم کسی دوسرے قسم کی اُسی جنس کے ساتھ مل جل نہ جائے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ ہر جنس کو عام اِس سے کہ کسی قسم کی ہو۔ اُسی جنس کی دوسری قسموں سے دور بونا چاہیئے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ہر یک جنس کی مختلف قسمیں جو عموماً ایک ہی وقت پر بوئی جاتی ہیں۔ اُن کے پھول بھی ایک ہی وقت پر نکلینگے۔ پھر کسی ایک جنس کے پھولوں کا پراگ کیسر (جو مراد اُس مادہ سے ہے کہ زرد رنگ سا ہے اور اُس کا جماؤ پھولوں کے پتّوں پر ہوتا ہے۔ اور پھول کو مس کرنے سے نرم چکنا سا ہاتھ کو لگ جاتا ہے) مکھیاں اُٹھا کر دوسری قسم کے پھولوں پر لے جائینگی۔ اِس سبب سے اُس کی اصلیت قائم نہیں رہیگی۔ بلکہ دو تین قسمیں مل کر اُس کی صورت بدل جائیگی۔ خصوصاً ترکاریوں اور پھولوں میں اِس کا لحاظ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ترکاری کے پھول نکلتے وقت مکھیاں ہر یک پھول پر بیٹھینگی۔ پھر اُن کے ایک پھول سے

دوسرے پھول پر جانے سے وہ پراگ کیسر اُن کے پاؤں سے لگ کر دوسرے پھولوں میں پہنچ جائیگا۔ یہی سبب ترکاریوں کی رنگت اور اصلیت بدل جانے کا ہے۔ اور بجائے خالص ہونے کے دوغلہ قسم کی ہو جاتی ہیں۔ جس سے وہ تخم جو اگلے سالوں میں بویا جائیگا۔ یہ خیال ذرا باریک ہے۔ امید نہیں۔ کہ اِس مُلک کے زراعت والے اِس کو سمجھیں۔ مگر یہاں مختصر طور پر بیان کردیا گیا ہے۔

عام زراعت درختوں کے بونے کے وقت یہ لحاظ نہیں کرتے ہیں۔ کہ کونسا تخم رکھا جائے جو بونے کے لایق ہو۔ اِس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ ہر یک جنس کے تخم میں نر و مادہ ہوتے ہیں۔ جو نر کی قسم کے درخت کا تخم ہوگا۔ عموماً وہ ناکارہ ہوگا۔ اور جو تخم مادہ قسم کے درخت کا ہوگا۔ جب اُس کو بویا جائے۔ تو بغیر پیدا ہونے کے نہیں رہیگا۔

جس درخت کے پتے چکنے اور لمبے چوڑے اور لکڑی روغنی ہو۔ وہ عموماً نر ہوگا اور جس کے پتے اِس کے خلاف چھوٹے چھوٹے اور خشک اور لکڑی روکھی ہو۔ وہ مادہ ہوتی ہے۔ مثلاً پپیتی۔ پیپل۔ گولری گولر وغیرہ وغیرہ بعضے درختوں کے پاس پاس بونے چاہئیں۔ اِن تخموں سے جو درخت نر مادہ پیدا ہونگے۔ اُن کی شاخیں آپس میں مل جائینگی۔ اور پھولونکی پیدائیش کا سبب ہونگی۔ جب تک نر و مادہ درختوں کی شاخیں اور پتے آپس میں نہ ملینگے۔ تب تک پھل پیدا نہیں ہوگا۔ جیسا کہ کھجور کے درختوں میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ اگر کھجور کا نر درخت مادہ سے دور ہو تو اُس کے

پھولوں کا غنچہ کاٹ کر مادہ کے پھولوں کے اوپر رکھ دینے سے پیدا ہو جاتی ہیں نر مادہ کی شاخوں کے ملنے سے یہ فائدہ ہو جاتا ہے۔ کہ نر و مادہ درختوں کے پراگ کیسر اور گربھ کیسر آپس میں مل جاتے ہیں۔ اور پھر پھلوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ بعض درختوں میں نر و مادہ پھول دونو اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور اس ایک ہی پھول سے ان کے پھل بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس میں اکثر تمیز کی ضرورت نہیں ہے۔ جن ترکاریوں اور درختوں کا تخم باریک اور چھوٹا ہو۔ وہ سوائے خاص صورتوں کے نہیں لگ سکتا ہے۔ مثلاً موز۔ پودینہ۔ درخت بڑ۔ پیپل شاہ توت وغیرہ ان میں بڑ۔ پیپل شاہ توت وغیرہ کی نسبت تو یہ ذکر عام لوگوں کی زبان پر ہے کہ جب تک کسی جانور کے ہضم ہونے کے بعد زمین پر نہ گرے۔ تب تک پیدا ہی نہیں ہوتا ہے۔ موز۔ اور پودینے کے واسطے بھی کافی ہے کہ کیلی کی پھلی جب درخت پر پک جائے۔ اُس کو توڑ کر مونج کے موٹے رسّے پر اس کو ملیں اور پھر اس رسّے کو زمین میں گاڑیں۔ اِس طریق سے موز کے درخت نکل آئینگے ۔

درخت کے بونے کا ایسا ہی طریق ہے کہ پھاگن کے اخیر دنوں میں ایک رسّے پر گڑ کا شیرہ ملو اور پھر اُس رسّے کو پودینے کے پودوں کے پاس باندھو۔ مکھیاں پودینے کے پودوں پر سے گزر کر رسّے پر بیٹھینگی۔ اِس طرح پر اُن کے پاؤں میں پودینے کے تخم کا کچھ مادہ لگ جائیگا۔ پھر جب وہ رسّے پر بیٹھینگی۔ تو اُن کے پاؤں سے وہ پودینے کے تخم کا مادہ چمٹ جائیگا۔ اور اُس پر فضلہ بھی کرینگی۔ پھر وہ رسّہ زمین میں دابا جائے۔

جیساکہ موز کے رستے دلبنے کے قاعدے اوپر بتائے گئے ہیں۔ جہاں رستہ دابا جائیگا۔ وہاں پودینے کے درخت نکل آئینگے۔ اِس رستے پر باریک تھوڑی مٹی ڈالی جائے اور اندازے کے مطابق اِس میں پانی دیا جائے۔
بعضے پودوں کے اس طرح پر بھی تخم حاصل کر لیتے ہیں۔ کہ جن پودوں کے تخم اور پھل ذخیرے میں پہلے بوئے گئے ہیں۔ پھر مناسب پرورش کے بعد ذخیرے دوسری جگھ اُکھاڑ کر لگائے گئے ہیں۔ اگر چند بڑے بڑے پودے اُسی ذخیرے کی جگھ میں چھوڑ دئے جائیں۔ پھر وہ پودے اپنی عمر میں پورے ہو جائیں۔ اور اچھی طرح پک جائیں۔ تو اُس میں جو تخم پیدا ہوگا۔ وہ معمول کے موافق اگلے سال کے بونے میں خرچ کیا جائے۔ یہ تخم بہ نسبت اُکھاڑے ہوئے پودوں کے تخم کے پیداوار کے لائق اچھا ہو جاتا ہے۔ خصوصًا تمباکو کے تخم کی نسبت یہ تجربہ کیا گیا ہے ۔

مگر گوبھی اور بعض اَور ترکاریاں۔ جو چند جگھ تبدیل کر کے لگائے جانے سے اچھی پیداوار دیتی ہیں۔ اُن کے تخم بھی اِسی طرح حاصل کرنے چاہئیں۔ ذخیرے کے پودوں کا تخم ناکارہ ہوگا ۔

گوبھی وغیرہ ترکاریوں کو دیکھا گیا ہے کہ اگر اِس کا تخم اصلی جگھ پر امریکہ و انگلستان وغیرہ سے منگا کر بویا جائے جہاں سے اِس کا پہلے تخم آیا ہے۔ تو یہاں کے تخم کے مقابلے میں اِس کا پھل پھول اچھا ہوگا۔ یہی حال گوبھی کی قسم کے تمباکو کا ہے۔ جن دنوں اِس مُلک کے زمینداروں نے پہلے ہی پہل اِس کو بویا تھا۔ اُن دنوں اِس کے چوڑے لمبے پتّے اور اِس کے

پودے بڑے بڑے پھولے تھے۔ اب اِس کے برعکس اپنی پہلی شکل سے اُس کی صورت بدل گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیل۔ خرپزہ۔ اور تربوز کی پیداوار کی کمی اور اُن کی صورت۔ رنگت۔ موٹائی اور بڑائی بدل جاتی ہے۔ اگر نیل کا تخم ملتان ممالک مغربی و شمالی سے لاکر اِس ملک میں بویا جائے۔ تو اُس کی پیداوار اچھی ہوگی۔ اِسی طرح تربوز۔ خربزے کے تخم کرنول وغیرہ سے منگا کر بوئیں۔ تو پہلے سال میں وہ اچھے پیدا ہونگے۔ اور دوسرے سال اُس کا رنگ روپ بدل جائیگا۔ اور اِس قدر میٹھا رہیگا۔ ایسی ترکاریوں اور جنسوں کے تخم اِن کی اصلی جگہ سے منگا کر بونے چاہئیں۔ تو کئی طرح کا فائدہ ہوگا۔ ایک تو پیداوار اچھی ہوتی رہیگی۔ دوسرے تخم کی حفاظت تاکہ اُن کے پودوں کا تخم بازار میں اچھی قیمت پائے ؛

کھیرے۔ ککڑی۔ خرپزے۔ تربوز وغیرہ جنسوں کے تخم جن میں روغن ہوتا ہے۔ اگر وہ تین سال تک حفاظت سے رکھیں۔ اور بوئیں۔ تو نئے تخموں کی نسبت اُن کی پیداوار اچھی ہوگی ؛

دربیان طریقہ تیاری زمین کے

زمین کی تیاری سے یہ مراد ہے کہ زمین کی سطح کو برابر کریں۔ اور ہل جوت کر اُس میں کھاد ڈالیں۔ پھر اُس میں زراعت یا درختوں کے پودے یا قلمیں لگائیں ؛ یہ تیاری موسم کے حالات کے مطابق اور زمین کی

قسموں کے لحاظ سے اور اجناس جو بوئی جائینگی۔ یا پودے جو لگائے جائینگے اون کی پرورش مدنظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ اِس واسطے کہ وہ زمین طرح طرح کی جنسوں اور پودوں کے بونے کے لئے ہو جائے۔ اِس کی تیاری اِس طرح پر ہوتی ہے۔

اوّل آبپاش زمین کو ہر قسم کی زراعت کے لئے یا درختوں یا قلموں کے لگانے کے واسطے۔

دوم۔ زمین کی درستی عام اِس سے کہ آبپاش ہو یا غیر آبپاش۔ ہر قسم کی ترکاری بونے کے لئے۔

سوم۔ خاص خاص طرح کی جنسیں اور ترکاریاں بونے کے لئے زمین کی درستی کی جائے۔

چہارم۔ سیلاب کی زمین کو ہر قسم کی جنسوں کے بونے کے واسطے درست کرنا

پنجم۔ کھیتوں کے کناروں پر مینڈیں۔ بنانا اور باڑیں کھڑی کرنا۔

اب اِن طریقوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

پہلا طریق۔ جب کسی جنس کو بونا ہو یا درختوں یا قلموں کا ذخیرہ لگانا ہو۔ تو آبپاش زمین میں ہل جوت کر اور کھاد ملا کر اِس طرح پر تیار کر و کہ معمولی طور پر اس اندازے کی کیاریاں۔ لمبی چوڑی بنائی جائیں کہ جن میں پانی آسانی کے ساتھ ساری کیاری میں پورا بھر جائے۔ اگر نہر کا پانی دینا ہو۔ اور زمین کچھ اونچی نیچی نہیں ہے۔ تو کیاریاں بڑی بڑی بنائیں۔ اگر چرسے یا رہٹ سے پانی دیا جائیگا۔ تو چھوٹی چھوٹی کیاریاں بنانی چاہئیں۔

اگر ڈھینکلی سے پانی دیا جائیگا۔ تو اُس سے بھی چھوٹی کیاریاں بنائی ہونگی۔ جہاں زمین میں نشیب فراز ہو۔ وہاں سب سے پہلے کھیت کو درست اور ہموار کرو۔ اگر کہیں اونچی زمین ہوگی۔ تو وہاں پر پانی نہیں چڑھیگا۔ اگر چڑھ بھی گیا۔ تو تاثیر نہیں کریگا۔ سب ڈھل کر نیچے آجائیگا۔ اور اونچی جگہ خشک رہیگی۔ اِس میں ایک اور بُرائی پیدا ہوجائیگی۔ کہ جو مادہ کسی چیز کی پیداواری کا کھاد کے ذریعے زمین میں ملا ہؤا ہے۔ وہ سب کا سب پانی کے ساتھ بہ کر گہری جگہوں میں چلا جائیگا۔ اِس صورت میں جو زمین اونچی ہوگی۔ اُس میں پوری پوری پیداوار نہیں ہوگی۔ اور آبپاشی ہوتے ہی خشک ہوجائیگی۔

جس وقت زمین کی سطح صاف برابر ہو جائے۔ تو پھر اُس کی قسم کو دیکھو اور جو سامان آبپاشی کا ہو۔ اُس پر بھی خیال کرو۔ پھر اُس کے مطابق کیاریاں بناؤ۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ بعضے زمیندار ہل جوتنے سے پہلے آبپاشی زمین میں پانی دے دیتے ہیں۔ اور پھر اُس میں ہل جوتتے ہیں۔ اِس عمل سے یہ فائدہ ہے۔ کہ جب زمین آبپاش کردی گئی جو خراب قسم کی گھاس یا اس کی جڑیں زمین میں دبی ہوئی تھیں۔ وہ پانی کے سبب اچھی طرح جم جائینگی۔ پھر اس میں ہل پھیرنے سے وہ گھاس اُکھڑ کر مٹی میں مل جائیگی۔ اور پھر پانی کے سبب وہ اکھڑی ہوئی گھاس گل کر کھاد کی طاقت دیگی۔ اور پیداوار بڑھ جائیگی۔ اور جو جنس اُس میں بوئی جائیگی۔ اُس کی نلائی آسانی سے ہوگی اور فصل

اچھی طرح سرسبز ہوکر بڑھیگی۔ کیونکہ وہ خراب گھاس پھر نہیں جمیگی ؛
جو زمین بہت سخت اور خشک ہو کہ جس میں ہل نہ چل سکے۔ اُس کو بھی پہلے پانی دیکر نرم کر لینے کی ضرورت ہوتی ہے ؛

دوسرا طریق جب ترکاری کسی زمین میں بونی چاہو۔ تو اُس کی درستی اور تیاری اِس طرح ہوگی۔ جس قسم کی ترکاری بونی ہے۔ تو اُس ترکاری کے حالات کے مطابق زمین کی صورت بنانی چاہئیے۔ ایک تو وہ ترکاری جو زمین کے اندر بڑھتی ہے۔ جیسے آلو۔ شکرقندی وغیرہ اِس کے واسطے اِس طرح زمین بنالی جائے۔ کہ کیاریوں کی جگہ مینڈیں بنانی چاہئیں۔ ایسی مینڈیں بنانے سے ہر ایک مینڈ کے بیچ میں نالیاں بن جائینگی۔ اگر زمین آبپاش ہے۔ تو اِن نالیوں کے ذریعے اچھی طرح پانی دیا جاسکتا ہے ؛

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مینڈوں کے اوپر ایسی ترکاری بو سکتے ہیں۔ جو زمین کی سیلابی نہ چاہتی ہو۔ اور مینڈوں کے بیچ میں جو نالیاں ہیں۔ اُن میں وہ ترکاری بوسکتے ہیں۔ جو زیادہ پانی چاہتی ہو۔ ایسے طریقے پر جو زمین تیار ہوگی اور جو ترکاری اِس میں بوئی جائیگی۔ پھر بارش کسی قدر کیوں نہ ہو۔ اِس سے ترکاری کے پودوں کے بڑھنے میں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اگر پانی برسا اور زمین میں پڑگیا۔ تو اُن نالیوں سے پانی کے باہر نکالنے میں آسانی ہوگی۔ یہ طریق جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ ابھی تک اُن کا پورا رواج زمینداروں میں نہیں ہوا۔ کسی قدر اِس ملک میں اب زمیندار لوگ

اس کی پیروی کرنے لگے ہیں۔ آلو۔ گوبھی۔ مولی۔ شلغم۔ شکرقندی۔ وغیرہ ترکاریوں کے بونے میں یہی عمل برتا جاتا ہے۔ اکثر لوگ کیاریوں کی مینڈوں پر بھی ان ترکاریوں کو بو دیتے ہیں۔ یہ عمل بھی اِس قسم کا ہے۔ اس کے فائدے ظاہر ہیں۔ اِس طرح پر بھی دو قسم کی ترکاری بو سکتے ہیں۔ ایک قسم کی نالی اور کیاری میں۔ دوسرے قسم کی مینڈوں پر۔ تو دونوں کی پیداوار ہو جائیگی ؂

تیسرا طریق۔ اُس کے واسطے یہ بھی بیان کرنا کافی ہے۔ کہ جو خاص قسم کی جنسیں یا ترکاریاں بونی چاہو۔ تو بونے سے پہلے یہ دیکھو کہ پودوں کی پرورش کا سامان کتنا ہے۔ جتنا سامان ہو۔ اُس کے مطابق زمین کو درست کرنا چاہیئے ؂

مثلاً غیر آبپاشی زمین ہے۔ اور ایسی جنس ہے کہ جس کو پانی دینے کی ضرورت نہ پڑیگی۔ تو اُس کے بونے کے لئے معمولی تیاری کافی ہے۔ اگر ایسی زمین ہے جس میں پانی کم پہنچتا ہے اور اُس میں کوئی جنس یا ترکاری ایسی بوئی ہے جو بغیر پانی دینے کے ہری نہیں رہ سکتی۔ تو گہری نالیاں کھودو اور قطاروں میں تخم ریزی کرو۔ تاکہ تھوڑا بہت پانی اُن نالیوں کے ذریعے پہنچتا رہے۔ اور ترکاریوں کو سرسبز رکھے۔ اگر خلاف اِس کے مینڈوں کے اوپر بویا جائیگا۔ جب تک وہاں پانی زیادہ نہ پہنچیگا۔ وہ فصل سرسبز نہیں رہیگی۔ ایسی گہری نالیاں کھودنی فائدہ مند ہیں۔ نالیوں کی کھدائی سے نیچے کی مٹی اوپر ہو جاتی ہے۔ نیچے کی مٹی اچھی قسم کی ہوتی ہے۔ اُس میں جو تخم بویا جائیگا۔ وہ اچھی طرح

نالیوں میں پیدا ہوکر پرورش پائیگا ۔

جو نالیوں کی کھدائی کی مٹّی پیچھے سے نکلے۔ وہ تھوڑی دیر کھلی رہے جب ہوا اُس میں لگیگی اور ادس زمین کی حیثیت بڑھ جائیگی اور نفع دیگی۔ اگر زمین کی حیثیت اچھّی نہیں ہے۔ تو ایسا بھی عمل ہو سکتا ہے کہ دوسری جگہ سے اچھی مٹّی لاؤ اور کھودی ہوئی نالیوں میں ڈال دو۔ پھر جو جنس یا ترکاری بونی چاہو۔ بوؤ۔ ایسے بونے کے طریق سے جس وقت پودے زمین سے نکلینگے۔ تو سیدھے بڑھتے چلے جائینگے ۔

جن درختوں کے تخم یا پودے فاصلے کے ساتھ گڑھے کھود کر لگائے جاتے ہیں۔ اگر اُن کے لگانے کی جگہ ناقص قسم کی ہو۔ تو اِسی عمل کے مطابق دوسری جگہ سے اچھے قسم کی مٹّی یا کھاد اُن گڑھوں میں پہلے ڈال دو۔ پھر لگاؤ۔ پورا فائدہ ہوگا۔ خصوصًا چائے یا باغ کے درختوں کے موٹا کرنے اور بڑھانے کا یہی علاج ہے۔ جب ایسے پودے لگانے منظور ہوں۔ تو سب سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ گڑھے سیدھی قطاروں میں ایک دوسرے سے برابر برابر فاصلے پر بنانے چاہئیں۔ اِس صورت میں ہوا اور روشنی سب کو برابر اندازے کے ساتھ پہنچتی رہیگی۔ اور سیدھی نالیوں میں ہوکر ہر ایک پودے کو پانی آسانی کے ساتھ برابر پہنچتا رہیگا۔ جس جگہ درختوں کا لگانا یا درختوں کے تخم کو بونا ہو۔ پہلے اُس جگہ میں مناسب اندازے کے چوکونے بنانے چاہئیں۔ جب ساری جگہ میں چوکونوں کا نشان ہو جائے۔ تو اُن کے چاروں کونوں پر گڑھے کھودے جائیں۔

اور پھر اُن چوکونوں کے درمیان بھی ایک گڑھا کھودا جائے۔ اور پھر اُن میں درخت لگائے جائیں یا تخم بویا جائے۔ تو اُس میں ایک خوبصورتی بھی ہے اور آسانی بھی ؛

چوتھا طریق۔ خاص جنس دھان کے بونے کے متعلق ہے۔ تمام جنسوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ اِس کا مفصّل ذکر دھان کے بیان میں کیا جائے گا ؛

پانچواں طریق۔ مینڈوں اور باڑوں کا بنانا کھیتوں کے واسطے بہت ضروری ہے۔ اِن مینڈوں کے بن جانے سے زمین کی اصلی طاقت قائم رہیگی۔ ہر قسم کے درختوں اور جنسوں کی پرورش اور پیدائش اچھی ہوگی۔ جب کھیت کے چاروں طرف مناسب اندازے کی مینڈیں موجود نہ ہونگی۔ تو بارش کا پانی اِس کھیت سے کسی طرف کو نکل جائیگا۔ جس قدر مادہ اور زمین کی طاقت اُس کھیت میں ہوگی۔ وہ پانی کے ساتھ بہہ جائیگی۔ پھر زمین کم زور اور ناطاقت رہ جائیگی۔ یا جب کسی بارش کا پانی ضرورت سے زیادہ کسی کھیت میں آجائے۔ تو اُس کے نکالنے کا تردّد کرنا پڑیگا۔ اگر موقع پر پانی نہ نکالا گیا۔ تو فصل کا نقصان ہوگا۔ اِس لئے مینڈیں اور باڑیں چاروں طرف کھیت کے مضبوط بنانی چاہئیں۔ کہ کھیت کا پانی کھیت میں رہے۔ اور زمین کی طاقت باہر نہ جائے۔ اِس عمل سے کھیت کا پانی بھی ایسے کھیت میں نہ ٹھہریگا ؛

پہاڑی علاقوں میں جہاں کہیں کسی زمین میں ضروری اندازے سے

زیادہ اونچ نیچ ہو۔ تو زمین کی نچائی کی طرف پتھروں کے پشتے چن کر زمین کو ہموار کر دیتے ہیں۔ اِس عمل سے کھیت کا پہلا سا ڈھلان نہیں رہتا ہے۔ اور اِس سے فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ پہاڑوں کے پہلو کی زمینوں میں ایسا عمل کیا جاتا ہے ۞

تین مطلبوں کے واسطے زمین کی تیاری کی جاتی ہے ۞

پہلا یہ کہ جس قدر زمین میں تخم ڈالا جائے وہ سب کا سب پیدا ہو جائے ۞

دوسرا یہ کہ فصل اچھی ہو اور جلدی پھلے پھولے ۞

تیسرا یہ کہ پیداوار زیادہ اور اچھی قسم کی ہو۔ جس سے خرید و فروخت میں اُس کی قدر بڑھے۔ یہ سارے ارادے صرف زمین کی درستی اور اُس کی تیاری پر موقوف ہیں۔ اِس میں جہاں تک ہو سکے۔ محنت اور کوشش کرنی چاہیئے ۞

زمین میں تخم بونے کے طریقے

جڑی بوٹیوں کی پیدایش دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک قدرتی دوسری مصنوعی۔ قدرتی وہ ہے جو خود بخود بغیر بونے کے درختوں اور پودوں کا تخم زمین میں گر کر پیدا ہو جائے۔ مصنوعی وہ ہے کہ جس کے بیج بوئے جائیں یا قلم یا پودے لگائے جائیں جس میں انسانی دستکاری اور محنت کی ضرورت ہو ۞

لہٰذا ہیں پہلے کل جنسیں۔ درخت اور ترکاریاں خودرو تھیں۔

میدانوں اور جنگلوں سے انسان اپنے مطلب کی چُن لایا۔ جس کا مفصل حال دوسرے باب میں لکھا جائیگا۔ اُس وقت اتنی نہ تھیں۔ جس قدر کہ اب پائی جاتی ہیں۔ بعضے پودے اور ترکاریاں اور پھول ایک دوسرے کی ملاوٹ اور پیوند سے پیدا ہو گئے ہیں۔ اگرچہ مصنوعی کاشت میں قدرتی پیداوار سے زیادہ محنت ہوتی ہے۔ مگر خودرو پیدائش والی جنسوں اور پھلوں سے مصنوعی کا اعتبار زیادہ ہے۔ اِس کے سوا خودرو کھیتی اور درختوں سے ہر ایک جگہ پر درخت یا جنس پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ خواہ ملک کی آب و ہوا اور زمین کی حیثیت اور قسم اُس کے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ جو قدرتی پیداوار ہے۔ اُس کا مدار زیادہ آب و ہوا شبنم۔ موسم۔ زمین وغیرہ پر ہے۔ اور یہ چیزیں ہر جگہ نہیں مل سکتی ہیں۔ اور نہ ہر وقت موجود ہوتی ہیں۔ یہ بات تو مانی جاتی ہے کہ جانداروں کی نسل کی ترقی اُس صورت میں زیادہ ہوگی۔ جس قدر دو دو کا خون ملے۔ اِس عمل سے نسل اچھی ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی نسل اور قریب کے رشتوں سے نر و مادہ ملا کر اُن سے آگے کے لئے نسل لی جائے۔ تو رفتہ رفتہ اُن کی پیدائش ناقص اور کم زور ہو جائیگی۔ اسی طرح ہر قسم کے درختوں اور جنسوں میں بھی اگر ایک ہی کھیت کی پیداوار کا تخم بار بار اُسی کھیت میں بویا جائے۔ تو پیداوار میں کمی ہو جائیگی۔ اور غلے کی موٹائی میں فرق آ جائیگا۔ اور اِس کے پودے اچھی طرح نہیں بڑھینگے۔ جیسا کہ جنسوں کو بدل کر ایک کھیت میں بونا لازم ہے۔ ویسا ہی ہر ایک تخم کو بدل کر

بونا بھی مفید ہے۔ جب ایک کھیت میں باہر گیہوں بوئے جائیں اور اُسی کھیت کا تخم اُسی کھیت میں بویا جائے۔ تو اُس کی پیداوار اُن گیہوں کی پیداوار سے جو دوسرے علاقے سے لاکر بوئے گئے ہیں۔ ناقص ہوگی۔ بلکہ اُن کے دانے مرجھائے ہوئے اور چھوٹے چھوٹے ہونگے۔ اِس لئے زمینداروں کو چاہیئے کہ جو جنسیں خواہ ایک ہی قسم کی اُن کو بونے کے لئے مطلوب ہوں۔ دوسری جگہ سے تخم لاکر بویا کریں ؂

یہ بھی سوچ لینا چاہیئے کہ جو ناقص تخم زمین میں پیدا ہوا ہے۔ اگر وہ اچھی زمین میں بویا جائے۔ تو اُس کی پیداوار زیادہ اور اُس کے دانے اچھے ہونگے۔ اِس کے خلاف جو تخم اچھی زمین میں پیدا ہُوا ہو۔ وہ ناقص زمین میں بویا جائے۔ تو پیداوار کم ہوگی۔ اِسی طرح اگر آبپاش زمین کا تخم بارانی زمین میں بویا جائے تو بھی پیداوار اچھی نہیں ہوگی۔ اِس ملک میں تین طرح پر کاشت کی جاتی ہے ؂

اوّل۔ زمین میں تخم ڈال کر بوتا ؂

دوم۔ قدرتی۔ یا مصنوعی وسیلوں سے جو پودے درختوں یا جنسوں کے پیدا ہوکر موجود ہوں۔ اُن کو ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگانا ؂

سوم۔ پیوند یا قلم سے جس میں داب وغیرہ بھی شامل ہوں ؂

اِن تینوں قسموں کے بونے کے اور بھی کئی طریقے ہیں۔ جن کا اِس ملک میں برتاؤ ہے ؂

۱۔ اوّل نالی کے ذریعے دوسرے کھُلے ہوئے ہاتھوں سے قطار وں

یا کونڈوں یا آڑوں میں۔ تیسرے بلا لحاظ قطاروں اور کونڈوں اور آڑو نکے تخم بونا۔

خشک علاقوں میں جہاں بارش کم ہوتی ہے۔ سب طریقوں سے اچھا اور فائدہ مند (نالی سے تخم بونا ہے) یہ نالی ہل کے ساتھ بندھی ہوتی ہے۔ اُس نالی کے اندر تخم ڈالتے ہیں۔ نالی میں ہو کر تخم ہل کی گہرائی میں جا ٹھیرتا ہے جب تخم کے دانے ہل کی گہرائی میں پہنچ جاتے ہیں۔ اُس کے اوپر وہ مٹی اپنے آپ گر جاتی ہے۔ جس کو ہل کے پھالے نے چیر کر اوٹھایا تھا۔ اُس مٹی سے تخم ڈھانپا جاتا ہے۔ کچھ کوشش اور تردد کرنا نہیں پڑتا۔ ریتلی اور خشک زمین میں اُس نالی کے ذریعے تخم ڈالا جائے۔ تو فائدہ ضروری ہوگا۔

کھلے ہوئے ہاتھوں سے قطاروں میں تخم ڈالنا اُس وقت مناسب ہے کہ جب زمین کسی قدر گیلی ہو۔ اور زمین کی اچھی حیثیت اور مٹی کچھ سخت نہ ہو۔ بلا لحاظ قطاروں کے تخم کا زمین میں ڈالنا اُس حالت میں فائدہ دیگا۔ کہ جب کھیت میں نمی زیادہ ہو۔

مصنوعی بونے کے لئے وہ طریقے چاہئیں۔ جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ سب سے پہلے زمین کا تیار کرنا ضروری کام ہے۔ جب تک زمین تیار نہ ہو کچھ نہ بویا جائے۔ اگر زمین کافی طور پر درست اور تیار ہے۔ مگر بونے اور جوتنے کے اصولوں سے بےخبر ہیں۔ تو بھی کھیتی سے فائدہ نہ ہوگا۔ جتنا ممکن ہو کسان لوگ پہلے زمین کی حالت کو دیکھیں۔ پھر جیسی صورت ہو۔ اُس کے مطابق کام کرنا واجب ہے۔

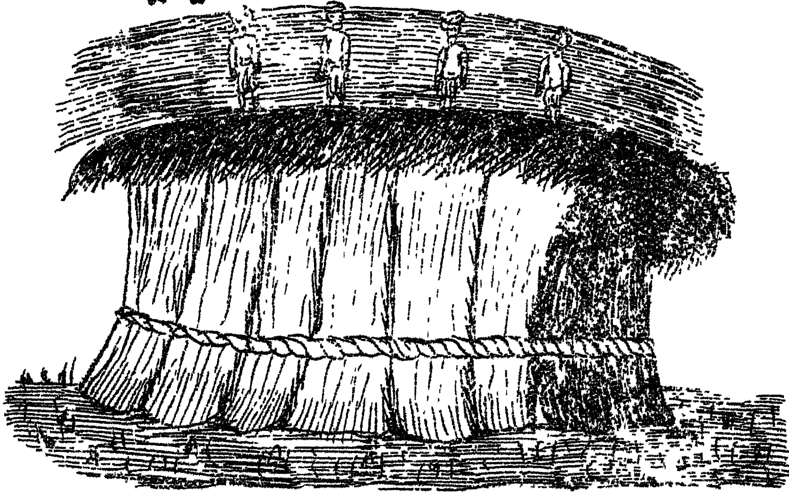
بانس کی نالی سے تخم اس طرح پر ڈالتے ہیں۔ کہ ایک بانس کا ثابت ٹکڑا پھالے کے برابر اُلٹے ہاتھ کے برابر جہاں کسان ہتھی کو پکڑے ہوئے ہوتا ہے اور وہ بانس کا ٹکڑا اندر سے پولا سوراخ دار ہوتا ہے۔ اس کو ہلس سے لے کر ہل کی چونچ میں جس میں پھالی اُگائی جاتی ہے۔ مضبوط باندھ دیتے ہیں۔ بونے کے وقت مالی تخم کے دانے اپنی بائیں طرف سے بانس کے سوراخ میں ڈالتا چلا جاتا ہے۔ اور اُسی ہاتھ سے ہل پکڑے رہتا ہے۔ یہ دانے جہاں تک ہو سکتا ہے۔ ایک ایک کر کے اُس نالی کے سوراخ میں چھوڑتا ہے۔ ہل کے گہراؤ میں وہ دانے پہنچ جاتے ہیں۔ اور ہل کی اُٹھائی ہوئی ادھر اودھر کی مٹی خودبخود اُن پر گر جاتی ہے اور مٹی میں وہ دانے چھپ جاتے ہیں۔ اس طریقے کے بونے سے زیادہ مالیوں کی ضرورت نہیں ہوتی ؀

دوسرے اگر زمین اوپر سے کچھ خشک بھی ہو۔ تو بھی وہ تخم مناسب جگہ اور آل والی مٹی میں پہنچ جائیگا۔ اگر کھلے ہوئے ہاتھوں سے قطار و نہیں کاشت کی جائے۔ تو اُس کا یہ طریق ہے۔ کہ یہاں ایک شخص تخم کے کونڈوں اور آڑوں میں گراتا جائے۔ یہ عمل بھی اچھا ہے۔ مگر دو آدمی ایک ہل کے ساتھ چاہئیں۔ اور تخم بہت گہری زمین میں نہیں جاتا ہے۔ اگر بلا لحاظ قطاروں اور کونڈوں کے بونا ہو۔ تو اس کا یہ طریق ہے۔ کہ سارے کھیت کو ایک دفعہ جو تو اور پھر تخم کو جھولی میں بھر کر ہاتھوں کی مٹھیوں سے تمام کھیت میں بکھیر دو۔ بعضے زمیندار تو پہلے تخم کے دانے کھیت میں بکھیر دیتے ہیں۔

اور پھر بل پھیر کر سوہاگہ پھیر دیتے ہیں جوت لی۔ پھرجتی ہوئی زمین تخم بکھیر دیا اور پھر اِس پر سوہاگہ پھیر دیا۔ چھوٹی چھوٹی قسم کے تخم جب اِس طریقے سے بوئے جائیں۔ تو اوّل وہ تخم مٹی یا راکھ میں ملایا جائے اور پھر کھیت میں بکھیرا جائے۔ اور پیچھے سے اگر ہاتھوں کے ساتھ زمین میں ملا دیا جائے۔ تو بھی کافی ہے۔ ورنہ اگر گیلی زمین ہو گی یا بہت گہرا تخم ڈالا گیا ہو گا۔ تو زیادہ نمی میں رہ کر وہ تخم بدبودار ہو جائیگا۔ اور زیادہ زمین کی گرمی سے وہ تخم گل جائیگا۔ بونے کے عام وصول یہ ہیں کہ جس قدر موٹا تخم ہو اور اُس کا چھلکا سخت ہو اُسی قدر گہرا بویا جائے۔ جتنا چھوٹا اور اُس کا چھلکا نرم ہو۔ اتنا ہی وہ زیادہ نمی اور گرمی سے بچایا جائے اور وہ تخم ذرا اوپر رکھا جائے۔ تو فائدہ ہوگا۔ معمولی اندازے سے بہت یا کم گہرائی فائدہ نہیں دیگی۔ اگر قاعدے کے خلاف اوپر نیچے بویا گیا ہے۔ تو وہ تخم دھوپ یا زمین کی گرمی سے جل جائیگا۔ اگر زمین زیادہ گیلی ہے۔ تو گل جائیگا۔ جس اندازے کی گرمی یا نمی تخم کے دانے اوٹھا سکیں اُسی اندازے اور حیثیت کی اگر زمین ملیگی۔ تو تخم اپنی طاقت سے جلد زمین سے پھوٹ نکلیگا۔ جنس دھان کے بونے کے واسطے زمین کی تیاری اس کے موافق کی جائے۔ اگرچہ اس کا مفصّل ذکر دھان کے ذکر میں آئیگا۔ مگر بقدر ضرورت یہاں بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔

در بیان دھان

یہ درخت دھان کو ایک جا سے جمع کیا گیا۔



جس جگہ دھان بونے منظور ہوں۔ تو اوّل اُس کھیت میں خوب پانی بھر دو۔ یہاں تک کہ ایک بالشت پانی زمین پر کھڑا ہو جائے۔ اِس عمل سے پہلے دھان کو پانی بھگو دو۔ جب دو تین دن کے عرصے میں اُن دھانوں میں سبزی پھوٹ نکلے۔ تب کھیت میں ہاتھ سے اُن سبز دھانوں کو بکھیر دو اگر دھانوں کا ذخیرہ سرسبز ہے اور ذخیرہ سے اُکھاڑ کر کھیت میں لگانا منظور ہے۔ تو پہلے طریق کے مطابق کھیت میں پانی بھر دو اور اِس کھڑے ہوئے پانی کے کھیت میں پہلے ہل بھی چلا دو۔ زمین کا زور تھوڑا کر لو۔ پھر ذخیرے سے اُٹھا کر پودے لگا دو۔ ذخیرہ جس جگہ لگاؤ۔ اُس زمین کو پہلے نرم اور صاف کر دو۔ پھر تخم بونا چاہیے۔ تاکہ بہت سے پودے ہو جائیں۔ پھر وہاں سے اُکھاڑ اُکھاڑ کر

دوسری جگہ لگائے جائیں ؛

ذخیرے کے واسطے جو زیادہ تخم بویا جاتا ہے۔ اُس میں فائدہ یہ ہے کہ پودوں کی جڑیں جو ایک دوسرے کے نزدیک ہونگی۔ وہ خراب گھاس نہ جمنے دینگی۔ مگر بعضی جنسیں ایسی ہیں۔ کہ جب اُن کے پودے دوسری جگہ لگانے کے لئے اکھاڑے جاتے ہیں۔ تو مٹّی سمیت اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگاتے ہیں۔ ایسی جنسوں کی تخم ریزی ذخیرے میں زیادہ نہ کی جائے تاکہ اچھی طرح مٹّی کے ساتھ اُکھاڑے جائیں ؛

کپاس کا تخم پہلے گوبر میں ملو۔ دو تین روز کے بعد اگر ایسا تخم بویا جائے۔ تو فائدہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ایک تو بنولے گوبر میں ملانے سے جُدا جُدا ہو جائینگے۔ دوسرے اُن کا پوست نرم ہو جائیگا۔ اور جب بوئے جائینگے۔ جلدی زمین سے سرسبز ہو کر نکل آئینگے ؛

اس جنس کی تخم ریزی میں تخم کے جتنے دانے ایک دوسرے سے فاصلے پر اور دور بوئے جائیں۔ اُتنا ہی اچھا ہے ؛

اِس کے سوا پہلے نالیوں میں کھاد بھر دی جائے۔ پھر اِس کا تخم مناسب فاصلے پر ڈالیں۔ اور پھر تخم کو مٹّی میں دبا دیں۔ تو بہت ہی مفید ہوگا ؛

فرق فرق سے پودوں کا پیدا ہونا اِس لئے بہتر سمجھا گیا ہے۔ کہ ہوا اور روشنی اُن کو اچھی طرح پہنچتی رہے۔

جہاں دیمک کا خوف ہو۔ وہاں جَو۔ گیہوں پیشاب یا بھنگ کے پانی میں بھگو کر بوئے جائیں۔ تو فائدہ ہے ؛

بعض جنسوں اور ترکاری کے تخم بھی ایسے ہوتے ہیں۔ کہ پانی میں بھگو کر بوئے جاتے ہیں۔ جیسے خشخاس وغیرہ کے تخم ؂

دربیان نلائی زمین

زمین کے نرم کرنے کو نلائی کہتے ہیں۔ جب کھیت جم کر سخت ہو جاتی ہے تو اُس کے بڑہنے کے لئے زمین نرم کرتے ہیں۔ اور کھیت سے خراب گھاس نکال دیتے ہیں۔ جب فصل اچھی ہوتی ہے۔ اور اُس میں گھاس زیادہ۔ تو نرم نرم ہل چلا دیتے ہیں۔ اِن ہلوں کے کونڈوں کے ذریعے زمین نرم اور درخت کھلے ہو جاتے ہیں ؂

اِسی واسطے تینوں فائدوں کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ نلائی کے فائدے یہ ہیں :-

اوّل۔ پودوں کی جڑیں زمین کے نرم ہو جانے سے صفائی کے ساتھ پھیلینگی اور کسی طرح کی اُس میں رکاوٹ نہ رہیگی زمین کے اوپر کا کڑاپن اِس عمل سے دور ہو جائیگا۔ جو درخت کے بڑھنے کو روکتا ہے۔ اِس بات کو سب جانتے ہیں۔ کہ جتنی جڑیں نیچے پھیلینگی اُتنے ہی اوپر سے پودے بڑھینگے ؂

دوم یہ ہے۔ کہ کئی قسم کے کیڑے مکوڑے جو پودوں کو لگ جاتے ہیں۔ اُن سے پودے محفوظ رہینگے۔ کیونکہ جو فصل کو خراب

کرنے والے کیڑے ہیں۔ اُن کے انڈے اندر چھوٹے بچے عموماً پہلے ایسی خراب قسم کی گھاس میں پرورش پاتے ہیں۔ جب گھاس نکالی جائیگی۔ تو اون کی خوراک بند ہو جائیگی۔ اور رہنے کی جگہ بھی جاتی رہیگی۔ اس سے وہ مر جائینگے۔

سوم یہ ہے کہ زمین گیلی رہیگی۔ اور اگر بارش ہو گئی یا کسی طرح پانی دیا گیا۔ تو زمین اچھی طرح سیراب ہو جائیگی۔

تجربہ سے ثابت ہے کہ مٹی جتنی باریک اور نرم ہو۔ نیچے سے بھی پانی کو اوپر کی طرف زیادہ کھینچیگی۔

نلائی کرنے سے کھیت کے اوپر کی مٹی تو جلد خشک ہو جاتی ہے۔ لیکن جب مٹی باریک ہو جائیگی۔ تو دھوپ اور ہوا کی تاثیر سطح کے اندر نہ پہنچ سکیگی۔ اور جب دھوپ اور ہوا اُس کے اندر نہ پہنچیگی۔ تو طراوٹ زمین میں اچھی طرح قائم رہیگی۔ اور پانی کو اوپر کھینچیگی۔ یہی وجہ ہے کہ جن فصلوں کی نلائی نہ کی جائے بہ نسبت اُن فصلوں کے جن میں نلائی کی جائے۔ گیلا پن کم رہتا ہے۔ جن ضروری باتوں کا نلائی میں لحاظ کرنا چاہیئے۔ وہ یہ ہیں۔ کہ پودے چھوٹے ہیں یا بڑے۔ اُن کا فاصلہ یکساں ہے۔ ان کو دیکھ بھال کر نلائی کے آلوں کا استعمال کریں اور پودوں کی جڑوں کا بھی خیال رکھیں۔ جتنا پودوں کے درمیان فاصلہ ہو۔ اتنے ہی موٹے یا باریک آلے سے نلائی کی جائے۔ اگر قطاروں میں تخم ریزی کی گئی ہے اور پودوں کا فاصلہ مناسب اندازے کے ساتھ ایک دوسرے سے ہے تو ہل جوت کر کوڈیں ماردیں یا پھاوڑے یا کدالی سے نلائی کردیں۔ اگر

اگر کسی جنس کے پودے قریب قریب ہیں۔ تو کھرپے سے نلائی اچھی ہو گی اگر اُس سے بھی پودے زیادہ باریک ہیں۔ تو باریک آلوں سے یا درانتی کی نوک سے نلائی کرنا مناسب ہے۔ مگر ہر حال میں جڑوں کی سلامتی کا خیال رکھو۔ کہ یہ ضروری کام ہے۔ کہ کہیں جڑیں کٹ نہ جائیں بعض قسم کی ایسی جنسیں ہیں جن میں جس قدر نلائی کی جائے۔ فائدہ دینگی۔ جیسے نیشکر و کپاس ؛

نلائی میں یہ بھی فائدے ہیں کہ خراب قسم کی گھاس نکل جائے گی جو کھیتوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ سب کسی طرح پر یہ خراب گھاس کھیتی سے یا درختوں کے ذخیرے سے نکال دی جائے۔ تو جو مادہ اِس زمین کی خراب گھاس چوستی تھی۔ وہ اصلی پودوں کی جڑیں چوسینگی۔ دوسرے جب پودے بڑے ہو جائیں۔ اور اُن کے لحاظ کے سبب نلائی کا زمانہ گزر جائے۔ تو اُس وقت گھاس نکال دینا بھی زمین کی نلائی کے برابر فائدہ دیگا۔ ایسے فائدے عام لوگ جانتے ہیں۔ بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ؛

اِن ضروری باتوں کا خیال گھاس نکالنے کے وقت رکھیں خراب گھاس کو جڑ سے پوری احتیاط کے ساتھ نکالیں۔ اور اصلی پودوں کی جڑیں سلامت رہیں۔ اور جب یہ عمل کیا جائے۔ اور کسی جنس کا پودا گھاس اکھاڑتے وقت اُکھاڑنا منظور رہے۔ تو اُس پودے کو جڑ اور پتّوں کے ساتھ اُکھاڑ ڈالو۔ مگر اس بات کا لحاظ رکھّو کہ اصلی پودوں کی جڑ نہ اُکھڑ جائے۔ اور نہ ایسا ہو کہ اُن کی جڑوں کی مٹّی اُکھڑ جائے۔ اور اون کی

جڑیں ننگی ہو جائیں۔ اگر اُن کی جڑیں ننگی ہو گئیں۔ تو خشک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔
بعض جنس کے کھیتوں میں خراب گھاس اور دوسری جنس کے پودے اصلی پودوں کے ساتھ اوپچے ہم شکل[1] پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان کے کھیت میں خودرَو دھان جو پچھلے سال کے دانے گرے ہوئے ہوں۔ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کی پہچان تجربے سے ہو سکتی ہے۔ اس لئے اُن کے اُکھاڑنے میں ہوشیاری اور تمیز چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ اصلی پودے اُن کے عوض نکال دئے جائیں۔ اگر خشک گھاس یا پلاس وغیرہ درختوں کے پتّے تخم ریزی کے بعد زمین پر بچھائے جائیں۔ تو گھاس کم پیدا ہوگی۔ مگر یہ عمل ان جنسوں کے کھیتوں اور پودوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ جو مضبوط اور دور دور فاصلے پیدا ہوں۔ نازک قسموں کے پودے اور گھنی زراعتوں کے واسطے اچھا نہیں کہ اُن کی پیدایش اور پرورش میں حرج ہو جائیگا ۔

در بیان آبپاشی زمین

زمین کے وہ مادّے جن سے ہر ایک جڑی بوٹی وغیرہ زمین سے پیدا ہو کر بڑھتی ہے۔ وہ مادے پانی کی مدد سے چھوٹی چھوٹی جڑ ونیں سوتوں کے راستے ہو کر پودوں کو سرسبز اور موٹا کر دیتے ہیں اگر پانی کی ملاوٹ ان مادوں میں نہ دی جائے۔ تو وہ مادے آپ

[1] کھیت میں ایسے ہم شکل پودے گیہوں کے کھیت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

کچھ کام نہیں آسکتے۔ جو تخم بویا جائے۔ وہ پانی کے سبب سرسبز ہوتا ہے۔ جب تک زمین میں طراوٹ نہ ہو۔ کوئی چیز زمین سے پیدا نہیں ہوسکتی اس واسطے ضرور ہے۔ کہ جب کھیتی کرنے کا ارادہ ہو۔ تو اُس سے پہلے آبپاشی کا سامان بھی مہیا کرے۔ جڑی بوٹی کی پیدایش کے لئے ہوا اور روشنی کا درمیانی واسطہ ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں تھوڑی بہت ہر جگہ اور ہر وقت مل جاتی ہیں۔ اگر پانی کا گیلاپن موجود نہ ہوا۔ تو ہوا اور روشنی نکمی ہے۔ اور کھیتی کو تھوڑا بہت پانی دینے کا لحاظ آبپاشی کے سامان اور جنسوں کی قسم اور موسم کے دیکھنے پر موقوف ہے ۔

کھیت اور باغ وغیرہ میں پانی دینے کا طریقہ

اوّل مینہ کے پانی سے زمین پر طراوت آجاتی ہے۔ یہ قدرتی آبپاشی ہے۔ اِس پانی میں ہوا اور روشنی کا زیادہ اثر ملا ہوا ہے۔ اس واسطے کہ اوپر سے گرتا ہے۔ اور پودوں کی چوٹی پر ہوکر پتے اور شاخوں کو بھی تازہ کر دیتا ہے۔ یہ آبپاشی سب سے اچھی ہے۔ مینہ کا پانی پودوں کے حق میں ماں کے دود کے برابر ہے ۔

دوم کوؤں سے پانی دینا بھی مصنوعی آبپاشی ہے۔ کوئیں کے پانی کے پانی کی وہ تاثیر نہیں ہے۔ جیساکہ بارش کے پانی میں ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہوا اور روشنی کا اِس میں دخل تھوڑا ہوتا ہے۔

چونکہ چھوٹی چھوٹی نالیوں وغیرہ سے گزر کر باغچہ میں پانی جائیگی۔ اِس طریق سے عمدہ آبپاسی ہو جاتی ہے۔ اور قسم سوم سے بہت اچھی شمار کی جاتی ہے جہاں کہیں اونچی جگھ سے نیچی جگھ پانی لے جانا ہو۔ تو یہ نسبت پہلی قسم کی آبپاشی کے یہ آبباشی کچھ زیادہ اچھی ہو جائیگی۔ کیونکہ جب پانی اوپر سے نیچے کو آئیگا۔ تو اوپر سے نیچے بہنے کے سبب ہوا اور روشنی اِس میں اپنا اثر زیادہ کریگی۔ جب پودے فصل کے زمین سے نکل آئیں۔ اور پودے پرورش کی حالت میں ہوں۔ اُس وقت اگر کوئیں کا کھارا پانی فصل میں دیا جائے تو میٹھے پانی سے زیادہ اثر کریگا۔ اگر بونیسے پہلے کھارا پانی دیا جائے۔ تو اُس وقت ایسا مفید نہیں پڑیگا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اُس میں چونے اور شورے کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ یہ مادہ پانچوں میں اُس وقت ڈالا جائے۔ جب فصل کھیت میں جم آئے ؛

سوم جھیلوں اور نالابوں کا پانی جو معمولی وسیلوں سے مل جائے۔ تو اچھا ہے۔ یہ مصنوعی آبپاشی ہے۔ اُس پانی میں ہوا اور روشنی کا ملاؤ ہے۔ یہ پانی بھی بارش کا جمع ہو جاتا ہے اور ہوا اور روشنی اُس پانی میں اِس سبب سے بھر جاتی ہے۔ کہ کھلا ہوا رہتا ہے لایا جاتا ہے ؛

چہارم۔ نہروں کا پانی۔ اگر یہ پانی درست طریقے سے اور اندازی کا دیا جائے۔ تو قسم موسم کے پانی سے ناقص نہیں ہے۔ اِس کا مفصّل حال ذیل میں لکھا جاتا ہے ؛

نہروں کے پانی کا بیان واسطے زراعت کے مفید ہے

بعضے ضلعوں میں لوگ نہروں کے پانی سے نفرت کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ جس کھیت میں نہر کا پانی دیا جاتا ہے۔ وہاں دو چار برس تو فصل اچھی ہوتی ہے۔ پھر پوری پیداوار نہیں ہوتی اور اُس پانی کے ساتھ کھیت میں ریت پڑ جاتی ہے۔ اور زمین نکمی ہو جاتی ہے حیثیت بگڑ جاتی ہے۔ اور اُس کی بُری حالت ہو جاتی ہے۔ کئی علاقوں میں لوگ کہتے ہیں۔ کہ جتنے رقبے میں نہر کا پانی زیادہ دیا جائے۔ اُتنی ہی زیادہ بیماری ہوتی ہے۔ اور مردوںسے مرد انگی کی حالت جاتی رہتی ہے۔ اگر غور سے دیکھو اور تجربہ کرو تو صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ جو خیال درست نہیں ؛

پہلے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ جب پہلے ہی پہل کسی رقبے میں نہر کا پانی دیا جائے۔ تو مدّت کے جمے ہوئے مادے ناکارہ اور رکم روز جو زمین میں ملے ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب پورا پانی ملتے ہی پتلے ہو کر کھیتی کے پودوں کو موٹا اور سرسبز بنا دیتے ہیں۔ اِس سبب سے چند سال تک کھیتی اچھی ہوتی ہے۔ پیداوار پوری

دیتی ہے۔ پھر جب آبپاشی اور کھیتی اُس زمین میں ہوتی رہے۔ تو وہ مادے جن سے فصل کے پودے موٹے اور سرسبز رہتے تھے۔ باقی نہ رہے اور اوس زمین میں نہ کوئی قدرتی کھاد پڑی۔ اور نہ مصنوعی کھاد ڈالی گئی۔ تو پھر کیونکر پیداوار میں کمی نہ ہو۔ پانی کے ساتھ باریک ریت اور کم روز مٹی جو کھیتوں میں آجاتی ہے۔ وہ ندی نالے اور نہر کی سیلابی پر منحصر ہے۔ اگر ان دونو صورتوں کا لحاظ رہے۔ یعنی کھاد پوری ڈالی جائے۔ اور نہر کے پانی کا ڈھلاؤ مناسب اندازے کے ساتھ موجود ہو۔ تو کوئی سبب نہیں ہے۔ کہ پیداوار کم ہو جائے یا ریت آجائے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ عام لوگ ضرورت اور اندازے سے زیادہ کھیتوں میں بار بار پانی بھر دیتے ہیں۔ اور کھُدائی اور ہل جوتنے کی گہرائی صرف قریب تین چار انچ کے موافق ہوتی ہے۔ اور نیچے کی سطح زمین کی سخت رہتی ہے۔ اِس لئے وہ پانی کھیت میں کھڑا رہتا ہے۔ اور خشک نہیں ہوتا۔ آخرکار وہ پانی سڑ جاتا ہے۔ اور فصل کو گلا دیتا ہے۔ وہ پیلی پڑ جاتی ہے۔ اور فائدے کی جگہ نقصان ہو جاتا ہے۔ اور تری کی زیادتی سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ جو بیماری کا گھر ہے۔ یہ حالت اکثر چکنی مٹی میں زیادہ ہو جاتی ہے۔ اِس کا پانی جلدی نہیں سوکھتا ہے۔ اگر ہل وغیرہ کے ذریعے کھُدائی گہری ہو اور اندازے کا پانی مناسب موقعوں پر اُس فصل کو دیا جائے۔

جس قدر اُس فصل کے واسطے ضروری ہو۔ تو یہ خلل بھی رفع ہو جائیگا۔ اِس میں شک نہیں ہے یہ کہ جب کسی علاقے میں زیادہ رقبے کو آبپاشی ہوتی ہے۔ تو اُس میں دوسرے خشک علاقوں سے بیاری ضرور زیادہ ہو جاتی ہے۔

نالوں کی درستی اور کھدائی راجباہوں کی

جو راجباہے اور نہریں دریا سے نکالی جائیں۔ اُن کی کھدائی کی جائے۔ تو اُن کے کناروں کی طرف کی کھدائی سلامتی وار رکھنی چاہیے۔ اگر ایسی زمین ہو جس میں چکنی مٹی ہے۔ تو ایک فٹ کی گہرائی میں ایک فٹ کی سلامتی کافی ہو گی۔ اگر زمین کی قسم نرم ہے۔ یا ریت ملی ہوئی مٹی ہے۔ تو ایک فٹ میں ڈیڑھ فٹ اور اگر ایسی زمین ہے کہ جس میں ریت بھی ہو۔ تو ایک فٹ میں دو فٹ کی سلامتی واجب ہے اسی طرح پر جس زمین میں پانی کا بہاؤ اور زور ایسا ہو کہ کناروں کے گر جانے کا زیادہ اندیشہ ہے وہاں اُسی قدر زیادہ سلامتی دونو کناروں کی ہونی چاہیئے۔

تیاری کے بعد جب کبھی معمولی موقعوں پر ندی نالوں اور راجباہوں (دہوں) کی صفائی کی جائے۔ ایسی جگہوں میں۔ کچڑ مٹی کا چکناپن ندی نالوں راجباہوں کے کناروں پر جم کر سلامتی کی صورت کو جو نہر وغیرہ کی

تیاری کے وقت پہلے رکھی گئی تھی۔ قائم نہ رہنے دے۔ یا پانی کے بہاؤ کے سبب مٹی سے سلامتی کم وبیش ہوجائے۔ تو اوس کے درست کرنے کا ارادہ نکریں۔ بلکہ اوس کو ویسا ہی رہنے دیں۔ صرف اتنی سلامی بنا دینی چاہیئے۔ کہ جو پانی کے بہاؤ کے لئے کافی ہو۔ اگر اُس کی درستی کی جائیگی۔ اور کیچڑ اور گارا دور کر دیا جائیگا۔ تو پھر وہاں بدستور کیچڑ اور گارا جمع ہو جائیگا۔ نالوں اور نہروں کی کھدائی میں اُن کی سطح کے ہموار کرنے کا لحاظ رکھنا چاہیئے[1]۔ اگر ہموار کرنے کا آلہ نہ بن سکے یا اُس سے پیمایش کرنا جانتے نہ ہوں۔ تو پانی کے ڈھلاؤ سے بھی ہموار کرنے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جتنا کم ڈھلاؤ میں پانی بہیگا۔ اتنا ہی نالے کا کم نقصان ہو گا۔ معمولی صورتوں میں ایک فٹ تک کا ڈھلاؤ پانی کے واسطے فی میل اچھا ہے[2]۔ مگر سرسری حساب سے جو دیکھا جائے۔ تو ڈیڑھ فٹ تک کوئی حرج نہیں۔ اگر اِس سے زیادہ پانی کا ڈھلاؤ رہیگا۔ تو مٹی کے بہ جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر نالہ کھود اگیا اور اُس میں کچھ اونچ نیچ رہے۔ تو نیچے کی جگہ میں پانی رُک کر کھڑا ہو جائیگا۔ اور آخرکار کسی طرف کے کنارے کو توڑ کر اُس طرف بہنا شروع ہو جائیگا۔

جو مٹی نالے کی کھدائی سے نکلے۔ اُس کو اِس نالے کے

---

[1] یہ ہمواری ایک آلے سے جانچی جاتی ہے جس کو انگریزی میں لیول کہتے ہیں۔

[2] بعض جگہ انجنیر صاحبان بہادر نے صرف ۶۔ انچ فی میل کی اجازت دی ہے۔

کناروں سے ذرا دور ڈالنا چاہئیے۔ اور اوس مٹی کا مضبوط پشتہ بنا دیا جائے نالی اندر سے برابر عرض میں رہے۔ اگر کہیں سے سکوچ اور دوسری جگہ سے چوڑی ہوگئی۔ تو اچھی نہیں۔ اُس کے دہانے کو ذرا عرض میں زیادہ رکھنا چاہئیے۔ تاکہ پانی کے داخل ہونے کے واسطے آسانی ہو اور جسقدر آگے بڑھتا جائے اور پانی ادہر اودھر خرچ ہوکر کم رہتا جائے۔ اُسی قدر اُس کا عرض کم ہوتا جائے۔ تو مناسب ہے۔ اِس سے پانی کو کسی جگہ روک نہ ہوگی ؎

نالیوں کا عرض برابر رکھنے کے واسطے آسان طریق یہ ہے کہ جتنا چوڑاؤ جہاں جہاں کسی نالے یا نہر کا رکھنا منظور رہو۔ اُس کے مطابق لکڑی کا ایک پیمانہ مزدوروں کو دیا جائے۔ جس کے اندازے سے وہ کھدائی کے وقت اُس کے چوڑاؤ کا لحاظ رکھیں۔ اس عمل سے ایک تو نہر کی پیمائش آسان ہوجائیگی۔ دوسرے پانی کا عرض برابر رہیگا۔ جو پانی کے بہاؤ کے واسطے ضروری ہے۔ جس طرح پر نہروں اور نالیوں کا عرض زیادہ رکھا جاتا ہے۔ اُسی طرح جہاں تک ہوسکے اُن کو سیدھا رکھنا اور سیدھا لے جانا ضرور ہے۔ اِس میں دو فائدے ہیں ؎

اوّل۔ پانی کا بہاؤ سیدھا رہیگا۔ جس سے نقصان کم ہوگا ؎

دوم۔ ٹیڑھی کھدائی سے سیدھی کھدائی میں خرچ اور محنت کم ہے ؎

اگر کسی ضرورت سے نالی کی سمت بدلنی ہو۔ یعنی پورب سے دکن کو یا اُتر سے پورب کو مُنہ پھیرنا ہے۔ تو گولائی دگھوم، ڈال کر سمت بدلو۔

سیدھا کو نا بنا کر سمت بدلنا اچھا نہیں کہ اس طرح پانی کی ٹکر کھانے سے نہر یا نالے کو نقصان پہنچیگا۔ گولائی رکھنے کا یہ طریقہ چھوٹے بڑے نالوں سب کے واسطے برابر ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی لحاظ رکھو کہ جہاں نالا نکالا جائے۔ اُس کے پانی کے بہاؤ کی زمین اُن کھیتوں سے کسی قدر اونچی ہو جن میں پانی دینا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ جب پانی نالیوں کے ذریعے اُن کھیتوں میں چھوڑا جائے۔ تو آسانی سے پہنچ سکے۔ ایسا نہ ہو کہ پانی میں بند لگا کر کھیتوں میں پانی چھڑایا جائے بند لگانے سے پانی رُک جاتا ہے۔ اور جب پانی رُک گیا۔ تو کوئی کنارہ ٹوٹ کر پانی اور طرف کو بہ جائیگا۔ کہ جدھر ضرورت نہ ہو یا بند ٹوٹ کر اُس کی مٹی پانی میں گھُل جائیگی۔ اور نہر کی تہ میں بیٹھ جائیگی۔ اگر کسی موقع پر یہ ضرورت ہو۔ کہ نہر یا نالے میں بند لگایا جائے۔ وہاں مٹی سے بند نہ باندھا جائے۔ بلکہ گھاس پھوس اور تختوں وغیرہ سے بند باندھنا مناسب ہے۔ تاکہ بند کی مٹی نالے میں نہ آجائے۔ کھدائی کے بعد نہروں اور نالوں کی صفائی دو تین سال تک کرنی ضرور نہیں ہے۔ کیونکہ اُس مدت تک جو پانی بہیگا۔ تو کیچڑ پانی کے نیچے اور کناروں کی طرف جم جانے کے سبب جو پانی زمین میں جذب ہو جاتا تھا۔ وہ جذب ہو کر ضائع نہیں ہوگا۔ جب کھدائی ہو کر نہر جاری ہو چکے اور تھوڑے عرصے بعد ہی صفائی شروع کی جائے۔ تو جو مٹی جمی ہوئی نکالی جائیگی۔ پھر بدستور اُس میں

پانی جذب ہوتا رہیگا۔ جب دو تین سال میں مٹی بخوبی جم جائے اور زمین کا پیٹ پانی سے بھر جائے۔ اور نہر کی سطح مضبوط ہو جائے۔ تو اُس کی صفائی کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ پھر ہر سال صفائی ہونی چاہئے تاکہ کیچڑ۔ مٹی۔ گھاس پھوس جو نالوں یا نہر کے کنارے یا تہ میں فالتو جمے ہوئے ہیں۔ یا اُن کے کناروں پر بے فائدہ جمٹ گئے ہیں۔ وہ ہر سال نکالے جایا کریں۔ دریافت سے ثابت ہؤا ہے۔ کہ نہر باری دواب سے آبپاشی کی اوسط مختلف قسموں کے کھیتوں میں اس طرح پر برآمد ہوئی ہے ؛

تفصیل نقشہ ذیل ملاحظہ ہو

پونڈا ۴- انچ	نیشکر یعنی ایکھ ۳- انچ	جھونا ۶- انچ	گلزار ½- انچ
سن - تل ۲- انچ	ترکاری ۴- انچ	باغ ۴- انچ	گندم ۳- انچ
السی - سرشف ½۲- انچ	تمباکو و مرچ سرخ ½۱- انچ	چری و مکئی ۲- انچ	نخود مسور و بیجھی ۲- انچ

پانی کی اسی قدر تعداد واجبی ہے۔ اس سے زیادہ پانی دینے میں نقصان ہے ؛

طریقہ پانی کے نکالنے کا

جب پودوں (یعنے درختوں) کو اندازے کے ساتھ پانی دیا جائے۔ تو پودوں کے بدن میں جان آجاتی ہے۔ اور اگر کثرت کے ساتھ پانی دیا جائے۔ تو اُن کا نقصان ہوتا ہے۔ جہاں پانی کی کثرت ہوگی۔ اوّل تو وہاں کچھ پیدا ہی نہیں ہوگا۔ اگر کچھ ہوگا۔ تو پانی کی کثرت سے درخت گل جائینگے۔ اور بڑھوار ان کی ماری جائیگی۔ وجہ یہ ہے۔ کہ جب زیادہ پانی ہؤا تو پودوں کی جڑوں کے سوتوں۔ یعنے باریک باریک رگ و ریشہ جڑ و منہ چوڑے اور بند ہو جائینگے۔ اور اِن سوتوں کے راستے جو عرق اور زمین کے مادے درختوں اور ہر قسم کے پودوں یعنے درختوں میں جاتی تھے۔ اِس صورت میں اُن میں چڑھ نہیں سکینگے۔ جب اِن مادوں اور عرق کا چڑھنا بند ہؤا۔ تو پودے مرجھا کر سوکھ جائینگے۔ یا پانی میں ہی گل جائینگے۔ اِس لئے مناسب ہے۔ کہ جہاں ضرورت سے زیادہ پانی ہو۔ اُس کے نکالنے کی تجویز کرنی چاہیئے۔ پانی کی زیادتی اِس طرح پر ہو جاتی ہے ؂

اوّل۔ پہلے جہاں کہیں۔ دریا یا ندّی نالے نلوں کے بہاؤ کا نشیب ہو۔ اور پھر کسی قدرتی یا مصنوعی سبب سے ندّی نالہ وہ جگہ چھوڑ دے اور دوسری جگہ۔ اُس کے بہاؤ کا رخ ہو جائے۔ پھر کسی قدرتی سبب

یا مصنوعی سے دہانے کی طرف یا کسی اور جگہ مٹی پڑ جائے۔ اور اُس جگہ کی نیچی سطح اونچی ہو جائے۔ تو اُس نیچی جگہ میں دلدل بنکے جھیل بن جائیگی ؛

دوم۔ بارش کا پانی کسی زمین کی نچائی میں جمع ہو جائے اور زمین کی قسم ایسی ہو جیسے پانی نہ پی سکے اور اُس پانی کے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو یا قدرتی چشمہ پانی کا زمین کی نچائی میں نکل آئے۔ اور اُس بہاؤ کے لئے کوئی راستہ نہ ہو۔ تو پانی کھڑا ہو کر دلدل اور جھیل بن جائیگی ؛

سوم۔ اگر کسی جگہ عرصے تک پانی کھڑا رہے۔ اور اُس کے سبب سے اُس کی سطح کی مٹی ایسی گل جائے جس میں چلنا پھرنا دشوار ہو۔ پھر کچھ مدت اُس میں پانی کھڑا ہو کر دلدل بن جائے۔ تو ایک قسم کی گھاس وہاں پیدا ہو جائیگی۔ اور پانی میں گل جائیگی۔ اور پھر جب اُس میں دھوپ اپنا اثر کریگی۔ تو عفونت پیدا ہو جائیگی۔ اور نزدیک نزدیک کی آبادیوں میں اُس خراب ہوا کی تاثیر سے بیماری پیدا ہو جائیگی ؛

اِس ملک میں کئی ایسی دلدلیں ہیں جن کی زمین بے فائدہ پڑی ہے نہ مویشیوں کے چرانے کے کام آتی ہے۔ زراعت کے کام کی ہے۔ اگر یہ پانی نکال دیا جائے۔ اور زمین سکھا دی جائے۔ تو سارے نقصان رفع ہو جاتے ہیں۔ سب سے آسان طریق پانی کے نکال کا یہ ہے کہ جس طرف کو پانی کا بہاؤ ہو اور بارش کا پانی جس طرف جاتا ہو۔ اُس طرف کو سطح کی کھُدائی کی جائے۔ اور یہ کھُدائی نالے کی طرح انداز کے ساتھ ہو۔ پھر کسی قریب کے دریا یا نالے یا نل وغیرہ

یا قدرتی مصنوعی ہیں اِس کا پانی ملا دیا جائے۔ تو خود بخود پانی بہ کر نکل جائیگا۔ اگر اِس موقع کے قریب کوئی ایسا نچان ہو۔ کہ اِس پانی سے دوسری زمین بھی سیراب ہو جائے۔ تو ایک کام میں دو فائدے ہو جائینگے۔ دوسرا ڈھنگ یہ ہے۔ کہ ایسی دلدل کی کھُدائی اس طرح پر کریں۔ کہ جسطرف پانی نکالنا چاہیں۔ اُس دلدل کے رقبے میں ایک بڑا چوڑا نالہ کھودیں۔ پھر نالے کے دونو طرف چھوٹی چھوٹی نالیاں ترچھی کھودی جائیں۔ اور اُس نالے میں ملادی جائیں۔ تو سارا پانی نکل جائیگا۔ مگر یہ لحاظ رہے۔ کہ جہاں جہاں زیادہ نشیب ہو۔ اُن طرفوں سے وہ نالیاں آئیں۔ تاکہ اُن نچائیوں کا پانی بھی کھچ کر اُس بڑے نالے میں پڑ جائے۔ جب سب طرف کا پانی نکل گیا۔ تو وہ زمین کام کی ہو جائیگی۔ اگر ناقص قسم کی زمین بھی ہوگی۔ تو سویشیوں کی چرائی کے لئے کام آئیگی ؛

یہ بات تو معلوم ہے کہ جب مدت تک ایسی زمینوں میں دلدل کا پانی رہے اور دریا اور ندی نالے کی سیلاب کا پانی اُس میں آتا رہے اور اُس کے ساتھ کیچڑ۔ مٹی۔ گھاس وغیرہ آجائے۔ تو وہ پانی میں گل کر عمدہ کھاد۔ بن جاتی ہے۔ اِس لئے ایسی جگہ سے اکثر اچھی زمین برآمد ہوگی۔ پہلے پہل تو ضرور کسی قدر دقت نالے اور نالیوں کی کھودنی میں ہوگی۔ اس واسطے کہ اُس میں کیچڑ اور گار ابھر جاتا ہے۔ اور بار بار اُس کی مٹی نکال کر باہر ڈالنی پڑتی ہے۔ مگر جب دلدل کے پانی کا زیادہ حصہ نکل جائیگا۔ تو یہ تکلیف جاتی رہیگی۔ اگر ایسی جگہ ہو کہ پانی

زیادہ ہے۔ اور کھدائی کا کام مشکل ہے۔ کیچڑ یا گارے کے سبب
آدمی وہاں نہیں جا سکتا۔ تو سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ جس طرف
کو پانی کا نکاس کرنا ہے۔ نالی کی کھدائی اُسی جانب سے اس طرف
شروع کیا جائے۔ اس عمل سے جو زیادہ پانی ہوگا۔ وہ نکل جائیگا۔
اور آسانی کے ساتھ پھر کھدائی کا کام بھی ہو سکیگا۔ اور جیسی جیسی
کھدائی کرتی ہوئی۔ دلدل کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کا
پانی کم ہوتا جائیگا۔ اور کھدائی آسانی کے ساتھ ہو جائیگی۔ ایسی دلدل کی
اراضی میں اگر درختوں کے پودے لگانے ہوں۔ تو کھودتے وقت
جو مٹی نکلے۔ اُس مٹی کی مینڈ اُن ہی دو نالیوں کے درمیان بنائیں۔
اس طرح جو نچائی کا پانی ہوگا۔ وہ اُن نالیوں کے راستے باہر چلا
جائیگا۔ اور مینڈ سطح سے اونچی ہو جائیگی۔ پھر اُس مینڈ پر پھر اگر بارش
بھی ہو اور سیلاب کا پانی زیادہ بھی آجائے۔ تو وہ پیڑ محفوظ رہینگے۔
بعض خاص خاص قسم کے درخت ایسے ہیں جو دوسرے درختوں کی
نسبت پانی زیادہ چاہتے ہیں۔ جیسے بید مجنوں۔ گوندنی وغیرہ۔ یہ درخت
دلدل میں لگ سکتے ہیں۔ صرف اتنا ہو سکتا ہے۔ کہ دوسرے درختوں کی
نسبت تھوڑی کچھ زیادہ گیلی جگہ میں لگا دئے جائیں۔ تو اس سطح
کی زمین کی رطوبت اُن کی مدد سے جذب ہو جائیگی۔

زراعت کرنے کے طریقے

جب عام لوگ آپس میں بیٹھ کر زراعت کی پیداوار کی بابت بات
چیت کرتے ہیں۔ تو یہ سمجھتے ہیں کہ اب نئی اور نگتاؤ کا زمانہ آگیا ہے۔
زمین کی برکت جاتی رہی۔ وہ لوگ پچھلے زمانے کی زراعت کا طریقہ
اور اپنی نادانی کا خیال نہیں کرتے پہلے زمانے میں لوگ جنسیں بدل بدل کر
بوتے تھے۔ اور کئی کھیت ایک ایک دو دو سال تک پڑے رہتے تھے
اور پوہوں کی چرائی کے واسطے وہاں گھاس پیدا ہو جاتی ہے۔ اس عمل سے
دو طرح کی کھاد وہاں پڑ جاتی تھی۔ ایک تو ہوا اور روشنی اور شبنم کی تاثیر میں
اور دوسرے پوہوں کا گوبر اور پیشاب۔ ان چیزوں سے زمین کی طاقت
بڑھ جاتی ہے۔ اب برخلاف اس کے ایک ہی قسم کی جنسیں ہر سال
اس زمین میں برابر بوئے چلے جاتے ہیں۔ جس سے ایک قسم کا مادہ
زمین کے مادوں سے کم ہو جاتا ہے۔ جو خاص ایک جنس کے پودوں کو
بڑھنے کی طاقت دیتا تھا۔ اس جنس کے واسطے زمین نکمی ہو جاتی ہے۔ پھر
پیداوار اچھی نہیں ہوتی یہی حال انسان کا ہے۔ کہ جب اس کے جسم میں کسی
مادے کی کمی ہو جائے۔ تو وہ آدمی بسبب کمی اس مادہ کے بیمار رہتا ہے
جب تک کہ اس مادہ کی کمی پوری نہ ہو۔ وہ اچھا نہیں ہوتا۔ اور بدستور بیمار پڑا
رہتا ہے۔ یہی ڈھنگ زمین کی حالت کا ہے۔ جہاں کوئی مادہ اس میں کم
ہؤا۔ پھر جب تک کہ وہ مادہ پیدا نہ ہوگا۔ زمین ناکارہ اور کم زور ہو جائیگی
اس کا علاج اوّل تو قدرتی یا مصنوعی کھاد ہے۔ دوسرے پانی کو کھیت سے
نہ نکلنے دینا۔ تیسرے جب زمین خالی پڑی رہیگی۔ تو خود بخود ہوا اور روشنی

اثر کرتی رہیگی۔ خیال رکھو۔ کہ یہ مادے کسی سبب سے باہر نہ نکل جائیں۔ اگر نہ نکلیں گے۔ تو زمین کی طاقت بڑھ جائیگی ۔

خیال کرو کہ کسی کھیت کی سطح میں اونچائی نچائی ہے۔ یا کھیت کے کناروں پر مینڈیں نہیں ہیں۔ پھر پانی برسا اور پانی کے ساتھ وہ مادے نکل گئے۔ تو زمین نکمی ہو جائیگی۔ اور وہ عمدہ اثر جاتا رہیگا ۔

مصنوعی کھاد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ دوسرے اگر کھیت میں جنسیں اول بدل کر بوئی جائیں۔ تو اُس سے بھی زمین طاقت میں آجاتی ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ جب ایک جنس کو کاٹ لیا تو اُس کے پودوں کی جڑیں جو زمین میں رہ جاتی ہیں۔ وہ گل کر کھاد ہو جاتی ہیں۔ جب یہ جڑیں کھاد بن گئیں۔ تو دوسری جنس کے پودوں کو بڑھنے کی طاقت دینگی۔ اور پیداوار میں اس سے بڑے فائدے ہونگے۔ جو پُرانے طریق کے مطابق بعض جنسوں کو ملا کر اکٹھا بونا ہے۔ وہ بھی کسی قدر زمین کی طاقت کو قایم رکھتا ہے۔ کیونکہ ایک قسم کی جنس کی جڑیں دوسری قسم کی جنس کے واسطے کھاد کا کام دیتی ہیں۔ اور جو جڑیں بہت لمبی چلی جاتی ہیں۔ وہ نیچے کی سطح سے طاقتور مادے اور رطوبت اور اپنا اوپر کو کھینچ لاتی ہیں۔ اس دوسری جنس کو بہت مدد ملتی ہے۔ اگر ایک ہی قسم کے پودوں کی کاشت ہمیشہ ایک ہی کھیت میں کرتے رہیں۔ تو گلی ہوئی جڑیں جو کھاد بن گئی ہیں۔ اُسی قسم کی جنس کو وہ کھاد فائدہ نہ دیگی۔ کیونکہ وہ کھاد اُسی قسم کے پودوں کی ہے۔ وہ پودے اپنے فضلے کی

کھاد سے بڑھنے کی طاقت نہ پکڑینگے ۔

ایسی جڑوں میں بہت سا مادہ درختوں کا بڑھانے والا اور پھیلانے والا موجود رہتا ہے۔ اور یہ ایک قسم کے جڑیں اس مادہ سے بنی ہیں۔ یہ مادہ جڑوں کے ذریعے زمین سے نکل کر پودوں کی جڑوں کے سوتوں کے راستے شاخوں اور پتوں تک چلا جاتا ہے۔ اور جتنی ضرورت ہو۔ وہاں رہتا ہے۔ باقی میں ہوا وغیرہ کے اجزا شامل ہو کر پوست اور لکڑی کے درمیان سے نیچے آجاتا ہے۔ اور پھر جڑوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہوا اس مادہ کی مدد سے ایک قسم کی جنس کی جڑیں دوسری قسم کے لئے طاقت کا سبب اچھا بن جاتی ہیں ۔

بعض کی جڑیں مولی کی طرح زمین کے نیچے زیادہ گہری جاتی ہیں۔ جو جڑیں کہ اوپر رہتی ہیں۔ اُن سے وہ جڑیں نیچے گہری جانے والی اچھی ہوتی ہیں۔ جب ایسے درخت کاٹے جائیں۔ اور پھر دوسرے قسم کی جنس اُس میں بوئی جاتے تو کھاد کی طرح وہ جڑیں کام دینگی۔ اگر شلغم کے بعد گیہوں اور مٹر، اور سن کے بعد نیشکر یعنی ایکھ بوئی جائے۔ تو پیداوار میں اچھا فائدہ ہوگا ۔

اس ملک کے بعضے زمیندار تو اُس دستور پر چلتے ہیں۔ گیہوں کی کھیت کاٹ کر خریف میں ماش موٹھ وغیرہ کو اُس کھیت میں بوتے ہیں اور پھر سال بھر تک زمین کو خالی رکھتے ہیں۔ پھر فصل ربیع بوتے ہیں۔ اس عمل سے زمین میں طاقت بنی رہتی ہے۔ پہلے دنوں میں یہ طریقہ

بہت ضلعوں میں تھا۔ اب کم ہوتا جاتا ہے۔ جس سے پیداوار میں کمی ہوگئی ہے۔ ناقص زمین ریت والی ہیں جہاں خریف کی فصل ریت کے سبب پیدا نہ ہوسکے۔ وہاں صرف ربیع کی کاشت کی جاتی ہے۔ اگر ایسی زمین میں اکٹھی دو جنسیں بو دی جائیں۔ تو ایک جنس کی جڑیں دوسری جنس کے لئے کھاد کا کام دینگی۔ یا ربیع کی جنس ہی بدل کر بوئی جائے تو کچھ فائدہ ہوگا ؂

بعضی جنسیں ایسی ہیں۔ کہ جب اُن کو بو دیا۔ اور پھر بونے کے بعد دوسری خاص خاص قسم کی جنسیں بوئیں۔ تو پیداوار میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ اگر کپاس۔ یا جوار کے بعد اُسی کھیت میں نیشکر بوئی جائے۔ تو اچھی پیداوار نہیں ہوگی۔ اور گنا سخت رہیگا۔ اس واسطے کہ اوس کی کاشت سے زمین سخت ہوکر کم زور ہو جاتی ہے ؂

پیداوار کا زیادہ ہونا محنت اور کھاد پر موقوف ہے۔ مگر یہ بھی ضرور ہے کہ فصل کے بونے میں اول بدل کیا جائے۔ تجربے سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ کس جنس کے بونے کے بعد کون سی جنس بوئی فائدہ مند ہے۔ اور کون سی ناقص۔ بعضے وقت ناقص قسم کی زمینوں میں جو ایک جنس بوئی جاتی ہے۔ وہاں اگر دو تین جنسیں ملا کر کاشت کر دی جائیں۔ تو اُس سے فائدہ ہے۔ جیسے گیہوں کے ساتھ چنوں کا بونا فائدہ دیتا ہے۔ جس سے پیداوار کے زیادہ ہو جانے کی امید ہے ؂

وجہ یہ ہے کہ ایک جنس کی جڑیں جو اپنے بڑھنے کا مادہ اکٹھا کرتی ہیں۔

وہ دوسری جنس کے پودوں کے لئے کام آجاتا ہے۔ اس لئے جب کھیتوں میں گیہوں اور چنے ملا کر بوئے جائیں۔ تو ان میں سے چنوں کی جنس کی جڑیں موٹی اور لمبی ہونگی۔ اگر مینہ کم برسا۔ تو اوس کی جڑیں زمین کے اندر سے گیلاپن کھینچ لاتی ہیں۔ اور گیہوں کے پودوں کی جڑیں اس کے خلاف ہیں۔ اس لئے گیہوں اور چنوں کو ملا کر بویا جائے تو گیہوں جڑونکو مدد مل جاتی ہے۔ اگر مینہ برس جائے۔ تو چنوں کی جڑیں جلدی سے اوس ترادت کو جذب کر لیں گی چنوں کی تری جنس ایسا جلد جذب نہیں کر سکتی اگر زیادہ بارش ہو جائے۔ تو چنوں کی زراعت کو نقصان کر جاتا ہے۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے اسی طرح اور زراعت بھی ربیع اور خریف میں ملا کر بو سکتے درختوں کے لگانے میں یہ بھی عمل بعض قسم کے درختوں کے واسطے فائدہ دیتا ہے۔ جیسا کے آم کے درختوں کے ساتھ موز کے درخت لگائے جائیں۔ تو اچھا ہے۔ اِس طرح پر آم کے درختوں کو زیادہ پانی کی ضرورت نہ ہوگی ؎

دربیان زراعت دھان

دھان اِس مُلک میں قدیم سے پائے جاتے ہیں۔ سنسکرت کی پُرانی کتابوں میں اِس جنس کا ذکر ہے۔ بہت لطیف اور پاک غذا ہے۔ کھانو نیز اِس کا خرچ ہوتا ہے ۔ پہاڑی علاقوں میں جہاں جہاں یہ ہوتا ہے۔ لوگوں کی روزمرہ کی خوراک ہے۔ اگر ایک دِن اُن کو یہ نہ ملے۔ تو وہ سمجھتے ہیں۔ کہ گویا کھانا ہی نہیں کھایا۔ چاول ہوں۔ تو پہاڑی لوگ آٹا پسند نہیں کرتے ۔ چاول کی اقسام سب جنسوں سے زیادہ ہیں۔ ان کی پہچان بھی مشکل سے ہو سکتی ہے۔ البتہ بعض لوگ دھان میں کچھ کچھ جُدا جُدا ناموں سے اُسی جنس کی تمیز کر لیتے ہیں۔ اس جنس کی مختلف قسمیں مشہور ہیں۔ یہ بموجب حالات پیدائش اور خوسے کے تین قسمیں ہیں ۔

اوّل۔ قسم کے درخت اونچے اور لمبے ہوتے ہیں۔ خوشہ نکلنے سے جھک جاتے ہیں۔ اور فصل کے پکنے تک ویسے ہی جھکے رہتے ہیں۔ اُن کی نلی مضبوط نہیں ہوتی۔ پتّے بھی باریک نیچے کو جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ اعلیٰ قسم میں شمار ہوتے ہیں ۔

دوّم۔ قسم کے درخت بہت اونچے اور لمبے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ خوشوں کے نکلنے سے بھی جُھکتے نہیں۔ اُن کے پتّے چوڑے موٹے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ اور نہیں جُھکتے۔ درختوں کی نلی مضبوط ہوتی ہے ۔

سوم۔ قسم کے خوشوں میں ہی پختہ ہو جاتے ہیں۔ باہر کم نکلتے ہیں۔ اور اُن کے درختوں کے پتّے بھی زیادہ چوڑے اور موٹے اور نلی قسم دوم سے مضبوط ہوتی ہے۔ اور جب تک اُس میں خوشے نہیں نکلتے۔ پتّے اوپر کو کھڑے رہتے ہیں نیچے کو نہیں جھکتے ؛

غرضیکہ جتنے اعلیٰ قسم کے چاول ہوں۔ اُن کے پتّے باریک اور نیچے کو جھکے ہوئے ہونگے۔ اور جتنے ادنیٰ قسم کے ہونگے۔ اونکے پتّے مضبوط اور چوڑے اور موٹے ہونگے اور اوپر کو کھڑے رہیں گے ؛ چاول کا اچھا بُرا ہونا تخم کے علاوہ زمین اور پانی کے میسّر ہونے پر بھی منحصر ہے۔ جس قدر زمین اچھی ہو اور پانی تازہ آتا رہے۔ اُسی قدر پیداوار اچھی ہو گی۔

اِس جنس کی کاشت کے لئے سب سے اچھی زمین سیاہ رنگ کی سخت ہوتی ہے۔ ایسی زمین میں اگر یہ جنس بوئی جائے۔ تو پیداوار زیادہ ہوگی؛

اگر پانی میسّر آجائے۔ تو زمین کیسی کیوں نہ ہو۔ وہاں یہ جنس بوئی جاسکتی ہے۔ مگر پیداوار ایسی اچھی نہیں ہوگی۔ جیسی عمدہ زمین میں بونے سے ہو سکتی ہے۔ ریت والی زمین میں یہ جنس اور بھی ناقص ہو جاتی ہے

جس زمین میں یہ جنس بوئی جائے۔ وہاں اوّل خوب گہرے ہل جوتنے چاہئیں۔ اور مٹّی خوب باریک کی جائے۔ کھیت کی گھاس اُکھاڑ دینی چاہئے۔ گھاس کے دور کرنے کا ایک آسان ڈھنگ یہ بھی ہے۔ کہ کھیت میں پہلے ہل چلا کر اُس میں پانی چھوڑ دیں۔ اِس طرح کھیت میں سب قسموں کی گھاس جم جائیگی۔ پر پختہ ہونے سے پہلے ہل جوت کر

گھاس اُکھاڑ دی جائے۔ بعد میں پھر پانی دیا جائے۔ اب گھاس کی جڑیں گل جائینگی۔ اور گلی ہوئی جڑیں کھاد کا کام دینگی۔ اس عمل سے یہ بھی فائدہ ہے کہ گھاس کا بیج کھیت سے ناپید ہو جاتا ہے۔ جب یہ جنس بو دی جاتی ہے تو پھر وہاں گھاس نہیں ہوتی۔ جس کھیت میں یہ جنس بوئی جاتی ہے عام زراعت والے اوس کھیت میں کھاد نہیں ڈالتے۔ کیونکہ پانی مٹی میں ملا ہوا ہی کافی ہے۔ مگر جو فصل ربیع کی اس سے پہلے بوئی جائے وہ کھاد ڈال کر بوتے ہیں۔ اگرچہ مٹی ملا ہوا پانی دریا کا بھی کسی قدر مفید ہے۔ لیکن کھاد کے ڈالنے سے زراعت زیادہ ہوتی ہے۔ خصوصاً جہاں ذخیرہ بویا جائے۔ وہاں باریک کھاد ضرور ڈالنی چاہیئے ۔

ہر قسم کے دھان کے واسطے تخم کے وزن کی تعداد جداگانہ مقررہ ہے اگر اس جنس کا ذخیرہ لگایا جائے۔ تو پانچ سیر فی کنال تخم بونا چاہیئے۔ پھر جس زمین میں ذخیرے سے اُکھاڑ کر لگائیں۔ آدھ سیر فی کنال کے حساب لگائیں۔ پانچ سیر ذخیرہ دس کنال زمین کو کافی ہوتا ہے اگر اس طریقے سے دھان بوئے جائیں کہ اوّل کھیت میں پانی پھیر دیا جائے پھر ہل جوت کر بویا جائے تو دھان کا بیج ایک سیر پختہ سے سوا سیر پختہ فی کنال کافی ہوگا۔ اگر مٹھے بھر کر کھیت میں بکھیر دیا جائے۔ تو ڈیڑھ سیر پختہ فی کنال مطلوب ہوگا ۔ اکثر یہ جنس آبی۔ نہری۔ سیلابہ چاہی اراضیات میں بوئی جاتی ہے۔ اور بارانی میں بہت کم بوتے ہیں ۔ ہوشیار آدمی موقع مناسب پر درختوں کو ہاتھوں سے لگا کر

پاؤں سے دبا دیتے ہیں۔ اس طرح کام ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ پانی کی قلت کے باعث ذخیرہ تو چاہی زمین میں لگا دیتے ہیں۔ بارش ہونے پر جب پانی زیادہ ہو جاتا ہے۔ وہاں سے اُکھاڑ کر کھیتوں میں لگا دیتے ہیں

دوسرا طریق یہ ہے کہ اوّل کھیت میں ہل چلائیں۔ پھر پانی سے کھیت بھر دیں۔ جب پانی بھر جائے۔ تو کھیت میں ہل چلائیں۔ دھان ایک دو روز پہلے کسی برتن میں بھگو دینے چاہئیں۔ جب ان میں مولکا نکل آئے۔ ہاتھ سے کھیت میں بکھیر دیں۔ اور پھر ہل چلا کر صاف کر دیں۔ اس عمل سے تین چار روز میں کھیت میں دھان اُگ اٹھتے ہیں ؛

تیسرا طریق۔ موٹی قسم کے دھانوں کے بونے کا طریق یہ ہے۔ کہ اوّل کھیت میں ہل چلائیں اور جب زمین آراستہ ہو جائے۔ تو دھان کے بیج لے کر بکھیر دیں۔ اور اوپر سے پانی بھی دے دیں۔ ساٹھی وغیرہ کی جنس اسی طرح بوئی جاتی ہے۔ ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ نہیں لگائی جاتی ؛ اس جنس کے بونے کے وقت بھی مختلف ہیں۔ جو کھیت کی تیاری اور زمین کی طراوت اور پانی کی دستیابی پر منحصر ہیں۔ کیونکہ اس کو پانی اور طراوت کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ جو زمینیں نشیب اور دلدل والی ہیں۔ اُن میں زمیندار لوگ دھان چیت کے مہینے میں ہی بو دیتے ہیں۔ ذخیرہ عموماً ماہ بیساکھ میں لگایا جاتا ہے۔ لیکن بیسویں جیٹھ سے اس جنس کا بونا شروع ہو جاتا ہے۔ دسویں اساڑھ سے پندرھویں ساون تک ذخیرہ سے اُکھاڑ کر اس جنس کے درخت دوسری

جگہ لگاتے ہیں۔ اِس جنس کی نلائی سوائے خاص صورتوں کے نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کچھ گھاس پیدا ہو جائے تو ایک دو دفعہ جیسا موقع ہو۔ نلائی کی جائے۔ جب دھان ایک بالشت کے قریب اونچے ہو جائیں تو ہلوڈ کر دیتے ہیں۔ بعض لوگ دو تین دفعہ ہل پھیرتے ہیں۔ مگر جہاں درخت وغیرہ سے اُکھاڑ کر لگاتے ہیں۔ وہاں گھاس کم پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہاں پانی کھڑا رہنے سے گھاس کی جڑ اور بیج گل کر مارے جاتے ہیں۔ وہاں کسی بلوڈ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اس جنس کو آبپاشی کی نہایت ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ اگر اعلےٰ قسم کے دھانوں میں برابر پانی رواں نہ رہے۔ تو اس کی زراعت بھی کم ہوتی ہے۔

متوسط درجے کے دھانوں کو بھی چوتھے پانچویں دن پانی نہ ملے۔ تو عمدہ زراعت کی کوئی امید نہیں ہوسکتی۔ ناقص قسم کے دھان تھوڑے پانی سے بھی ہو جاتے ہیں۔ ساٹھی کے چاولوں کے لئے آٹھویں دن پانی دینا بھی کافی ہو جاتا ہے۔ اس کی فصل جب پکنے کے قریب ہوتی ہے۔ تو پھر کھیت میں پانی رواں نہیں رکھتے۔ بلکہ کبھی کبھی تھوڑا پانی دے دیتے ہیں۔ تاکہ زمین اور فصل بتدریج خشک ہو۔ یک لخت ہی خشک نہ ہو جائے۔ چند قسموں کے کیڑے اِس کو لگ جاتے ہیں۔ اور اُن کے لگ جانے سے فصل کا نقصان ہو جاتا ہے۔

مویشی بھی اِس کو کھا جاتے ہیں۔ چند سبب اور بھی ہیں۔ جن سے فصل کا نقصان ہو جاتا ہے۔

۱- خشکی کے سبب ایک بیماری اس کو لاحق ہوتی ہے۔ جس سے کونپل کے پتے خشک ہو جاتے ہیں۔ اور درخت نہیں بڑھتے ۞

۲- خراب ہوا سے بھی اس کی فصل کا نقصان ہو جاتا ہے۔ نلی کے اوپر کی گانٹھ سخت ہوا سے ٹوٹ جاتی ہے۔ اِس طرح خوشے نہیں بڑھتے۔ اِس کی پہچان یہ ہے۔ کہ خوشے سفید رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ باسمتی وغیرہ اعلےٰ اقسام کی فصل کو بارش کی کثرت سے خوشے کے نکلنے کے وقت ایک قسم کا کیڑا لگ جاتا ہے۔ جس کا کالا مُنہ اور بھورا سیاہی مائل رنگ ہوتا ہے۔ قد میں یہ بہت چھوٹا ہے۔ درخت کو چمٹ کر خوشے کی گانٹھ کو کاٹ ڈالتا ہے۔ درخت ضائع ہو جاتا ہے ۞

اِس جنس کے پکنے اور کاٹنے کے وقت جدا ہیں۔ جس قدر اچھی قسم کی جنس ہوتی ہے۔ اُسی قدر اُس کے پکنے اور کاٹنے میں دیر ہوتی ہے۔ جو دھان دلدل کی زمین میں بوئے جاتے ہیں۔ وہ بھادوں مہینے میں پک کر تیار ہو جاتے ہیں۔ جو جیٹھ کے مہینے میں بوئے جاتے ہیں۔ وہ آخر کنوار یا شروع کاتک میں پک جاتے ہیں۔ جو ذخیرہ اچھی جنس کا بیساکھ کے مہینہ میں لگایا جائے۔ وہ اگھن کے مہینے کے اخیر میں کاٹنے کے لایق ہو جاتا ہے۔ فصل احتیاط سے کاٹنی چاہئیے۔ اگر وقت پر کاٹی نہ جائیگی۔ تو دھان گر گر کر ضائع ہوتے رہیں گے۔ جو دھان کھیت میں گرینگے۔ وہ آئندہ ساون میں اصلی جنس کے ساتھ پیدا ہو کر کھیت میں گر جائینگے۔ پھر اُن کی پہچان مشکل ہو گی۔ اور بھاری نقص

زراعت میں پڑ جائیگا۔ اگر یہ فصل بہت ہی خشک کر کے کاٹی جائے۔ تو عام زراعت والوں کے نزدیک اس کی پیداوار میں کمی ہو جاتی ہے۔ اور اگر زیادہ دیر سے کاٹی جائے۔ تو اُس میں یہ ایک نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ کوٹنے اور صاف کرنے کے وقت چاول زیادہ ٹوٹ جاتے ہیں ٭ جو دھان اعلےٰ قسم کے ہیں۔ اون کے کاٹنے کا سب سے اچھا وقت تب ہوتا ہے۔ جب درخت خشک ہو جائیں۔ مگر کانٹھیں سبز ہوں ٭ کاٹنے کے بعد عرصے تک گٹھے باندھ کر رکھنے نہ چاہئیں۔ بلکہ جلد دھان جدا جدا کرنی لازم ہے اگر دیر تک ایسے ہی گٹھے بندھے رہینگے۔ تو دانے گل کر کم زور ہو جائینگے۔ اور یہ بھی نقص اس میں پیدا ہو جائیگا۔ کہ صفائی کرنیکے وقت اُن سے چاول ثابت نہیں نکلیں گے۔ دھان جدا کرنیکے لئے بیلوں کو پھیرتے ہیں ٭ دھانوں سے چاول دو طرح نکالتے ہیں ٭

ایک تو پن چکی میں ڈال کر چھلکے اور چاول جدا کر لئے جاتے ہیں۔ اس پن چکی کا اوپر کا پاٹ لکڑی یا مٹی کا ہوتا ہے۔ مٹی کا پاٹ کمہار بناتے ہیں۔ اور آوے میں پکاتے ہیں ٭

دوسرے۔ اکھلی میں موصل سے کوٹ کوٹ کر جدا کر لیتے ہیں۔ اس طریق سے عمدگی کے ساتھ چاول نکل آتے ہیں۔ لیکن اس میں محنت زیادہ ہے ٭ بعض لوگ اچھی قسم کے چاول میں جب اُن کا چھلکا علٰحدہ ہو چکے۔ کسی قدر گیہوں کا آٹا ڈال کر کوٹتے ہیں۔

اس طریق سے چاول نہیں ٹوٹتے اور چھلکا جو کسی قدر باقی رہا ہوتا ہے۔ اُتر جاتا ہے چاول سفید نکل آتے ہیں ٭ بعض جگہ دھانوں کو قدرے جوش دے کر سکھا دیتے ہیں۔ پھر ان ڈالتے ہیں۔ اس طریق سے چاول ثابت اور صفا نکل آتے ہیں۔ مگر کسی قدر اُن میں بو پیدا ہو جاتی ہے ٭

ذریعہ مکئی

اس بات پر بالعموم کا اتفاق ہے کہ یہ جنس اس ملک کی نہیں ہے بلکہ امریکہ سے لائی گئی ہے۔ کیونکہ۔

اوّل۔ اس جنس کا نام سنسکرت کی زبان میں پایا نہیں جاتا ٭

دوم۔ پہاڑوں کے علاقے میں مشہور ہے۔ کہ راجہ رام چندر جی کی ساتھ ہنومان جی لنکا سے پھرتے وقت اس جنس کو لائے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ سمندر سے پار کسی ملک کی پیداوار ہے۔ غرضیکہ اس جنس کا تخم دوسرے ملک سے یہاں آیا ہے ٭ اب اس ملک میں اس جنس کی کاشت دوسری جنسوں کی طرح ہوتی ہے ٭ اس جنس کی زراعت کے واسطے نرم اور زمین چاہی یا آبادی کے قریب کی زمین ہونی چاہیئے۔ یا وہ زمین کہ جس میں پہلے سال یہ جنس بوئی گئی ہو اور پھر وہ زمین فصل ربیع میں خالی پڑی رہی ہو یا وہ زمین کہ جس میں نیشکر۔ چنے۔ وغیرہ بوئے جا چکے ہوں ٭ اس جنس کے کھیت میں کھاد زیادہ ڈالنی چاہیئے

ایک کنال میں اڑتالیس من کھاد ڈالی جائے تو کافی ہے ۔

دریا کی اچھال سے جو مٹی کھیت میں پڑ جائے ۔ وہ طاقتور ہوتی ہے اس لئے اس میں کھاد ڈالنے کی ضرورت نہیں ۔ اگر ڈالی بھی جائے ۔ تو بہت تھوڑی ۔ اس ملک کے سارے کھیت میں کھاد ڈالتے ہیں جس سے صرف اس جنس کے درخت ہی کو نہیں ۔ بلکہ ساری کھیت کو فائدہ ہو جاتا ہے ۔ اگر صرف تخم کے بونے کی جگہ ہی کھاد ڈالیں ۔ تو اس کے درخت کے لئے زیادہ فائدہ مند ہو گا ۔ کیونکہ اس صورت میں ساری کھاد درختوں میں کام ہی آئیگی ۔ اور پہلی صورت میں کھاد جڑوں سے دور رہتی ہے ۔ اس سبب سے کھاد کی کل طاقت درخت کو نہیں پہنچ سکتی ۔ کھاد بہت گہری نہیں ڈالنی چاہیئے ۔ کیونکہ مکئی کے درختوں کی جڑیں اوپر ہی ہوتی ہیں ۔ اور اس طرح اچھی پرورش پاتی ہیں ۔ اس جنس کے بونے کے واسطے پانچ چھ دفعہ ہل جوتنے چاہیئیں ۔ جس زمین میں پہلے سال موسم سرما میں فصل ہو چکی ہو ۔ اس میں ہل چلانے شروع کر دینے چاہیئیں یا ربیع کی فصل کاٹنے کے بعد ۔ اس جنس کے بونے کے لئے گہرے ہل چلانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ کیونکہ اس جنس کے درختوں کی جڑیں اوپر ہی اوپر جھنڈ و باندھے رہتی ہیں ۔ اوپر کی زمین اگر نرم ہو تو پرورش آسانی سے پاتی ہیں ۔ اس جنس کی بہت سی قسمیں ہیں ۔ پہچان اس کی یہ ہے ۔ کہ اس کے دانوں میں کچھ زردی

ہوتی ہے۔ اور اس میں میدہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور دانے بھی موٹے۔ زیادہ آسانی سے پستی ہے۔ سفید مکیّ جس کو چٹی مکیّ بھی کہتے ہیں۔ سفید دانوں کی سبب سے پہچان جاتی ہے۔ سرخ مکیّ کسی خاص قسم کی نہیں۔ اور نہ اس قسم کی مکیّ کی جنس علحدہ بوئی جاتی ہے۔ کسی مادہ آراضی سے اس کی رنگت میں فرق آجاتا ہے۔ حکما ایسے مادہ کو سوداوی کہتے ہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ زراعت کے وقت جس دانہ پر مویشی کا پیشاب پڑ جائے۔ اس سے جو درخت پیدا ہوں۔ اُن میں سرخ دانے ہوتے ہیں۔ اصلی دانوں کے درخت کا ہوگا۔ اُسی رنگ کے دانے پیدا ہونگے۔ اس جنس کے رنگ کا تغیّر و تبدل زمین کے رنگ اور قسموں کے ساتھ بھی تعلق رکھتا ہے۔ اگر تیسری اور چوتھی قسم کی جنس لال رنگت کی زمین میں بوئی جائے۔ تو چند سال میں وہ دوسری قسم کی جنس کے سے رنگ کی ہوجائیگی۔ عام لوگ ایک کنال میں ڈیڑھ سیر تخم سے دو سیر خام تک ڈالتے ہیں۔ اگر آدھ سیر پختہ فی کنال تخم ڈالا جائے۔ تو اچھا ہے۔ اس کے پودے جس قدر ایک دوسرے سے الگ ہونگے۔ اُسی قدر پیداوار زیادہ ہوگی۔ اس جنس کے درخت کا طریق یہ ہے۔ ایک آدمی آگے آگے ہل چلاتا ہے۔ اور دوسرا آدمی اُس کے پیچھے پیچھے قطاروں میں مناسب فاصلے پر بیج ڈالتا جاتا ہے۔ اس جنس کے زراعت کیلئے اچھا وقت دسویں اساڑھ سے بیسویں اساڑھ تک ہے۔ یعنی برسات میں پہلی بارش کے بعد زمین میں آل آجائے تو یہ جنس بوئی چاہئے۔ یہ عمدہ موقع ہے اس

وقت کی بوئی ہوئی جنس میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ زیادہ گرم اضلاع میں
دس ساون کے بعد اخیر تک بونے کے واسطے اچھا وقت ہے۔ سفید قسم
ذرا دیر سے بوئی جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ گرمی کی زیادہ برداشت نہیں
کر سکتی ٭ پہلی بارش کے بعد جس قدر دیر سے یہ جنس بوئی جائیگی۔
اسی قدر پیداوار کم ہوگی ٭ اگر پہلی بارش میں زیادہ دیر ہو جائے۔ تو
ذرا دشواری ہے۔ ایک عمل بونے کا یہ ہے کہ بھٹے کے دو حصے کریں۔ اُسکے
نیچے کے حصے کے دانے نکال کر بوئے جائیں۔ تو میعاد سے دس دن
پہلے اس کی فصل پک جائیگی ٭ اور یہ عمل وہ نقص بھی رفع کردیگا۔ جو برسات کے
قبل از وقت شروع ہو جانے سے اس جنس کے بونے کا موقع فوت
ہو جانے سے عائد ہوتے ہیں۔ بونے سے ایک ہفتہ بعد اس کے
درخت نکل آتے ہیں۔ چار یا چھ دن کے بعد اگر زمین میں آل آجائے۔
تو ایک نلائی دینی چاہئے۔ پھر جب دس بارہ دن گزر جائیں۔ تو دوسری نلائی
دیں اور بعض جگہ تیسری دفعہ بھی نلائی کرتے ہیں۔ نلائی کا کم زیادہ کرنا
زمین کی سختی۔ نرمی اور گھاس کی پیداوار پر منحصر ہے۔ زمین اگر سخت ہو
یا گھاس زیادہ ہو گئی ہو۔ تو زیادہ نلائی کرنی مناسب ہے ٭ نہری قسم
کی زمین میں گھاس زیادہ پیدا ہو جاتی ہے وہاں اس لئے نلائی کی زیادہ
ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی نلائی کی بابت یہ بات مشہور ہے۔ کہ اس کی
نلائی دشمن سے کرانی چاہئے۔ وہ بیدردی سے درختوں کو نلائی کے
وقت خراب کر دیگا۔ اور درخت چونکہ دور دور ہو جائینگے۔ پیداوار اچھی

ہوگی۔ اور نلائی اگر خود مالک کریگا۔ تو فصل اچھی نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ نلائی کے وقت درخت کے بچانے کی زیادہ احتیاط کریگا۔ نلائی کے وقت اس کی جڑوں کے بچاؤ کی زیادہ احتیاط نہیں چاہیئے۔ اگر نلائی کے وقت کچھ جڑیں کٹ بھی جائیں۔ تو پھر جلد پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس کا نلانا آسان ہے۔ جب اس کو بوئے ہوئے ایک مہینے کے قریب ہو جائے۔ تو زراعت والے لوگ اس کے کھیت میں ہل پھیر دیتے ہیں اس کے بعد نلائی بند کی جاتی ہے۔ اگر پھر بھی گھاس پیدا ہو جائے تو گھاس کی نلائی ہونی چاہیئے۔ بعض لوگ ایک نلائی اوس وقت بھی دیتے ہیں اتنی زیادہ پیداوار ہوگی۔ مگر درمیانی حصہ خالی رہ جاتا ہے۔ پُرانا طریق دور دور فاصلے پر بوتے ہیں۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ گھنے بوتے میں درختوں کے زیادہ ہونے کے سبب زمین طاقت بہت سے حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اور درخت پوری پوری پرورش نہیں پاتی ناطاقت اور کم زور رہ جاتے ہیں۔ اس کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ غرضیکہ اس جنس کی فصل جتنی گھنی بوئی جائے۔ اُسی قدر کم فائدہ ہوتا ہے۔

یہ جنس ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگ سکتی ہے۔ اتنا خیال ضرور چاہیئے۔ کہ چھ انچ سے کم درخت کا لگانا اچھا ہے۔

بونے سے پہلے اس جنس کے کھیت میں پانی نہیں دیا جاتا اگر خشک سالی ہو یا اور کوئی خاص صورت ہو۔ تو پانی دیا جائے۔ زراعت کے بعد اگر بارش نہ ہو۔ تو چار دفعہ پانی دینے سے فصل

پک جائیگی۔ اگر بارش مناسب موقع پر کچھ عرصہ کے بعد تھوڑی بھی ہوتی رہے۔ تو بھی پیداوار کچھ نہ کچھ ہو جاتی ہے۔ یہ بات عام میں مشہور ہے۔ کہ اوس کی فصل کے لئے کسی قدر خشک سال موسم برساتیں اچھی ہوتی ہے۔ اگر برسات زیادہ ہو جائے۔ تو فصل خراب ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ بارش کے سبب ڈھل جاتا ہے۔ اس سبب سے زراعت میں بھی نقص پڑ جاتا ہے۔ اگر درخت چھوٹے چھوٹے ہوں تو گل جاتے ہیں۔ یا پیلے پڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ درختوں کی جڑوں میں رطوبت زیادہ آجاتی ہے۔ اور پرورش نہیں پا سکتے ؎ اس کے درختوں میں عموماً پندرہ پتّے نکلتے ہیں۔ جب پندرھواں پتّا نکل آیا تو جان لو کہ درخت اپنے قد کو پہنچ چکا ہے ؎ اگر درخت میں صرف ایک ہی بھٹّا نکلے۔ تو عموماً نویں یا دسویں پتّے میں ہوگا۔ اگر ایک سے زیادہ نکلیں۔ تو آٹھویں اور بارھویں پتّے کے درمیان ہونگے۔ ہر قسم کے جانور چرند پرند وغیرہ اس کے فصل کو نقصان پہنچاتے ہیں ؎ جنگلی چوہا بھی اس کا بہت نقصان کرتا ہے۔ جب اس جنس کے درخت زمین سے نکلتے ہیں۔ اُن کو کتر ڈالتا ہے۔ اور کھا جاتا ہے۔ اگر اچھّا موسم ہو۔ تو چار روز میں نکل آتی ہے۔ اگر موسم خشک ہو۔ تو ایک ہفتہ لگتا ہے۔ ایسے وقت نقصان ہو جانے کا خوف بھی ہے۔ جب تخم زمین کے اندر رہے گا۔ تو چوہے نقصان کرینگے۔ اگر چوہے کے گھر کے قریب کسی قدر جَو کے دانے یا بنولے پھیلا دیئے جائیں۔ تو چوہا اس کے کھانے میں مشغول رہیگا۔ اور تخم بچ رہے گا۔

جس وقت درخت میں پتے نکلتے ہیں۔ اُن کو کاٹ ڈالتا ہے۔ اور کھا لیتا ہے ایک ایک درخت کو تین تین چار چار کیڑے چمٹ جاتے ہیں۔ اگر بارش ہو جائے۔ تو پھر کیڑے مر جاتے ہیں ۔ گلہری بھی اُس کے درخت کو جبکہ چھوٹے چھوٹے ہوں کاٹ ڈالتی ہے۔ اس کی حفاظت بھی کرنی چاہیئے ۔ جب زیادہ سوکھا پڑ جائے۔ تو دیمک بھی اس جنس کی کھیت میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور درخت کو نقصان پہنچاتی ہے۔ ایسے وقت میں نلانا اور پانی دینا مفید ہے۔ اگر بارش ہو جائے۔ تو بڑا فائدہ ہے ۔

جب اس جنس کے درختوں میں بھٹے آ جاتے ہیں۔ تو طوطا کوّا۔ سؤر وغیرہ خراب کرتے ہیں۔ دن رات کی حفاظت سے یہ قباحت دور ہو جائیگی ۔ بعض لوگ مکّی کو بہت گھنی اس واسطے بوتے ہیں کہ مویشیوں کے واسطے چارہ ہو جائے۔ ایسی مکّی کو بھٹے بہت کم اور چھوٹے چھوٹے نکلتے ہیں۔ اُس کو سبز ہی کاٹ کر یا تو مویشیوں کو چرا دیتے ہیں۔ یا جمع کر لیتے ہیں۔ مکّی کے بھٹے کنوار کے مہینے میں بھٹے پک جاتے ہیں۔ کٹائی دو طرح پر کی جاتی ہے۔ بعض دفعہ تو بھٹے سمیت درخت کو ایک یا دو فٹ کی اونچائی سے کاٹ کر کھیت میں ایک جگہ لگا دیتے ہیں۔ دس پندرہ دن کے بعد بھٹے اُس میں سے جدا کر لیتے ہیں

دربیان درخت جوار

اس ملک کی پرانی جنسوں میں سے ایک جوار بھی ہے۔ مویشیوں کے واسطے اس کا چارہ اعلےٰ درجے کا شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ دوسرے چاروں سے زیادہ میٹھا ہوتا ہے اور یہاں تک پسند ہے۔ کہ یہ جنس مشہور ہو گئی ہے۔ مگر عام طور پر جہاں اس کی زراعت زیادہ ہے۔ غلے کو جوار اور چارہ کو چری کہتے ہیں۔ جوار اور چری کا فرق بونے اور کھڑی فصل کے دیکھنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ قدیم سے اس جنس کو اس ملک میں بوتے چلے آئے ہیں۔ اس جنس کا غلہ انسان کے خرچ میں زیادہ آتا ہے۔ اور اس کے پتے اور بھٹے مویشیوں کے چارے کے کام آتے ہیں۔ اہل ہنود میں عورت ایک برت (روزہ) رکھتی ہیں۔ اس وقت یہی جنس استعمال کرتی ہیں۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ اس جنس کی زراعت کو قدیم سے ملک کے لوگ جانتے ہیں۔ یہ جنس ہر قسم کی زمین میں بوئی جاتی ہے۔ زمین خواہ اعلےٰ قسم کی ہو۔ خواہ ادنیٰ کی۔ کچھ نہ کچھ زراعت اس میں ضرور ہو جائیگی ۔ اس کے بونے کے واسطے سب سے اچھی زمین وہ ہے۔ جس میں چکنی مٹی سرخ یا سیاہ رنگ کی ہو۔ ایسی زمین میں اس جنس کی زراعت اچھی ہوتی ہے۔ مگر عام طور پر لوگ اس کو کچھ ناقص قسم کی زمین میں بوتے ہیں۔ ایسی زمین میں جب ربیع کی فصل کاٹنے کے بعد اس جنس کو بو دیتے ہیں۔ تو اس جنس کے واسطے زمین کو جوتنا زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ جس زمین سے ربیع کی فصل کاٹی گئی ہو۔ گویا وہ زمین اس جنس کے بونے کے واسطے پہلے ہی تیار ہو گئی ہے۔ صرف دو تین دفعہ ہل چلا کر بو دینا چاہیئے ۔

بعض زراعت والے ہل چلائے بغیر اسے بو دیتے ہیں۔ پھر اوپر سے ہل چلاتے ہیں۔ یہ جنس تھوڑی بہت بارش کی بھی کسی قدر برداشت کر سکتی ہے۔ یہ جنس تین قسم کی ہوتی ہیں۔

(سفید، پیلی۔ لال۔ ان تینوں قسموں کی پہچان دیکھنے سے ہو جاتی ہیں یا اسطرح پر اس جنس کی کھڑی فصل کو پہچان لیتے ہیں۔ اگر اس کی درخت کا جو پتا ہوتا ہے۔ اس کے درمیان کی لکیر سبزی نما سفید ہوتی ہے۔ دوسری دونوں قسموں کے پتوں میں وہ دھاریاں سفید ہوتی ہیں۔ زرد اور سرخ رنگ والی جوار کے خوشے بھی بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور پتے ان کے سرخی نما ہوتے ہیں۔ زیادہ سبز نہیں ہوتے۔

سفید قسم سب سے اعلیٰ اور اچھی سمجھی جاتی ہے۔ چارہ بھی اس کا میٹھا اور مزے دار ہوتا ہے۔ خوشہ غنچے کی طرح بندھا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس میں دانے زیادہ ہوتے ہیں۔

زرد۔ اور سرخ قسموں کی ایسی قدر نہیں ہوتی۔ جیسی اس سفید قسم کی کی جاتی ہے۔ دوسرے علاقوں میں اگر یہ جنس سفید ایسی زمین میں بوئی جائے۔ جس کی رنگت سرخ ہو۔ تو اس جوار کی رنگت اس زمین کی رنگت کے مطابق ہو جائیگی۔ اس لئے اس کا ایک دفعہ کا تخم ہمیشہ کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتا ہے۔ دوسرے تیسرے سال نیا تخم ایسی جگہ سے لایا جاتا ہے۔ جہاں یہ سفید قسم کی زراعت ہوتی ہے۔ بوتے وقت اگر سفید قسم کا بیج مل جائے۔ تو پھر سرخ

اور زرد قسم کو بونا مناسب نہیں ہے ؛ یہ جنس دو طرح پر بوئی جاتی ہے یا تو نالی کے ساتھ یا مٹھی سے بیج کھیت میں بکھیر دیتے ہیں۔ خشک زمین میں بیج نالی کے ذریعے ڈالنا چاہئیے۔ ورنہ عام طور پر بیج کی مٹھیاں بھر کر کھیت میں بکھیرنا چاہئیے۔ اس کے بونے کے دو وقت ہیں ماہ چیت یا شروع بیساکھ۔ دوسرے ساون کا مہینہ۔ لیکن اصلی موسم ساون کا مہینہ ہے۔ چیت اور بیساکھ میں جب بوتے ہیں۔ کہ چارے کی کمی ہو۔ اور کسی سیلابہ۔ نشیب دار یا چاہی یا کسی بارانی زمین میں کچھ بیج ڈال دیتے ہیں ؛ زراعت والے لوگ یہ جنس دسویں ساون سے لے کر بیسویں ساون یا اُس مہینے کے اخیر تک بوتے نہیں۔ ہیں ؛ برسات کے موسم میں پہلی بارش کے بعد بھی بعض اس جنس کو بو دیتے ہیں۔ مگر اس وقت کی بوئی ہوئی سرخ رنگ کی ہو جائیگی۔ اور پیداوار بھی کم دیگی۔ شاید یہ گرم موسم کا باعث ہے۔ کیونکہ اس جنس کی حالت گرم ضلعوں میں ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ اگر غلّے کے واسطے یہ جنس بونی ہو۔ تو فی گھماؤں تین سیر پختہ تخم ڈالا جائے اور اگر یہ جنس چارے کے واسطے کاشت کی جائے۔ تو اُس میں فی گھماؤں سولہ سیر تک ڈالا جا سکتا ہے۔ اور اُس کے ساتھ۔ اُرد۔ مونگ اور موٹھ ملا کر بھی بو دئے جاتے ہیں۔ جس سے چارہ مویشیوں کے واسطے زیادہ لذیذ ہو جائیگا۔ اگر زمین سخت ہو۔ تو ماش یا مونگ اس جنس کے ساتھ ڈال دئے جائیں۔ اگر ریت والی زمین ہے۔ تو اُس جنس کے

ساتھ موٹھ ملا لئے جائیں ؛ بعض زراعت والے اعلےٰ قسم کی زمین میں فی گھماؤں چوبیس سیر تک بیج بو دیتے ہیں۔ مگر وہ صرف چارے کی واسطے بوتے ہیں ؛ اگر مناسب موقع پر اس جنس کو بویا جائے۔ تو بیج کم ڈالا جائیگا۔ اگر اصلی موسم کے بعد بونا ہو۔ تو زیادہ بیج ڈالنے کی ضرورت ہوگی۔ تاکہ سب سے درخت پیدا ہوکر چارے کے کام میں آئیں ؛ زراعت کے بعد اس کی نلائی نہیں کی جاتی۔ صرف حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ کنوار کے مہینے میں اس کو کاٹنا شروع کرتے ہیں۔ مگر غلے کے واسطے اگر بوئی گئی ہو۔ تو کاتک کے مہینے میں کاٹی جائیگی۔ چارے کے واسطے تو بھادوں کے مہینے میں بھی کاٹ کر مویشیوں کو چرانا شروع کر دیتے ہیں ؛ خشک سالی میں جب تک اس کے خوشے نہ نکلیں۔ مویشیوں کو اس کا چارہ زیادہ احتیاط سے دینا چاہیئے۔ خشک سالی کے سبب اس کے بعض درختوں میں کچھ زہر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان کو کھا کر مویشی مرجاتے ہیں۔ زہریلے درختوں کی پہچان یہ ہے۔ کہ ان کے پتّے آپس میں لپیٹ کھا کر جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں زہر زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے۔ ان کو علیحدہ نکال کر پھینک دینا چاہیئے اور باقی چارے کے واسطے رکھا جائے۔ جب اس جنس میں خوشے نکل آئیں۔ تو پھر کچھ اندیشہ نہیں رہتا ہے۔ اگر اس کے درخت کاٹ کر ایک دو روز رکھے جائیں۔ اور پھر چرائے جائیں۔ تو بھی کچھ نقصان نہیں۔ صرف کھڑی فصل چرائی اچھی نہیں ؛ ابھی تک اس ملک میں

یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ خشک سالی میں اِس جنس کے درختوں کی
یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کئی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پتّوں میں ایک
قسم کے چھوٹے چھوٹے کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ مویشی اِن پتّوں کو
کھا جاتے ہیں۔ اِس سبب سے مر جاتے ہیں۔ چونکہ یہ کیڑے نظر نہیں
آتے ہیں۔ اِس لئے اِس بات پر یقین نہیں ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں۔
کہ خشک ہو جانے کے سبب پتّے مویشی کے حلق میں چمٹ جاتے ہیں۔
پھر وہ دم لینے کے سبب رفتہ رفتہ سینے کے ساتھ لگ جاتے ہیں۔
اور اُس سے دھمک کھانسی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مویشی مر جاتی ہیں۔

جو مویشی اس مرض سے بیمار ہو۔ اُس کو چوطھے کی راکھ گھول کر
پلائیں۔ یا باجرے کا آٹا کھلائیں۔ اِس سے مویشی کو آرام ہو جاتا ہے۔
جب فصل کاٹ لی جائے۔ تو مکّی کی طرح اِس کے درخت لگا دیتے ہیں۔
آٹھ دس دن کے بعد زراعت والے نکال لیتے ہیں۔ پھر لٹھوں سے
کوٹ ڈالتے ہیں یا بیلوں سے دائیں چلا کر صفا کرتے ہیں۔ مویشیوں کے
چارے کے کام میں آتے ہیں۔ اگر یہ جنس چارے کے واسطے
بوئی جائے۔ تو اِس کو ایسی حالت میں کاٹ لیا جائے کہ کچھ سبز ہو۔
جب زیادہ خشک ہو جائیگی۔ تو لذیذ نہ ہو گی اور کچھ پتّے بھی گر جائینگے۔

بعض زراعت والے اِس چارے میں سے موٹے موٹے
خوشے علیحدہ کر کے غلّہ نکال لیتے ہیں۔ مگر اس میں سے دانے تھوڑے
نکلتے ہیں۔ جن قسموں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اِس کے سوا ایک

قسم کی جوار اور بھی اِس مُلک میں کہیں کہیں بونی شروع ہوگئی ہے۔ جس کو بڑی جوار کہتے ہیں۔ اِس کے درخت بہت لمبے اور موٹے ہوتے ہیں اور ایک دانے سے چھ۔ بارہ۔ اٹھارہ تک درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔ اُن درختوں میں اس قدر خوشے آتے ہیں۔ جس سے بہ نسبت اِس جوار کے زیادہ پیداوار ہوتی ہے۔ چونکہ اِس کے بونے کے وقت کھاد کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اور محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ اور مصنوعی کھاد بھی ڈالی جاتی ہے۔ اِس واسطے اِس کے بونے کا رواج ابھی تک اِس ملک میں زیادہ نہیں ہوا۔ البتہ اِس کے دانے اگر سپید جوار کے ساتھ ملا کر بوئے جائیں۔ تو دوسرے تیسرے سال اس جوار میں دو دو تین تین شاخیں پھوٹ نکلیں گی۔ اور معمولی سے زیادہ پیداوار ہوگی

دربیان درخت۔ ماش اُرد۔ مونگ اور موٹھ

یہ تینوں جنسیں دال کی قسم سے ہیں۔ اُن کے زراعت کے قاعدے اور پیدایش کے ڈھنگ ایک طریق پر ہیں۔ یہ جنسیں خریف کی پیداوار ہیں۔ اور تینوں اس ملک کی پرانی پیداوار سے ہیں۔ خصوصاً ماش تو اہل ہنود میں عام شادیوں کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ جب کوئی شادی ہوتی ہے۔ یا مبارک دن آتا ہے۔ تو ثابت ماش کی دال پکاتے ہیں۔ دلی ہوئی اُس دن نہیں پکاتے۔ اُس کو مبارک

نہیں جانتے۔ ماش بونے کے لئے وہ زمین اچھی ہے۔ جو چکنی اور سخت ہو۔ یا جس زمین میں پلاس کے درخت پیدا ہوں ؛

موٹھ بونے کے واسطے ریت والی اور نرم یا ایسی زمین اچھی ہوتی ہے جس کے اوپر تھوڑی تھوڑی ریت ہو اور نیچے ذرا سخت مٹی ہو ؛

مونگ۔ کے بونے کے واسطے متوسط قسم کی زمین ہونی چاہیئے۔ جو زیادہ سخت ہو اور نہ زیادہ نرم۔ مگر مونگ کی جنس تھوڑی بہت ریت والی زمین میں بھی ہو جاتی ہے۔ زیادہ طاقتور زمین میں یہ جنس اچھی ہوتی ہے۔ جو زمین ناقص ہو۔ اُس میں یہ اچھی نہیں ہوتی ؛ مونگ تین قسم کے ہیں۔ ہرے۔ پیلے۔ کالے ؛

ماش۔ بالعموم دو قسم کے ہیں۔ ایک سیاہ رنگ کی دوسری کنجوی۔ اچھی قسم کے ماش وہ ہیں جو پکانے میں جلد گل جائیں۔ ماش کے اچھے بُرے کی پہچان یہ ہے۔ کہ تھوڑے دانے مٹھی میں لے کر مُنہ سے پھونکیں۔ اگر مُنہ کی بھاپ سے وہ تر ہو جائیں۔ تو اچھی قسم کے خیال کئے جاتے ہیں ؛

جب ماش کے درختوں کو پھلی لگ جائے۔ تو کٹکنا ماش جو اصلی ماش ہوتے ہیں۔ اُن کی پھلی بھورے رنگ کی چنی جیسے ہوتی ہے۔ مگر چھوٹی۔ کٹکنا کی پھلی سی ہوئی۔ جو ہوشیار

زراعت والے ہیں۔ وہ کٹکنا قسم کے درختوں کو اوکھاڑ کر مویشیوں کو چرا لیتے ہیں۔ یا کاٹنے کے وقت اس کو علحدہ کر لیتے ہیں۔ اور دوسرے ماس علحدہ۔ کٹکنا ماش کی دال اگر پکائی جائے۔ تو وہ گل جاتی ہے۔ بشرطیکہ اوس میں دوسرے ماش کی ملاوٹ نہ ہو ؛

موٹھ۔ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک سفید دوسرے سیاہ۔ اُن کے اچھے بُرے ہونے کی شناخت وہی ہے۔ جو ماش کے واسطے لکھی گئی۔ جہاں دو قسم کے ماش یا مونگ یا موٹھ ملے جُلے۔ ہوں اُس کی دال اچھی نہیں ہوتی۔ جب ایسی دال پکاتے ہیں۔ تو کچھ گل جاتی ہے۔ کچھ نہیں گلتی۔ جو دانے نہیں گلتے۔ اُن کو کٹکنا کہتے ہیں۔ ان دو جنسونکو ملا کر نہیں بونا چاہیئے ؛ عموماً اِن جنسوں کو ربیع کی فصل کاٹ کر بوتے ہیں۔ یعنی جس زمین میں سے ربیع کی فصل کاٹی گئی ہے۔ اُسی زمین میں یہ جنس بوئی جاتی ہے ؛ ایسی صورت میں زیادہ ہل جوتنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ صرف ایک دو دفعہ جیٹھ اور ایک دفعہ اساڑھ کے مہینے میں ہل پھیر کر یہ جنسیں بو دی جائیں ؛ زمین جو بہت سخت ہو۔ اُس میں زیادہ ہل پھیرنے کی ضرورت ہوگی۔ اُن کھیت میں کھاد ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ جنسیں زیادہ کھاد والی زمین میں بوئی جائیں۔ تو فصل اچھی نہیں ہوگی۔ البتہ درخت بہت بڑھ جائینگے۔ ماش کبھی کبھی ایسی زمین میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر ندی کی طغیانی سے نئی چکنی مٹی کھیت میں پڑ جائے۔ اور اُس میں طراوت باقی رہے۔

تو اس جنس کے دانے مٹھی سے طبیعت میں بنیر چھٹنے کے بکھیر دینے چاہئیں۔ اِس طرح بونے سے بھی پیداوار ہو جاتی ہے۔

ماش کے بونے سے زمین کم زور نہیں ہوتی۔ جیسا کہ دوسری جنسوں کے بونے سے ہو جاتی ہے۔ بلکہ اُس کے بونے سے زمین کی طاقت بدستور رہتی ہے۔ کیونکہ اُس کی جڑیں زمین میں سے امونیا کھینچ اوپر کی سطح میں لاتی ہیں۔ ماش کا تخم ایک کنال میں دو سیر تک ڈالا جاتا ہے۔ اخیر ساون سے بیسویں بھادوں تک اسے بوتے رہتے ہیں۔

اِس کے بونے میں جتنی دیر ہو گی۔ اُسی قدر زیادہ تخم زمین میں ڈالا جائیگا۔ اُس جنس کو مکی۔ جوار۔ وغیرہ جنسوں کے ساتھ ملا کر بھی بوتی ہیں۔ اِس حالت میں اِس کے بیج کی تعداد نصف کر دی جاتی ہے۔

مونگ کا بیج ایک کنال میں آدھ سیر پختہ ڈالا جاتا ہے۔ اگر اُس کے بونے میں بھی دیر ہو جائے۔ تو بیج زیادہ پڑیگا۔ ابتدائے ساون سے اخیر تک مونگ بوتے رہتے ہیں۔ جوار۔ باجرہ تل وغیرہ کے ساتھ ملا کر بھی بو دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں بیج نصف ڈالنا چاہئے۔

موٹھ کا بیج ایک کنال میں ڈیڑھ پاؤ ڈالنا چاہئے۔ اور برسات کی حالت کے مطابق بیسویں اساڑھ سے اخیر ساون تک بوتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی شروع بھادوں تک بھی جب کہ گرمی زیادہ ہو۔ بو دیتے ہیں۔ مگر اس قدر دیر کے بعد اِس کے درخت پھیلتے نہیں۔ اِس جنس کو بھی جوار باجرے کے ساتھ میلا کر زراعت کرتے ہیں۔ جب یہ جنس

جوار کے ساتھ ملا کر چارے کے واسطے بوتے ہیں۔ تو بیج زیادہ ڈالتے ہیں۔ بونے کے وقت کھیت میں نم کا ہونا ضروری ہے۔ اگر مٹی خشک ہو گی۔ تو اُن جنسوں کے درخت پیدا نہیں ہونگے۔ بونیکے بعد تیسرے چوتھے روز اس کے درخت زمین سے پھوٹ پڑتے ہیں۔ اگر چھوٹے چھوٹے درختوں پر بارش زیادہ ہو جائے۔ تو فصل کو نقصان ہو گا۔ اِن کو نلائی کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر مکّی وغیرہ جنسوں کے ساتھ ملا کر بوئی گئی ہوں۔ تو اُس کے ساتھ نلائی ہو جائیگی۔

ماش کے واسطے نلائی کی ضرورت مطلق نہیں۔ اس کے درخت گھاس سے اوپر ہو کر گھاس کو دبا کر پھیل جاتے ہیں۔ ماش اور موٹھ میں اگر گھاس زیادہ ہو جائے۔ تو زراعت والے اِس کو نہیں نکالتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر گھاس نکال دیا جائے۔ تو آخر دنوں کی سردی ان کو بعض وقت نقصان پہنچائیگی۔

مونگ اور موٹھ کو پانی زیادہ نقصان کرتا ہے۔ موٹھ کے کھیت میں اگر بارش کا پانی کھڑا ہو جائے۔ اور پھر مطلع صاف ہو کر چاندنی کی چمک اِس پر پڑے۔ تو فصل کو نقصان ہوتا ہے۔ پتّے سفید رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ ساون میں اِن تینوں جنسوں کو بارش کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ساون میں بارش نہ ہو اور اساڑھ اور بھادوں میں بارش ہو جائے۔ تو بھی اِن جنسوں میں پھل نہیں لگیگا۔ اگر کچھ پھل آتا ہے۔ تو تھوڑا۔ اگر موٹھ میں پھل آیا ہو۔ تو پُروائی یعنی

پُرے کی ہوا نقصان دیگی۔ پندرھویں کاتک سے اخیر تک یا پندرھویں اگن تک یہ جنسیں کاٹنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ اِن جنسوں کے پک جانے کی یہ پہچان ہے۔ کہ اِن کی پھلیاں پک کر خشک ہو جاتی ہیں۔ اور جب پتّوں کی رنگت سیاہی مائل بھورے سے لوہے کی طرح ہو جائے۔ اُس وقت اوسے کاٹ لینا چاہیئے۔ کٹی ہوئی فصل جب خشک ہو جاتی ہے۔ تو پہلے پتّے اور پھلیاں جھاڑ کر لکڑیوں سے جدا کر لیتے ہیں۔ اِن لکڑیوں کے ساتھ اگر کچھ پھلیاں اور پتّے رہ جائیں۔ تو اُن پر دائیں چلائے جاتے ہیں۔ جس سے لکڑیاں ٹوٹ کر بھوسہ بن جاتی ہیں۔ پتّے اور پھلیاں جو علیٰحدہ کئے گئے تھے۔ اُن میں سے پھر پھلیاں جدا کر کے صفا کر لیتے ہیں۔ اِس طرح غلّہ اور بھوسہ جدا ہو جاتا ہے۔ غلّہ تو دال کے کام آتا ہے۔ دال کے کئی قسم کے پکوان اور مٹھائیاں تیار ہوتی ہیں۔ اور بھوسہ مویشیوں کو چراتے ہیں۔ یہ مویشیوں کے واسطے عمدہ اور مقوی غذا ہے۔ اسی سبب سے گیہوں اور جَو کے بھوسے کی نسبت گراں فروخت ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس بھوسے کو گیہوں اور جَو کے بھوسے کے ساتھ ملا کر مویشیوں کو چراتے ہیں اس کی لذّت سے سارا بھوسہ مویشی کھا جاتی ہے۔ گویا یہ بھوسہ اس بھوسے میں دانے کا کام دیتا ہے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ برسات کے بعد بھوسہ ترش ہو جاتا ہے۔ یہ خیال درست نہیں۔

اگر بھوسہ خشک جگہ رکھا جائے۔ اور برسات میں سیل نہ جائے۔ تو دو تین سال تک خراب نہیں ہوگا۔ اگر اس کو لگ گئی۔ تو گل جائیگا۔ اور مویشیوں کے چارے کے لائق نہ رہیگا ؛

دربیان درخت کپاس یعنے روئی

یہ جنس اِس ملک کی ضروری اور تجارتی چیزوں میں سے ہے۔ انگلستان اور اَور ملکوں میں بمبئی اور کراچی وغیرہ کے راستہ کثرت سے بھیجی جاتی ہے۔ اگر اچھے طریق اور محنت سے یہ جنس بوئی جائے۔ اور آب وہوا اور موسم اس کے خلاف نہ ہو۔ تو اس کی فصل سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اِس کی زراعت سے آمدنی بہت ہوتی ہے۔ تجارت میں گیہوں سے بھی یہ جنس مقابلہ کرتی ہے ؛ اِس ملک کی کپاس کا ایسا لمبا رُوآں نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ملک امریکہ اور جزیرہ بوربون کی روئی کا۔ لیکن مضبوط زیادہ ہوتا ہے۔ اس واسطے انگریزی ملکوں میں اِس ملک کی روئی پسند کی جاتی ہے ۔ اِس کو گہری اور نیچی زمین میں بونا اچھا نہیں۔ جہاں پانی کے کھڑے رہنے کا احتمال ہو ؛ اِس کے بونے کے واسطے ایسی زمین اور مٹی چاہیئے ؛ جیسا کہ نیشکر کے بونے کے جو نہ بہت طاقتور ہو اور نہ بہت کم زور۔ اوسط درجے کی ہو۔ لال یا اودی رنگت کی مٹی جو

سخت نہ ہو۔ بہت اچھی ہے۔ گاؤں کے گرداگرد کی زمین یا وہ چکنی زمین جو دریا کے اُمڈاؤ سے نئی پڑ جائے۔ اس کے لئے اچھی نہیں کیونکہ وہ زمین زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ اس میں پودے بہت لمبے بڑھ جائینگے۔ اور کپاس کے درخت کم لگینگے ۔ اس جنس کی بہت قسمیں ہیں۔ بوتے بوتے مخلوط ہو گئی ہیں۔ کہ اب اون کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ البتہ پھولوں کی رنگت سے جداگانہ قسموں کی پہچان ہوتی ہے۔ اس کے سوا بہت سی قسمیں دوسری ولایتوں سے لاکر تخم پیدا ہوگا۔ اوس میں پہلی سی خوبی اور عمدگی نہیں رہتی ہے۔ جیسے کہ اصلی جگہ میں اس کی ہوتی ہے۔ اگر پھر دوسرے تیسرے سال اس اصلی جگہ سے بنولے منگا کر بوئے جائیں۔ تو ہمیشہ اچھی زراعت ہوگی ۔ اس جنس کو اگر آبی قسم کی زمین میں بویا جائے تو بہتر ہے۔ کہ پہلے نالیاں کھود کر اُس میں کھاد ڈالیں پھر قطاروں میں اس کو بوئیں۔ اس میں یہ فائدے ہیں۔ ایک تو کھاد صرف نالیوں میں پڑے گی ۔ کل کھیت میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ دوسرے کل کھیت میں پانی دینے کی ضرورت نہ پڑیگی۔ صرف اُن نالیوں میں دیا جائیگا۔ تیسرے کپاس کے چاندنی میں سہولت ہوگی چوتھے نلائی بھی آسانی سے ہو جائیگی ۔ اس ملک میں کپاس کے بونے کے دو وقت ہیں۔ ایک تو چیت کے مہینے میں بوئی جاتی ہے۔ دوسرے اساڑھ کے مہینے میں ۔ زراعت میں چیت کے مہینے کی

کپاس اچھی ہے۔ اساڑھ کے مہینے میں جو کپاس بوئی جاتی ہے۔
اُس کے پھولنے اور پھلنے کے وقت سردی کا موسم آجاتا ہے۔
اِس واسطے اِس کی پیداوار کم ہوتی ہے۔ اگر اُس کی کھنی دوسرے
سال کے واسطے رکھی جائے تو فائدہ ہے۔ مگر جو اضلاع گرم ہیں
اُن میں چیت کے مہینے کی بوئی ہوئی کپاس اچھی نہیں رہتی ہے
جیٹھ کی گرمیوں میں خراب ہو جاتی ہے۔ اور آندھی سے بھی اُس کو
نقصان پہنچتا ہے۔ جو اساڑھ کے مہینے میں بوئی گئی ہے۔ وہ اِن
نقصوں سے بچ جاتی ہے۔ اور بہ سبب گرم ضلع ہونے کے سردی سے
خوف بھی نہیں ہوتا۔ بعض لوگ گیہوں کاٹ کر اسی کھیت میں اساڑھ
کے مہینے میں کپاس بو دیتے ہیں۔ ایسی اراضی میں گھاس وغیرہ کم
پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس کے درخت دُور دُور بوئے جائیں۔ تو پیداوار
زیادہ ہوگی۔ ہر ایک درخت کا درمیانی فاصلہ کم از کم دو دو فٹ ہونا ضرور
ہے۔ اِس سے کم نہیں ہونا چاہئے ۔ دو دو تین تین بنولے ایک
ایک جگہ ڈالنے مناسب ہیں۔ شاید اُن میں کوئی بیج ناقص ہو۔ تو
دوسرا پیدا ہو جائیگا۔ اور جگہ خالی نہ رہیگی۔ اگر سب بیج پیدا ہو گئے
تو نلائی کے وقت نکال سکتے ہیں۔ اس کا بیج عام زراعت والے
ایک گھماؤں میں تین سیر سے چار سیر تک ڈالتے ہیں۔ مگر یہ تعداد
زیادہ ہے۔ اگر پاؤ بھر فی کنال یا دو سیر فی گھماؤں ڈالا جائے
تو کافی ہے۔ زمیندار کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ جنس چاند کے بڑھنے کے

دونوں میں بوئی جائے۔ تو پیداوار اچھی ہو گی۔ اور برعکس اس کے ان دونوں میں جب چاند گھٹتا ہے۔ پیداوار ناقص ہو گی۔

بونے کے دس روز بعد اس کے کھیت میں پہلی دفعہ نلائی کی جائے۔ پھر جب درخت نکل آئیں اور قریب ایک فٹ یا کچھ کم قد میں ہو جائیں۔ تو پھر اس میں ہل پھیر دئے جائیں۔ اس سے دو فائدے ہونگے۔ ایک تو زمین نرم ہو جائیگی۔ دوسرے بارش کا پانی ہل کے کونڈوں میں رہیگا۔ باہر نہیں جائیگا۔ اور درخت بھی پیچلے ہو جائینگے جس سے زمین گیلی رہیگی۔ اور درخت خاطر خواہ پرورش پائیں گے۔

جب اس میں پھول آتا ہے۔ بعض لوگ ایک دفعہ پھر نلائی کر دیتے ہیں۔ اس میں فائدہ یہ ہو جاتا ہے۔ کہ پھول نہیں جھڑتے۔ اور پھل اچھے آتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ پھول کے نکلتے وقت سے پھل کے ختم ہونے تک جو دن ہیں۔ وہ اس فصل کے لئے بہت محنت اور ضرورت کے ہیں۔ ایسے موقع پر جس قدر اس کی پرورش میں کوشش کی جائے۔ اچھی ہے۔

اگر یہ جنس آبپاش زمین میں بوئی گئی ہے۔ تو زمین کے طاقتور ہونے کے باعث درخت بہت اونچے ہو جائینگے۔ جب یہ درخت قد میں تین چار فٹ تک اونچے ہو جائیں۔ تو ان کی کونپلوں کو نوچ ڈالیں۔ اس عمل سے درختوں میں بہت سی شاخیں نکل آئینگی۔ اور درخت زور دار ہو جائینگے۔ اور پھر امید ہے۔ کہ زیادہ پیداوار ہو گی۔

اس کی فصل زیادہ پانی نہیں مانگتی۔ اس لئے۔ اگر زیادہ بارش

بھی ہو جائے۔ تو پیداوار کم ہوتی ہے ٭ جو زراعت والے تجربہ کار ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر بھادوں میں زیادہ بارش ہو جائے۔ تو کپاس کو نقصان پہنچتا ہے ٭ کنوار کے مہینے میں اس کی چُنائی شروع ہو جاتی ہے تیسرے یا پانچویں دن چنتے ہیں۔ کپاس کی چُنائی کا کام عموماً عورتیں کرتی ہیں۔ اگر گھر کی عورتیں چُنائی کے واسطے کافی نہ ہوں۔ تو دوسری عورتیں مزدوری پر ساتھ لے جاتی ہیں۔ اُن کو چُنائی کے عوض کپاس سے کچھ حصّہ دیا جاتا ہے۔ جو عموماً پانچواں حصّہ ہوتا ہے۔ اگر زیادہ سردی نہ پڑے تو ماہ اگھن تک چنتی رہتی ہیں ٭ چُنائی کے وقت اگر اچھی اچھی کپاس علحدہ رکھی جائے اور ناقص قسم کو جدا کر لیا جائے۔ تو مناسب ہے۔ اِس میں کچھ محنت زیادہ نہیں ہوتی۔ جو عمدہ کپاس ہے۔ اُس کے بنولے اگر اگلی فصل میں بوئے جائینگے۔ تو پیداوار اچھی دینگے ٭ جب کپاس کی چُنائی ہو جائے۔ تو سائے میں خشک کر لی جائے۔ اِس کی احتیاط چاہیئے۔ دھوپ میں ہرگز خشک نہ کی جائے۔ اگر دھوپ میں خشک کی جائیگی۔ تو اُس کی جائے۔ اگر دھوپ میں خشک کی جائیگی۔ تو اُس کی ملائمت اور چمک کم ہو جائیگی۔ اور مصنوعی میں بھی فرق آجائیگا ٭ خشک ہو جانے کے بعد روئی جدا کر لی جائے۔ بعض بنولے بھی بیچ ڈالتے ہیں۔ مگر جن کے گھر میں مویشی ہو۔ وہ بنولے نکال کر اپنی مویشی کو کھلاتے ہیں۔ بنولوں کے کھلانے سے دود دینے والی مویشی کو فائدہ ہوتا ہے۔ دود بڑھ جاتا ہے۔ اور مکھن زیادہ

نکلتا ہے ؛

دربیان درخت سن تفصیل ذیل

یہ ریشہ دار درخت اس ملک کی پیداوار معلوم ہوتا ہے۔ اور پہلے سے اس کے بونے کا رواج چلا آتا ہے۔ یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ پہلے یہ جنس خودرو تھی۔ پہاڑی علاقوں میں بعض بعض جگہ اس کے درخت اب بھی خودرو پائے جاتے ہیں ؛ زراعت والوں کے کام کے واسطے نہایت ضروری شئے ہے۔ اس کے رسیاں بنائے جاتے ہیں۔ جو مویشی باندھنے۔ پانی نکالنے اور تنگڑ وغیرہ بنانے کے کام آتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں تو بجائے سن کے بھنگ کے درختوں کا سن نکال کر کارروائی کر لیتے ہیں ؛ اس ملک میں دو طرح کی سن ہوتی ہے۔ ایک سن۔ دوسرے پٹ سن۔ پہلی سن تمام کھیت میں ہی قسم کی ملاوٹ کے بغیر بو دیتے ہیں۔ اور دوسری سن کو کھیتوں کے کنارے بوتے ہیں۔ اس جنس کی کاشت کے واسطے نشیب دار زمین اچھی ہوتی ہے۔ اونچی زمین میں اس کی پیداوار اچھی نہیں ہوتی۔ سب سے عمدہ اراضی اس جنس کے بونے کے واسطے وہ ہے۔ جو نیچے سے ذرا سخت ہو۔ اور اوپر سے ریتلی۔ ایسی زمین میں اس کے درختوں سے سن زیادہ نکلیگا۔ اس جنس کو ایک ہی زمین میں

بونا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ کھیت بدل بدل کر بونا چاہیئے۔ اس میں یہ فائدہ ہے کہ جس زمین میں یہ جنس بوئی جاتی ہے۔ اُس کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے پتے بھی کھاد کا کام دیتے ہیں۔ اور جڑیں بھی جلد گل کر زمین کو طاقت پہنچاتی ہیں ؛ دوسرے اگر سن کی جگہ سن ہمیشہ بویا جائے۔ تو پیداوار اچھی نہیں ہوگی۔ کیونکہ جس مادے سے کم ہو جائیگا۔ اس واسطے کہ سن کی جڑیں دوسری جنس کو طاقت دیتی ہیں۔ اپنی جنس کو فائدہ نہیں دیتیں۔ سن کا فضلہ سن قبول نہ کریگا۔ یہ امر ثابت ہے۔ کہ کوئی شئے اپنے فضلے کو پسند نہیں کرتی۔ اگر ترکاری وغیرہ کے کھیت میں یہ جنس بوئی جائے۔ تو اچھی پیداوار ہونے کی امید ہے۔ پہاڑی علاقوں میں اس جنس کی جگہ بھنگ بوتے ہیں۔ عموماً گھروں کے قریب بہت کھاد والی اراضی میں بوئی جاتی ہے۔ اس کا سن بہت عمدہ۔ نرم۔ اور مضبوط ہوتا ہے۔ اس کے درخت بہ نسبت سن کے بہت لمبے اور موٹے ہو جاتے ہیں۔ بھنگ کی سن کو معمولی سن کے مطابق پانی میں دبا کر اور چند روز پانی میں رکھ کر نہیں نکالتے۔ بلکہ جب اُس کی ڈنڈی کی رنگت نیچے سے بدل جاتی ہے۔ تو کاٹ لیتے ہیں۔ اور سکھا کر سن نکال لیتے ہیں ؛ سن کے بونے کے لئے اچھی گہری زمین جوتی جائے تین چار دفعہ ہل چلائے جائیں۔ اس جنس کو اس انداز سے بونا چاہیئے کہ بہت گھنی ہو اور نہ بیگلی۔ اگر گھنی بوئی جائیگی۔ تو اُس میں یہ نقص عائد ہو گا۔ کہ درخت پتلے رہ جائینگے۔ اور کم زور قسم کا سن نکلیگا ؛

اگر یہ جنس بہت بیگلی بوئی جائے۔ تو درختوں سے شاخیں پھوٹ

پڑتی ہیں اور جھاڑ کے طور پر بن جاتا ہے۔ پھر پوست صاف نہیں اُترتا
اگر درختوں کا درمیانی فاصلہ ایک ایک گرہ کا ہو تو بہت اچھا ہے۔ اس
جنس کا بیج ایک کنال میں تین سیر ڈالا جائے۔ تو اچھا ہے۔ جب برسات
میں پہلی بارش ہو۔ تو ساون کے مہینے کے شروع میں اُس کو بوتے ہیں
اگر پہلی بارش برسات کی جیٹھ کے مہینے میں ہو جائے۔ تو کبھی کبھی جیٹھ کے
مہینے میں بھی اس کو بو دیتے ہیں ۞ بونے کے بعد یہ جنس تیسرے
چوتھے روز پیدا ہو جاتی ہے۔ عام زراعت والے اس جنس کی کھیت
کی نلائی نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کے درخت بہت نرم ہوتے ہیں اگر ذرا
بھی دب جائیں۔ یا پاؤں کے تلے آجائیں تو فوراً ٹوٹ جاتے ہیں۔
کاتک کے مہینے کے اخیر یا شروع اگھن میں اس کے درخت پک
جاتے ہیں۔ اور کاٹ لینے کے قابل ہو جاتے ہیں ۞ اس جنس کے
درختوں کے پک جانے کی یہ پہچان ہے۔ کہ پھول نکل کر مرجھاتی ہیں
لکڑی کا رنگ ہیجے سے بدل جاتا ہے اور جب کچھ دانے کچے ہوں
اور کچھ پکے۔ پھلی کے بیج ہلانے سے جھنکنے لگیں۔ تو پھر کاٹ لینی چاہئیں
اگر سن کا تخم اگلے سال کے واسطے مطلوب ہو۔ تو اُس کے درخت
جن سے بیج اُتارا جائے۔ کھیت ہی میں چھوڑ دئے جائیں جب وہ
کھیت میں خشک ہو جائیں۔ تب اُن کو کاٹ لیں ۞ سن کے درخت
دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نر دوسرے مادہ۔ اُن کی پہچان یہ ہے۔
کہ نر میں پھول زیادہ آتے ہیں۔ اور پھل کم لگتا ہے۔ اور مادہ میں پھول

کم لگتے ہیں۔ اور پھل زیادہ ۔ اس کا بیج رکھا جائے۔ تو نر کی قسم کے درخت کاٹ کر جدا کر لینے مناسب ہیں۔ مادہ کے درختوں کا تخم رکھا جائے۔ بونے کے واسطے مادہ قسم کے درختوں کا تخم اچھا ہوتا ہے۔ یہ بات محنت کرنے اور پہچاننے سے آتی ہے۔ اس واسطے زراعت والے ایسا نہیں کرتے ہیں۔ بعض زراعت والے تو اس جنس کے درختوں کو درانتی سے کاٹ لیتے ہیں۔ اور بعض جڑوں کے ساتھ زمین سے اُکھاڑ لیتے ہیں۔ درانتی سے درختوں کا کاٹ لینا اچھا ہے۔ ایک تو جڑیں زمین میں رہینگی۔ جن سے زمین میں طاقت آئیگی۔ دوسرے سن کے اُتارنے میں آسانی ہوگی۔ جب درخت کاٹ لیتے ہیں۔ تو اندازے کے مطابق پولا باندھتے ہیں۔ پھر دو تین دن گزر جانے کے بعد اون درختوں کو پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر ممکن ہو۔ تو رواں پانی میں اُن کو رکھا جائے ایسے طور پر کہ پانی میں تیرتے رہیں نیچے زمین سے نہ لگ جائیں۔ اور احتیاط کے ساتھ پانی کے ایسے موقع پر رکھیں کہ نہ تو زیادہ گل جائیں اور نہ بہت خشک رہیں۔ جب اوپر کا چھلکا پھول کر اوترنے لگے۔ اور لکڑی علیحدہ ہو جائے۔ اُس وقت اُن کو پانی میں خوب دھو کر نکال لینا چاہئے۔ اگر اُن میں مٹی لگی ہوگی۔ تو سن کی رنگت خراب ہو جائے گی۔ اور کم زور بھی ہوگا۔ ایسا سن سستا بکتا ہے۔ اور اُس کے رستے مضبوط نہیں ہوتے۔ جب پانی سے نکالا جائے۔ تو دھوپ میں رکھ کر سکھایا جائے۔ پھر وہ سن اسی طرح پر فروخت کر دیا جاتا ہے۔

در بیان درخت نیل

اس کا دانہ کھانے کے کام نہیں آتا۔ مویشی بھی اس کے پتے تک نہیں کھاتی پر روپیہ کمانے کے لئے یہ جنس عمدہ ہے۔ دیگر ملکوں میں اکثر ہندو زمیندار اس کی کاشت سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ اُن کی اُلٹی سمجھ ہے۔ اس جنس کا مفصل حال معلوم نہیں کہ یہ کس طرح پر اور کہاں سے لائی گئی ہے یا اسی ملک کی پیداوار ہے۔ اس کے واسطے زیادہ چکنی یا سخت مٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ نرم قسم کی زمین جو سُرخ رنگ کی ہو اور اس میں کسی قدر ریت بھی ملی ہو۔ اچھی ہوتی ہے۔ اسی لئے زمین زیادہ کھاد کی محتاج نہیں۔ اگر زمین بہت ہی ناقص ہے۔ تو تھوڑی سی کھاد ڈالنی فائدے سے خالی نہ ہوگی۔ ایسی زمین میں بھی جس کے اوپر ریت ہو۔ اچھی پیداوار ہوگی۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اس کے درختوں کی جڑیں بہت لمبی چلی جاتی ہیں۔ اور نیچے کی سطح سے پورا فائدہ اُٹھا لیتی ہیں۔ اگر یہ زیادہ طاقتور زمین میں بوئی جائے۔ تو اس میں یہ نقص ہوتا ہے۔ کہ درخت لمبے ہو کر پتے کم لگتے ہیں۔ اچھی قسم کا نیل نہیں ہوتا۔ اس کے بونے کے واسطے جتنی دفعہ زیادہ ہل چلائے جائیں۔ اُسی قدر فائدہ ہے۔ عام طور پر زراعت والے لوگ چھ سات دفعہ اس کے بونے کے لئے ہل چلاتے ہیں۔ آبی اور بارانی

اراضی دو نو میں بوئی جاتی ہے۔ اسے بونے کے بعد جاڑے کے دنوں میں پھاگن تک ہل چلاتے رہتے ہیں۔ ایک سال سے زیادہ پرانا بیج عمدہ طور پر پورا پیدا نہیں ہوتا۔ جن درختوں کا بیج بونے کے لئے رکھنا ہو وہ جب خوب پختہ ہو جائیں۔ تو کاٹنے چاہئیں۔ تاکہ بیج پوری پرورش پا جائے کچا نہ رہے۔ اور پھلیوں سے نہ نکالنا چاہئے۔ اگر پھلیوں میں رکھا جائے۔ تو عمدہ ہے۔ اس کی بھی احتیاط چاہئے۔ کہ اس کو کسی طرح بوجھ نہ چڑھ جائے۔ اور زیادہ دھوپ میں بھی نہ رکھا جائے۔ کسی کھلے ہوئے ہوادار مکان میں رکھنا اچھا ہے۔ جو بیج زردی مائل رنگ کا ہو۔ وہ اچھی قسم کا ہوتا ہے۔ اور سبزی مائل متوسط قسم کا۔ اور جس کا سرخ رنگ ہو۔ وہ بہت ناقص ہے۔ اس کے بونے کے وقت بہت گہرا ہل چلائیں۔ صرف چار پانچ انگل گہرا ہو۔ اس سے زیادہ گہرے ہل چلائے جائینگے۔ تو بیج بہت نیچے چلا جائیگا۔ اور پھر پیدا نہیں ہوگا۔

اس کا بیج ایک جھاؤں میں تین پاؤ سے ایک سیر تک ڈالا جاتا ہے۔ اور چونکہ باریک ہوتا ہے۔ بونے کے وقت اس کے ساتھ باریک مٹی یا ریت ملا لیتے ہیں۔ اس لئے کہ ایک ہی جگہ زیادہ نہ پڑ جائے۔

بونے کے وقت اراضی میں کسی قدر طراوت ہونی چاہئے۔ اگر زمین خشک ہوگی۔ تو بیج پیدا نہیں ہوگا۔ اس کے درختوں کا درمیانی فاصلہ ایک ایک ہاتھ یا کم سے کم ایک ایک فٹ کا ہونا چاہئے۔ گھنی بونے میں یہ نقص ہوتا ہے۔ کہ درخت لمبے ہو جاتے ہیں۔ اور

پھلتے نہیں۔ پتّے کم پیدا ہوتے ہیں۔ نیچے کے پتّے گل کر زرد ہو جاتی ہیں
اور پھر گر پڑتے ہیں۔ مگر بونے کا اچھّا طریق یہ ہے۔ کہ اُس کے ساتھ ارہر یا
کوئی اور جنس بوئی جائے۔ اس میں دو فائدے ہونگے۔ ایک تو دو
جنسوں کے درخت دور دور رہینگے۔ دوسرے اگر ایک جنس پیدا نہ ہوئی
تو دوسری پیدا ہو جائیگی۔ اس طریق کے بونے میں محنت ضائع نہ ہو گی۔
جیسا کہ نیل کے بونے میں بعض وقت ہوُا کرتا ہے۔ نیل کے بونے کا وقت دسویں
چیت سے دسویں بیساکھ تک اچھّا ہے۔ مگر بارانی زمین میں اُس کے بونے کا
وقت وہ ہے کہ جب بارش ہو۔ اگر پھاگن مہینے کے اخیر کسی وقت پر
بارش ہو جائے۔ تو اُس وقت بھی اس کو بو دیا کرتے ہیں ؀

اس کے درخت چار پانچ دن میں زمین سے نکل آتے ہیں۔ اور جب
چار پتّے نکل آتے ہیں۔ تو ایک کیڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ جو مثل تیلے کے ہوتا
ہے۔ وہ اُس کو بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ اوپر سے پتّے کھا جاتا ہے۔
اور درخت ضائع ہو جاتا ہے ؀ جب درخت چار اُنگل کا ہو جاتا ہے۔
تو ایک قسم کا ٹڈا یا بھُونڈی بھورے رنگت کی اس کو نقصان پہنچاتی ہے
جب کبھی آندھی چلتی ہے۔ تو چھوٹے چھوٹے درخت ریت میں دب
جاتے ہیں ؀ آندھی کے سوا باقی کیڑوں کا علاج یہ ہے۔ کہ پژادے سے
جہاں نوشادر پیدا ہوتی ہے۔ راکھ لے کر پتّوں پر چھڑکیں۔ اُس رکھ میں یعنی
نوشادر کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ راکھ کے ذریعے درخت پرورش پائیں گے۔
اور کیڑوں کے لئے وہ راکھ زہر ہے۔ دوسرا فائدہ راکھ ڈالنے کا یہ ہوگا

کہ جب راکھ کے باریک اجزا پتّوں پر پڑ گئے۔ پھر اگر یہ کیڑے پتّوں کو کاٹینگے۔ تو اُن کے مُنہ میں راکھ آئیگی۔ اور دانت خراب ہو جائینگے۔ اور پتّوں کو کتر نہ سکینگے ۔ جب نیل کے درخت دو انگشت سے چار انگشت تک اونچے ہو جائیں۔ تو ایک نلائی دی جائے۔ اس نلائی میں احتیاط ضرور ہے۔ کیونکہ اُس وقت درخت نرم اور چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اُن کو بچا کر نلائی کرنی چاہئیے۔ پھر جب درخت ایک ایک ہاتھ کے ہو جائیں۔ تو ایک نلائی اور دینی چاہئیے۔ بعض زراعت والے اس موقع پر نیل کے کھیت میں ہل پھیر دیتے ہیں۔ جو نلائی سے بھی زیادہ مفید ہے۔ پھر کسی نلائی کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ اور نہ کسی قسم کی حفاظت کی جاتی ہے۔ کیونکہ مویشی تو اُسے کھاتی ہی نہیں۔ اور جنگلی جانور سورہ وغیرہ بھی اس کو نقصان نہیں پہنچاتے ۔ اس کی فصل کے واسطے زیادہ بارش کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ زیادہ خشک سالی کی۔ اگر اوسط درجے کی برسات ہو۔ یا متوسط درجے کا پانی دیا جائے۔ تو فائدہ ہے۔ زیادہ بارش سے اس کی فصل گل جاتی ہے۔ اور پانی اچھّا نہ ملنے سے بھی اس کی فصل خشک ہو جاتی ہے ۔

بھادوں کے مہینے کے شروع میں اس کی فصل کی کٹائی شروع ہو جاتی ہے۔ جب درختوں میں پھول آکر پھلی الگ جائے۔ مگر پھلی میں اب تک دانہ نہ پڑے۔ تو اس کی فصل کاٹ لی جائے۔ اس موقع پر کاٹ لینے سے نیل زیادہ نکلیگا۔ اگر اس موقع سے چند روز آگے

نیچے کاٹی جائیگی۔ تو پھر اس کی فصل میں نیل کم پڑیگا۔ یہاں تک کہ اس موقع کے گذر جانے پر اگر فصل کاٹی جائے۔ تو بعض وقت نصف تک پیداوار رہ جاتی ہے ۔ ایسے کھاگوناہیں بوتے ہیں۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ ایک دفعہ تو ساون کے مہینے میں اس کی فصل تیار ہو جاتی ہے۔ اور دوسری دفعہ کنوار کے مہینے کے اخیر میں۔ دوسری دفعہ کا نیل معمولی اندازے سے کسی قدر کم نکلیگا۔ مگر بہت عمدہ قسم کا ہوتا ہے ۔

اچھے بُرے نیل کی پہچان یہ ہے۔ کہ اگر ڈلیاں اندر سے نیلگون نکلیں۔ تو ناقص ہے۔ اگر سرخی مائل نیلی رنگت ہو۔ تو اچھا ہے ۔ نیل کے نکالنے کے واسطے دو چہ بچے بنائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک اونچا ہوتا ہے۔ دوسرا نیچا۔ اور ایسی ترکیب سے بنائے جاتے ہیں۔ کہ اوپر کے چہ بچے کا جب پانی چھوڑ جائے۔ تو دوسرے میں جا پڑے۔ معمولی چہ بچوں کا یہ اندازہ ہے۔ کہ اونچے چہ بچے کا قطرہ آٹھ یا نو فٹ اور دوسرے کا چھ یا سات فٹ۔ اونچا چہ بچہ دوسرے کی نسبت گہرا زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں نیل کی لاد[1] کے گٹھے ڈالے جاتے ہیں۔ اور پانی سے ابھی بھرا جاتا ہے۔ اور دوسرے میں صرف اوپر کے چہ بچے کا پانی آتا ہے ۔ چہ بچے اس طرح بنانے چاہئیں۔ کہ پہلے چہ بچے کی سطح دوسرے سے اس قدر اونچی ہو کہ پہلے کا پانی موری سے نکل کر دوسرے میں بآسانی آجائے۔ اور دوسرے چہ بچے

[1] نیل کی لکڑیاں اور پتوں کے مجموعے کو لاد کہتے ہیں ۔

کی سطح زمین سے اس قدر اونچی ہو کہ اوس کا پانی بدر روہیں ہو کر باہر چلا جائے ٭ شام کے وقت نیل کے درختوں کو کاٹ کر ایک ایک ہاتھ پختہ کے گٹھے باندھتے ہیں۔ اور بڑے چہ بچے میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر چہ بچہ خالی نہ ہو۔ تو گٹھوں کو کھول کر نیل کا لاوا باہر کھیت میں بنا دینا چاہیے پھر صبح کو چہ بچے میں ڈال دیا جائے۔ تو اچھا ہے۔ اگر گٹھے بندھے ہوئے رکھے جائینگے۔ تو نیل کا لاوا خراب ہو جائیگا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ جب صبح کے وقت نیل کا لاوا کاٹا جائے۔ تو اُسی وقت چہ بچے میں ڈال دیا جائے ٭

نیل کے لاوے کو چہ بچے میں ڈالنے کا یہ طریق ہے۔ اوّل نیل کے لاوے کے گٹھے کھولیں اور چہ بچے میں ڈال لاوے کو اچھی طرح دبائیں پھر اُس پر اس قدر پانی دیا جائے۔ کہ ایک ایک انگل پانی لاوے کے اوپر کھڑا ہو جائے۔ پھر اُس پر بھاری پتھر رکھ دیے جائیں۔ جس کے بوجھ سے لاوا دبا رہے۔ اگر پتھر وغیرہ دستیاب نہ ہوں۔ تو بھاری لکڑی اس پر رکھ دی جائے۔ کبھی کبھی لکڑی سے دبانے میں یہ نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ جو پانی چہ بچے میں نیل کے لاوے پر ڈالا جاتا ہے۔ وہ لکڑی کو اُٹھا لیتا ہے۔ پتھر دبانے سے یہ نقص پیدا نہیں ہوتا ٭ جب چہ بچے میں پانی ڈالا جائے۔ اُس سے پہلے چہ بچے کی موری جو پانی کی نکاس کے واسطے رکھی ہے۔ کمل یا کپڑے سے بند کر دی جائے۔ موری اچھی طرح پر اندر سے بند کی جائے۔ اور چکنی مٹی سے اوپر سے لیپ دی جائے ایسا نہ ہو کہ چہ بچے کا پانی مقررہ وقت سے پہلے نکل جائے ٭

دس بارہ گٹھے ایک دفعہ چہ بچے میں ڈالے جائیں۔ تو مناسب ہے اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ زیادہ لاوا ایک آدمی سے اچھی طرح ملا یا نہیں جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ نیل اچھا نہیں پڑیگا۔ بلکہ نیل کے بگڑ جانے کا خوف ہوگا۔

پہلے چہ بچے میں آٹھ پہر تک نیل کا لاوا پڑا رہتا ہے آٹھ پہر کے گزرنے پر لکڑی یا کسی اور چیز سے چہ بچے کی موری کھول دی جاتی ہے۔ اس موری کے راستے اس چہ بچے کا پانی دوسرے میں جاتا ہے۔ پہلے میں صرف سڑی ہوئی نیل کی لکڑیاں اور پتے باقی رہ جاتے ہیں۔ جو اس وقت باہر نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ پھر بدستور سابق چہ بچے میں لاوا ڈال کر پانی سے بھر دیتے ہیں۔ جب تک کے کل نیل ایسی طرح پر ختم نہ جائے۔ یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔

دوسرے چہ بچے میں جو نیل آمیز پانی ہوتا ہے۔ اس میں ایک آدمی داخل ہو جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ اپنے ہاتھوں سے پانی کو ملتا ہے اور ادہر ادہر ہلاتا ہے۔ اس ہلانے سے اس پر بہت سی جھاگ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو سبز رنگ کی ہوتی ہے۔ پھر وہ جھاگ سفید رنگ کی ہو کر بالکل بیٹھ جاتی ہے۔ اور پانی کی رنگت نیلی چمکدار کبوتر کی گردن کے رنگ کی طرح ہو جاتی ہے۔

جب جھاگ بیٹھ جائے۔ تو پانی کو زور زور سے ہلایا جاتا ہے۔ تاکہ نیل جلد تیاری پر آجائے۔ اور پھر پانی اٹھا کر دیکھیں۔ کہ نیل پانی سے جدا ہو گیا ہے یا نہیں۔ جب نیل کے ریزے پانی سے جدا ہو جائیں۔ اور دکھائی دینے لگیں۔

اور تھوڑا سا آک کا گوند بھی [illegible] ایک سیر [illegible] ڈالا جائیگا - یہ گوند
پچھلے پانی میں پہلے جوش کر لیا جائیگا - [illegible] پانی سیر کے قریب پانی
اور [illegible] سیر گوند [illegible] پر تھوڑی تھوڑی ڈال کر اس کو آگ پر [illegible] دیتے رہنا
[illegible] پانی [illegible] تو اس کو آگ پر سے اتار کر سرد کر [illegible]
پھر اس کو نیل [illegible] جب گوند ڈالی گئی تھی - تو جو [illegible] پچھے میں
[illegible] تھوڑا تھوڑا [illegible] گوند اچھی طرح حل جائے
پھر [illegible] نیل [illegible] بیٹھ جائیگی - اور پانی صاف
نتھر آئے - تو آہستگی سے [illegible] کی سوری یا ڈھکنے کے نکل جانے کے لئے
کھول دی جائے - جب پانی نکل جائیگا - اور نیل زمین [illegible] پر جم جائے -
نیل کو پھر پچھے سے نکال کر اس [illegible] سے کپڑے پر ڈالتے ہیں - کہ
پچھے کے نزدیک پہلے سے ایک [illegible] کیاری بنی ہوئی ہوتی ہے - اس کے
چاروں طرف چھوٹی چھوٹی مینڈیں بنائی جاتی ہیں - اس کیاری کے درمیان
[illegible] کر زمین نرم کر دیتے ہیں [illegible] کیاری پر دوسوتی یا کھیس یا کسی
[illegible] موٹے کپڑے کی چادر [illegible] بچھا دیتے ہیں - اور بعض لوگ
اس کپڑے کے نیچے کی تہ پر [illegible] تھوڑی باریک راکھ بھی بچھا دیتے ہیں
اس [illegible] نیل کے اجزا باہر نکل جائیں - جو سوراخ وغیرہ اس کپڑے
[illegible] ہوں - وہ اس [illegible] سے بند ہو جائیں - پھر نیل کو کسی پیالے وغیرہ
سے [illegible] پچھے سے نکال کر لوہے کی [illegible] چھلنی سے چھان کر اس کپڑے پر
ڈالتے جاتے ہیں - چھلنی سے چھاننے کی وجہ یہ ہے - کہ اگر کوئی لکڑی

یا لنکر یا پتھر وغیرہ کے ریزے نیل میں ہوں۔ تو وہ نکل جائیں ؛
جب نیل کسی قدر خشک ہو جائے۔ اور پانی جو نیل کے اندر باقی ہے وہ کیاری میں جذب ہو جائے۔ تو نیل کو وہاں سے اُٹھا کر چھوٹی چھوٹی گٹھاں بنائیں اور دھوپ میں سکھائیں۔ سکھانے کے بعد احتیاط سے رکھیں۔ یا فروخت کر دیں ؛ بعض لوگ نیل میں باریک راکھ ملا دیتے ہیں اُس سے وہ ناقص ہو جاتا ہے۔ صرف کچے نیل کے بنانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ سوداگر لوگ جو دوسری ترکیب سے اِس کو پھر صاف کرتے ہیں۔ وہ زراعت کے متعلق نہیں ہے۔ اس واسطے اس کا ذکر نہیں کیا گیا ؛

دربیان درخت گیہوں

یہ جنس تمام دنیا میں مشہور ہے۔ کہتے ہیں۔ آدمؑ اور حوّا گیہوں کھانیکے بدلے ہی بہشت سے نکالے گئے تھے۔ اِس امر کے لکھنے سے مراد یہ ہے کہ زمانے کے شروع اور انسان کی خلقت کے ابتدا میں بھی اِس جنس کو سب جانتے تھے۔ اور اُسی وقت سے اِس کا بونا جوتنا شروع ہے ؛ یہ جنس ہندوستان اور پنجاب سے یورپ اور ایشیا کے اور ملکوں میں جاتی ہے۔ ہندوستان کی دولت اِس جنس کی تجارت سے باہر نہیں جانے پاتی۔ اس ملک میں ساری جنسوں سے اِس جنس کی زیادہ کاشت ہوتی ہے ؛ یہ ایسی جنس ہے کہ ہر قسم کی زمین میں

تھوڑی بہت پیدا ہو جاتی ہے ۔ سب سے اچھی مٹی چکنی اور سیاہ رنگ کی جس میں تھوڑا گیلا پن ہو۔ اس جنس کے بونے کے واسطے عمدہ ہوتی ہے ۔

یہ جنس دوسری جنسوں کی طرح زیادہ پانی کی بھی ضرورت نہیں رکھتی۔ اگر مناسب موقع پر دو تین دفعہ بارش ہو جائے۔ تو اس کی فصل کے واسطے کافی ہے ۔ اس کے زراعت کے واسطے اچھے گہرے ہل چلا کر زمین جوتنی چاہئے۔ ڈھیلے توڑ کر سوہاگے سے باریک اور صفا کریں۔ پہلے خشک زمین میں ہل چلائیں۔ اور پھر تھوڑا عرصہ پڑی رہنے دیں۔ پھر وقتاً فوقتاً ہل چلا کر مٹی باریک کرتے رہیں۔ اور لحاظ رکھیں۔ کہ اُس میں گھاس وغیرہ بڑا نہ ہو جائے۔ اگر دس بارہ دفعہ ہل جوتے جائیں۔ تو اچھا ہے۔ زیادہ یا کم جوتنا زمین کی حیثیت اور قسم پر منحصر ہے۔ بعض لوگ ایک دفعہ ہل چلا کر ہی بو دیتے ہیں۔ مگر ایسی فصل سے پیداوار ناقص ہوتی ہے۔ جو زمین ناقص قسم کی یا ریت والی ہو۔ اُس میں زیادہ ہل جوتنا فائدہ نہیں دیگا۔ البتہ جس قدر زمین سخت ہو۔ اگر اُسی قدر زیادہ جوتی جائے اور سہاگہ پھیر کر مٹی باریک کر لی جائے۔ تو اچھا ہے ۔ اگر زمین خالی ہو۔ تو سرما کے موسم میں ماگھ یا پھاگن کے دونوں میں اس کے بونے کے واسطے ہل جوتے جائیں۔ پھر اساڑھ کے مہینے میں برسات سے پہلے (جس کو زراعت والے گھر ساد کا موسم کہتے ہیں) چند بار ہل چلائیں۔ پھر بھادوں اور کنوار کے مہینوں میں جو اس جنس کے بونے کا موقع ہے۔ ہل چلا کر اور سہاگہ پھیر کر زمین کو

درست اور ہموار بنائیں ۔ یعنی سرما کی قلبہ رانی سونے کے برابر ہے۔ اور اساڑھ کی چاندی کے برابر۔ ساون مہینے ہل چلاکر گیہوں بونے ہے نہ نفع نہ نقصان۔ بھادوں میں ہل چلاکر وہ لوگ کاٹا کرتے ہیں۔ جن کا کوئی ٹھکانا نہ ہو ۔ ایک اور مثل بھی اِس بارے میں مشہور ہے۔ یعنی اساڑھ میں سونا۔ ساون میں چاندی کے برابر۔ بھادوں میں ہل چلاکر کیوں خراب اور تنگ ہوا ۔ اِس کے کھیتوں میں تھوڑی کھاد ڈالنی اچھی ہے۔ مکی اور تمباکو کی طرح زیادہ کھاد کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ جنس زیادہ رقبے میں بوئی جاتی ہے۔ اِس قدر کھاد بھی نہیں بن سکتی۔ جو تمام رقبے میں ڈالی جائے۔ اگر ایسا کیا جائے۔ کہ پہلے کھیت میں کھاد ڈال کر ایکھ یعنی کماد بوئی جائے۔ پھر ایک کاٹ کر گیہوں بوئے جائیں۔ تو زراعت بہت اچھی ہوتی ہے۔ ایک کنال میں بارہ من تک کھاد ڈالی جائے۔ تو مفید ہے۔

اِس جنس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ سرخ۔ سپید۔ گجر۔ داؤدخانی وغیرہ ۔

اوّل ۔ داؤدخانی یا چٹی کنک ۔ یہ گیہوں اچھی قسم کے ہیں۔ اِس کا دانہ سپید رنگ اور چھلکا نرم ہوتا ہے۔ اِس واسطے اس میں سے میدہ زیادہ نکلتا ہے۔ اور سوجی عمدہ بنتی ہے۔ اگر اس کی مٹھائی یا حلوا وغیرہ بنایا جائے۔ تو گھی کم خرچ ہوتا ہے۔ حلوائی اِس قسم کے گیہوں کے میدے کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ صرف دانوں کی سپید رنگت سے اِس کی پہچان ہے۔ اور جب اس کی فصل کھڑی ہو۔ تو اُس کے خوشے بھی۔ بہ نسبت دوسری قسم کی گیہوں کے سپید ہوتے ہیں ۔

دوّم۔ کنکو سفید یعنے پوئیا یا چٹا کنکو یہ بھی سپید قسم کے گیہوں ہیں۔ مگر داؤد خانی کے برابر سفید نہیں ہوتی۔ اس کے خوشوں میں تور نہیں ہوتے۔ اس لئے اِس گیہوں کو سندری کنک۔ یا سندھون بھی کہتے ہیں۔ اس قسم کے گیہوں ایسے علاقے میں بوئے جائیں۔ جہاں جنگلی سور وغیرہ جانوروں سے نقصان نہ پہنچے۔ ناقص قسم کی زمینوں میں اس کی پیداوار اچھی نہیں ہوتی۔ اس جنس کو ہمیشہ اچھی قسم کی زمین میں کھاد ڈال کر بونا چاہیئے ؎

سوم۔ لال کنکو یا مندھون۔ یا مندری کنک۔ یہ گیہوں بھی اسی قسم کے ہیں۔ جیسے کہ دوسری قسم کے گیہوں۔ صرف اتنا فرق ہے۔ کہ اگر یہ جنس سُرخ رنگ کی زمین یا اُس زمین میں جو دریا کے اُچھال سے جدید پڑ جائے بوئی جائیگی۔ تو چند سال میں سپید کنکو سے لال رنگت کی ہو جاتی ہے۔ اگر اگر سفید قسم کی زمین چونہ مٹی والی یا پتھر والی میں بوئی جائے۔ تو بدستور سپید رہتی ہے۔ لال کنکو کا تخم جو ناقص زمین لال رنگت والی میں پیدا ہوا ہو۔ اُس کو اگر سپید قسم کی زمین میں بویا جائے۔ تو چند سال میں رنگت سپید ہو جائیگی۔ اس تبدیلی رنگت کی تاثیر بھوسے و چھلکے میں بہت دنوں تک رہتی ہے یہی باعث ہے کہ بعض وقت لال گیہوں میں دھولا بھوسہ و چھلکا اور سپید گیہوں میں لال بھوسہ اور چھلکا ہوتا ہے ؎

چہارم۔ دھموری کنک یا بھونڈن۔ یہ سرخ رنگت کے گیہوں ہیں۔ جب اس کی خوید کھڑی ہوتی ہے۔ اور اُس میں خوشے آجاتے ہیں

تو پہچان یہ ہے۔ کہ اُس کے خوشوں کے تور جو کی طرح زیادہ پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور رنگت سرخی نما ہوتی ہے۔ اس کی نلی دوسری قسم کے گیہوں سے مضبوط اور موٹی ہوتی ہے۔ جب چیت کے مہینے ہیں۔ مخالف ہوا چلتی ہے۔ تو جو گیہوں نرم زمین میں بوئے جاتے ہیں۔ اُن کو نقصان پہنچتا ہے۔ وجہ اِس کی یہ ہے۔ کہ نرم اور پولی زمین میں اس قسم کے گیہوں کی خوید کی جڑیں زیادہ مضبوط ہوتی ہیں۔ اور نلی زیادہ پائدار ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی جڑیں ایسی مضبوط نہیں ہوتیں۔ اور اون کی نلی بھی کم زور ہوتی ہے۔ صرف اس قدر نقص ہے۔ کہ پیداوار میں کاٹھی قسم کے برابر گیہوں نہیں ہوتے ؛

پنجم۔ بڈانک یا یمن یا ڈاگر۔ اِس گیہوں کا دانہ بڑا لمبا ہوتا ہے اور نلی موٹی اور لمبی ہوتی ہے۔ بارانی قسم کی زمین میں عموماً اس کی کاشت نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اس کا کھیت ہرا اور تازہ تب رہتا ہے۔ کہ پانی زیادہ دیا جائے۔ پیداوار بھی اسی طرح زیادہ دیگی۔ ورنہ اچھی نہیں ہوگی۔ چھوٹے اور ناقص دانے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک دانے سے ایک درخت پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ جنس آبی قسموں کی اراضی میں کھاد ڈال کر بوئی جائے۔ تو دانہ موٹا پرورش یافتہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا بھوسہ سخت ہوتا ہے ؛

ششم۔ کاٹھی کنک۔ یہ عام قسم کے سُرخ گیہوں ہیں۔ اس جنس کا بیج ایک کنال میں دو سیر ڈالتے ہیں۔ مگر بعض علاقوں میں اس سے

بھی زیادہ بیج ڈالا جاتا ہے۔ اگر ڈیڑھ سیر فی کنال ڈالا جائے گے۔ تو اچھا ہے۔ کیونکہ
اس سے درخت ذرا فاصلے پر رہینگے اور اچھے پھیلے گے۔ جس سے پیداوار
زیادہ ہوگی۔ بیج کا زیادہ اور کم ڈالنا موسم کے حالات اور زمین کی
حیثیت پر منحصر ہے۔ زمین کی اونچائی نچائی سے بھی اس کا تعلق ہے۔
اگر خشک سالی ہے۔ تو بیج بور سے بونے سے کم پڑیگا اور تر موسم
میں زیادہ۔ کیونکہ خشک موسم میں ہل کی اڑیں یا کونڈیں دور دور ہو جاتی ہیں
اور تر موسم میں قریب قریب رہتی ہیں۔ اس واسطے اس کو نزدیک نزدیک پیدا
کیا جاتا ہے۔ کہ اس سے پیداوار اچھی ہو جائے۔ اگر زمین چکنی ہو۔ تو بیج زیادہ
پڑیگا۔ چکنی مٹی کی زمین میں اگر بیج نالی کے ذریعے بویا جائے۔ تو زیادہ پڑیگا۔
اس واسطے کہ ایسی زمین میں ہلوں کی آڑیں اور کونڈیں نزدیک نزدیک
ہوتی ہیں۔ فراخ نہیں ہوتیں۔ جو زمین طاقتور ہو اور اس میں فصل دیر سے
بوئی جائے۔ تو بھی تخم زیادہ ڈالا جاتا ہے۔ دیر سے بونے کی وجہ سے ایک
دانے سے زیادہ درخت نہیں ہوتے ہیں۔ اگر ریت والی قسم کی زمین ہے
تو جتائی کے وقت ہلوں کی کونڈیں دور دور ہوتی ہیں۔ اس واسطے اسمیں
تخم کم ڈالا جائیگا۔ خشک سالی کے ایام میں ہل کی جتائی فراخ ہوتی ہے۔ اور طراوت کے
وقت ایسی نہیں ہوتی۔ بعض زراعت خشک سالی میں جان بوجھ کر معمول سے
زیادہ بیج ڈالتے ہیں۔ اس خیال سے کہ خشکی کے سبب کئی ایک دانے پیدا
نہیں ہونگے۔ اور طراوت کے موسم میں امید ہوتی ہے۔ کہ ہر ایک دانہ پیدا
ہو جائیگا۔ ایسے موسم میں ہل کی کونڈیں بھی چوڑی نہیں ہوتیں۔ ہل کر دونو طرف

کونڈوں کی مٹی ڈھل کر کونڈوں میں نہیں گرتی۔ اسی طرح پر جو زمین اونچی نیچی ہوگی۔ اُس میں بیج زیادہ پڑیگا۔ اور برابر اور ہموار زمین میں تھوڑا ڈالا جائیگا۔ جہاں دیمک یا دیگر اقسام کے کیڑے تخم کا نقصان کرتے ہوں یا اُن کا خوف ہو تو بھی زیادہ بیج ڈالا جاتا ہے۔ اُس سے کچھ دانے کیڑے کھا جائینگے۔ باقی پیدا ہو جائینگے۔ جب یہ جنس معمولی وقت کے بعد ذرا دیر سے بوئی جائے۔ تو بھی بیج زیادہ ڈالتے ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں اس کے درخت زیادہ جھنڈ نہیں باندھتے۔ اس واسطے نزدیک ہونے چاہئیں۔ اس کا بیج تین طرح پر بوتے ہیں۔ یا تو مٹھیوں میں بھر کر بکھیر دیتے ہیں۔ یا نالی کے ساتھ یا ہاتھ میں مٹھی بھر کر ہل کی آڑ کے پیچھے پیچھے ایک ایک دانہ ڈالتے جاتے ہیں۔ نالی کے ساتھ اس کو زیادہ بوتے ہیں۔ گرم جگہوں میں سب سے اچھا موسم اس جنس کے بونے کا کاتک کے شروع سے دسویں یا پندرھویں کاتک تک ہے۔ مگر پہاڑی علاقوں میں جہاں اونچی جگہ میں برف پڑنے کا خوف ہو۔ کہیں کہیں اس سے بھی آگے بو دیتے ہیں اور بعض بہت اونچے پہاڑوں کے علاقوں میں جب برف پگل جاتی ہے۔ تو بیساکھ کے مہینے میں بھی بو دیتے ہیں۔ مگر بہت کم۔ کیونکہ برسات میں اسکی پیداوار میں نقصان آتا ہے۔ عام طور پر زراعت پندرہ بھادوں سے پندرہ اسوج تک اس کی کاشت کر دیتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ چنے ملا کر بوئیں۔ تو آخر کنوار اور شروع کاتک اچھا وقت ہے۔ اگر جوؤ کے ساتھ ملا کر بوئی جائے۔ تو اُس سے پہلے بونے چاہئیں۔ جو آبپاشی اراضیات ہیں۔

اُن میں اگھن کے مہینے میں بھی بو دیتے ہیں۔ پانی کی طاقت سے اُس میں زراعت ہو جاتی ہے۔ بونے کے پہلے کھیت میں کچھ طراوت ضرور ہونی چاہئیے۔ ورنہ بیج پیدا نہیں ہوگا۔ اگر موسم خشک ہو تو بعض زراعت اُس سے پہلے بیج کو پانی میں تھوڑا عرصہ بھگو کر اور پھر صاف کر کے بوتے ہیں اس سے بھی کسی قدر طراوت ہو جاتی ہے۔ اور فائدہ ہوتا ہے۔ پانچ یا چھ دن میں مولکہ نکل آتی ہے۔ بشرطیکہ کھیت میں طراوت اور موسم موافق حال ہو۔ اگر خشک سال یا سردی کا موسم ہے۔ تو اس سے بھی زیادہ دیر کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اور اگر گرم موسم ہو۔ تو اُس سے بھی پہلے۔ بعض علاقوں میں اس کے کھیت کی نلائی نہیں کی جاتی۔ مگر جہاں زمین کم ہے۔ اور زمین کی قدر ہے۔ وہاں ایک دو دفعہ نلائی کر دیتے ہیں پھر اس کے بعد سوائے معمولی حفاظت کے اور کچھ کام کرنا نہیں پڑتا۔ یہ کھاد میں زیادہ بوئی جاتی ہے۔ اور وہاں اس کی نلائی بھی نہیں ہوتی۔ اگر اس کا ذخیرہ لگایا جائے۔ تو ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ بھی یہ جنس لگ سکتی ہے۔ مگر اس وقت جبکہ زراعت اس کے ایک اونگلی کے برابر ہوں۔ اور اُس میں احتیاط بھی درکار ہے۔ اگر درخت اس جنس کے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ تو پھر مشکل سے لگینگے۔

بہتر طریق اس جنس کے بونے کا تالی کے ذریعے کا ہے۔ مگر جہاں زمین بہت سخت ہو یا اُس میں نم زیادہ ہو۔ تو تالی سے بونا فائدہ مند نہیں ہے۔ وہاں تو مٹھی بھر کر ہاتھ سے بکھیرنا

فائدہ مند ہوتا ہے۔ اور جہاں زمین نہ بہت سخت ہو نہ بہت نرم اور نم بھی کم ہو۔ تو وہاں ایک آدمی آگے ہل چلائے جاتا ہے۔ اور دوسرا شخص اُس کی آڑوں میں ہاتھ سے ایک ایک دانہ کرکے ڈالتا جاتا ہے اچھی فصل اوس وقت ہوگی۔ کہ موسم میں طراوت ہو۔ یا پانی خاطرخواہ دیا جائے۔ اس جنس کو ان کیڑوں سے نقصان پہنچتا ہے ؛

پہلے خشک سالی کے دنوں میں دیمک جڑوں کو لگ کر سکھادیتی ہے اگر نلائی کی جائے یا بارش ہوجائے تو دور ہوجاتی ہے۔ ایک طریق اس کے دور کرنے کا یہ بھی ہے۔ کہ کھیت میں تھوڑی تھوڑی دور پر گوبر کے گیلے اوپلے ڈال دیجائیں۔ تو دیمک فصل کو چھوڑ کر اوپلیوں کو لگ جائیگی۔ پھر اون اُپلیوں کو زمین سے نکال کر پھینک دیں تو اُس کے ساتھ دیمک بھی کھیت سے نکل جاتی ہے ؛

دوسرے ایک جانور ٹڈے کی شکل کا درخت کے پتے نکلتے ہی اُن کو کھا جاتا ہے۔ جہاں اچھے ہل نہ چلائے گئے ہوں۔ اور کھیت کے ڈھیلے نہ توڑے گئے ہوں۔ وہاں یہ جانور زیادہ ہوتا ہے اور ڈھیلوں میں چھپا رہتا ہے۔ سردی کم ہوتی ہے۔ تو باہر نکل آتا ہے سردی زیادہ پڑے اور کھیت کے ڈھیلے توڑ دئے جائیں۔ تو یہ کیڑا دور ہوجاتا ہے ؛ تیسرے ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے زرد رنگت کے کیڑے ہیں۔ جو خوید سے ہزاروں چمٹ جاتے ہیں۔ اور بھاری نقصان پہنچاتے ہیں۔ پہلے یہ کیڑے زرد رنگت کے

ہوتے ہیں۔ پھر جتنے عرصے تک زیادہ رہیں۔ سُرخی مائل ہوتے جاتی ہیں
اگر گیلی زمین ہو اور آسمان پر بادل عرصے تک چھایا رہے۔ تو یہ کیڑے
پیدا ہو جاتے ہیں۔ خشک زمین میں یہ جانور کم ہوتا ہے۔ اس کیڑی کے
پیدا ہو جانے سے بھوسہ خراب ہو جاتا ہے۔ اور خوید کی طاقت بھی
جاتی رہتی ہے۔ اگر پہلے بارش اچھی ہو جائے۔ پھر دھوپ پڑنے
لگے اور ہوا چلے تو یہ جانور دور ہو جاتے ہیں۔ ورنہ جس قدر عرصے
تک بادل آسمان پر چھائے رہینگے۔ اِن کیڑوں کی پیدائش میں ترقی
ہوتی جائیگی ۔ انگلستان کے عالموں نے تجربے سے معلوم
کیا ہے۔ کہ اگر سال بھر تک یہ جانور اسی طرح پر بڑھتے جائیں۔ تو ایک
فٹ سے زیادہ زمین کے کُرّے سے اونچے ہو جائینگے۔ اس
کثرت سے اِن کیڑوں کی نسل کی ترقی ہے ۔

بعض زراعت والے بیج کو بونے سے پہلے مویشیوں کی
باسی پیشاب میں ۲۵ منٹ تک بھگو کر خشک کرتے ہیں۔ اور پھر بو دیتے
ہیں۔ اس عمل سے بھی دیمک کم لگتی ہے اور کسی قدر بچاؤ ضرور ہو
جاتا ہے ۔ بعض زراعت والے گیہوں کے ساتھ سرسوں
بوتے ہیں۔ اس خیال سے کہ پہلے سرسوں کا ساگ کھانے میں آتا ہے
اور اس جنس کے تیار ہونے سے پہلے سرسوں پک جاتی ہے۔
اور مویشیوں کے چارے کے کام میں آجاتی ہے ۔

سرسوں کے پتے نرم ہوتے ہیں۔ اس کو ایک کیڑا پنجاب میں

جس کو تیلا کہتے ہیں) لگ جاتا ہے۔ اور اوس کے بونے کے سبب گیہوں کے کھیتوں کو وہ کیڑے لگ جاتے ہیں۔ جس کو پنجاب میں (گنگی) کہتے ہیں ⁂ اس کی فصل کو پانی دینے کی ضرورت نہیں اگر زیادہ خشک سالی ہو جائے۔ تو ایک دو دفعہ تھوڑا تھوڑا پانی دینا کافی ہوگا۔ زیادہ پانی دینے سے اس کا نقصان ہو جاتا ہے۔ عموماً اس کے کھیت میں نلائی کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ اگر کسی دوسری جنس کے ساتھ یہ جنس بوئی جائے۔ تو بعض لوگ اس کی نلائی کر دیتے ہیں۔ مگر واضح رہے۔ کہ جو لوگ گیہوں کی نلائی کرتے ہیں وہ زیادہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ زیادہ عرصے تک سردی کا پڑنا اور کثرت سے اس جنس کو فصل کی پانی دینا نقصان کرتا ہے۔ اگر پالا پڑ جائے۔ تو اس کی فصل مرجھا کر سوکھ جائیگی۔ اور پھر سرسبز نہیں ہوگی۔ زیادہ پانی دینے سے درختوں کی ڈنڈی۔ شاخوں اور جڑوں میں کچھ گرہیں سی پڑ جاتی ہیں۔ عام لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ چیچک کی بیماری کی طرح ہوتی ہے۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ بہت سے پانی دینے سے اس کی جڑیں زیادہ عرق کھینچ لیتی ہیں۔ جو ضرورت سے زیادہ ہونے کے سبب پورا استعمال میں نہیں آتا۔ اُس زیادتی سے درخت کے درمیان ایک موٹی گرہ پڑ جاتی ہے۔ علاوہ اس کے جب اس کو زیادہ پانی دیا جائے۔ تو اس کی جڑوں کے سوتوں کے مُنہ کشادہ ہو جاتے ہیں۔ پھر زیادہ عرق

اوپر نہیں چڑھتا۔ اس سبب سے اس کے درخت کم زور اور زرد رنگت کے بھی ہو جاتے ہیں۔ اگر گیہوں کے کھیت میں پانی کھڑا ہو گیا ہے۔ تو وہ پانی نکال دیا جائے۔ اور ضرورت کے وقت اس کے کھیت میں اندازے کا پانی دیا جائے۔ تو مناسب ہے؛ اس کی فصل کو جب پکنے کے قریب ہوتی ہے۔ مخالف ہوا کی جھونکوں کا زیادہ خوف ہے۔ خصوصًا اُن زمینوں کی فصل جو زیادہ نرم اور پولی ہوں یا زیادہ وہ زمین جو دریا کے اچھال سے جدید پیدا ہوتی ہو یا جس میں ریت ملی ہوتی ہو۔ ایسی زمین میں درختوں کی جڑیں مضبوطی سے قایم نہیں رہ سکتی ہیں۔ اور جب تند ہوا چلنے لگتی ہے۔ تو ایسی زمین میں ان درختوں کی جڑیں ہل جاتی ہیں۔ اس لئے درخت پوری پرورش نہیں پاتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جڑوں کے سوت ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور دانے مرجھا کر خشک ہو جاتے ہیں۔ اور اچھی طرح نہیں پکتے۔ درخت بھی تھوڑے سے دن میں ہی سوکھ جاتے ہیں۔ اس باد مخالف کی تاثیر چند روز بعد کھیت میں اس طرح سے معلوم ہوتی ہے۔ کہ جو خوشے مرجاتے ہیں۔ وہ خشک ہو کر سفید رنگت کے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس ہوا کی بعد اچھی بارش ہو جائے۔ تو یہ نقص پیدا نہیں ہوتا۔ یہ حالت اس جنس کے اون کھیتوں کی ہے۔ جو ایسے رُخ میں قطاریں اور کونڈیں ڈال کر بوتے ہیں۔ جس طرف سے کہ مخالف ہوا آتی ہو۔ خلاف

ہوا سے کھیت کو بچانے کی ترکیب یہ ہے۔ کہ جس طرف سے ہوا مخالف چلے اُس سے دوسرے رُخ کی قطاروں میں بوئیں تاکہ ہوا کو جگہ گزر جانے کو نہ ملے۔ اس تدبیر سے کھیت کے منہ کی قطاروں کو صرف نقصان پہنچیگا۔ باقی سارا کھیت محفوظ رہیگا مثلاً اگر مخالف ہوا اُتر دکن کی چلتی ہو۔ تو کھیتوں کو پورب اور پچھم کی قطاروں میں بونا چاہیئے۔ اگر پورب پچھم کی ہو۔ تو اُتر دکن کے رُخ اس ڈھنگ کے بونے میں کچھ محنت زیادہ نہیں۔ صرف ایک دفعہ زیادہ یا ایک دفعہ کم ہل چلانا پڑتا ہے۔ بلکہ فصل کے محفوظ رکھنے کا یہ عمدہ طریق ہے ۞ اس جنس کی فصل کو ابتداء بیساکھ میں کاٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس قدر اس فصل کے کاٹنے میں جلدی ہو۔ بہتر ہے ۞ کھیت کے پختہ ہو جانے کی پہچان یہ ہے۔ کہ بالوں کے نیچے کا بھوسہ بالکل زرد ہو جاتا ہے۔ اُس وقت فصل پک جاتی ہے۔ مگر جو جنس گیہوں کی دقسم کنکو سفید ہے) وہ چند روز پہلے کاٹا جاتا ہے۔ اگر اس کے درخت پک جانے کا انتظار کیا جائے۔ تو غلّے کے اوپر کا چھلکا پھٹ جاتا ہے۔ اور کاٹنے کے وقت بہت سے دانے گر جاتے ہیں ۞

فصل کاٹنے کے بعد دو طرح پر رکھی جاتی ہے۔ ایک تو گھٹے باندھ کر ایسا چُن دیتے ہیں۔ کہ اگر بارش ہو جائے۔ تو بھیگنے سے بچی رہے۔ دوسرے اس کٹی ہوئی فصل کے گٹھے نہیں باندھتے۔

اوس کا ڈھالو دار ڈھیر مربع یا مستطیل شکل کا بنا دیتے ہیں۔ اِس میں بھی
بارش کم اثر کرتی ہے ؀ اِس کاٹی ہوئی فصل کو بارش سے بچایا جائے
اگر وہ مینہ سے بھیگ جائیگی۔ تو اس کو پھپھوندی بھی لگ جائے گی۔
اور غلّے کی قوت کم ہوکر آٹے میں ست باقی نہیں رہتا ؀
جب فصل کے کاٹنے سے فراغت ہو جائے۔ تو کٹی ہوئی فصل کے
کھیتوں کو خشک ہو جانے کے بعد پھیلا کر مویشیوں کو جوڑ کر اُس پر دائیں
پھیرتے ہیں۔ جب تک اُس کی نلیاں اور خوشے باریک بھوسے کیصورت
نہ بن جائیں اور غلہ علیحدہ نہ ہو جائے اُس کے باریک کرنے کے واسطے
پتلی لکڑیوں کا پلہ بنا کر مویشیوں کے پیچھے باندھتے ہیں۔ اور گیہوں کے
اوپر پھیرتے ہیں۔ اس سے غلّہ جلد نکل آتا ہے۔ اور اگر فصل زیادہ
خشک ہو۔ تو بھوسہ بھی باریک ہو گا ؀ جب بھوسہ اوڑا کر غلّہ
صاف کیا گیا۔ تو وہ غلّہ دہوپ کے سبب گرم ہو گا۔ اُس گرم گرم غلّے کو
ڈھیر لگا کر جمع نہ کیا جائے۔ اگر گرم گرم غلّہ جمع کیا گیا ہے۔ تو بھی اس
قسم کے کیڑے لگ جاتے ہیں ؀ مناسب ہے کہ جب غلّہ
نکل آئے۔ تو پہلے باہر ہی سرد کر لیا جائے۔ جب سرد ہو جائے۔
تو اُس کو کوٹھوں یا کھتیوں میں ڈال کر رکھنا چاہیئے۔ پھر جب برسات کا
موسم آئے۔ تو ایک دفعہ اس کو پھر نکال کر ہوا اور دھوپ دے کر
پھر ذخیرے میں رکھ لینا مناسب ہے ؀ اِس مُلک کے لوگ
گیہوں کو مٹّی اور گرد سے صاف نہیں کرتے اور خرمن گاہ بھی

صاف نہیں بناتے۔ جب چھوٹے چھوٹے ساہوکار اپنے اپنے قرضے میں غلہ لے لیتے ہیں۔ وہ بھی اِس کے صفا کرانے کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ صرف تین چار سیر فی من مٹی کے بدلے مجرائی لے لیتے ہیں اور خریدار اپنے ہاتھوں سے رول کرلے جاتے ہیں۔ اور اِسی خراب حالت میں وہ غلہ دوسری ولایتوں کو چلا جاتا ہے۔ نتیجہ اس کا آخرکار یہ ہوتا ہے۔ کہ اصلی قیمت سے بہت ہی کم قیمت ملتی ہے۔ اگر اس کو پہلے صاف کرلیا جائے۔ اور پھر دوسری جگہ فروخت کریں۔ تو بہت فائدہ ہو ؛

دربیان درخت جو

سنسکرت کی پُرانی پُرانی کتابوں میں اِس کا ذکر پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنس اِس مُلک کی پیداوار سے ہے۔ اور مدّت سے اس ملک کے لوگ اسے جانتے ہیں۔ اس کی تجارت عموماً دوسرے ملکوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ کیونکہ ملک کی پیداوار ملک میں ہی خرچ ہو جاتی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ اچھی قسم کی جنس اِس مُلک میں نہیں بوئی جاتی۔ جو زیادہ تر زمینداروں کی خوراک میں کام آتے ہیں۔ جو چنے ملا کر بھی کھاتے ہیں ؛

کئی جگہ پہاڑی علاقوں میں اِس کی بیر شراب بنا لیتے ہیں۔

اور پہاڑی لوگ اِس کی دیسی شراب بھی طیار کر لیتے ہیں۔ مگر اسکام میں یہ جنس کثرت کے ساتھ خرچ نہیں ہوتی۔ اکثر کھانے کے کام میں زیادہ آتی ہے ؛ اگر اچھی قسم کے جو جن کا ذکر آگے آئے گا۔ بوئے جائیں۔ تو تجارت بھی بڑھ سکتی ہے ؛ پورب کے ملکو نمیں جَو کی ضرورت ہے۔ اچھی قسم کی جنس بارانی زمینوں میں کم بوئی جاتی ہے۔ ابھی تک اِس کی کاشت کا رواج نہیں ہوا ہے۔ جَو کی چودہ قسمیں ہیں۔ کوئی چین کا۔ کوئی انگلستان کا۔ کوئی روم کا وغیرہ وغیرہ ؛ مگر اس ملک میں صرف دو قسم کے جو ہیں۔ ایک تو رواے۔ دوسرے نلا تور کے جو کابلی جو کے نام سے مشہور ہیں۔ اِس قسم کے جو اگرچہ گراں بکتے ہیں۔ مگر خاص خاص قسم کی زمینو نمیں بھی اس کی پیداوار کم ہوتی ہے۔ اِس واسطے زمیندار کم بوتے ہیں۔ زمیندار یہ نہیں جانتے۔ کہ دیسی جو میں چوتھا حصہ بھوسی ہوتی ہے۔ اور دوسری قسم کے جو میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اگر چوتھا حصہ پیداوار کا کم بھی ہو۔ تو بھی دوسری کے برابر ہو جائیگا۔ اور نرخ کی گرانی علیحدہ رہی ؛ اس کی کاشت کے واسطے اچھی اور پولی زمین کی ضرورت ہے۔ ناقص زمین میں اس کی پیداوار اچھی نہیں ہوتی۔ جو زمین گاؤں کے گرداگرد ہو۔ اور اُس میں کھاد پڑی ہو اور طاقت بھی ہو۔ اُس میں اگر یہ جنس بوئی جائے۔ تو اچھی جڑ پکڑیگی۔ اور پیداوار عمدہ ہو گی ؛ پہاڑی علاقوں میں جو عمدہ زمین

ربیع کے بونے کے واسطے رکھتے ہیں۔ اُس میں جو بوئے جاتے ہیں ؀
یہ جنس بارانی و چاہی دونو قسم کی زمین میں بوئی جاتی ہے ؀
جو بونے کے لئے پانچ چھ دفعہ ہل جوتے جائیں۔ اگر زمین
سخت ہو۔ تو اُس سے بھی زیادہ ہل چلائے جائیں۔ اگر ریت والی
زمین ہو۔ تو دو تین دفعہ ہی ہل جوتنے کافی ہیں ؀ جاڑے کے
دنوں میں اس جنس کے بونے کے لئے ہل چلانے شروع کئے جائیں۔
پھر اساڑھ کے مہینے میں۔ پھر برسات میں زمین جوتی جائے ؀
یہ جنس گیہوں کی طرح بوئی جاتی ہے۔ دوبارہ اُس کا بیان
میں مفصل تحریر کر چکے ہیں ؀ اِس جنس کا بیج ایک کنال میں دو سیر پختہ
ڈالا جاتا ہے۔ اس حساب سے ایک ایکڑ میں بیس سیر ہوُا ؀
بعضے زراعت والے اچھی قسم کی زمین میں اس سے بھی زیادہ
بیج ڈالتے ہیں ؀ پندرھوین کنوار سے آخر کنوار تک یا پندرھوین
کاتک کے مہینے تک اس کو بوتے رہتے ہیں۔ جہاں آبپاشی زمین ہو
وہاں اگھن کے مہینے تک بوتے رہتے ہیں۔ جہاں خوید کی ضرورت ہو
وہاں یہ جنس شروع کنوار میں بوئی جائے ؀ شروع کنوار کے
مہینے میں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ اس واسطے بارانی زمینوں میں
اس وقت اس کے درخت زمین سے نکل آتے ہیں ؀
اس کے بونے کے وقت اگر زمین میں آل نہ ہو۔ یا خشک سالی ہو۔
تو اگھن کے مہینے میں اگر بارش ہو جائے اور خالی زمین میں طراوت

اور آل پیدا ہو جائے۔ تو بو دیتے ہیں۔ اور یہ عمل پوس کے مہینے کے
شروع تک کیا جاتا ہے۔ اُس وقت چونکہ سردی زیادہ ہوتی ہے۔
بارہ تیرہ دن میں زمین سے اِس کے درخت پھوٹ آتے ہیں۔
چنے کے ساتھ بھی کبھی گیہوں اور چنے بھی ملاکر بوئے جاتے ہیں۔ اِس
ملاوٹ کے بونے میں فائدہ یہ ہے کہ نیچے چنے اور اوپر یہ جنس پیدا
ہو جائیگی۔ ایک دوسرے کی جڑیں ایک دوسرے کو کھاد کی طرح
مدد پہنچائینگی۔ جو زراعت والے محنتی ہیں۔ وہ اس کی نلائی بھی
کرتے ہیں۔ عام طور پر نلائی نہیں کی جاتی ہے ؎ کثرت یا امساک
بارش کی نرمی و سختی گیہوں سے یہ جنس زیادہ اُٹھا سکتی ہے۔ اِس لئے
کہ اس کی نلی موٹی ہوتی ہے ؎ جو جانور یا بیماریاں گیہوں کو ہو
جاتی ہیں۔ اُن سے اس کو بھی نقصان پہنچتا ہے ؎ اخیر موسم کی
سردی اور مخالف ہوا کے جھونکے اس کی فصل کو زیادہ نقصان نہیں
کرتے ؎ بارش ہو جانے کے بعد اگر بادل آسمان پر چھا جائے۔
تو اس کے درختوں میں سیاہ رنگت کے چھوٹے چھوٹے کیڑے
لگ جاتے ہیں۔ اور پتوں پر چکنائی کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ جب زیادہ
خشک سالی ہو۔ تو بھی یہ کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں ؎ اگر ہوا
زور زور سے چلے۔ تو جن درختوں میں خوشے نکل کر ابھی پکے نہیں
اُن کو نقصان ہو جاتا ہے ؎ خشک سالی میں اس کے خوشوں میں
کنڈوا پڑ جاتا ہے ؎ اگر یہ جنس شروع میں ہی بوئی جائے۔

تو اُس میں کنڈوا کم پڑتا ہے۔ اور جو پیچھے سے بوئی جائے۔ اُس میں کنڈوا زیادہ پڑیگا ؁ جو چیت کے مہینے کے اخیر پک کر کاٹنے کے لایق ہو جاتے ہیں۔ بیساکھ کے شروع میں کل کاٹ لیتے ہیں۔ اس وقت تک اس کو باقی نہیں چھوڑتے۔ خرمن گاہ میں رکھ کر دائیں پھیرتے ہیں غلہ اور بھوسہ جُدا جُدا کر لیتے ہیں۔ اس کا بھوسہ مویشیوں کے لئے طاقتور اور عمدہ غذا سمجھی جاتی ہے۔ گیہوں کے بھوسے سے اسمیں زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ مویشی خوشی سے کھاتے ہیں۔ اِس کے آٹے کی روٹیاں اچھی ہوتی ہیں۔ اگر گھاٹ نکال کر پکائی جائیں۔ تو عمدہ نفیس روٹیاں ہوتی ہیں۔ اِس کا دانہ بھی مویشیوں کو کھلایا جاتا ہے۔ مریض کو اگر آش جو[1] پلایا جائے تو طاقت دیتا ہے۔ اسکا جبینا[2] بھی بہت پکتا ہے۔ غرض کہ کھانے کے واسطے عمدہ جنس ہے۔ پہاڑی علاقوں اور پورب کے دیس میں اس کے ستو بھی بنا کر کھاتے ہیں ؁

دربیان درخت چنا

یہ جنس ساری جنسوں سے طاقتور ہے۔ اگر یہ تھوڑسی بھی

---

[1] پنجاب میں اِس کو دھاناں کہتے ہیں ؁

[2] چبینا اس کا بھونے کے نام سے مشہور ہے ؁

کھائی جائے۔ تو بھوکھ رفع ہو جاتی ہے۔ زمیندار اُس کے کھانے کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اِس کی یہ بڑی تعریف ہے۔ کہ دیر میں ہضم ہوتی ہے۔ اور جلدی سے ہضم بھی ہو جاتی ہے۔ اِس واسطے محنت کرنے والے کو بھی اس کی روٹی کھاکر جلدی بھوکھ نہیں لگتی۔ زمیندار اس کو (نراناج کہتے ہیں) ٭ یہ جنس بھی اس ملک کی پُرانی جنسوں میں سے ہے۔ اِس مُلک میں اِس کا زیادہ خرچ ہے۔ اسکی پیداوار تھوڑی سی محنت سے ہو جاتی ہے۔ سوائے سرد جگھ کے اِس مُلک میں سب جگھ بوئی جاتی ہے ٭ اِس جنس کے واسطے سخت اراضی کی نہایت ضرورت ہے۔ یا ایسی زمین ہو جس کے اوپر کچھ ریت ہو۔ اور ریت کے تلے سیاہ یا سرخ رنگت کی سخت مٹّی ہو۔ اور اُس مٹّی میں کچھ چونا بھی ملا ہو تو اچھا ہے۔ جڑیں اس کی بہ نسبت دوسری جنسوں کے زیادہ گہری جاتی ہیں۔ وہ زمین جس کے نیچے کی تہ کی زمین ذ اقتور ہو۔ اس کے بونے کو اچھی ہے ٭

اگر خالص جگھ بونے کے لایق نہ ہو۔ تو دوسری جنسیں گیہوں یا جو اِس کے ساتھ ملاکر بونے سے فائدہ ہوتا ہے ٭

ہر قسم کی زمین میں اس جنس کی تھوڑی بہت پیداوار ہو جاتی ہے۔ اس جنس کی دو قسمیں ہیں۔ کابلی۔ دیسی۔ دیسی جنس کے دانے سُرخ رنگت کے سیاہی مائل۔ کابلی سُرخ رنگت زردی مائل۔ دانا چھوٹا ٭ کابلی قسم کی جنس زیادہ نہیں بوئی جاتی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ قسم نازک ہے۔

موسم سختی نہیں اُٹھا سکتی۔ کھاتے ہیں۔ بہ نسبت دیسی کے لذیذ ہوتی ہے
مگر پیدا وار اس کی کم ہے۔ اس جنس کے بونے کو زیادہ ہل
جوتنے کی ضرورت نقصان پہنچنے کا خوف ہوتا ہے۔ نلائی کی ضرورت
بالکل نہیں ہوتی ہے۔ البتہ اگر دوسری کسی جنس کے ساتھ اس
جنس کی بھی ہو جاتی ہے۔ جہاں نہروں سے آبپاسی کرتے ہیں۔
وہاں اگر موسم خشک ہو۔ تو بیج بونے سے پہلے پانی دیتے ہیں۔ پھر جب
آل جائے۔ تو چنے بو دیتے ہیں۔ اس کے بعد پانی کی شاذ و نادر
ضرورت پڑتی ہے۔ ایسے موقعوں پر جہاں خریف کی فصل پہلے موجود
تھی۔ وہاں بھی اچھی پیداوار ہو جاتی ہے۔ اور زمین کی طاقت بھی
آئندہ فصل کے لئے بنی رہتی ہے۔ زیادہ سردی اور پانی کی
کثرت اس فصل کو مضر ہے۔ کورا یعنی لگر پڑنے سے فصل پژمردہ
ہو جاتی ہے اور نشو نما نہیں پاتی۔ زیادہ پانی سے درخت کی ڈنڈی
اور شاخوں اور جڑوں میں گرہیں جیسی پڑ جاتی ہیں۔ جس کو عام لوگ
چیچک کی بیماری بیان کرتے ہیں۔ مگر اصلی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ بہت
سے پانی سے اس کی جڑیں زیادہ رس چوس جاتی ہیں۔ جو اس کی
کونپل تک ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسی واسطے کسی کسی
جگہ جمع ہو جاتا ہے۔ اور گرہ سی بنا دیتا ہے۔ زیادہ پانی سے
اُس کی جڑوں کے منہ کشادہ ہو جاتے ہیں۔ پھر زیادہ رس
کونپل تک نہیں پہنچتا۔ اور درکم زور ہو کر زرد ہو جاتے ہیں۔

علاج اس کا صرف یہی ہے۔ کہ کھیت میں زیادہ پانی نہ رہے۔ اگر کسی باعث سے زیادہ پانی آجائے۔ تو نکال دینا چاہئے درخت میں پھول آئے ہوئے اگر بارش ہو جائے یا کورا پڑے۔ یا بادل گرجے یا بجلی چمکے تو پھول مارا جاتا ہے۔ جب دانے پڑ جائیں۔ اور پکنے سے پہلے تھوڑی یا بہت بارش ہو جائے۔ اور پھر بادل آسمان میں چھا جائے۔ تو اُس کے بونٹوں میں ایک سبز گنڈار (جس کو پنجاب میں سنڈھی کہتے ہیں) پڑ جاتی ہے جو اُس کی پیداوار کو نقصان پہنچاتی ہے؀ خصوصاً جو زمین کم زور اور سُرخ مٹّی والی ہے۔ اُس میں جو درخت ہوں۔ اُن میں یہ سبز گنڈار زیادہ پڑ جاتی ہے؀

یہ جنس چیت کے مہینے میں زیادہ پھولتی پھلتی ہے۔ اخیر چیت میں چنے کاٹنے کے لائق ہو جاتے ہیں۔ جب کاٹ کر بونٹ خشک کر لیں۔ تو دائیں چلا کر غلّے اور بھوسے کو الگ کر لیتے ہیں۔ چنے گیہوں کی طرح پائدار نہیں ہیں۔ تھوڑی مدّت میں خراب ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے جب اِس کی پیداوار ملک میں زیادہ ہو۔ تو نرخ ارزاں ہو جاتا ہے۔ ارزانی نرخ کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ اُس کی تجارت دوسری ولایتوں سے نہیں ہے۔ مختلف قسموں کی مٹھائیاں اور نمکین پکوان اس کی دال سے بنائے جاتے ہیں۔ جن کا تیوہاروں اور شادیوں میں برتاؤ ہوتا ہے۔ اس کے دانے بھی بھنا کر کھاتے ہیں۔ اُبال کر

گھنگھنیاں بنتی ہیں۔ اس کی روٹی نہایت لذیذ اور خوبصورت زردی نما ہوتی ہے۔ جس کو بیسنی روٹی کہتے ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نکلتے پر نہ کبھی باغ خلد سے آدم ؟ جو کھاتے شوق سے اپنی بیسنی روٹی

بھوسہ مویشی کے کام کا ہے۔ چونکہ سلونا ہوتا ہے۔ وہ بہت غرے سے کھاتی ہے۔ اونٹوں کے واسطے تو بہت عمدہ چارہ سمجھا جاتا ہے۔ اُن کو دانے کی بجائے دیتے ہیں ؏

دربیان درخت ہلدی

اصل حال معلوم نہیں ہے۔ کہ یہ جنس کہیں سے آئی۔ یا اسی ملک کی ہی اصل ہیں یہ ایک قسم کا رنگ ہے۔ جو کھانے کے کام آجاتا ہے۔ اسی لئے ہلدی کا خرچ زیادہ ہے۔ اس کی کاشت کی آمدنی کا عمدہ ذریعہ ہے ؏

اِس کے واسطے ایسی طاقتور زمین چاہئے۔ جو باغیچے کے لایق ہو۔ یا وہ زمین جو گاؤں کے گرداگرد جس میں دریا کے اچھال سے مٹی پڑ گئی ہو یا نئی نکل آئی ہو۔ بہت اچھی ہوتی ہے۔ غرضکہ جس قدر پولی اراضی ہو۔ اُسی قدر اچھی ہوتی ہے ؏ اِسی جنس میں سے ایک قسم کی زہردار زرد گانٹھ سی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو کچوریا ز کچور کہتے ہیں۔ (کبھی ایک اور زہردار گانٹھ بھی نکلتی ہے۔ جس کو ہلدیہ موہرہ کہتے ہیں۔ مگر وہ سادہ ہوتا ہے۔) اِس کی پہچان یہ ہے

کہ وہ زیادہ زرد رنگت کا نہیں ہوتا۔ بلکہ سفیدی نما ہوتا ہے۔ اور ہلدی سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ ٹوٹتا ہے۔ تو ٹکڑے زیادہ ہوجاتے ہیں۔ مگر باریک نہیں پستا۔ اس سے خوشبو بھی آتی ہے۔ جس زمین میں ہلدی بونے کا ارادہ ہو۔ اوّل اُس زمین کو بیلچے سے ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ گہرا کھودنا چاہئیے۔ مٹّی بھی باریک کرلینی چاہئیے۔ زمین جتنی نرم اور پولی ہوگی۔ اُتنی ہی پیداوار زیادہ دیگی۔ اگر اس کھیت میں چوہے اپنا گھر بنا کر زمین پولی کردیں۔ تو بھی اس کی پیداوار میں فائدہ ہوگا ۔ اگر کدال یا بیلچے یعنی پھاوڑی سے زمین نہ کھُد سکے تو ہل خوب گہرے جوتے جائیں۔ اور ماگھ یا پھاگن کے مہینے کرساہ کے موسم میں پہلے تین چار بار خشک زمین میں ہل چلائی جائیں ۔ کھاد جس قدر مل سکے۔ کھیت میں ڈالی جائے۔ کیونکہ اس میں کھاد کی نہایت ضرورت ہے۔ گلے ہوئے یا چلائے ہوئے سرکنڈے کی کھاد اس جنس کو فائدہ مند ہے۔ اگر یہ کھاد کسی دوسری کھاد کے ساتھ ملا کر ڈالی جائے۔ تو زیادہ فائدہ دیگی ۔ جب کھاد کے ڈالنے سے فراغت ہو۔ تو پھر اس میں پانی دیا جائے۔ جب آل آجائے۔ تو دو دفعہ اور ہل چلائیں۔ جائیں۔ اس عمل سے زمین ہلدی کے بونے کے لایق ہوگی ۔ پانی کے دینے سے یہ بھی فائدہ ہوگا۔ کہ جو گھاس وغیرہ اُس کھیت میں پیدا ہونے والی ہے۔ وہ اس جنس کے بونے سے پہلے ہی پیدا ہو جائیگی۔ اور ہل جو اُس کے پیچھے چلائے جائینگے۔ اُس سے وہ گھاس اُکھر جائیگی۔ اور مٹی میں مل کر اور گل کر کھاد کا کام دیگی۔

پھر زیادہ گھاس پیدا نہیں ہو گی۔ اور نلائی کرنے میں آسانی ہو گی ﴿
ہلدی دوسری جنسوں کے ساتھ بھی بوئی جاتی ہے۔ اور درختوں کے سائے تلے بھی پیدا ہو جاتی ہے ﴿ باغوں میں بڑے بڑے درختوں آم وغیرہ کے نیچے کی اراضی میں کچھ پیدا نہیں ہوتا وہ زمین خالی پڑی رہتی ہے۔ ایسی خالی زمین ہلدی کے کار آمد ہو سکتی ہے۔ اگر ہلدی وہاں بوئی جائے۔ تو پیدا ہو جائیگی ﴿ کبھی کبھی اس کے کاشت میں یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ جوی و سنجی مویشیوں کے چارے کے لئے ہل چلانے کے بغیر گیلی زمین میں مٹھی بھر کر بکھیر دیتے ہیں۔ یہ جنسیں اُس پر جم جاتی ہیں۔ اور ہلدی کے اُکھاڑنے سے پہلے اُن جنسوں کو کاٹ لیتے ہیں۔ اس عمل سے ہلدی کی پیداوار میں کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے۔ اور کسی وقت ہلدی کے ساتھ تمباکو و کچالو بھی بوئے جاتے ہیں۔ اُن کو بھی ہلدی سے پہلے کاٹ لیتے ہیں ﴿

اِس کا تخم نہیں ہوتا۔ کچالو یا ادرک کی طرح چھوٹی چھوٹی گانٹھیں بوئی جاتی ہیں۔ اُبالنے سے پہلے ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی گانٹھیں بونے کے واسطے علیحدہ رکھ لیتے ہیں۔ باقی اُکھاڑ کر اُبال لیجاتی ہیں اس کا بیج ایک کنال اراضی میں ڈیڑھ من سے لے کر دو من تک ڈالا جاتا ہے۔ اور بونے کا یہ طریق ہے۔ کہ ایک ایک گانٹھ ایکھ کی طرح ہل کے پیچھے پیچھے ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ درمیانی فاصلہ ایک ایک بالشت کا رکھ کر اوپر سے سہاگہ پھیر دیتے ہیں چیت کے مہینے میں

ہی اس کا بونا شروع کر دیتے ہیں۔ اور بیساکھ اور جیٹھ میں بھی بوتے ہیں
اساڑھ کے مہینے کے شروع سے بیسویں تاریخ تک اُس کی گانٹھیں
بوئی جاتی ہیں۔ جو نو دس روز میں پھوٹ کر نکل آتی ہیں۔ کیونکہ اسمیں
بھی نیشکر کی طرح آنکھیں پہلے سے موجود ہوتی ہیں ؀ اس بات کا
پہلے سے لحاظ رکھنا چاہیئے۔ کہ جو گانٹھیں بیج کے واسطے رکھی جائیں۔
اُن کو سرد جگہ یا گیلی ریت میں رکھیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ آنکھیں خشک ہو کر
نکمی ہو جائیں ؀ جب درخت پیدا ہو جائیں۔ تو اُن میں سے
گھاس نکالی جائے۔ اور نلائی دی جائے۔ اسی طرح بھادوں کے مہینے
تک تین چار دفعہ نلائی کرنی چاہیئے۔ اور پھر کنوار کے مہینے میں بھی
ایک دفعہ نلائی کی جائے ؀ اس کھیت میں پانی دینے کی بہت
ضرورت ہے۔ جب تک برسات شروع نہ ہو۔ تیسرے چوتھے دن
پانی دیا جائے۔ برسات کے دنوں میں تھوڑا تھوڑا۔ پھر بھادوں
کے مہینے کے بعد تین بار پانی دیا جائے۔ غرض کہ اس کے کھیت میں
اوپر کی زمین گیلی رہے ؀ اس میں کھاد دو دفعہ ڈالی جاتی ہے۔
ایک دفعہ بونے سے پہلے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ دوسری دفعہ
بھادوں کے مہینے میں جب نلائی کر چکیں تو کھاد مٹھیوں سے اس کے
کھیت میں بکھیریں۔ یہ کھاد بہت باریک اور گلی عمدہ ہونی چاہیئے۔
جب کھاد اس طرح پر ڈال دی جائے۔ تو پھر پانی دیا جائے ؀
برسات کے موسم میں اگر بارش زیادہ ہو جائے۔ تو اس کا

نقصان ہو جاتا ہے۔ اگر سیلاب کا پانی آجائیگا۔ تو بھی اس کا نقصان
ہو جائیگا۔ اس کی حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے ٭ ہلدی کے
درخت کو ایک قسم کی بیماری بھی ہو جاتی ہے۔ درخت کے کونپل
خشک ہو جاتے ہیں۔ اور درخت مارے جاتے ہیں۔ یہ بیماری
خشکی سے اِس میں پھیلتی ہے۔ اگر جب ضرورت پانی دیا جائے۔
تو یہ بیماری نہیں ہو گی ٭ اس کی فصل کو کسی اور طرح کی حفاظت
کی ضرورت نہیں ہے۔ مویشی اس کے پتّے نہیں کھاتے۔ البتہ
سؤر جڑوں سے اُکھاڑ کر نقصان کر دیتے ہیں ٭ ہلدی پندرھویں
پھاگن تک پک جاتی ہے۔ جاڑے کے موسم میں پتّے خشک ہو
جانے شروع ہو جاتے ہیں۔ چیت کے مہینے میں ہلدی کی کھدائی
شروع ہو جاتی ہے۔ جیسے آلو۔ کچالو۔ وغیرہ نکالے جاتے ہیں۔
اسی طرح پر اِس کی گانٹھیں بھی نکال لیتے ہیں۔ پھر زمین سے اس کی
گانٹھیں نکال کر اور ہاتھوں سے مٹّی جھاڑ کر صفا کر لیتے ہیں۔ اور
جو جڑیں یا مٹّی گانٹھ کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اُس کی جڑوں کو
توڑ کر پونچھ دیتے ہیں ٭ اگر ہلدی زیادہ ہو۔ تو کڑھائیں ڈال کر
اُبال لیتے ہیں۔ ورنہ کسی اور برتن میں ڈال کر اور آگ پر رکھ کر
جوش دیتے ہیں۔ صرف دو دفعہ کا اُبال اس جنس کو کافی ہوتا ہے۔
پھر اُتار کر خشک کر لیتے ہیں۔ مگر خشک کرنے کے وقت اُس کو چٹائیوں
یا چارپائیوں پر ڈال کر ہاتھوں یا پاؤں سے خوب ملتے رہتے ہیں۔

اگر یہ عمل نہ کیا جائے۔ تو خشک ہلدی وزن میں بہت کم ہو جاتی ہے ؎ بڑی بڑی گانٹھوں کو کاٹ کر دو دو تین تین ٹکڑے بنا لیتے ہیں ؎ ہلدی جب خشک ہو جاتی ہے تو اصلی تعداد سے چوتھائی وزن میں رہ جاتی ہے۔ تین حصے خشک ہو جاتے ہیں۔ جب خوب خشک ہو جائے۔ تو بیچ ڈالنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اس کی گانٹھیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک تو پہلی گانٹھ جو بوئی گئی تھی۔ دوسری اس پہلی گانٹھ سے جو اور گانٹھیں پیدا ہو جائیں۔ جو پہلی گانٹھ ہوگی۔ وہ زیادہ گہرے رنگ کی سرخی مائل زرد توڑنے سے نکلتی ہے۔ دوسری ایسے گہرے رنگ کی نہیں ہوتیں۔ اور پہلی گانٹھوں کی زیادہ جڑیں ہوتی ہیں۔ اور دوسری گانٹھوں کی نسبت کسی قدر وزن میں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ ایسی گانٹھوں کو علیحدہ رکھنا چاہئے۔ یا جب ضرورت ہو۔ تو ایسی گانٹھیں علیحدہ کرنی چاہئیں۔ اس قسم کی ہلدی رنگریزوں کے زیادہ کام آتی ہے۔ اور دوسری سے اس کو زیادہ پسند کرتے ہیں ؎ دوسری قسم کی گانٹھیں کھانوں کے زرد رنگ کرنے کے واسطے پیس کر ڈالی جاتی ہیں۔ ایسی گانٹھیں عام استعمال میں آتی ہیں ؎ کچی ہلدی جب تک جوش نہ دی جائے۔ مصالحے میں ڈال کر گھوڑوں کو کھلاتے ہیں۔ اس سے گھوڑے بہت جلد موٹے تازے ہو جاتے ہیں۔ آدمیوں کی دوائی کے کام میں آتی ہے۔ خون کو صفا کرتی ہے۔ اور مقوی بھی ہے ؎ ہلدی کے

پتّے بسترے کی جگہ نیچے بچھا لیتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں ہلدی کے پتّوں کی رسّی بٹ کر چٹائی بنا لیتے ہیں۔ جو اچھّی نرم ہوتی ہے۔

نوٹ۔ ہلدی اور ادرک کے بونے کی ایک طریقہ ہے اور زمین کی تیّاری وغیرہ بھی ایک ہی طور پر ہے۔

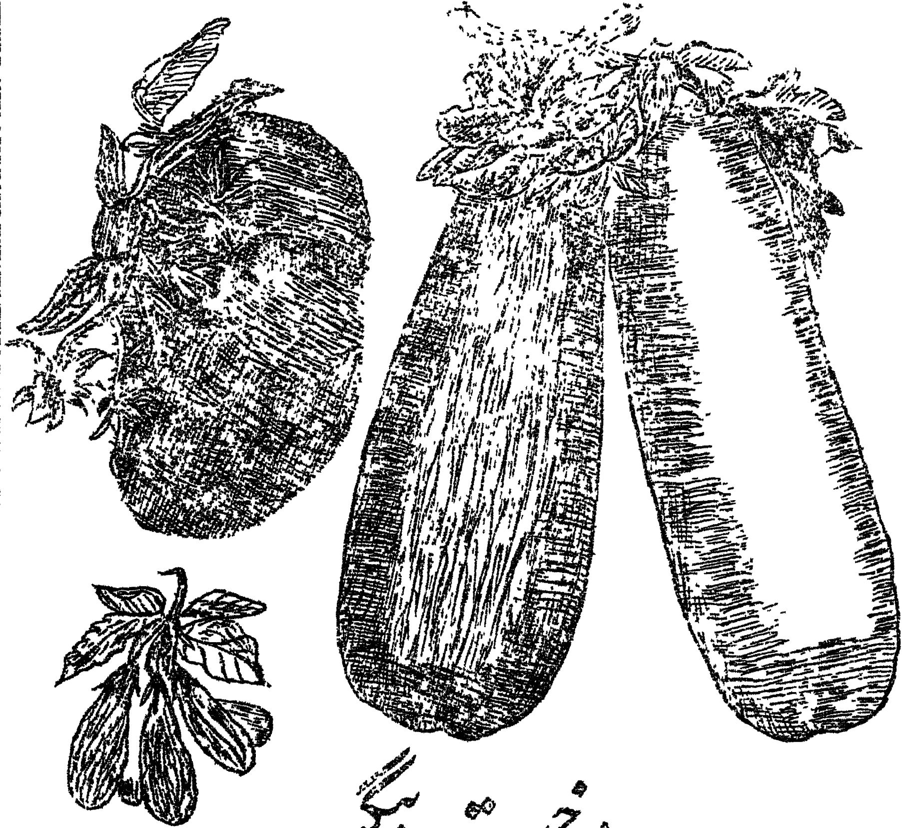
در بیان ترکاری یاں وغیرہ ہمہ قسم

معہ درخت ادرک

واضح ہو کہ ادرک کے لئے جو زمین کہ پانچوں کے مادے میں تحریر ہے پرورش اچھی ہوتی ہے۔ اگر ادرک کے لئے کچھ زمین میں بالو ملی ہو تو کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ اگر کھاد گوبر کی دیجائے تو بہتر ہے۔ بعد تیّاری زمین کے ادرک بوئے جاوے تو بہتر ہے۔ اور ہر چار طرف سے مٹّی اون درختوں کی جڑوں میں دیجائے یہاں تک کہ ادرک کی زمین میں آل بندی ہو جائے تو بہت عمدہ طریقہ ہے۔ اگر آپ ادرک کے واسطے مربّے کے تیّار کرنا چاہتے ہو تو زمین سے ادرک کو اوکھاڑ لو اگر آپ ادرک کو دوسرے مصرف میں لانا چاہتے ہو تو ادرک کو زمین میں ویسا ہی رکھو جب درخت سے کچھ سوکھنے لگے تو

اس وقت زمین سے اکھاڑ لو اور اپنے کام میں لاؤ ٭

دیہاتی زراعت ترکاریاں



درخت بیگن

واضح ہو کہ اول زمین کو تیار کرکے کھاد وغیرہ دیں اور پانی حسب ضرورت دیکر دو یوم چھوڑ دے اور تخم بیگن زمین میں بحساب کیاری بندی کرکے نلائی کریں اور پھر ضرورت کے موافق

پانی دیا کریں لیکن بیگن ہمہ قسم کے ہوا کرتے ہیں یعنے گول اور لانبے۔ اودے۔ سرخ وسفید۔ وچینائی وغیرہ ہوتے ہیں۔ لیکن زمین باغ کی ہو تو زراعت ہو گی جوں جوں زمین سے درخت نکلتا جائے گا ویسا ویسا درخت مضبوط ہو گا جب بیگن تیار ہو فورًا اُتار لیں ؎



درخت اروی

واضح ہو کہ پتے اروی کے بہت چوڑے اور پھول زرد ہوتے ہیں اوس کے گڈے لعابدار اور طول میں ایک ایک گز کے مطابق ہوتے ہیں اور اوس کے گڈے آلو کے گڈے مشابہ ہوتے ہیں لاکن آلو کے گڈے گول گول اور چکنے ہوتے ہیں۔ اروی کسی قدر لمبے اور کھڑے ہوتے ہیں۔

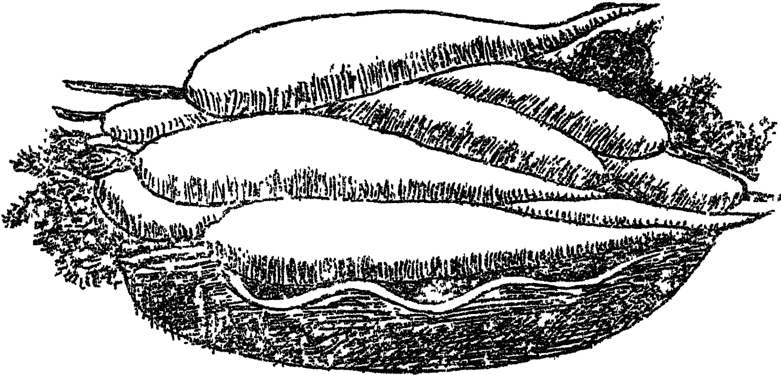
نوٹ اردو ہی عربی میں قلقاس اور ہندی میں گھیال کہتے ہیں۔ ناگھ پھاگن میں زراعت کے لئے زمین صاف کر کے کھاد وغیرہ دیکر بوتے ہیں۔ اور پانی زیادہ دینا اور کھیت میں پانی وکیچڑ نہ رہے ایک بیگہ میں پختہ دومن دس سیر تخم پڑتا ہے اور بہت زراعت ہوگی ؂



درخت بھینڈی

معلوم ہو کہ زمین کو حسب ضرورت اول تیار وصاف کرلیں اور پانی دیگر نلائی کریں اور پھر کھاد دیگر زمین کو ہل جوتتے جب زمین ایک راست ہو جائے تو تخم بھینڈی زمین میں چالان کریں اور کھاد وغیرہ ہلدی کے درختوں کو دیا جاتا ہے۔ ویسا عمل کرنا اور بھینڈی بہت بڑی ہوگی اور زراعت اچھی ہوگی اور آب بالا

مال ہو جائیں گے ؛



درخت مولی

واضح ہو کہ اوّل زمین کو عمدہ کھاد سے تیار کر کے عمل میں لانا مولی اصل میں دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک گول دوسری لانبی جو گول مولی ہے اوس کو مطابق شلجم کے زراعت کرنا اور جو لانبی مولی ہے اوس کو گاجر کے موافق زراعت کرنا بیان مختصر ہو گیا ؛

درخت کاسنی

واضح ہو کہ کاسنی کے زراعت کو مطابق کاہو کے زمین کی تیاری اور حفاظت کرنا مگر تخم کاسنی کے جدا جدا بویا جائے جب زمین سے سبزی ظاہر ہو۔ تو مواقف کاہو کے کیاری بندی کرلیں تو زراعت اچھی ہوگی دور فائدہ بھی ہوگا لیکن زمین کو عمدہ کھاد درکار ہے ۔



درخت شلجم

واضح ہو کہ کتب سنسکرت کی زبان میں اس ترکاری کا نام نہیں پایا جاتا جس سے ثابت ہے۔ کہ پہلے زمانے میں یہ ترکاری اس ملک میں نہ تھی۔ اور انسان کی مویشی کی خوراک میں کام آتی ہے۔ اور انسان کی بیماری اور تندرستی کی حالت میں مفید ہے۔ اس کے بونے سے زمین کی طاقت بڑھتی ہے۔ عمدہ کھاد کا کام دیتی ہے۔ اور پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ترکاری اور سرسوں ایک ہی جنس سے ہیں۔ سرسوں سے

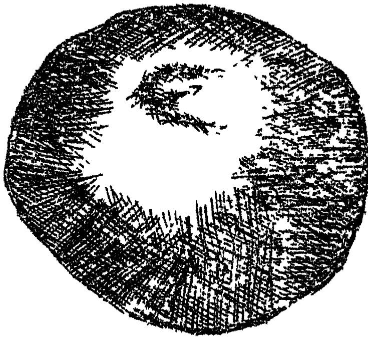
شلغم اس طرح پر پیدا ہو سکتے ہیں۔ کہ سرسوں کے موٹے موٹے جڑ والے درخت اُکھاڑ جڑیں آدھی کاٹ کر زمین میں دبائی جائیں۔ جیساکہ گاجر اور مولی کی گیڈیاں بیج کے لئے آدھی کاٹ کر دیا کرتے ہیں۔ اس سے جو تخم پیدا ہو۔ اوس کو دوسرے سال بو دیں۔ تو اس سے چھوٹی چھوٹی ایسی گول جڑیں پیدا ہونگی اگر اُن کو پھر آدھا کاٹ کر لگا دیا جائے۔ اور اس سے بیج لیا جائے۔ اس کے بونے سے جو جڑیں پیدا ہونگی۔ وہ پہلی جڑوں سے زیادہ موٹی ہونگی۔ اگر تین چار دفعہ یہی عمل کیا جائے۔ تو اُس کے بیج رفتہ رفتہ شلغم کے بیج بن جائینگے۔ جن شلغموں کی بڑی بڑی موٹی جڑیں ہیں۔ یا تو وہ علیحدہ قسم کی ہیں یا اس طریق اور اچھی پرورش سے موٹی جڑیں ہوگئی ہیں۔ جب اس ترکاری کو کاٹ کر بیج کے لئے لگایا جائے۔ تو اس کٹے ہوئے ٹکڑے کی چار پھانکیں کرلی جائیں۔ اور چاروں پھانکیں بیند کی طرف جُڑی رہیں۔ اُن پھانکوں کے بیچ میں گوبر رکھ دیا جائے۔ اور زمین میں گاڑا جائے۔ اس کا بیج لے کر اگلے سال میں بویا جائے۔ تو اُس تخم سے شلغم بڑے بڑے ہوئے پیدا ہونگے۔ اس ترکاری کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر اس ملک میں سُرخ رنگت کے شلغم زیادہ بوئے جاتے ہیں زرد اور سفید رنگ کے جہاں کھانے کے واسطے ضرورت پڑ جائے۔ بو دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ جلد تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر

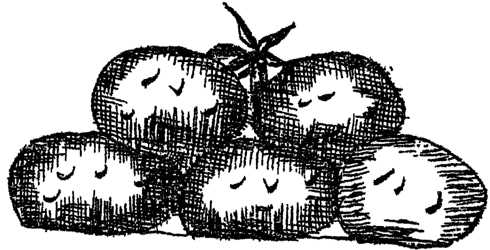
دیر تک نہیں رہتے۔ زرد شلغم اس سے ذرا زیادہ دیر میں ہوتے ہیں۔ اور سب سے اخیر سُرخ رنگ کے جو زیادہ عرصے تک ٹھیر سکتے ہیں۔ اس ترکاری کے بونے کے لئے دو شاہی یا میرا قسموں کی زمین یا وہ زمین جو دریا کے اُچھال سے پڑ جائے اچھی ہے۔ یا جس زمین میں کسی قدر ریت ملی ہو۔ غرضیکہ زمین نرم ہو۔ جو زمین زیادہ سخت ہو گی۔ اس میں اس کی پیداوار اچھی نہیں ہوتی۔ یہ ترکاری دو طریق سے بوئی جاتی ہے۔ ایک چھوٹے قسم کے شلغم۔ وہ صرف آدمیوں کے کھانے میں آتے ہیں۔ اس کی واسطے معمولی کیاریاں بنا کر اُس میں کھاد ملا دیتے ہیں۔ اور اُس کا تخم مٹھی بھر کر کھیت میں بکھیر دیتے ہیں۔ بڑی قسم کے شلغموں کے بونے کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ اوّل زمین ایک فٹ گہری کھودی جائے۔ ہل جوت کر سوہاگہ پھیر کر اُس کی مٹی خوب باریک کی جائے۔ پھر اُس کھیت میں نالیاں اور مینڈیں بنائی جائیں۔ جس کو آل بندی کہتے ہیں۔ ہر ایک مینڈ کا درمیانی فاصلہ ایک ایک فٹ کے قریب ہو۔ درمیانی جگہ میں کھاد بھر دو اور مینڈوں کی مٹی کھاد پر ڈال دو۔ اس ترکیب سے زمین زیادہ ہموار ہو جائیگی پھر اس میں بھی فاصلے پر ایک ایک دو دو تخم ہاتھ سے زمین میں رکھ دو۔ یہ فاصلہ چار پانچ سے کم نہ ہو۔ جب اس کی مول کا نکل کر بڑھنی شروع ہو۔ تو ساتھ ساتھ اُسی قدر مٹی اُس کی

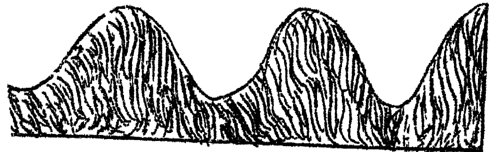
پر دن میں چڑھائی پا جائے۔ اگر مٹی بھر کر اس کا بیج کھیت میں
چھینٹا جائے۔ تو ایک کنال میں ڈیڑھ پاؤ یا آدھ سیر ڈالا جائے
اگر آل بندی کر کے بویا جائیگا۔ تو اس سے بہت تھوڑی کم بیج کے
ڈالنے کی ضرورت ہوگی۔ بیج زمین میں نصف انچ گہرا ڈالا
جائے۔ اور درمیانی فاصلہ بیج کے ڈالنے کا اس ترکاری کی
موٹائی اور قد کے مطابق چھ انچ سے ایک فٹ تک رکھا جائے
تو عمدہ پیداوار ہوگی۔ بونے کے وقت زمین میں طراوت کا
ہونا ضرور ہے۔ اگر زمین خشک ہے۔ تو بونے کے بعد تھوڑا پانی
دے دیا جائے۔ اس ترکاری کو پانی کی ضرورت اوسط درجے کی
ہے۔ زیادہ پانی دینے سے بدمزہ ہو جاتی ہے۔ اور جڑیں پھوکی
بن جاتی ہیں۔ پانی دینے کے بعد جب آل آ جائے۔ تو کبھی کبھی
نلائی بھی کر دینی چاہئے۔ جس سے زمین پولی ہو جائے۔ اور گھاس
نکل جائے۔ اس ترکاری کے بونے کا وقت اخیر بھادوں کے
مہینے سے اگھن کے مہینے تک ہے۔ عام طور پر کنوار کے مہینے کے
شروع میں بو دیتے ہیں۔ چار چھ دن کے اندر زمین سے اس کا
بیج پھوٹ آتا ہے۔ جب انگوری نکل آتی ہے۔ تو مکھیاں اور
مچھر اون پتّوں کو چاٹ جاتے ہیں۔ اس کی حفاظت کے واسطے
اس کے ساتھ رائی بوئی جائے۔ تو مناسب ہے۔ کیونکہ رائی
کے پتّے جلد نکل آتے ہیں۔ اس لئے مکھیاں اور مچھر رائی کے

پتوں سے چمٹ جائینگے۔ اور شلغم محفوظ رہینگے۔ شلغموں کے ساتھ اگر آلو بو دئے جائیں تو بھی شلغم محفوظ رہینگے۔ اس واسطے کہ آلو کے پتے پر مکھی نہیں بیٹھتی۔ بلکہ اس کی بو سے ان درختوں کے نزدیک بھی نہیں آتی۔ اس ترکاری بیماری بھی ہو جاتی ہے۔ ایک بیماری اس کو ایسی ہوتی ہے۔ کہ اس کے سبب اس میں شاخیں پھوٹ پڑتی ہیں۔ اور پھپھولے سے اس پر پڑ جاتے ہیں جس سے شلغم موٹا نہیں ہوتا۔ اور بڑھتا بھی نہیں ہے۔ یہ بیماری سپید رنگ کے شلغم میں زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کسی قدر کھاد میں چونا ملا کر اس پر چھڑکا جائے۔ اس سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ اس کی ترکاری اکثر پکائی جاتی ہے۔ بعض لوگ کچے بھی کھا جاتے ہیں۔ اسے مویشی بھی کھاتی ہے شلغم اور اُن کے پتے اگر مویشی کو کھلائے جائیں۔ تو وہ موٹے تازے ہو جاتے ہیں۔ جانوروں کو اگر اس کا چارہ دیا جائے۔ تو دودھ زیادہ دیتے ہیں۔ جب زمین سے شلغم کھود لئے جائیں۔ اور اُن کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ تو شلغم اچھی طرح صاف کئے جائیں۔ اور اس کی پیندا کی چوٹی بھی احتیاط سے صاف کی جائے۔ کوئی زخم اُس میں نہ آئے۔ پھر اُن شلغموں کا ڈھیر مخروطی شکل کا بنایا جائے اس ڈھیر میں شلغم اس طرح پر رکھے جائیں۔ کہ پیندا کی طرف نیچے کو رہے۔ پھر اُن پر گھاس پھوس ڈال کر اچھی طرح دھاپ دئے جائیں۔ تو اس عمل سے کچھ عرصے تک ٹھیر

سکتے ہیں ۞ سایہ دار جگہ میں ایسا ڈھیر بنایا جائے۔ جو شلغم خراب ہوں۔ اُن کو اُس ڈھیر سے نکال دیا جائے۔کیونکہ وہ دوسرے شلغموں کو بھی خراب کر دینگے۔تخم کے واسطے اچھے اچھے شلغموں کی پینڈیاں نیچے سے تھوڑی تھوڑی کاٹ کر علٰحدہ جگہ میں اگر لگا دی جائیں۔ تو اُن سے بیج اچھا پیدا ہوگا ۞







درخت آلو

یہ ترکاری اس ملک کی اصلی پیداوار نہیں ہے۔ امریکہ کے ملک سے یورپ کے ملکوں میں آئی ہے۔ اور وہاں سے اس ملک میں لائی گئی۔اس کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ کھانے میں بھی یہ ترکاری اچھی مقوّی اور لذیذ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے بونے کی اس ملک میں اب کثرت ہوتی

جاتی ہے ؛ میدانی علاقوں میں ابھی تک اس کا بونا پورے
طور پر نہیں ہوا ۔ البتہ پہاڑی علاقوں میں کثرت کے ساتھ یہ
ترکاری بوئی جاتی ہے ۔ اس کی پیداوار میں فائدہ زیادہ ہے
تھوڑے عرصے میں یہ ترکاری تیار ہو جاتی ہے ۔ زراعت
والوں کو اس ترکاری کا بونا فائدہ دیتا ہے ۔ اور روپیہ کمانے
کا اچھا ذریعہ ہے ۔ آلو کی دو سو قسمیں ہیں ۔ جو یورپ کے ملکوں
میں بوئی جاتی ہیں ۔ اُن کے بونے اور پیدا ہونے کے جُدا
جُدا وقت ہیں ؛ اس ملک میں دو قسم کے آلو ہیں ۔
ایک پہاڑی ۔ دوسرے دیسی ۔ دیسی آلو کو بعض گلینا آلو بھی
کہتے ہیں ؛ پہاڑی آلو تین ناموں سے مشہور ہیں ۔ ایک
تو عام پہاڑی ۔ دوسرے نینی تالی ۔ تیسرے ۔ بھیم تالی ۔
اِن کی تمیز ہوشیار زراعت والے نہیں جانتے ۔ جو دیسی آلو بھی
وہ ذائقے میں اچھے ۔ قد میں چھوٹے اور گول ۔ رنگت میں سُرخ
سپیدی مائل سُرخ ہوتے ہیں ؛ پہاڑی آلو قد میں بڑے
بڑے بڑے اور رنگت میں ۔ بھورے ہوتے ہیں ۔ ذائقے میں
دیسی آلو کی برابری نہیں کر سکتے ۔ بلکہ پھیکے ہوتے ہیں ۔ یہ بھی دیکھا
گیا ہے ۔ کہ اگر پہاڑی آلو کچھ کچے اُکھاڑے جائیں ۔ تو وہ بھی
دیسی آلوؤں جیسے معلوم ہوتے ہیں ۔ مگر وہ کچھ مدت ٹھہرتے
نہیں ہیں ۔ جلد خراب ہو جاتے ہیں ۔ خالص ریت کے سوا یہ

ترکاری ہر قسم کی زمین میں تھوڑی بہت پیدا ہو جاتی ہے۔ خواہ اُس زمین کی مٹی کیسی ہی چکنی اور سخت ہو۔ مگر سب سے اچھی زمین اس کے واسطے وہ ہے۔ جس کی مٹی نرم ہو۔ یا وہ مٹی جو دریا نے بہا کر ڈالی ہو۔ اور اس میں کسی قدر ریت ملی ہو۔ یا چکنی مٹی ایسی سخت مٹی سے ہو۔ کہ جس کے ڈھیلے جلد نہ ٹوٹیں۔

اس ترکاری کے کھیت کو گوبر اور سڑے ہوئے پتّوں کی کھاد اچھی ہوتی ہے۔ یا جس میں بھیڑ بکری کی مینگنیاں اور پیشاب زیادہ پڑا ہو۔ یہ کھاد اس ترکاری کو فائدہ مند ہے۔ مگر جب اندازسے زیادہ ڈالی جائیگی۔ تو فصل کا نقصان ہو جائیگا۔ کھاد کے زیادہ ڈالنے سے اس ترکاری کے کھیت میں ایک بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ درخت جو ابھی تک پکے نہیں۔ پیلے رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اُن کی پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ اس ترکاری کے بونے کے واسطے زمین کی تیاری اُسی ڈھنگ سے کی جائے۔ جیسا کہ شلغم کی ترکاری کے واسطے آل بندی وغیرہ کا طریق برتا جاتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں یہ عمل نہیں کیا جاتا ہے۔ صرف اُونچے پہاڑوں میں جہاں بھیڑ بکری کے بیٹھنے کی جگہ ہو۔ اُس مقام یا اور نرم جگہوں میں جب جاڑوں کے دنوں میں برف پڑ جاتی ہے۔ تو وہ جگہ نرم اور پولی ہو جاتی ہے۔ کھاد اس جگہ پہلے بھی بھیڑ بکریوں کی یا درختوں کے پتّوں اور سڑی ہوئی چھوٹی بکریوں کی

کافی موجود ہوتی ہے۔ کچھ محنت اُن کو کرنی نہیں پڑتی۔ اس ترکاری کو وہاں بو دیتے ہیں۔ جو خود بخود بلا تردد تیار ہو جاتی ہے۔ البتہ حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ [illegible] اس ترکاری کو کھو لیتے ہیں۔ آلو تین طرح پر بوئے جاتے ہیں۔ اوّل اس کے بیج بوئے جاتے ہیں دوم جنوبی چھوٹے۔ اس ترکاری کے ثابت دانے یعنی آلو بوئے جاتے ہیں۔ سوم ایک ایک آلو کے چار چار پانچ پانچ ٹکڑے کر کر جس کے ہر ایک ٹکڑے میں شاخ کے پھوٹنے کی ایک یا دو آنکھیں ہوں۔ لگاتے ہیں۔ اگر آلوؤں کے ٹکڑے کر کے بونا ہو۔ تو سات دن آگے ٹکڑے کئے جائیں۔ اور ہوادار جگہ میں وہ دھر دئے جائیں۔ مگر یہ ضرور ہے۔ کہ بالکل وہ ٹکڑے سوکھ نہ جائیں۔ جن سے اُن کی آنکھیں یعنی مر نہ جائیں ٭ بیج کے بونے میں یہ فائدہ ہے۔ کہ نئی نئی قسم کے آلو ہر جگہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ بیج کے بو دینے سے یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ بیج کی حفاظت کرنی نہیں پڑتی۔ آلو جو تخم کے لئے رکھے جائینگے۔ اُن کی حفاظت کرنی پڑیگی۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کے لے جانے میں بھی آسانی نہیں ہوگی ٭

ترکیب

بیج کے بونے کی یہ ترکیب ہے۔ آلو کا تخم جو ڈالی پر ہوتا ہے

اچھّی پک جائے۔ تو اُس کو نکال کر پانی میں دھوکر سکھا لیا جائے۔ اگلے موسم میں آلو کے بونے کا وقت آجائے۔ تو اُس کو بونا چاہئے۔ پہلے سال درختوں کو جڑوں میں جھڑبیری کے بیروں کے برابر آلو پیدا ہوتے ہیں۔ دوسرے سال چھوٹے چھوٹے آلو ثابت دوسرے طریق کے مطابق بوئے جائیں۔ جب اُن کے درخت قریب ایک ایک ہاتھ کے اُونچے ہو جائیں۔ پھر اُن کی جڑوں میں مٹّی ڈالی جائے۔ اور آلو ڈھانپ دئے جائیں۔ یہ عمل دو دفعہ کیا جائے۔ پھر جب اوپر سے اُس کھیت میں تیّار ہو گئے ہوں۔ اُن کو جُدا رکھا جائے۔ اور جو دیر سے تیّار ہوں۔ اُن کو علیحدہ رکھنا چاہئے۔ پھر جب اگلا موسم آئے۔ تو دو نو جدا جدا بوکر دیکھ لیئے جائیں۔ جو اچھّی طرح پھیلیں پھولیں۔ وہ رکھ لیئے جائیں ؀ تخم ریزی کے واسطے جو آلو رکھنے جائیں۔ اُن کو شاخیں خشک ہونے کے ساتھ ہی اُکھاڑ کر رکھ لیا جائے۔ جو آلو کھانے یا بیچنے کے واسطے رکھنے ہوں۔ اُن کو اُس وقت اُکھاڑنا چاہئے۔ جب اُن کی ڈالی اور پتّے بخوبی خشک ہو جائیں۔ اور زمین کے اندر اچھّی طرح پک جائیں۔ جب آلو زمین میں بوئے جائیں۔ تو تین انچ زمین کے اندر دبائے جائیں۔ اگر بیج بویا جائے۔ تو آدھ انچ یا اس سے بھی قریب ڈالا جائے۔ ان کے درختوں کا درمیانی فاصلہ پانچ انچ سے ایک فٹ تک ہونا واجب ہے۔ اگر ثابت آلو یا اُس کے ٹکڑے کر کے بوئے جائیں۔ تو بوتے وقت تھوڑا تھوڑا گو

اُن پر ڈال کر مٹّی سے ڈھانپ دیا جائے۔ تو بہت فائدہ ہوگا۔
آلو کا بیج ایک کنال میں آدھ سیر یا اُس سے بھی کم ڈالا جائے
اور اگر آلو لگانے ہوں۔ تو ایک کنال کے واسطے ایک من
چاہئیں۔ پہاڑی علاقوں میں آلو مئی کے مہینے میں بوتے ہیں
اور کبھی اپریل میں۔ اور اس سے بیشتر بھی بو دئے جاتے ہیں۔
جو میدانی علاقے ہیں۔ وہاں یہ ترکاری برس دن میں دو دفعہ
بوئی جاتی ہے۔ ایک ماگھ کے مہینے یا پھاگن کے مہینے کے شروع
میں۔ دوسرے کنوار کے مہینے میں ماگھ پھاگن کے بوئے ہوئے
اور اساڑھ کے مہینوں میں اچھے ہو جاتے ہیں۔ اور کنوار کے
مہینے کے بوئے ہوئے ماگھ کے مہینے میں ؛ پہاڑی قسم کے
آلو ماگھ یا پھاگن میں بوئے جاتے ہیں۔ اور دیسی آلو کنوار کے مہینے
میں ؛ بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ پہاڑی آلو سے جو چھوٹے
چھوٹے دانے پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کو ثابت کنوار کے مہینے
میں۔ وہ بھی دیسی آلوؤں کی طرح پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور
دیسی شکل و شباہت کے ہو جاتے ہیں۔ اس ترکاری کے
کھیت کی نلائی بہت احتیاط سے کی جائے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اسکی
جڑوں کے سوت جو اوپر اوپر پولی زمین میں پھیلتے ہیں۔ اور
جن کے ساتھ آلو پیدا ہوتے ہیں۔ نلاتے وقت کٹ جائیں ؛
اس ترکاری کو تھوڑا تھوڑا پانی احتیاط کے ساتھ کئی دفعہ اس

ترکیب سے دیا جائے۔ کہ مینڈیں جو آل بندی کے قاعدے سے کھیت میں بنائی گئی ہیں۔ اُن کے اوپر تک پانی نہ چڑھ جائے۔ بلکہ اُن کے نصف تک رہے۔ اگر زیادہ پانی دیا جائیگا۔ تو مینڈیں پھٹ کر چھوٹی چھوٹی درزیں پڑ جائینگی۔ اور جڑوں کے سوت کا جالا جو نکل کر اِدھر اُدھر پھیلا ہوا ہے۔ اور جس کے ساتھ آلو لگتے ہیں۔ وہ اپنی اصلی جڑ سے ٹوٹ کر جدا ہو جائیگا۔ وہ پھر کسی طرح پر پرورش نہیں پا سکتا۔ اور خشک ہو کر مر جائیگا۔ اور پیداوار میں بھاری نقصان پڑ جائیگا۔ اس ترکاری کو کھٹی کیڑے مکوڑے نقصان نہیں پہنچاتے۔ اگر اور ترکاریاں شلغم وغیرہ نرم پتّے والی اس کے پاس بوئی جائیں۔ تو وہ بھی محفوظ رہینگی۔ جس قدر اس کے درخت بڑھتے جائیں۔ اُسی قدر اُن کی جڑوں پر مٹّی چڑھاتے جاؤ۔ یہاں تک کہ جہاں آل بندی کے قاعدے سے مینڈیں بنائی ہیں۔ وہاں نالی بن جائے۔ اور جہاں نالی تھی۔ وہاں مینڈیں بن جائیں جب اس کے درخت میں پھول آجائیں۔ تو اُن کو نوچ کر پھینک دو۔ جس طرح تمباکو نوچا جاتا ہے۔ پھولوں کے توڑنے سے آلو زیادہ پھیلتے اور بڑھتے ہیں۔ کیونکہ زمین کا عرق جو پھولوں کی پرورش کو جاتا تھا۔ وہ پھر جڑوں میں جائیگا۔ اور جڑوں کو بڑھائیگا۔ جب آلو کھیت سے کھود لئے ہوں۔

اور ایک عرصے تک اُن کا ذخیرہ رکھنا ہو۔ تو اس قاعدے سے رکھے جائیں۔ کہ سایہ دار جگہ میں اُن کا تو وہ مخروطی شکل کا بنا کر گھاس سے ڈھانپ دو۔ اور اوپر مٹی سے لیپ دو۔ پہاڑی آلو ایسے ذخیرے میں دیسی آلو سے زیادہ عرصے تک رہ سکتے ہیں ٭ آلو کی ترکاری نئی نئی طرح کی بنائی جاتی ہے۔ اور طرح طرح سے کھانے کے کام میں آتے ہیں۔ اس کی چپاتی بھی پکاتے ہیں۔ اس کا حلوا عمدہ ہوتا ہے ٭ مویشیوں کا بھی اچھا چارہ ہے۔ مویشیوں کو کھلاتے وقت اس امر کا لحاظ کرنا چاہئے کہ جو مویشی جگالی کرنے والی ہو۔ اُس کو خواہ کچے بھی دئے جائیں تو مضایقہ نہیں۔ مگر جو جگالی نہیں کرتے۔ اُن کو اُبال کر دئے جائیں فوراً جگالی کرینگے ٭



(نوٹ) بر موقع جگہہ ہونیکی وجہ سے پھول گوبی کا یہان بنایا گیا ہے -

درخت گوبھی

یہ ترکاری اِس ملک کی پیداوار سے نہیں ہے۔ دوسرے ملک سے اِس جگہ آئی ہے۔ اب اِس ملک میں بھی اِس کے بونے کی ہر ایک شہر و قصبہ میں ترقی ہوتی جاتی ہے یہ ترکاری کھانے میں مزے دار ہوتی ہے۔ پتّے وغیرہ مویشیوں کے چارے کے بھی کام آجاتے ہیں۔ زراعت کرنے والوں کو اِس کے بونے میں فائدہ ہے۔ اور آمدنی کا ذریعہ ہے۔ اِس کے بونے اور جوتنے میں جو محنت کی جاتی ہے۔ اُس کا نتیجہ پورا اور جلد مل جاتا ہے۔ گوبھی کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ جو مختلف مقاموں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اِن کے بونے کے جُدا جُدا طریق اور علیحدہ علیحدہ موسم ہیں۔ اس سبب سے اس کی بہت سی قسمیں مشہور ہوگئی ہیں۔ اِس ملک میں یہ تین قسمیں ہیں۔ اول پھول گوبھی یہ نام اس واسطے رکھا گیا ہے۔ کہ اس کا پھول جب نکلتا ہے تو گلدستے کی طرح بن جاتا ہے۔ اور جب تک اِس میں سفیدی چمکتی رہتی ہے۔ اور پتّوں کے درمیان ہو۔ اوس وقت تک وہ کچا ہوتا ہے۔ کھانے کے کام کا ہے۔ جب پک کر

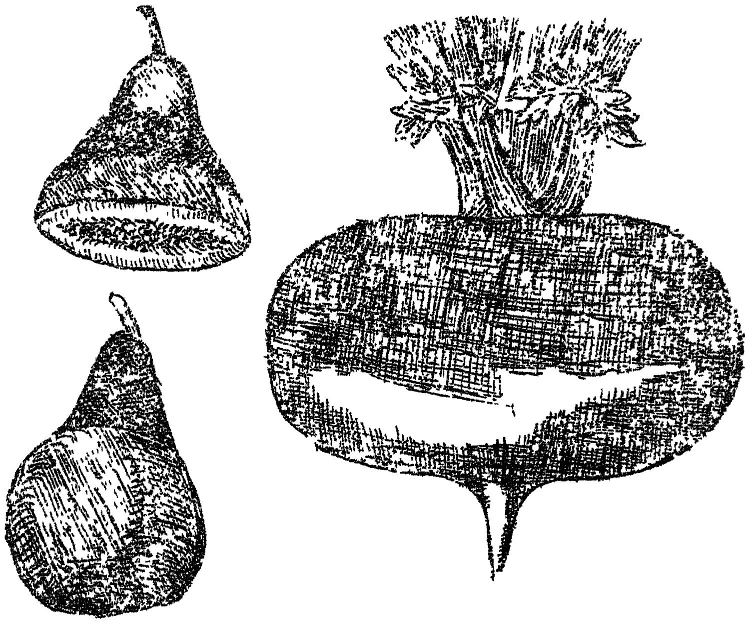
پتوں سے باہر نکل گیا۔ تو مویشی کے چارے کے کام آتا ہے کھانے کے کام کا نہیں رہتا ۔ دوسری بند گوبھی۔ اس کے پتے آپس میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ایک گولا پتوں کا ایک دوسرے پتے پر لپیٹ کر بنایا جائے۔ اس کے پتے دو رنگ کے ہوتے ہیں۔ ایک سبز۔ دوسرے اودے تیسری گانٹھ گوبھی۔ یہ شلغم کی طرح ہوتی ہے۔ اور پتوں کے بیچ میں گرہ بن کر پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی درمیانی گرہ ترکاری کے کام آتی ہے ۔ اس ترکاری کے بونے کے لئے زمین کی تیاری آل بندی کے قاعدے سے کی جائے۔ جیسا کہ شلغم کے لئے کی جاتی ہے۔ مگر بہت گہری کھدائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف ایک فٹ زمین کھودی جائے۔ اور زمین کی قسم بھی نرم ہو۔ جس میں کچھ ریت ملی ہو۔ تو اچھی ہے۔ سخت زمین میں اس کی پیداوار اچھی نہیں ہوتی۔ کھاد کی اس کے واسطے از بس ضرورت ہے۔ ایک کنال میں بیس من پکے سے بھی زیادہ کھاد ڈالی جائے۔ پتوں اور لکڑیوں کی گلی ہوئی کھاد اگر ہو۔ تو اچھی ہے۔ گوبھی کنوار کے مہینے میں بوئی جاتی ہے۔ یا جب بہار کا موسم شروع ہو۔ اگر جلد اس ترکاری کو تیار کرنا ہو۔ تو آساڑھ کے مہینے کے اخیر میں اس کا ذخیرہ بو دیا جائے۔ یہ کنوار کے مہینے میں لگانے کے لئے ذخیرہ ہو جائیگا۔ کنوار کے

مہینے میں لگائی ہوئی پوس یا مانگھ کے مہینے میں پھول لائیگی۔ جو گوبھی بہار کے دنوں میں لگائی جاتی ہے۔ وہ سرد اور پہاڑی علاقوں کے سوا اور جگہ ایسا بڑا اور عمدہ پھول نہیں دیتی ہے جیسا کہ کنوار کے مہینے کی لگائی ہوئی دیتی ہے ؛ اس کا بیج ایک کنال میں اگر چھٹانک بھر ڈالا جائے۔ تو کافی ہے۔ پہلے وہ بیج ایک کیاری میں جو چار گز مربع ہو۔ ذخیرے کے طور پر بویا جائے۔ بونے کے وقت زمین کچھ گیلی ہو۔ اگر زمین خشک ہوگی۔ تو تخم پیدا نہیں ہوگا۔ بونے کے وقت اس کے بیج میں تھوڑی ریت یا راکھ ملائی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ زیادہ بیج ایک ہی جگہ گر جائے ؛ جب ذخیرے میں درخت دو دو تین تین انچ کے ہو جائیں۔ تو وہاں سے اکھاڑ کر مینڈوں کے درمیان لگا دئے جائیں ؛ اگر پھول گوبھی ہو۔ تو اسے اس ذخیرے سے اکھاڑ کر زیادہ کھلی جگہ میں ذخیرے کے طور پر لگا دینا چاہئے۔ جب اس کی جڑیں قایم ہو جائیں۔ اور تین انچ کے برابر بڑھ جائیں۔ تو وہاں سے اکھاڑ کر اپنی اصلی جگہ میں جہاں لگانا چاہیں لگا دی جائے۔ لیکن اس کھیت میں پہلے سے آل بندی ہوگئی ہو درختوں کا درمیانی فاصلہ ایک ایک فٹ سے لے کر دو دو فٹ تک ہونا چاہئے۔ خصوصاً پھول گوبھی کے واسطے زیادہ فاصلہ چاہئے۔ دوسری دفعہ ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ

ذخیرے کے طور پر لگانے میں یہ فائدہ ہے۔ کہ اس کی ڈنڈی پتلی رہیگی۔ اور پھول بڑا لائیگی۔ باقی دو قسموں کی گوبھیوں کے واسطے درمیانی فاصلہ ڈیڑھ فٹ کا بلکہ اس سے بھی کچھ کم کافی ہے ٭ اگر کیڑے لگنے کا خوف ہے یا کیڑا لگنا شروع ہو جائے۔ تو درختوں پر گوبر اور لکڑیوں کی راکھ یا راستے کی گرد یا پڑاوے کی خاک ڈال دینی چاہئیے۔ پڑاوی کی خاک اس موقع کی ہو۔ جہاں سے نوشادر نکلتا ہے درخت جب ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگائے جاتے ہیں۔ اُس وقت اگر تھوڑی بارش ہو جائے۔ تو مفید ہے۔ اگر نہ ہو تو تھوڑا تھوڑا پانی اُن کی جڑوں میں ڈالا جاتے اس ترکاری کے واسطے پانی کی زیادہ ضرورت خاص خاص موقعوں پر ہوتی ہے٭ پانی دینے کے بعد جب زمین میں آل آجائے۔ تو کُھرپے سے اس کی نلائی کی جائے۔ اور جتنے جتنے درخت اس کے بڑھتے جائیں۔ اُن کی جڑوں کے گرد کے مینڈھوں کی مٹی اُن کی جڑوں پر چڑھائی جائے۔ یہاں تک کہ مینڈھوں کی جگہ نیچے ہو جائے۔ اور جہاں نیچائی تھی۔ وہاں مینڈین جائے٭ جب اس ترکاری کے درخت نو انچ سے ایک فٹ تک ہو جائیں تو پُرانے گوبر کی کھاد پانی میں گھول کر ڈالنی مناسب ہے اگر پھول گوبھی کا درخت ہے۔ اور قریب ایک فٹ کے ہو گیا ہو۔

تو پندرہ یا بیس دن سے پہلے پانی نہ دیا جائے۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کا پھول اچھی طرح پر پھیلتا ہے اگر پانی برابر ملتا رہے۔ تو اس قدر بڑے بڑے پھول پیدا نہیں ہونگے۔
گانٹھ گوبھی میں ایک یہ بھی صفت ہے۔ کہ وہ سردی اور گرمی کی سختی بھی جھیل سکتی ہے۔ پانی کم ملے۔ تو بھی ہو جاتی ہے۔ پھول گوبھی اور بند گوبھی میں یہ صفت نہیں ہے۔ گانٹھ گوبھی کے پتے بھی سخت ہوتے ہیں۔ اس سبب سے کیڑے اس کا نقصان کم کرتے ہیں۔ ایک ترکیب ایسی ہے۔ کہ پھول گوبھی میں کچھ عرصے تک پھول پیدا نہ ہو۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب پھول گوبھی کے نکلنے کے قریب ہوں۔ تو ان کے درمیان کونپل کے اوپر دیمک کے گھر کی مٹی دوسری مٹی میں ملا کر ڈال دی جائے۔ اور پتے اکٹھے کر کے باندھ دئیے جائیں۔ تو پھول نہیں لگتا۔ پھر جب پھول کے پیدا کرنے کی ضرورت پڑ جائے۔ اس سے ایک دن پہلے لوٹے سے پانی ڈال کر اس مٹی کو کونپل سے اتار دینا چاہئیے۔ اور کونپل صفا کر دی جائے۔ ایک دو دن میں پھول نکل آتا ہے۔ پہلے ایسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس درخت میں پھول نہیں نکلا اور نہ نکلیگا۔ جب اس گوبھی سے پھول نکلتا ہوا ظاہر ہو۔ تو تین چار پتے توڑ کر اس کو ڈھانپ دیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ دھوپ کی گرمی سے پھول میں بیج جلد پڑ جائے۔

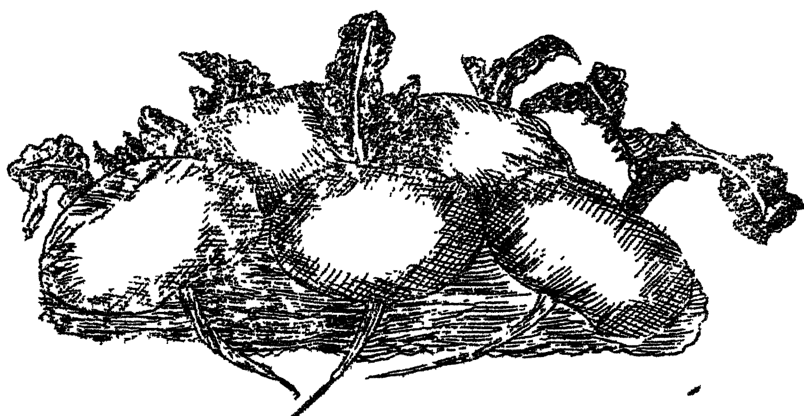
اور مکھن کی طرح سپیدی نہ رہے کیونکہ اس کے پھول میں سپیدیکی
جھلک بھی ایک خوبی ہے ٭ اگلے سال کے واسطے جو گوبھی بیج کی
لئے رکھی ہے۔ اگر اُس کے پھول پر پالا پڑ جائے۔ تو جو بیج اُس سے
پیدا ہوگا۔ وہ اگلے سال کے واسطے اچھا نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی
خاص قسم کی گوبھی ہے۔ تو اس کی نسل قائم رکھنے کے واسطے مناسب ہے
کہ اس کے نزدیک کسی اور قسم کی گوبھی یا دوسرے درخت شلغم
اور سرموں کے نہ لگائے جائیں۔ کیونکہ ایک ہی جنس کے دو
قسموں کے قریب قریب بونے سے کیڑے وغیرہ ایک دوسرے
پھولوں پر بیٹھ کر ایک سے دوسرے میں اس کی نسل کا اثر کا پھیلا
دیتے ہیں۔ جس سے وہ دوغلی ہو جاتی ہے۔ گوبھی مع پتّوں کے
مویشیوں کے واسطے عمدہ چارا ہے۔ اگر دودہ والی گائے بھینس کو
یہ چارا کھلایا جائے۔ تو ان کا دودہ بڑھ جاتا ہے ٭ اگر گوبھی میں
پھول نکلنے کے دنوں بارش ہو جائے تو سارے پھول جلد نکل آتے
ہیں۔ ایسی حالت میں پانی دینا اچھا نہیں۔ پانی دینے سے اور بھی
جلدی کھل جائینگے ٭ گوبھی میں پھول نکلتا ہے۔ تو اُس کے
پتّے سخت ہو جاتے ہیں۔ اُن پر پالا پڑ جائے۔ تو نرم ہو جاتے
ہیں۔ اور پکاتے وقت جلد گل جاتے ہیں ٭



درخت کرم کلہ ہمہ قسم

واضح ہو کہ کرم کلہ اہل ولایت کے ترکیب سے اقسام کئی طرح کے ہیں۔ اصل میں ہمہ قسم کے ہوتے ہیں۔ اول وہ کے جس بند گوبی اور تال گوبی بھی کہتے ہیں دوم پھول گوبھی سوم قمری گوبھی ہوتی ہے۔ اِن گوبھیوں کے لئے ایک طرح کی مٹی چاہئے اور ابتدائی بھادوں کے جھلنے سے لغایت پوش تک اس کے تخم الگ الگ کیاری بندی کر کے زراعت کریں جب درخت چار انچ زمین نکل چکے تو مطابق درخت شلغم کے بو دیا جائے۔

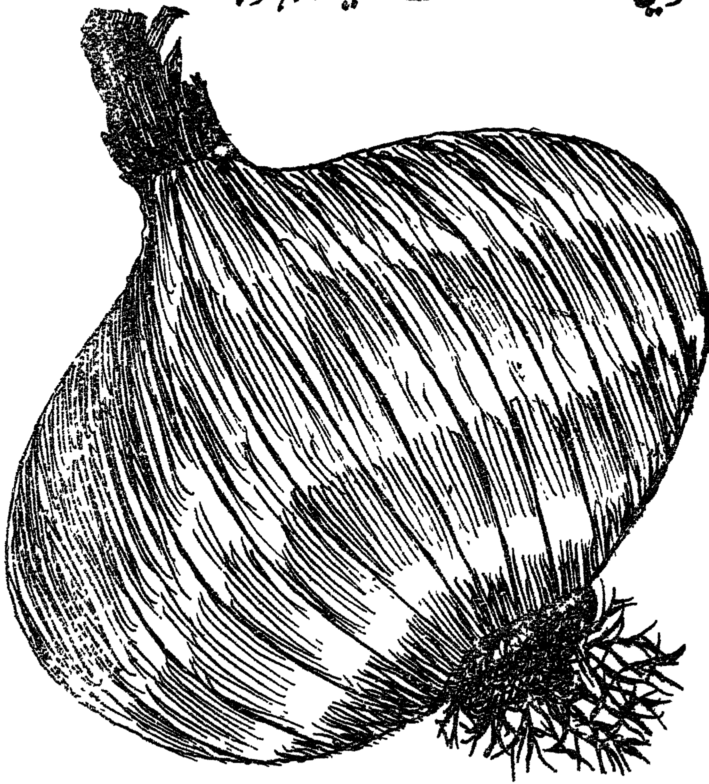
اس ترکاری کو کاٹ کر رکھنے سے سڑ جاتے ہیں ۔
(نوٹ)، اول گوبھی کو بھی مطابق شلغم کے عمل کریں اگر ناں گوبھی کو کھانے کے روزمرہ توڑیں تو اندیشہ نہیں ہے ۔ اور پھول گوبی کو پانی ہمیشہ دیا کریں اور کھاد وغیرہ ضرورت کے دیا کریں اور پانی بھی ضرورت کے لحاظ سے دینا چاہیئے ۔ کیونکہ کرم کلہ ہمہ قسم کے ہوتی ہیں یہاں مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے آیندہ طول نہ ہوے ۔



درخت چقندر

واضح ہوے کہ یہاں بیان مختصر کیا جاتا ہے تاکہ شائقین کو طول نہ ہوے دریافت کیا جاتا ہے کہ چقندر بونے کے زمین مطابق زمین نشیب کے چاہیئے ۔ اور اسی جگہ گاجر وغیرہ کو بوتے ہیں ۔ باقی مراتب مطابق شلغم بویا کریں اور جسقدر ضرورت ہو کھاد

و پانی دیا کریں تاکہ زراعت زیادہ ہو۔



درخت پیاز اور لہسن

پیاز اِس ملک کی پیداوار سے ہے۔ اب تک کہیں کہیں پہاڑوں میں خود رو پائی جاتی ہے۔ اِس ملک کی پیاز کی زیادہ قسمیں نہیں۔ یورپ کے ملکوں کی پیاز جو انگریزی [illegible] ہیں بوئی جاتی ہے۔ اگر اُن کو شامل کر لیا جائے۔ تو [illegible] ہو جائیگی۔ پیاز کی پیداوار تھوڑی سی زمین میں بہت [illegible] ہو جاتی ہے

اور زمیندار وں کی خوراک میں شامل ہے۔ اس کے کھانے سے
بدن میں طاقت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس سے روپیہ بھی حاصل
ہوتا ہے۔ اور عام خرچ میں آتی ہے۔ اس کی پیداوار ہر جگہ
فروخت ہو سکتی ہے۔ کسی خاص شہر و بازار میں لے جانے کی
ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی واسطے اس کا بونا مفید ہے۔ اس کے
بونے کے لئے بہت نرم زمین چاہیئے۔ ذرا بھی سخت نہ ہو۔
کیونکہ سخت اور چکنی مٹی میں اس کی گٹھیاں نہیں پھیلینگی۔ اگر اس
زمین کی جس میں پیاز بونی ہے۔ مٹی سخت اور چکنی ہو۔ تو اسمیں
بہت سی ریت اور کھاد ڈالنی چاہیئے۔ جس سے وہ نرم اور پولی
ہو جائے۔ تاکہ زراعت اچھی ہو۔ خصوصاً جس موقع پر پہلے
اس کا ذخیرہ لگایا ہے۔ وہاں مناسب ہے کہ یہ عمل ضرور کیا جائے
پانی کے کنارے کی زمین اس کے بونے کے لئے اچھی شمار کی جاتی ہے
کھاد اس کے کھیت میں پرانے گوبر اور اوپلے کی راکھ یا گلی کوچے
کی گرد ڈالی جائے۔ اس کے بونے کے لئے زمین کی
کھدائی چھ سات انچ گہری کی جائے۔ اس سے زیادہ کھدائی کی
ضرورت نہیں۔ کیونکہ پیاز کی گڈے زمین کے اوپر ہی رہتی ہیں
اور جڑیں بھی اس کی گہری نہیں جاتیں۔ پیاز کو دو طرح پر بوتے ہیں۔
اوّل زمین ہموار کر کے اس میں دو گز چوڑی چار گز لمبی کیاریاں
بنا کر بوتے ہیں۔ دوسرے آل بندی کے قاعدے سے

مینڈیں بنا کر مینڈوں پر لگا دیتے ہیں۔ مینڈو کے اوپر لگانے کا عمل اُس وقت کرنا چاہئیے۔ کہ جب کوئی اور جنس یا ترکاری اِس کے ساتھ بوئی ہوئی ہو۔ یا کسی قسم کے بڑے بڑے گڈے کے پیاز پیدا کرنے ہوں۔ دونوں طریق پر پیاز کے لگانے کے واسطے اوّل اِس کا ذخیرہ لگانا چاہئیے۔ جب ذخیرے میں اِس کا تخم بویا جائے۔ تو بونے سے چار گھنٹے پہلے اس کے تخم کو ایسے گرم پانی میں جس میں ہاتھ ٹھیر سکے۔ بھگونا چاہئیے۔ دو گھنٹے کے قریب بھیگا رہے پھر اِس کا تخم پانی سے نکال کر دو گھنٹے کے عرصے تک خشک کیا جای ذخیرہ لگانے کے واسطے اِس کا تخم ایک کیاری میں تین چھٹانک ڈالا جائے۔ لیکن اِس میں ریت یا باریک مٹّی ملائی جائے کیونکہ اسکے دانے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ ڈالتے وقت کہیں ایک جگہ ہی زیادہ نہ گر جائیں؛ پیاز کا یہ ذخیرہ دس مرلے کے واسطے کافی ہے۔ کنوار کے اخیر یا کاتک کے مہینے کے شروع میں اس کا بیج بوتے ہیں۔ بونے کا یہ طریق ہے۔ کہ بیج ہاتھ میں لے کر بکھیر دیا جائے۔ پھر ہاتھوں سے مٹّی اور بیج ملا دیا جائے۔ اِسکے اوپر تھوڑی تھوڑی کھاد باریک اور گلی ہوئی ڈالیں۔ جس سے بیج چھپ جائے۔ یہ کھاد بیج کے اُگنے میں مدد دیگی۔ دس دن میں بیج زمین سے پھوٹ کر نکل آتا ہے۔ اگر درمیان میں کچھ تھوڑی بارش ہو کر زمین پر جم جائے۔ تو پھر پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں زمین

درست کر کے دوبارہ بونا چاہیئے۔ پوس کے مہینے سے ماگھ کے مہینے تک اس کے درخت چار چار انچ کے قریب لمبے ہو جاتے ہیں۔ پھر ہاتھوں سے اکھاڑ کر جہاں ضرورت ہو۔ لگا دیتے ہیں۔ اس کے درختوں کے اکھاڑنے پر ہی پیداوار کا حصر ہے۔ اکھاڑنے کے وقت جڑوں کو کچھ صدمہ نہ پہنچے وہ ٹوٹ نہ جائیں۔ پتوں کے ساتھ ثابت نکل آئیں۔ جس روز ذخیرے پیاز کے درخت اکھاڑے جائیں۔ اس سے دوسرے روز اس کو کھیت میں لگانا چاہیئے۔ اسی روز لگانے سے پیاز میں گندل زیادہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو آخر کار زراعت کو بڑھنے نہیں دیتی۔ اور پیاز کی گڈے چھوٹے چھوٹی اور ناقص ہو جاتی ہیں۔ جاڑے کے دنوں میں اس کے ذخیرے کو سردی سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ یہ سردی کی برداشت کر سکتا ہے۔

معمولی پیاز کیاریوں میں تین تین چار چار انچ کے فاصلہ پر لگائی جائے۔ اگر مینڈوں پر لگانے کے لایق ہے۔ تو جیسا موقع ہو یا جیسی قسم کی پیاز ہو۔ اس کو ویسے ہی فاصلے پر لگانا چاہیئے۔ فاصلے کا اندازہ چھ انچ سے نو انچ تک ہونا چاہیئے۔ درختوں کے لگانے وقت یہ لحاظ کیا جائے۔ جس موقع پر پیاز کی گڈی پیدا ہو نگی۔ وہ جگہ زمین سے اونچی رہے۔ دبائی نہ جائے۔ جب پیاز لگا دی جائے۔ تو چوتھے۔ پانچویں دن پانی بھی دیا جائے۔

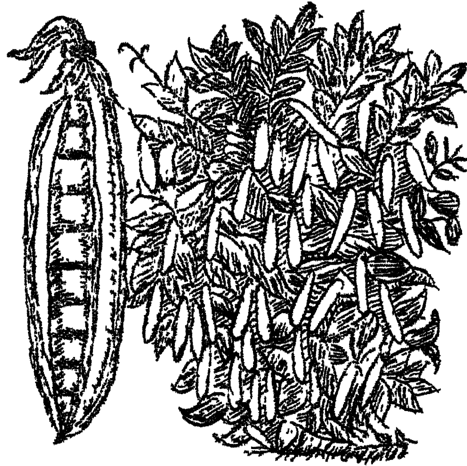
پھر جب زمین سوکھنے پر آئے تو پانی دیا کریں۔ پانی دینے کے بعد جب زمین میں آل آجائے۔ تو نلائی احتیاط سے کریں۔ جڑیں نہ کٹنی چاہئیں۔ گڈے کے گرد سے تھوڑی تھوڑی جگہ خالی کر دی جائے۔ اس سے گڈے کو پھیلنے اور موٹے ہونے کا موقع ملتا ہے۔ نلائی کے وقت گوبر کی کھاد بھی ڈالتے رہیں۔ یہ عمل خصوصاً اُس وقت کیا جائے۔ جب گڈے بڑے بڑے اور لذیذ پیدا کرنے ہوں۔ معمولی پیاز کے واسطے اس عمل کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ درخت دو تین دفعہ ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگائیں۔ تو پیاز بڑے اور موٹے پیدا ہونگے۔ مگر یہ بکھیرا ہے۔ زیادہ کھیتی کرنے والے سے اس کا ہونا مشکل ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ فائدہ ہو یا نہ ہو۔ جب پیاز کے اُکھاڑنے میں ڈیڑھ مہینے رہ جائے۔ تو پتوں کو بیچ میں سے مروڑ دیا جائے۔ اور زمین کی طرف جھکا دیا جائے۔ تاکہ عرق پتوں میں نہ جائے۔ بلکہ پیاز کے گڈوں میں رہے۔ اس عمل سے وہ موٹے ہو جاتے ہیں۔ بیساکھ کے مہینے میں پیاز تیار ہو جاتی ہے۔ اس سے تھوڑے دنوں آگے پانی دینا بند کیا جائے۔ جب پتے خشکی پر آ جائیں۔ تو کھود لی جائے۔ اگر اس کا بیج لینا ہے۔ تو دو چار گٹھے چھینکے میں رکھ کر کسی ایسی جگہ لٹکا دیں۔ جہاں

ہوا کی آمد و رفت ہو۔ اس طریقے سے وہ گنٹھے اچھے رہینگے۔ پھر مناسب موقع پر اُن گنٹھوں کو جوڑ کر بیچ نے لیا جائے۔ اگر یہ مطلب ہے۔ کہ گنٹھے بڑے بڑے ہو جائیں۔ تو یہ ترکیب کی جائے۔ کہ مینڈیں۔ جو اس کے لگانے کے واسطے بنائی جائیں۔ اُن پر تین حصے گوبر اور ایک حصہ مٹی لگائی جائے۔ اُن کا درمیانی فاصلہ ایک ایک فٹ کا ہو۔ باقی عمل اوپر کے لکھے ہوئے قاعدے کے مطابق کیا جائے۔ اس طرح پیاز کی گنٹھے بڑے بڑے اور موٹے پیدا ہوں گے ؞

ایک قسم کی پیاز لہسن کی شکل کی ہے جس کو خیدانہ کہتے ہیں۔ اس کے گنڈے اور پتے دونو سپید ہوتے ہیں۔ کھانے میں مزے دار ہوتی ہے۔ اس کے پتے بھی کھائے جاتے ہیں ؞

اس کے بونے کے واسطے اوّل آل بندی کے قاعدے پر عمل کیا جائے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ پھر مینڈوں میں ایک ایک فٹ یا نو نو انچ کے فاصلہ پر ایک لکڑی کی میخ سے چھ چھ انچ گہرے۔ ڈیڑھ ڈیڑھ انچ چوڑے سوراخ کر دینے جائیں۔ پھر خیرے سے وہ پیاز پتوں سمیت اُکھاڑ کر اُن سوراخوں میں رکھی جائے۔ چار دن کو مٹی سے ڈھانپ دیں باقی گنٹے اور پتے سوراخ میں رہیں۔ پھر تیسرے دن اُن سوراخوں کو ... یہ فائدہ ہوتا ہے۔ کہ پتے نرم اور سپید رنگت کے رہتے ہیں۔

اور کھانے میں لذیذ ہوتے ہیں ۞ لہسن پیاز کی طرح بویا جاتا ہے۔ اور پیاز کی طرح کھانے کے استعمال میں آتا ہے اس کی تریاں بوئی جاتی ہیں ۞ بعض لوگ ایک اور عمل کرتے ہیں۔ لہسن کے جَو کے اندر جَو کا بیج چبھو کر رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح پر کہ تمام جَو اس میں داخل ہو جائے۔ اس جَو سے جو جَو پیدا ہونگے۔ اُن میں لہسن کی بو آئیگی۔ زمیندار لوگ کبھی کبھی اس قسم کے جَو مصالح میں لہسن کی جگہ ڈال دیتے ہیں۔ لہسن کا اچار بھی ڈالا جاتا ہے۔ اور امیر لوگ جاڑے کے دنوں میں اس کی کھیر بھی پکاتے ہیں۔ پیاز کچے بھی کھا لیتے ہیں۔ اور پکا کر بھی اس کو اور لہسن کو مصالح میں بھی ڈال دیتے ہیں۔ اور سرکے میں بھی ڈال کر کھاتے ہیں۔ اس کا اچار مزے دار ہوتا ہے ۞



درخت مٹر

یہ جنس اس ملک کی نہیں ہے۔ دوسرے ملکوں سے۔ اس جگہ لائی گئی ہے۔ ابھی تک ہمارے دکن میں اس کے عام طور پر بونے کا رواج نہیں ہوا۔ صرف باغوں میں ترکاری کے طور پر بوئی جاتی ہے۔ یہاں کے زراعت والے جو بوتے ہیں۔ وہ ناقص قسم کی جنس ہے۔ اور چورال کے نام سے مشہور ہے۔ اسے کھادر کے علاقوں میں بوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی خودرو بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ جنس زراعت کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ مٹر دو قسم کی ہے۔ ایک چھوٹی اور گول۔ دوسری لمبی اور ان دونو قسموں کی اور بہت سی قسمیں ہیں۔ جو یورپ کے ملکوں کے بوئی جاتی ہیں۔ اس جنس کی آٹھ قسمیں زیادہ مشہور ہیں۔ جو مختلف ملکوں اور علحدہ علحدہ (اضلاع ملک ہزارہ و پشاور میں مٹر کو کڑوک کہتے ہیں) موقعوں میں بونے کے سبب نامزد ہیں۔ ان قسموں کا اس جگہ بیان کرنا طوالت ہے۔ کہ وہ انگریزی نام ہے ۭ

اس جنس کو ایسی زمین میں بونا مناسب ہے۔ جہاں وہیں کسی کسی وقت سایہ بھی ہو جایا کرے۔ سارے دن اس کے درختوں پر دھوپ نہ پڑے ۭ اس جنس کے بونے کے لئے زمین پولی اور نرم ہونی چاہئے۔ جو لمبی قسم کی مٹر ہے۔ اس کو کھاد کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے۔ جب کھیت کی زمین کم زور اور ناقص ہو ۭ چھوٹی قسم کی مٹر کو اچھی قسم کی

زمین درکار ہے۔ اور سڑے ہوئے پتّوں اور گوبر کی کھاد فائدہ مند ہے ؀
کھاد کے ڈالنے کے دو وقت ہیں یا تو بونے سے پہلے زمین میں
ملا دی جائے۔ یا درخت جم جائیں۔ تو اُن کی جڑوں میں دی جائے۔
یہ جنس جس زمین میں بوئی جائے اس میں چونا بھی ضرور ہونا چاہئے۔ اگر چونا کم ہے۔ تو کھاد
کے ساتھ ملا کر اس میں ڈالا جائے۔ اس طرح پہلی میں پھلیاں اچھی
لگینگی ؀ بونے سے پہلے زمین میں تین چار دو تین ہل جوتے جائیں اور
سوہاگہ پھیرا جائے۔ اور مٹی باریک کر کے کھیت آراستہ کیا جائے
درمیان میں چھوٹی چھوٹی مینڈیں آل بندی کے طور پر بنائی جائیں
تو فائدہ دیتی ہیں۔ کیونکہ تھوڑا پانی دینے میں اس جنس کے درختوں کو
کافی طراوت ہو جائیگی۔ اگر زیادہ پانی دیا جائیگا۔ تو اس جنس کے درخت
گل جائینگے۔ دوسرے مینڈوں پر اس جنس کے بونے میں یہ فائدہ ہے
کہ مینڈوں پر یہ جنس جلدی بڑھینگی۔ اس لئے کہ مینڈوں کی مٹی کیاری
کی زمین کی مٹّی سے نرم اور پولی ہوتی ہے۔ ایک یہ بھی فائدہ ہے۔
کہ جب درخت ایک فٹ کے برابر ہو جائینگے۔ تو اُن کی جڑوں میں
مٹی کے چڑھانے کی ضرورت پڑیگی۔ اس میں آسانی ہو جائیگی ؀
تیسرے مینڈوں میں بونے کا یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ خود بخود قطاریں
بن جائینگی۔ اور اسے قطاروں میں ہی بونا ضروری ہے۔ یہ جنس کیاریوں میں
بھی دوسری جنس کی طرح بوئی جاتی ہے۔ اگر کیاریوں میں بوئی جائیگی۔
تو ایک کنال میں آدھ سیر بیج ڈالا جاتا ہے۔ اس جنس کو سارے

موسموں میں بو سکتے ہیں۔ مگر گرمی۔ سردی اور بارش کی زیادتی یہ جنس جھیل نہیں سکتی ہے۔ اگر سایہ کر کے ان آفتوں سے جنس کو بچا لیا جائے تو ہر موسم میں تھوڑی بہت اس جنس کی پیداوار ہو جاتی ہے مٹر کے بونے کے اصلی دو وقت ہیں۔ شروع کنوار کا مہینہ یا شروع بہار کا موسم ٭ بونے سے پہلے یہ احتیاط ضرور چاہیئے۔ کہ برسات بالکل گزر جائے۔ کیونکہ طراوت کی زیادتی سے یہ جنس خراب ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ درخت چھوٹے چھوٹے ہوں ٭ اس جنس کے بیج بونے کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ دو گھنٹے پہلے اس کا بیج گرم پانی میں بھگویا جائے۔ پھر دو گھنٹے تک خشک کریں۔ اس میں یہ فائدے ہیں۔ کہ بیج جلد زمین سے پھوٹ کر نکل آتا ہے۔ لیکن جب زمین میں کسی قدر طراوت ہو۔ تو اس عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ چھوٹے مٹر کی قطاروں کا درمیانی فاصلہ ڈیڑھ فٹ سے دو فٹ کا ہو۔ اور لمبے مٹر کا ڈھائی فٹ سے تین فٹ کا۔ چھوٹے مٹر کے بیج زمین کے گہراؤ میں جو ڈیڑھ انچ کا ہو۔ دبائے جائیں۔ اور لمبے مٹر کے ڈھائی انچ تک ٭ اس کے درختوں کو تھوڑا تھوڑا پانی دینا چاہیئے۔ جب زمین خشک دیکھی جائے۔ اُس وقت پانی دینا چاہیئے۔ جب درختوں میں پھول آجائیں۔ تو ایک دفعہ پانی ضرور دیا جائے۔ پھر پانی کے دینے کی ضرورت نہیں رہتی ٭ اگر گرمی کے دن ہوں اور درخت مرجھانے لگے ہوں۔ تو پھر بھی تھوڑا سا پانی دیا جائے ٭

جب درخت ایک فٹ سے زیادہ بڑھ جائیں۔ تو لمبی لمبی پتلی لکڑیوں کی چھالی بنا کر بیلوں کے چڑھنے کے واسطے کھڑی کر دی جائیں۔ اور اُن کے ساتھ مٹی بھی جڑوں میں چڑھائی جائے۔ اگر زمین پر بیلیں پھیلینگی۔ تو پانی سے گل جائینگی۔ اور کیڑوں کے لگ جانے کا بھی خوف ہوگا۔ اور پھلیاں جب لگینگی۔ تو چوہے نقصان کرینگے ؛

جب دوسری دفعہ پھول آکر بند ہو جائیں۔ تو پھر اس کو نئی نکلی ہوئی کونپل تھوڑی تھوڑی نوچ ڈالنی مناسب ہے ؛ اس عمل سے دانے اچھے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اچھی طرح ہوئے ہوتے اور بڑھتے ہیں۔ جب درخت پک جائیں۔ تو کاٹ لینا مناسب ہے۔ ہاتھوں سے پھلیوں کا توڑنا اچھا نہیں ہے۔ کہ اس سے پھلیوں کا نقصان ہو جاتا ہے۔ چھوٹی قسم کی سبز پھلیوں کا کچی کھاتے ہیں۔ اِن کی ترکاری بھی بن جاتی ہے۔ جب خشک ہو جائیں۔ تو دال اور دانے کے کام آتی ہے۔ لمبی قسم کے مٹر گھوڑوں اور مویشیوں کو کھلائے جاتے ہیں۔ مٹر کے دانے اُبال کر اُن میں نمک مرچ ڈال کر گھنگنیاں بنا کر کھاتے ہیں۔ وہ لذیذ ہوتی ہیں ؛

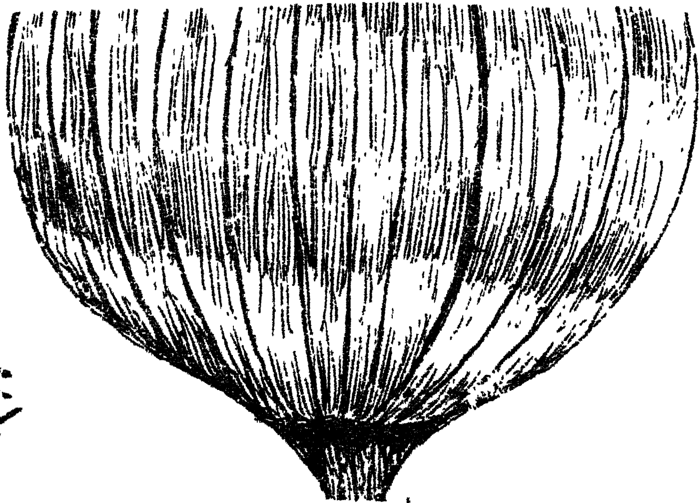
دربیان درخت مونگ کی پھلی

ترکاری میوے کی قسم سے ہے۔ زمیندار اس کو زمین کا

بادام بھی کہتے ہیں۔ اکثر موقعوں پر بادام کی جگہ اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور کھاتے وقت اس میں مونگ پھلی کی سی ہینگ آتی ہے۔ ذائقہ میں بادام کے برابر ہے۔ اور بازاروں میں دوسرے میووں کے ساتھ فروخت ہوتی ہے۔ اور یہ یا چین سے یہ ترکاری یورپ میں گئی۔ اور یورپ سے اس ملک میں آئی دکن میں بھی بوئی جاتی ہے۔ مگر بہت تھوڑی۔ اس کی کاشت میں زمینداروں کو واسطے فائدہ ہے۔ ایک پھلی سے چار چار سو تک پھلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس سے روپے حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے مگر اس کی پھلیاں زمین کے اندر آلو کی طرح پرورش پاتی ہیں اس کے بونے کے لئے نرم اور پولی زمین چاہئے۔ سخت زمین میں اس کا بونا اچھا نہیں ہوتا۔ اگر کچھ ریت والی زمین ہے۔ تو اچھی ہے۔ اس کے بونے کے واسطے ماگھ یا پھاگن کے مہینے میں ہل جوتے جائیں۔ اور پھر اوس میں پانی دیا جائے۔ جب اس میں آل آ جائے۔ تو ایک ہاتھ تک گہری کھدائی کر کے سوہاگہ وغیرہ سے مٹی کو باریک اور برابر کر دیا جائے۔ پھر گوبر کی کھاد۔ اینٹوں کی سرخی باریک کی ہوئی اُس میں ملائی جائے۔ یہ دونو چیزیں اس درخت کے لئے ضروری ہیں۔ اس سے پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ جب زمین میں کھاد ملا دی گئی اور زمین کو ہموار کر لیا۔ تو ایک ایک گز کے فاصلے پر کیاریاں بنائیں۔ اور کیاریوں کے اندر چھوٹی

چھوٹی مینڈیں رکھی جائیں۔ پھر ایک ایک فٹ کے فاصلے پر ایک ایک پھلی ثابت ڈیڑھ انچ گہری دبائی جائے۔ بیج کے واسطے وہ پھلیاں اچھی ہیں۔ جن میں صرف ایک یا دو دانے ہوں۔ جو پھلی زیادہ دانے کی بوئی جائیگی۔ اُس سے چھوٹے چھوٹے درخت اور کم زور ہونگے۔ بونے کے وقت زمین میں کسی قدر طراوت ہو۔ اگر زیادہ زمین میں گیلاپن ہوگا۔ اس کا بیج گل جائیگا۔ پھر جب درخت نکل آئیں۔ تو ساتویں آٹھویں دن پانی دیا جائے۔ اگر زیادہ پانی دیا جائیگا۔ تو نقصان ہوگا۔ اتنا پانی دیا جائے۔ کہ آدھی مینڈ تک پہنچ جائے۔ پانی دینے سے پہلے جب آل آجائے تو کبھی کبھی احتیاط کے ساتھ نلائی بھی کی جائے۔ اس کے کھیت کی زمین پولی اور نرم رکھنی چاہیئے۔ اور ساتھ کے ساتھ برسات دنوں میں اس کی مینڈوں میں مٹی بھی چڑھائی جائے۔ اگر بارش نہ ہو۔ تو برابر پانی دینا چاہیئے۔ درخت میں جب پھول آتے ہیں۔ تو عام پھولوں کی طرح علیحدہ شاخ نہیں ہوتی۔ بلکہ جہاں دو شاخوں کا جوڑ ہوتا ہے۔ وہاں پھول نکل آتا ہے۔ پھر جب پھول نکل کر مرجھا جائیں۔ تو اُن کے ڈورے مل جاتے ہیں۔ پھر وہ ڈورے ڈنڈی حاصل کرکے زمین کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اور یہاں تک بڑھتے ہیں۔ کہ زمین کے اندر دو تین انچ گھس جاتے ہیں۔ جس سے زمین کے اندر پھلیاں بن جاتی ہیں اور اندر ہی اندر پرورش پاتی ہیں۔ کنوار کے مہینے میں

پانی دینا بند کیا جائے۔ پھر پتّے خشک ہو جائیں۔ تو زمین سے آہستہ آہستہ اس کی پھلیاں کھود کر علیحدہ رکھی جائیں۔ اور مٹّی جھاڑ کر سائے میں خشک کر لیں۔ جب بالکل خشک ہو جائیں۔ تو ایک جگہ رکھ لی جائیں۔ یا بیج ڈالیں۔ یا اُنھیں کھانے کے استعمال میں لے آئیں ۔ اس کو اگر ایک دفعہ بویا جائے۔ تو دو تین سال تک پیداوار دیتی ہے۔ مگر ہر سال اس کا بونا بہتر ہے۔ جب اس کی پھلیاں سبز ہوں۔ تو مٹر کی پھلی کی طرح کھائی جاتی ہیں۔ جب خشک ہو جائیں۔ تو اُبال کر بھی کھاتے ہیں۔ جاڑوں کے دنوں میں کشمش کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں۔ مٹھائیوں میں بادام کی جگہ ڈالتے ہیں۔ اس کا روغن نکالا جاتا ہے۔ جس کو جلاتے ہیں۔ اور گھی کی جگہ بھی اس کا برتاؤ ہو جاتا ہے۔ تازہ روغن اس کا نکلا ہوا اچھا ہوتا ہے۔ زیتون کے پھل کی طرح دوائی میں بھی ڈالتے ہیں ۔



مونگ پھلی

درخت ہاتھی چیج

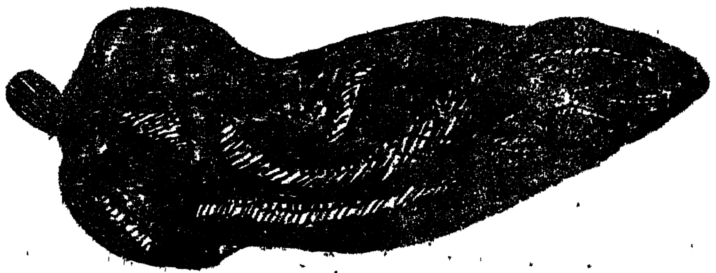
یہ ترکاری دکن میں ملک ایشیا سے آئی ہے اور سورج مکھی کے درخت سی اس درخت کی بناوٹ ہے۔ اس کا پھول چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ مگر شکل میں سورج مکھی کے پھول کی طرح دکھائی دیتے ہیں ؛ یہ ترکاری آلو کی طرح درخت کی جڑ میں پیدا ہوتی ہے کھانے کے کام آتی ہے ؛ دکن میں یہ ترکاری بہت تھوڑی بوئی جاتی ہے۔ تھوڑی سی بونے میں اس کی پیداوار بہت ہو جاتی ہے۔ اور محنت بھی کم کرنی پڑتی ہے۔ اس کے بونے کے لئے یہ ضرورت نہیں ہے۔ کہ اچھی قسم کی زمین ہو۔ ناقص قسم کی زمین میں بھی اس کی پیداوار ہو جاتی ہے۔ اگر ایک دفعہ بوئی جائے۔ تو دو تین سال تک اپنے آپ پیدا ہوتی رہتی ہے۔ درختوں کے سائے تلے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے اگر عام زراعت والے اس کو بوئیں۔ تو فائدہ ہے ؛ بعض لوگ اس ترکاری کو ہاتھی چیج اور بعض لوگ ہاتھی چک کہتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ انگریزی میں دونو کا نام آرٹی چوک ہے۔ مگر اس ترکاری اور ہاتھی چک میں بڑا تفاوت ہے۔ ہاتھی چک کے پھول کانٹے والے ہوتے ہیں۔ اور اس کی کلی کھاتے ہیں۔ جو کھلی ہوئی نہ ہو۔ اور یہ ترکاری تو

آلو کی طرح جڑوں سے پیدا ہوتی۔ اور وہ کھائی جاتی ہے۔ اس کے بونے کے واسطے متوسط درجے کی جو نرم اور پولی مٹی ہو۔ چاہئیے۔ زیادہ سخت نہ ہووے ۔ جہاں یہ ترکاری بوئی جائے۔ وہاں زیادہ کھاد ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر زیادہ کھاد ڈالی جائیگی۔ تو اس ترکاری کا ذائقہ بدمزہ اور پھیکا ہو جائیگا۔ اگر زیادہ کھاد ڈال کر پانی نہ دیا جائے۔ تو دیمک لگ جانے کا اندیشہ ہے۔ دو طرح پر یہ ترکاری بوئی جاتی ہے یا تو آل بندی کے قاعدے سے مینڈیں بنا کر اس کی گڈے گاڑ دی جائیں۔ درمیانی فاصلہ ایک ایک فٹ کا رہے۔ یا معمولی کیاریاں بنا کر ایک ایک ہاتھ کے فاصلے پر گڈے دبا دی جائیں۔ دونو صورتوں میں تین یا چار انچ گہرا سوراخ کرکے لگاتے ہیں۔ اور اوپر سے مٹی ڈال دیتے ہیں۔ ایک کنال کے واسطے ایک من پختہ گڈے کافی ہیں۔

یہ ترکاری جیٹھ یا آساڑ کے مہینے میں بوئی جاتی ہے۔ خشک سالی کے دنوں میں اگر اس کے کھیت کی زمین خشک ہو جائے۔ تو کبھی کبھی پانی دینے کی ضرورت پڑیگی۔ پانی دینے سے پہلے نلائی کے ذریعے زمین کو پولی اور نرم کر لیا جائے۔ اس کے درخت چار پانچ فٹ تک اونچے بڑھتے ہیں۔ اگر اچھی قسم کی زمین ہے۔ تو اس سے بھی زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ ان کے درختوں کا زیادہ بڑھ جانا تعریف میں داخل نہیں ہے۔ کنوار کے مہینے میں جب اس کے پتے سوکھ جائیں۔ تو اوپر سے درختوں کو کاٹ ڈالنا چاہیئے۔ باقی بدستور جڑ و تنہ زمین

زمین میں قایم رہے۔ پھر آلو کی طرح زمین سے کھود کر نکال لیا جائے۔ یا جتنی ضرورت ہو۔ اتنی ہی کھود کر نکال لی جائے۔ زمین سے جب یہ ترکاری کھود کر نکالی جاتی ہے۔ تو اس طریقے سے کچھ عرصے تک ٹھیر سکتی ہے۔ کہ اس میں ریت ملائی جائے۔ یا ریت میں ملاکر دبا رکھا جائے۔ ورنہ اس کے گڈے خشک ہو جائینگے۔ اور سکڑ جائینگے۔ پھر بدمزہ ہو کر کھانے کے کام کی نہیں رہیں گی۔ عام لوگ تو معمولی ترکاری آلوؤں کی طرح بنا لیتے ہیں۔ مگر یورپ میں دودھ میں اُبال کر کھاتے ہیں۔ دُودھ میں اُبالنے کے واسطے وہ گڈے اس کی اچھی ہوتی ہیں۔ جو نرم ہوں اور ذرا کچّی ہوں۔ بہت پکّی ہوئی نہ ہوں۔ اور تازہ ہوں۔ اس کی گڈے مویشیوں کو بھی کھلاتے ہیں۔ دودھ دینے والی مویشی کو اگر دی جائے۔ تو دودھ زیادہ دیتی ہے۔ جو جانور جُگالی کرتے ہیں۔ اُن کو اُس کی گڈے کچی کھلائی جائیں۔ اور جو جانور جگالی نہیں کرتے۔ اُن کو پکا کر دی جائیں

پہاڑی علاقوں میں کُلّو کی طرف اس ترکاری کا نام کانجی آلو بولتے ہیں۔ اور بعض جگہ اُس کو بوتے بھی ہیں۔ وہاں اس کی پیداوار اچھی ہوتی ہے۔ اور ترکاری مزیدار بھی ہوتی ہے۔



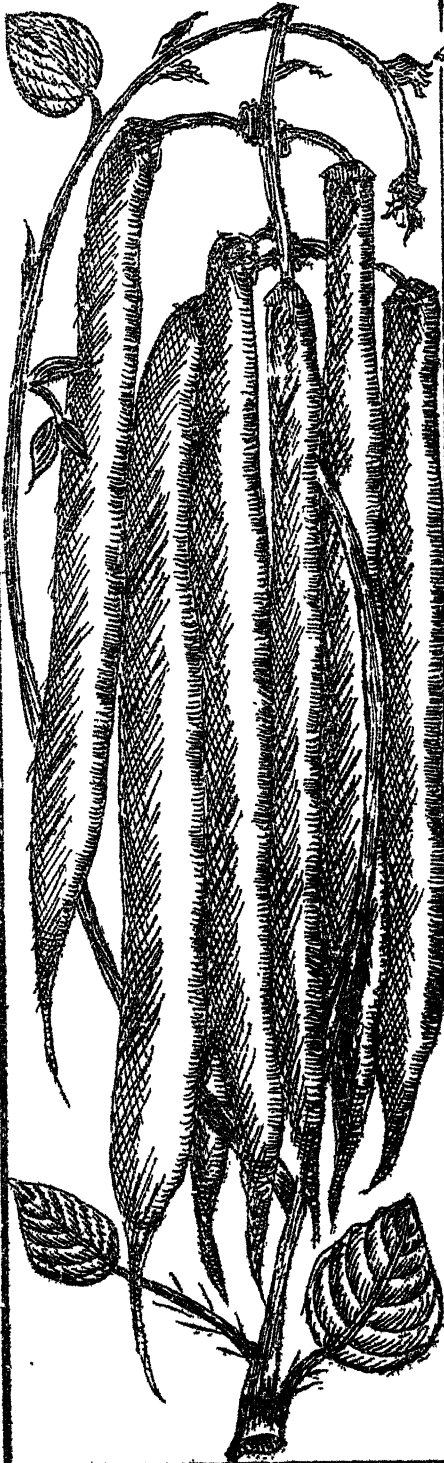
درخت بڑی مرچ

شایقین کو واضح ہوے کہ مرچ کے زراعت کے لئے اگر زمین ریگڑ ہو تو زراعت مرچ خوب ہوگی ورنہ ضرورت کے موافق زمین کافی ہے زمین کو جہاں تک غور کیا جائے تو نلائی پاک و صاف کر کے مرچ کے تخم کو ہر جائے ضرورت کے لئے چھڑک دیوے دوسرے روز حسب ضرورت کھاد دیکر پانی چھوڑ دیں وہاں سے ہر چار ریوم کو پانی دیا کریں جسوقت پھول درخت کو آجائے۔ گوبر او رلعل مٹی کا دیا کریں خدا چاہا تو نمونہ کے مطابق مرچ تیار ہوگی ﷺ



درخت دل پسند گول

تمیزا دیکھا جاتا ہے کہ دل پسند اکثر ہمہ قسم کے ہوا کرتے ہیں



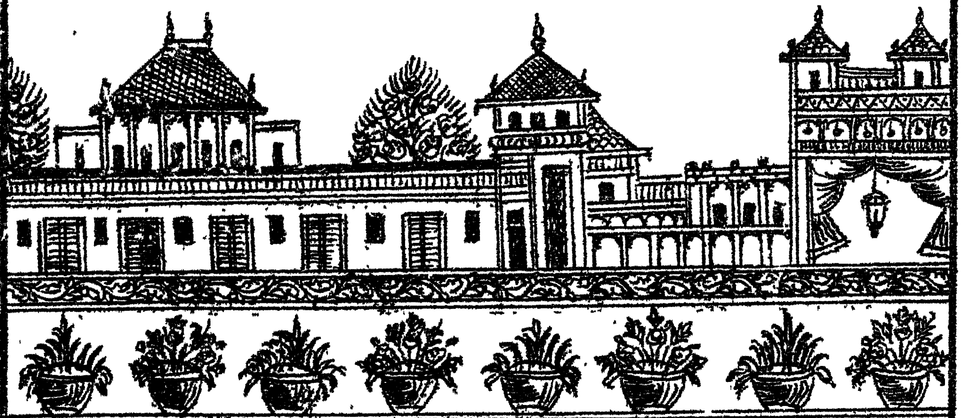
لیکن یہاں گول دل پسند زیادہ ہوتا ہے
اس کی زراعت مثل شکر کدو کے ہوتے
ہیں۔ جسوقت تخم زیری کیا جائے تو
اس وقت تخم کو گوبری کے پانی میں
تر کرکے بونے سے زراعت اچھی
ہو جائے گی۔ کیونکہ یہاں رواج دیکھا
جاتا ہے۔ کہ تخم کو لاپروائی ڈالا جاتا ہے
اگر احتیاط سے بو دیا جائے تو مال
ترقی ہوگا لاکن کھاد گرم دینا اچھا ہے
گرم کھاد وہ ہے کہ ہاتھی کی لید
و گوبری و راکھ ایک جز ہو کر زیادہ
طاقت بخشتا ہے۔

درخت پھلی سیم

واضح ہو کہ سیم کی زراعت کیلئے
پہلے زمین کو صاف کریں بعد تلائی سے
تیار ہونے کے بعد پانی دیں دوسرے

روز تخم کو گوبر کے پانی سے تر کر کے بونا شروع کر دیں چوتھے روز پانی دیا کریں۔ آٹھ یوم میں عمدہ مولکا نکلنا شروع ہوگا وہاں سے عمدہ کھاد وغیرہ دیا کریں۔ جو سرد تر ہو وہ عمدہ کھاد کھلاتی ہے۔ یعنے ایک ہاتھی کے لید کو چھوڑ کے باقی تمام کھاد دیا جائے یاد رہے۔ کہ جسوقت پھول ہیم کے شروع ہو جائے فوراً صرف درختوں کو پتّوں پہ گوبری کی راکھ چھڑک دیں تاکہ کیڑوں سے درخت محفوظ رہے اور درختوں کو طاقت پیدا ہووے اور زراعت اچھی ہوتی ہے۔

نوٹ۔ اگر آپ کو حد سے زیادہ ترقی چاہتے ہو تو بکرے وغیرہ کا خون صرف درختوں کے جڑوں میں نلائی کرکے دیا کریں خدا چاہا تو بال حسب نمونہ کے ترقی ہوگا۔



در بیان درخت میوہ جات

واضح ہو کہ باغ عموماً اوس زمین کے ٹکڑے کو کہتے ہیں کے جن میں بہت سے میوہ دار درختوں جمع ہو اور اوس میں پھول دار درخت بھی جمع ہو کیونکہ باغ خوش وضع معلوم ہوتا ہے اور اوس باغچہ سے دل بہت خوش ہوتا ہے۔ اور فائدہ بہت کثیر بھی ہوتا ہے۔ لاکن زراعت کے موافق اگر کام لیں تو مناسب ہے۔

اوّل۔ نظر کے واسطے تر و تازہ گی اور روح کو فرحت ہوتی ہے ۔

دوم۔ میوؤں کی سی مقوّی غذا کا مل جانا ۔

سوم۔ نئی قسم کی ترکاریاں ۔

میوؤں میں عموماً وہ مادے زیادہ ہوتے ہیں۔ جن کے کھانے سے بدن کی طاقت بڑھتی ہے۔ اور عرصے تک قائم رہتی ہے۔ اور ترکاریوں کے فائدے تو ظاہر ہیں۔ کہ اُن سے خون صاف ہوتا ہے۔ اور دوران خون قائم رہتا ہے ۔ اس ملک کی آب و ہوا متوسط درجے کی ہے۔ نہ زیادہ گرم نہ زیادہ سرد (خاص پہاڑی قطعے اور خاص گرم جگہ اس سے مستثنےٰ ہیں) اس واسطے اُن میوؤں اور مصالحوں کے سوا جو بہت ہی گرم ملک میں پیدا ہوتے ہیں۔ یا وہ میوے اور پھل جو بہت سرد جگہوں میں پرورش پا کر تیار ہوتے ہیں۔ باقی عام قسم کے میوے دار درخت اور ہر قسم کی ترکاریاں اس ملک میں پیدا ہو سکتی ہیں ۔ چونکہ عام طور پر اس ملک کی زمین میں طاقت زیادہ ہے۔ اس واسطے معمول سے زیادہ محنت اور تردد باغ کی

لگانے میں نہیں ہوتا۔ باغوں کے واسطے پولی اور نرم زمین جس میں بہت سے نباتی مادّے ملے ہوں۔ اور تھوڑی سی ریت بھی ہو اچھی ہوتی ہے۔ ایسی زمین کے پہچاننے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ مستطیل یا متوازی الاضلاع کی شکل کا باغ عمدہ اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اُس کی روشیں چوڑی ہونی چاہئیں۔ جو کم سے کم پانچ فٹ تک چوڑی ہوں۔ اور اُن روشوں کے کنارے پر ایک ایک فٹ گھاس اگر لگادی جائے۔ تو زیادہ مضبوط اور قائم رہینگی اور اُس کے دونو طرف پھول اور ترکاری کے واسطے متوازی شکل کی کیاریاں بنائی جائیں۔ جس سے باغیچے کی نمائش عمدہ ہو جائیگی۔ خصوصاً ترکاری کے باغیچے کی صورت بہت اچھی ہو جاتی ہے جہاں باغ لگایا جائے۔ اوّل اُس کی مٹی دو دو فٹ گہری کھودی جائے۔ اور اُس پر چھ انچ گہری تک کھاد ملادی جائے۔ اور مٹی خوب باریک کی جائے۔ پھر زمین کو ہموار کر کے پانی دیا جائے۔ جب زمین میں آل آجائے۔ تو اُس میں روشیں اور کیاریاں بنائی جائیں۔ پھر جس چیز کا بیج بویا جائیگا۔ اچھی طرح پیدا ہوگا۔ مختلف قسموں کے درخت جو باغ میں لگائے جاتے ہیں۔ اُن سے یہ فائدہ ہے۔ کہ کئی قسم کے کیڑوں سے درختوں کا بچاؤ ہو جاتا ہے کیونکہ بعض درخت ایک قسم کے کیڑوں کو زہریلے ہوتے ہیں۔ بعض دوسری قسم کو۔ اگر ایک ہی قسم کے درخت لگائے گئے ہوں۔

اور اُن کو ایک ہی قسم کا کیڑا لگ گیا ہو۔ تو بہت سے درخت اُس کیڑے سے ضائع ہو جائینگے۔ ایک یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ مختلف قسموں کے میوے اور طرح طرح کی ترکاریاں مل سکتی ہیں۔ اس کے سوا جب مختلف قسم کے درخت لگائے گئے۔ تو اُن کی جڑوں کی بھی مختلف بناوٹ ہوگی۔ کسی کی جڑ بہت گہری کسی کی کچھ کم۔ کسی کی آڑہی۔ کسی کی ترچھی۔ اس سبب سے وہ آندھی وغیرہ کی آفتوں سے محفوظ رہینگے ۔ باغ کے جنوبی و شرقی کونے کی طرف کسی قدر زمین خالی رکھنی مناسب ہے۔ اور اُس جگہ میں دوسرے ملکوں کی آئی ہوئی ترکاری اور درختوں کے بیج بوئے۔ جائیں اور ذخیرہ لگایا جائے۔ اس واسطے کہ جاڑے کے موسم میں ایسے درختوں کو دھوپ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اور دھوپ اُن دنوں میں جنوب کی طرف سے خوب لگتی ہے۔ گودام باغ کے شمال اور مشرق کے کونے میں بنایا جائے۔ اگر زمین کی سطح کسی طرف کو اونچی ہے۔ تو وہاں لگایا جائے۔ غرض ایسی جگہ ہو۔ جہاں سے باغ کے ہر ایک موقع میں پانی پہنچ سکے۔ اگر بڑے بڑے باغوں میں جُدا جُدا قسم کے میوے دار درختوں کے چھوٹے چھوٹے تختے جُدا جُدا لگائے جائیں تو وہ تختے باغ کی خوبصورتی بڑھائینگے۔ اور ایک جگہ ہونے کے سبب سے میوے اور ترکاری کی تیاری کے وقت حفاظت آسانی سے ہو سکیگی ۔



درخت آم

آم اسی ملک کی پیدایش ہے۔ اسی ملک سے دوسرے ملکوں میں گیا ہے۔ اس کا درخت عرصے تک قایم رہتا ہے۔ اور پھل کثرت سے دیتا ہے۔ جس میں زیادہ فائدہ ہو جاتا ہے۔ اسکی لکڑی بھی مضبوط ہوتی ہے۔ عمارتوں کے کام آتی ہے۔ زیادہ خوبی اس پیڑ میں یہ ہے۔ کہ جب اس کے درخت جوان ہو جاتے ہیں۔ پھر کسی قسم کی پرورش کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایک دفعہ کے لگائے ہوئے تین چار پشت تک کھڑے رہتے ہیں۔ اور آمدنی کی صورت

بنی رہتی ہے ٭ اس میوے کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ہر ایک کے نام قد و قامت۔ رنگ ڈھنگ اور ذائقے کے سبب سے جُدا جُدا ہیں اب اس کے سوا دو قسموں کے آم اور بھی اس ملک میں پیوند کے ذریعے سے پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک بمبئی دوسرا مالدہ۔ اب اس ملک میں دن بدن اُن کی ترقی ہے ٭ اس میوے کے پیڑ کیلئے متوسط درجے کی آب و ہوا چاہئیے۔ اگر کسی موسم میں زیادہ سردی یا زیادہ گرمی پڑنے لگے۔ تو اس کے درخت سوکھ جاتے ہیں۔ بڑے سرد پہاڑ یا زیادہ گرم جگہ میں یہ درخت نظر نہیں آتے۔ اس میوے کے درخت گرمی کی سختی اس صورت میں اُٹھا سکتے ہیں۔ کہ اُن کو پانی دیا جائے ٭ آم کے درخت کو زیادہ سردی کی برداشت نہیں ہے۔ کبھی کبھی دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ اگر دو رات پالا زیادہ پڑے تو دس دس بارہ بارہ برس کی عمر کے درخت مرجھا جاتے ہیں۔ اور بالکل سوکھ جاتے ہیں۔ اس کے درخت کا عرق گاڑھا ہوتا ہے۔ پانی کی طرح پتلا نہیں ہوتا۔ اسی واسطے اگر ایک دفعہ وہ سوکھ جائے یا کاٹا جائے۔ پھر دوبارہ پھوٹ کر پیدا نہیں ہوتا۔ یہ میوہ اچھی قسم کا وہ ہوتا ہے۔ جس کا رس پتلا اور میٹھا ہو۔ گٹھلی چھوٹی ہو۔ ریشہ بالکل نہ ہو۔ چھلکا موٹا ہو۔ مربّے کے واسطے ایسے ہی آم زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس کے درخت دو طریق سے لگاتے ہیں۔ ایک تو پیوند چڑھانے سے۔ دوسرے بیج بونے سے ٭ پیوندی درخت

پر چڑھتا ہے جو بیج سے پیدا ہوئے ہوں۔ آم کا پیوند اور درخت پر نہیں
چڑھ سکتا۔ اور پیوند بھی ڈالی کا چڑھیگا۔ دوسرا نہیں۔ پیوندی درختوں
میں پھل جلد آتا ہے۔ مگر درخت اتنے عرصے تک قائم نہیں رہتا۔ جتنا
بیج بویا ہوا ہو درخت۔ اس کے بیج بونے کا یہ طریق ہے۔ کہ اول
ایک کیاری طیار کی جائے۔ اُس میں آم کی گٹھلیوں کا ذخیرہ لگایا جائے
کبھی علیحدہ علیحدہ بھی گٹھلیاں گاڑ دی جاتی ہیں۔ گٹھلی تازہ اور گیلی
لگانی چاہئے۔ خشک کرکے نہ بوئی جائے۔ کیونکہ اگر خشک کرکے بوئی
جائیگی۔ تو پیدا نہیں ہوگی۔ اس کی پہچان یہ ہے۔ کہ جب گٹھلی گیلی ہو۔
ہلانے سے کھڑکتی نہیں۔ مگر خشک ہوکر آواز دینے لگ جاتی ہے۔
جہاں اس کا ذخیرہ لگایا جائے۔ وہاں کسی قدر گلی ہوئی کھاد اور
اینٹوں کی باریک روڑی مٹی میں ملانی چاہئے۔ جب ساون کا مہینہ
آئے۔ تو ذخیرہ لگانے کا فکر کیا جائے۔ اگر ذخیرے میں ثابت آم
بویا جائے۔ تو اچھا ہے۔ جب ثابت آم یا گٹھلیاں زمین میں بوئی
جائیں۔ تو اُن کا درمیانی فاصلہ ایک ایک ہو۔ بعض لوگ بونے کے
وقت تھوڑی سی کستوری گٹھلی کے منہ کے اوپر رکھ دیتے ہیں۔
اس سے جو پھل آئندہ اس درخت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اُنہیں
کستوری کی بو آتی رہتی ہے۔ اسی طرح پر جب تک گٹھلی نہ پھوٹے
اور شگوفہ نہ نکلے۔ سونف کا عرق پانی کی بجائے ڈالتے ہیں۔ اس سے
بھی اُس درخت کے آموں میں سونف کا مزہ آتا ہے۔ اگر گٹھلی کو

الگ الگ کرکے بویا جائے۔ تو اُس سے جو درخت پیدا ہوگا۔ اُس کی
ڈالیاں پیچھے کی طرف ہو کر اوپر کو جائینگی اور عجیب طرح کا عمدہ
ہوگا۔ تخم کے اوپر تین تین انچ مٹی ڈالی جائے۔ اور تھوڑا تھوڑا
پانی بھی دیا جائے۔ دو ہفتے کے اندر گٹھلی زمین سے پھوٹ کر
نکل آئیگی۔ جاڑے کے دنوں میں ان درختوں کو سردی سے بچایا
جائے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ کیونکہ سردی زیادہ نقصان پہنچاتی ہے
جب اس کے درخت ایک برس کے ہو جائیں۔ تو ذخیرے کی
کیاری سے بدلکر دوسری جگہ لگائے جائیں۔ اُس وقت اُن کا باہمی
فاصلہ دو دو تین تین ہاتھ کا ہو۔ مگر ذخیرے کی طرح وہاں بھی
اس ہی پرورش کا دل سے خیال رکھا جائے۔ جب تیسرا برس ہو جائے
تو پھر اُس کے پودے وہاں سے اکھاڑ کے ہمیشہ کی
جگہ جہاں اصلی موقع اُن کے لگانے کا ہو۔ لگا دئے جائیں
اُس وقت ان درختوں کا درمیانی فاصلہ تیس فٹ سے کم نہ ہو
اس واسطے کہ اس کے درخت بڑے بڑے پھیلتے ہیں۔ اور
اونچے ہو جاتے ہیں۔ اگر نزدیک نزدیک لگائے گئے ہونگے۔ تو
تھوڑے ہی عرصے میں گنجان ہو جائینگے۔ اور اچھا پھل نہیں آئیگا
ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ اور دوسری سے اکھاڑ کر
تیسری جگہ لگانے میں یہ فائدہ ہے۔ کہ درخت جلد زور پکڑ کر بڑھنے
لگتا ہے۔ اور اپنی جڑیں خوب قائم کرتا ہے۔ پھل موٹا دیتا ہے

اگر اس کا درخت ایک ہی جگہ لگا رہے۔ اور کسی دوسری جگہ اُکھاڑ
کر نہ لگایا جائے۔ تو اس میں پھل دیر سے آئینگے۔ اور چھوٹے
چھوٹے ہونگے۔ جب تک اس درخت میں پھل نہ آئے۔ تب
تک اس درخت کی جڑیں گھاس وغیرہ سے صاف رکھی جائیں۔
معمولی صورتوں میں دس بارہ برس کے اندر اس کے پیڑوں میں
مور آجاتا ہے۔ اگر اچھی زمین ہے۔ اور اس کے درختوں کی
پرورش درست طریقے پر کی گئی ہے۔ تو سات آٹھ برس میں
بھی مور آجاتا ہے۔ جب مور اس کے درختوں میں آنا
شروع ہو جائے۔ تو تین چار سال تک وہ مور تراشتے رہیں۔
اس ننھے درخت سے پھل نہیں لینا چاہئے۔ اس عمل سے
درخت جلد بڑھتا ہے۔ اور آئندہ اچھا پھل دیتا ہے۔ اگر ایسا
نہیں کیا جائے۔ اور شروع ہی میں پھل لے لیا جائے۔ تو درخت
کمزور رہتے ہیں۔ پھل بھی لذیذ اور اچھا نہیں لاتے۔ تین چار سال
کے بعد بھی ایک دو برس تک تھوڑا تھوڑا مور تراشا جائے۔
پورا پھل نہ لیا جائے۔ جب ایک مہینہ مور کے آنے میں رہ جائے
تو پیڑ کی جڑ سے مٹی نکال لیں۔ پندرہ روز تک اُسے ہوا لگنے
دیں۔ پھر اُس میں تھوڑی کھاد جس میں چھوٹی چھوٹی روڑی
اور جلا ہوا باریک چونا ملا ہو۔ ڈال دی جائے۔ اور پھر تیسرے
چوتھے روز پانی دیا جائے۔ جب پھل پکنے پر آئے۔ تو پانی بند

کیا جائے۔ اگر اُس وقت پانی زیادہ دیا جائیگا۔ تو پھلوں کے
ذائقے اور لذّت میں فرق آجائیگا۔ عمدہ نہیں ہوگا۔ پھاگن کے
مہینے میں اس کے درخت پر چھوٹی چھوٹی کیریاں آجاتی ہیں
آساڑھ یا ساون کے مہینے میں پھل پک جاتا ہے۔ بعض درخت
کے آم بھادوں کے مہینے میں پکتے ہیں۔ جب اس کے درخت
میں مور آتا ہے۔ تو ایک کیڑا اس میں لگ جاتا ہے۔ وہ تمام مور
خراب کر دیتا ہے۔ یہ کیڑا موسم کی خشکی کے سبب سے پیدا
ہوا ہو جاتا ہے۔ سنا گیا ہے۔ کہ اگر بانسی کے جڑ کا دُھواں
اس کے تلے دیا جائے۔ تو کیڑا مر جاتا ہے۔ آم کا بیج کھٹا ہو۔
تو اُس سے جو درخت پیدا ہونگے۔ اُن کے پھل بھی ویسے ہی ہونگے
اور میٹھے کے میٹھے۔ مگر اس میں زمین کی تاثیر کو بھی دخل ہے۔ اگر
اگر میٹھے آم ریتلی زمین میں بوئے جائیں۔ تو اُن کا ذائقہ بھی کسی
قدر ترش ہو جاتا ہے۔ اگر ترش آم چکنی مٹّی میں لگائے جائیں۔
جس میں نباتی مادہ زیادہ ہو۔ تو اُن کے پھل کسی قدر میٹھے ہو جاتے
ہیں۔ اگر ترش آموں کی جڑوں میں دو چار سال تک طریق بالا کے
مطابق چونا ڈالا جائے۔ تو وہ میٹھے ہو جاتے ہیں ؂

آموں کا مربّا اور اچار ڈالا جاتا ہے۔ اس کی کھٹائی رنگریز
رنگ میں برتتے ہیں۔ میوہ کئی طرح پر کھایا جاتا ہے۔ اس کے
پاپڑ بھی بنتے ہیں۔ اگر کچّے آم نمکین پانی میں ڈال دئے جائیں۔

تو ایک دو مہینے تک ٹھیر سکتے ہیں۔ اس طرح پر پکے آم بھی چند ترکیبوں سے قایم رہ سکتے ہیں۔ مثلاً اگر شہد میں آم دے جائیں۔ تو چند روز ٹھیر جائینگے۔ اگر اس کے پودے خشک جگہ میں لگائے گئے ہیں۔ تو اُن کی مدد کے واسطے کیلے کا درخت بھی اس کے برابر لگایا جائے۔ جب آم کے پیڑ کا پیٹ ایک فٹ کے قریب ہو جائے۔ تو کیلے کا درخت کاٹ لیا جائے۔ ورنہ کیلہ بجائے فائدے کے نقصان کریگا۔ کیونکہ اس وقت اس کے درخت کو اپنی پرورش کے واسطے زیادہ طراوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی جڑیں دور سے تری کو اکٹھا کر کے لاتی ہیں مگر وہ کیلا بیچ میں چوس لیتا ہے۔

چنانچہ کچھ درخت آم معہ نام مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

آصف پسند	امیر پسند	دل پسند	شاہ پسند	علی پسند
گلاب پسند	طوطا پسند	عالم پسند	شکر گولہ	شکر گٹھلی
طوطا پری	کالا الغن	لعل پری	برہان پسند	شاد پسند
حبیب پسند	گولہ پسند	کالہ پسند	گوہا بندر	ملائی پسند
ملغوبہ بےنظیر	ملغوبہ پسند	ملغوبہ سفید	ملغوبہ سرخ	ملغوبہ دکن
نواب پسند	والاجاہ پسند	سفید پری	آہنی سفید	آہنی سرخ
آہنی زرد	قاسم پسند۔			

درخت کونلہ وغیرہ

واضح ہوے کہ نارنگی و سنترہ وغیرہ کو جس طرح زراعت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تفصیل ذیل کے درختوں کو بھی عمل میں لاویں مگر اول زمین کو عمدہ صاف وغیرہ کر کے کیا ہ کا عمل کریں خدا چاہا تو مالدار ہو جائینگے۔

تفصیل ذیل مختصر نام

کونلہ چکری بتائی میٹھی بتائی کھٹی لیموں میٹھا
لیموں کھٹا چکوترہ میٹھا چکوترہ کھٹا چکوترہ سفید چکوترہ سرخ
کاغذی لیموں کرنا میٹھا کرنا کھٹا ترنج میٹھا ترنج کھٹا
ناس پاتی کھٹی ناس پاتی میٹھی ؎

درخت نارنگی اور سنترہ وغیرہ

اِس کا درخت پیوند کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے ؎ نارنگی کے درخت دو طرح لگائے جاتے ہیں۔ ایک تو کھٹے یا میٹھے کے درختوں پر پیوند لگایا جاتا ہے۔ کھٹے کے درختوں پر جو

پیوند لگایا جاتا ہے۔ اُس سے جو پھل آتا ہے۔ اُس میں ترشی زیادہ ہوتی ہے۔ اور جو میٹھے کے درخت پر پیوند چڑھایا جاتا ہے اُس سے جو پھل آتا ہے۔ اُس میں مٹھاس زیادہ ہوتی ہے۔ اُس کے درخت بیج سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر پیوندی درختوں میں جلد پھل آجاتا ہے۔ اور پھل بھی بڑا اور موٹا ہوتا ہے۔ ہاں پیوندی درخت کی عمر تھوڑی ہوتی ہے۔ اور بیج سے بوئے ہوئے کی زیادہ اس میں ٹاکی کا پیوند یا میخ کا پیوند بھی لگ جاتا ہے۔ یہ درخت بیج سے پیدا کرنا ذرا مشکل ہے۔ چونکہ اس میں پھل بھی چھوٹے آتے ہیں۔ اس لئے اکثر پیوندی درخت ہی لگائے جاتے ہیں بیج بونے میں تین چیزوں کا ضروری لحاظ رکھنا چاہئے۔ اوّل جہاں۔ بوئیں۔ وہاں دھوپ واجبی ہو۔ دوسرے زمین ریت والی ہو۔ تیسری اندازیکا پانی دیا جائے۔ مگر زمین خشک نہ ہونے پائے۔ اسے زیادہ سائے میں نہ رکھا جائے۔ اور زیادہ پانی نہ دیا جائے۔ اور زیادہ دھوپ اور گرم ہوا سے زمین سخت نہ ہو جائے۔ اگر ان باتوں کا لحاظ نہ رہیگا تو چھوٹے درختوں کے شگوفے جو بہت نازک اور نرم ہوتے ہیں مرجھا کر خشک ہو جائینگے ۔ بیج بونے کے واسطے اچھا وقت بہار کا موسم ہے۔ اِس موسم کے شروع میں جہاں اس کا بیج بویا جائے۔ اوّل وہاں پانچ چھ انچ ریت ڈالی جائے۔ پھر جس وقت اِس کے پھل سے بیج نکالا جائے۔ فوراً بو دینا چاہئے۔ اور ایک

ایک ایک انچ کا درمیانی فاصلہ رکھنا چاہئے۔ دو دو انچ ریت اس بوئے ہوئے بیج پر ڈالی جائے۔ اگر زیادہ ریت ڈالی جائیگی۔ تو بیج کو پوری گرمی نہ پہنچیگی اور درخت پیدا نہ ہونگے۔ اگر اوپر بویا جائیگا یا ریت کم ڈالی جائیگی۔ تو بیج سوکھ جائیگا۔ اگر بیج پھل سے نکالا گیا۔ اور تھوڑے عرصے تک رکھا رہا۔ یا اُسی وقت نہ بویا گیا۔ تو اُس کا مادہ خشک ہو کر ضائع ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے کچھ پیدا نہیں ہوتا جب بیج بویا جائے۔ تو اس کے ذخیرے کے گرد ایک جنگلہ بنا کر اوپر سے ململ کے کپڑے یا اور کسی باریک کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے دیا جائے۔ اس میں اندازے کی روشنی اور ضرورت کے مطابق گرمی برابر پہنچتی رہے پانی بھی اس میں اچھی طرح پر دیا جائے۔ پھر ہر روز شام کے وقت اس پر تھوڑا سا پانی چھڑکا جائے۔ اس عمل سے پانچ یا چھ ہفتے میں شگوفے پھوٹ کر ریت سے باہر نکل آئینگے۔ پھر جب تک پتے نہ نکل آئیں۔ باغبان کو شگوفوں کی بہت احتیاط سے حفاظت کرنی چاہئے پتے نکل آئیں۔ تو حفاظت کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی۔ مگر پھر بھی ہفتے میں دو تین بار تھوڑا تھوڑا پانی دینا ضروری ہے۔ جب درخت دھوپ اور ہوا کی برداشت کر سکیں۔ تو پھر کپڑا بالکل اوٹھا دینا چاہئے۔ اس طرح پر اس کے درخت پرورش پا کر چھ مہینے کے عرصے میں ۱۲ انچ سے ۱۵ انچ تک اونچے

ہو جاتی ہے۔ کیڑوں سے بھی اس کے پتّوں کی حفاظت رکھنی چاہیئے
ہو۔ یعنے لیموں یا کھٹّے یا میٹھے کا بیج بھی اسی طرح بویا جانا چاہیئے۔

برسات کے موسم یا بہار کے دنوں سے کچھ عرصہ پہلے اُن درختوں کو احتیاط سے ٹکلی کے ساتھ اُکھاڑ کر جہاں ضرورت ہو لگانا چاہیئے۔ درمیانی فاصلہ اُن درختوں کا ۱۵ فٹ کا ہو۔

قطاروں میں اس کے درختوں کا لگانا اچھا ہے۔ کہ سارے درختوں کو کوئیں کا پانی فائدہ دیتا ہے۔ نہر کا پانی سے پورا فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور اس سے پھل بھی کم آتا ہے۔ اور جلد خشک ہو کر گر جاتا ہے۔ اس کے درخت میں مارچ کے مہینے میں پھول نکلتے ہیں۔ اور ایک مہینے کے عرصے میں چھوٹے چھوٹے پھل نمودار ہوتے ہیں۔ اخیر نومبر اور شروع دسمبر تک اس کے پھل پک کر توڑنے کے لایق ہو جاتے ہیں۔

اگر نارنگی کے پھل موٹے اور بڑے بڑے کرنے منظور ہوں۔ تو جب ابھی چھوٹے چھوٹے ہوں۔ اُن میں سے نصف توڑ کر پھینک دیں۔ باقی نصف پھر اچھی پرورش پائینگے۔ اور موٹے اور لذیذ ہونگے۔ انگلستان میں یہ عمل اکثر کیا جاتا ہے۔

اگر اس کے پھل درختوں پر پکنے کے بعد چھوڑ دئے جائیں تو کچھ عرصے تک رہ سکتے ہیں۔ ہمالیہ کے پہاڑ کے دامن میں تو مارچ اور اپریل کے مہینے میں بھی اس کے پھل درختوں پر لگے

ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ درختوں سے نارنگیوں کو توڑ کر دو دو تین تین مہینے تک رکھ چھوڑتے ہیں اور ایک ترکیب سے جو یورپ کے ملکوں میں کی جاتی ہے برابر سال تک ویسے تازہ رہ سکتے ہیں ؂

واضح ہو کہ چند میوہ جات کے درختوں کے نام مختصر طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے۔ حسب طریقہ سابق زراعت کیا کریں۔ مگر زمین میں کھاد وغیرہ حسب ضرورت دیا کریں اور پانی زیادہ نہیں دینا ورنہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ ناظریں درختوں کو عمدہ طور سے کام میں لاویں اور پھل اگر زیادہ چاہتے ہو تو ہر ایک درخت کو صرف کیڑے سے بچاؤ اور نلائی خوب کیا کریں آیندہ آپکو اختیار ہے ؂

آنار میٹھا   آنار کھٹا   آنار سفید   آنار سرخ   آنار سیاہ
آنار کابلی   آنار ملکی   آنار ولایتی   آنار باغی   جام سفید
جام سرخ   جام گلابی   جام آبی   جام تابی   جام صراحی
جام بیدری   جام ولایتی   جام ملکی   جام گول   جام چکری
جام لانبا   کمرق سفید   کمرخ سرخ   کمرخ اودہ   کمرخ گول
کمرخ لانبی   کمرخ کھٹا   کمرخ میٹھا   کروندہ سفید   کروندہ سیاہ
کروندہ سرخ   کروندہ سبز   حرفہ ریوڑی سفید   حرفہ ریوڑی سرخ   حرفہ ریوڑی اودہ
کوہیٹ سرخ   کوہیٹ سفید   گلابی جامن سرخ۔ گلابی جامن سفید   بادام ملکی۔

بادام ولایتی اخروٹ ملکی اخروٹ ولایتی فالسہ سیاہ فالسہ سرخ
فالسہ زرد ؁

زراعت آلوچہ اور آلو بخارا وغیرہ

یہ دونوں درخت ایک ہی قسم کے ہیں۔ اس واسطے بعض لوگ ان کو ولایتی بیری کہتے ہیں۔ ان دونو درختوں کی بڑائی موٹائی پتے اور ڈالیوں کی بناوٹ اور پھل پھول میں بہت تھوڑا انفاوت ہے آلو بخارا کھٹا ہوتا ہے۔ اور آلوچہ کھٹ میٹھا۔ اس لئے دونو کا ذکر اکٹھا لکھا جاتا ہے؁

یہ میوے اس ملک کی پیداوار نہیں۔ دوسرے ملکوں سے آئے ہیں۔ مگر اب باغوں میں ان کی کثرت ہوتی جاتی ہے؛ پہاڑی علاقوں میں اور سرد جگہوں میں ان کے درخت اچھی طرح پھلتے پھولتے ہیں۔ اور عرصے تک قایم رہتے ہیں عمدہ ذائقہ دار اور نفیس ہوتے ہیں۔ گرم جگہوں میں چونکہ جلد پک جاتے ہیں۔ اس لئے ایسے لذیذ نہیں ہوتے اور زیادہ عرصے تک نہیں رہ سکتے۔ ان کے پھل کئی رنگ کے ہوتے ہیں۔ کوئی سپید ہی مایل زرد۔ کوئی سرخ۔ کوئی سبز وغیرہ وغیرہ۔ جب باغ میں ان درختوں کے پھل پکے ہوئے لٹکتے دکھائی دیتے ہیں۔ تو بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں

آلوچے کے درخت دو طرح پر ہوتے ہیں۔ ایک تو قلم لگانے سے دوسرے بیج بونے سے۔ مگر دونوں صورتوں میں اِن کو دوسرے آلوچے سے پیوند کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر پیوند نہ کیا جائے تو جو درخت تخم سے پیدا ہوا ہے۔ اس میں پھل نہیں آئیگا۔ تو اچھا نہیں ہوگا۔ اسی طرح جو درخت قلم سے لگائے گئے ہیں۔ اگرچہ اِن میں بھی پھل تو آئیگا۔ مگر بہت چھوٹا۔ پیوندی پھل کے برابر نہیں ہوتا۔

آلوبخارے کی قلم نہیں لگائی جاتی۔ عموماً بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر اوس کو دوسرے آلوبخارے سے پیوند کرتے ہیں۔ بلا پیوند بھی پھل تو پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر چھوٹے چھوٹے اور زیادہ ترش ہوتے ہیں۔ اِن کا پیوند آڑو۔ سیب۔ بہی۔ ناشپاتی کے درختوں ہی پر چڑھایا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح پر پھلتا پھولتا ہے۔ جیسا کہ اپنی اصلی قلم پر۔ اِن کو چھلّے کا یا ٹاکی کا پیوند لگایا جاتا ہے۔

یہ درخت جب جدا جدا لگائے جائیں۔ تو بارہ بارہ ہاتھ کا درمیانی فاصلہ رہے۔ اِس ڈھنگ سے اِن کو روشنی اور ہوا اچھی طرح پہنچیگی۔ اگر آلوچے یا آلوبخارے کا قلم لگایا گیا ہے۔ تو ایک برس کے بعد اُس پر پیوند چڑھایا جائے۔ اگر آلوبخارے کا بیج بویا ہے۔ تو دو برس کے بعد اُس کو پیوند کیا جائے۔ جب درختوں پر پیوند چڑھ جاتا ہے۔ تو عموماً دوسرے یا تیسرے برس پھل لے آتے ہیں۔ پھاگن کے مہینے میں اِن میں پھول آتا ہے۔

جیٹھ یا شروع آساڑھ کے مہینے میں پھل پک جاتے ہیں۔ اور کھانے کے لائق ہو جاتے ہیں۔ سرد جگہوں میں عام دستور کے مطابق پچھوں دیر سے آتا ہے۔ اور میدانی ملک کی نسبت وہاں اس کا پھل بھی دیر سے پکتا ہے۔ اس لئے وہاں کا پھل میدانی ملک سے زیادہ میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے۔ اِن درختوں کی ڈالیاں اگر اسی قسم کے پیڑوں کی ٹہنیوں سے آپس میں اس طرح مل جائیں۔ کہ ایک ہی درخت کی شاخیں معلوم ہوں۔ تو ایک دوسرے کو طاقت بھی پہنچتی ہے۔ اس کی لکڑی کا عرق پتلا ہوتا ہے۔ گاڑھا نہیں ہوتا ؛

جب اس قسم کے کئی درخت ایک قطار میں اس طرح لگائے جائیں۔ کہ اُن کی ڈالیاں بڑھی ہو کر آپس میں مل جائیں۔ تو یکساں موٹی ڈالیوں کو قلم کی طرح تراش کر ایک دوسری کے ساتھ اس طرح ملا دیں۔ کہ وہ دونو شاخیں ایک ہی معلوم ہوں۔ پھر رسّی یا ڈوری سے پیوند کی طرح باندھ دیں۔ وہ دونو ڈالیاں کچھ عرصے میں جڑ کر ایک ہی شاخ بن جائینگی۔ اس کے اوپر جو اور سیدھی شاخیں نکلیں۔ وہ رکھ لی جائیں۔ گرد کی شاخیں چھانٹ دی جائیں۔ جو شاخیں اوپر کو نکلینگی۔ بہت خوش نما ہونگی۔ اور جب اُن پر پھل آئیگا۔ تو وہ پھل لٹکتا ہوا بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔ یہاں تک کہ اُس کو دیکھتے ہی رہیں ؛

چونکہ اِن کے درختوں کا درمیانی فاصلہ پہلے ہی ایک دوسرے سے

برابر ہوتا ہے۔ جب یہ درخت بڑھ جائیں۔ اور اُن کی ڈالیاں آپسمیں مل جائیں۔ تو دو ڈالیوں کی لمبائی کا تراشتے کے وقت خیال رکھا جائے۔ تاکہ اِن کو ایک دوسری ڈالی سے جوڑ لگانے یا رسّی سے باندھنے کے وقت اُن کی شکل محرابی یا سیدھی بن جائے۔ اسی اگر قطار کے درختوں پر یہی عمل کیا جائے۔ تو سب درختوں کا اوپر سے ایک ہی درخت ہو جائیگا۔ آلوچہ جب پک جاتا ہے۔ تو کھانے کے ہی کام آتا ہے۔ آلو بخارا جب پکنے پر آجاتا ہے۔ تو اس کا آچار ڈالتے ہیں۔ اور مُربا اور چٹنی بناتے ہیں۔ اور جب اچھّی طرح پک جاتا ہے۔ تو آلوچے کی طرح اس کو بھی کھاتی ہیں۔

جو آلو بخارا ترکستان یا بخارا کی طرف سے آتا ہے۔ اُس کا برتاؤ صرف دوائی میں ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کھانا پکانے اور پانی میں ملا کر اُس کا رس پینے کے کام بھی آتا ہے۔

زراعت انجیر

یہ درخت اس ملک میں مدّت سے پایا جاتا ہے۔ اب تک جنگلوں پہاڑوں میں اس کے خود رو درخت موجود ہیں۔ عموماً سرد اور گرم علاقوں میں ہر جگہ اس کا پیڑ ہو جاتا ہے۔ اِس کا میوہ لذیذ اور میٹھا ہوتا ہے۔ اور کھانے میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔

اس میوے کے درخت درمیانہ قد کے پھیلے ہوئے سایہ دار ہوتے ہیں
مسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں اس درخت کے اور اس کے میوے کے
بڑے بڑے فائدے لکھے ہیں۔ اس کے پتوں پر خزاں کم آتی ہے۔
زیادہ عرصے تک اپنے سائے اور پھلوں کا کمال دکھلاتا رہتا ہے۔
اس کا پھل بھی ایک نوالے کے برابر ہوتا ہے۔ جو بے تکلف کھا لیا جائے
کوئی گٹھلی اس میں نہیں ہوتی۔ جو علٰحدہ کرنی پڑے۔ پوست بھی نازک
ہوتا ہے چھیلنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ گویا اس کا پھل وہ اکی دوا
اور غذا کی غذا ہے ۔ باغوں میں ان درختوں کا لگانا فائدہ دیتا ہے۔
اس کے درختوں سے باغ خوبصورت معلوم ہوتا ہے ۔ اس درخت کے پھول کی
نرالی بناوٹ ہے۔ سارے درختوں کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ پہلے ان میں پھول
آتے ہیں۔ پھر جب ان کے درمیان پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے
پھول مرجھا کر گر جاتے ہیں۔ مگر اس درخت کے پھول ظاہر نہیں ہوتے
پہلے ہی سے پھل نظر آجاتے ہیں ۔ اصل میں اس کا پھول پھل کے
اندر ہوتا ہے۔ یا یہ کہا جائے۔ کہ پھول کو پھل نے چاروں طرف سے
گھیر کر اپنے پیٹ میں چھپا لیا ہے۔ اگر اس کا پھل چیر کر دیکھا جائے۔
تو باریک باریک دانے پیٹ میں معلوم ہونگے۔ یہی باریک دانے
اس کے پھول ہوتے ہیں۔ پھر جب اس کا پھل پک جاتا ہے۔
تو وہ پھول دانے بن جاتے ہیں۔ اس میوے کے درخت کی
دو قسمیں ہیں۔ ایک کھٹیا۔ دوسری پیوندی جس کو انجیر کہتے ہیں ۔

انجیر لگانے کی ترکیب

اِس پیڑ کے لگانے کے لئے عموماً وہ مٹی اچھی ہوتی ہے۔ جس میں آدھی ریت اور آدھی چکنی مٹی ملی ہوئی ہو۔ جہاں اِس کے درخت لگائے جائیں۔ وہاں گوبر کی کھاد بہت سی ڈالی جائے۔ جو گلی سڑی ہوئی ہو۔ اور وہ زمین جس میں زیادہ طراوت ہو۔ اِس کے بونے کے لئے اچھی ہے۔ کوؤں کے قریب اگر لگائے جائیں۔ تو مناسب ہے۔

کھٹیا قسم کے درخت تو خودرو ہو جاتے ہیں۔ مگر انجیر کے درخت قلم سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ قلمیں خواہ پھگواڑے کی ہوں۔ خواہ انجیر کی پہلے ذخیرے کی جگہ میں گاڑ دی جائیں۔ اور درمیان میں ایک ایک بالشت کا فاصلہ ہو۔ دوسری قسم کے میوہ دار درختوں کی قلموں سے اِس درخت کی قلمیں جڑیں جلد پکڑتی ہیں۔ اور درخت بن کر بڑھتی ہیں۔ اور پھلنے لگ جاتی ہیں۔ اِس لئے چھ مہینے یا ایک برس کے برابر اندر اِن کو چھلے یا ٹاکی کا پیوند چڑھایا جائے۔

اِن قسموں کا پیوندوں کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ جب یہ پیوند چڑھ جائیں۔ اور ہرے ہو جائیں۔ تو وہاں سے اِن کے درخت چکتی کے ذریعے اُٹھا کر علٰحدہ علٰحدہ قطاروں میں لگا دئے جائیں اِن کا درمیانی فاصلہ پانچ پانچ گز سے کم نہ ہو۔ اگر اِس سے کم ہوگا

تو درخت ہو جائینگے۔ اور پھر پھل اچھی طرح نہیں پکینگے ۔ جب اس کے
درخت دو تین سال کے ہو جاتے ہیں۔ تو اُن میں پھل آیا کرتا ہے۔
پھاگن کے مہینے میں اس کا پیڑ پھل لاتا ہے۔ اور چیتر کے مہینے میں
اس کا پھل پک جاتا ہے ۔ اس درخت کی جو پُرانی شاخیں ہو جائیں۔
وہ ہر برس ساتھ کے ساتھ انگور کی طرح چھانٹ دینا چاہئیں۔ زیادہ
شاخوں کے بڑھ جانے سے اس کے درخت میں پھل کم آتا ہے۔ اور
نکما ہو جاتا ہے۔ اس کے درخت کی شاخوں کو چھانٹنا چاہئیے۔
اُس وقت اُس کا عرق اوپر نہیں چڑھتا ہے۔ اگر چھانٹنے کے
وقت کسی سلاخ سے پانی ٹپکنے لگے۔ تو کسی قسم کا لیپ اُس پر
لگانا چاہئیے۔ کہ وہ بند ہو جائے۔ جب یہ درخت چھانٹ دیا جائے
تو ماگھ کے مہینے میں اس کے درخت کی جڑوں کو کھود کر اُس میں
اینٹ کی روڑی کی کھاد ڈالی جائے اور ریت اور گوبر پانی میں
گھول کر اس میں بھر دیا جائے۔ اس کے اوپر مٹی ڈالی جائے۔
جب پانی کی ضرورت ہو۔ تو اُس میں پانی بھی دیا جائے کیونکہ
پانی کی ضرورت اس درخت کو زیادہ ہوتی ہے۔ جاڑے کے دنوں کی
سوا چوتھے پانچویں دن یا موسم کی جیسی حالت ہو۔ اُس کے مطابق
پانی دیا جائے۔ جب اس کے پھل پکنے کے قریب ہو جائیں۔ تو پانی
دینا بند کیا جائے۔ تا کہ اُن میں مٹھاس زیادہ ہو جائے۔
جب کسی درخت میں زیادہ پھل آجائیں۔ تو اُس میں سے

کسی قدر چھوٹے چھوٹے کچے پھل توڑ ڈالنے چاہئیں۔ باقی پھل جو رہ جائینگے۔ وہ عمدہ پرورش پائینگے۔ اور موٹے اور میٹھے ہو جائینگے۔

جو لوگ فن باغبانی سے واقف ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ چھ چھ اِنچ کے فاصلے پر اس کے پھل چھوڑے جائیں۔ باقی سب توڑ دئے جائیں۔ باقی جو رہ جائینگے۔ وہ عمدہ اور موٹے ہونگے ؛ پہاڑی علاقوں میں اس کے پھل دیر سے پکتے ہیں۔ اور میدانی علاقوں میں پہلے پک جاتے ہیں ؛ پہاڑی علاقوں کا انجیر میدانی علاقے کے انجیر سے میٹھا زیادہ ہوتا ہے۔ اور دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض بعض خودرو درختوں میں جو پھل آتے ہیں۔ وہ بھی کھاتے ہیں۔ زیادہ میٹھے ہیں۔ پیوندی اور کھٹیا میں یہی فرق ہے۔ کہ پیوندی پھل بڑا ہوتا ہے۔ اور اُس کے پیٹ کے اندر کے بیج نرم ہوتے ہیں۔ اور کھٹیا چھوٹا ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر کے دانے زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ انجیر کے پھل کچے اور بہت چھوٹے چھوٹے ہوں۔ تو اُبال کر اُن کی بھجیا بنائی جاتی ہے۔ پکے ہوئے پھل کھانے میں آتے ہیں ؛ جو انجیر ملک ترکستان سے آتے ہیں وہ دوا میں خرچ کئے جاتے ہیں۔ اس ملک کے انجیر اگر کچھ عرصے تک توڑ کر رکھے جائیں۔ تو وہ گل سڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ اس ملک میں زیادہ گرمی کے سبب ٹھیر نہیں سکتے۔ امیر لوگ اس میوہ کا چھلکا اوپر سے اُتار کر کھاتے ہیں۔ یہ طریق اچھا نہیں۔ چھلکے کے ساتھ کھا مفید ہے ؛



درخت کیلا یعنی موز

یہ درخت اس ملک کی پُرانی پیداوار سے ہے۔ جنگلوں میں خودرَو پیدا ہوتا ہے۔ گنگا ندی کے کنارے ایک جنگل جو کدلی بن کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں اس کے خودرَو درخت بہت پائے جاتے ہیں۔ کدلی سنسکرت کی زبان میں کیلے کو کہتے ہیں۔ اور سنسکرت کی پُرانی کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔ پہلے زمانے میں جو فقیر پارسا لوگ دُنیا کو چھوڑ کے جنگلوں میں چلے جاتے تھے۔ وہ اس درخت کے سائے کے تلے زندگی بسر کرتے تھے۔ اور بھوک کے وقت

اسی کے پھل کو کھاتے تھے۔ یہ پیڑ باغ کی خوبصورتی کا ایک نمونہ ہے۔ اسکے چوڑے چوڑے سبز پتے ہوا کے سبب لہلہاتے ہوئے خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں پھل بھی جلد آجاتا ہے۔ اس کی پھلی اچھی میٹھی ذایقہ دار ہوتی ہے۔ اگر کسی اچھے طریقے سے بو یا جائے۔ اور پرورش کی جائے۔ تو عمدہ پیداوار ہوتی ہے۔ اس درخت کی بارہ قسمیں ہیں کسی قسم کا چھوٹا۔ کسی میں بڑا۔ کسی میں زیادہ بیج کسی میں کم وغیرہ وغیرہ مگر سب سے اچھے اور نفیس ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے کیلے ہوتے ہیں۔ جو کھانے میں سب کو پسند آتے ہیں۔ جہاں آب وہوا زیادہ سرد ہو۔ وہاں یہ درخت پیدا نہیں ہوتا۔ سردی کے سبب اس کا پیڑ سوکھ جاتا ہے گرم جگہ میں ٹھیر سکتا ہے۔ اگر متوسط درجے کی آب وہوا ہو۔ جیسے اُن ضلعوں کی جو ہمالیہ پہاڑ کے دامن میں واقع ہیں۔ تو اُس کی پیداوار کے واسطے بہت ہی مناسب ہے۔ اس درخت کے لگانے کا کوئی خاص موسم نہیں۔ اسی طرح اس کے پکنے کا بھی خاص وقت نہیں۔ ہر موسم میں پک جاتا ہے۔ صرف جاڑوں کے دنوں میں دو تین مہینے اس کی پھلیاں نہیں پکتی ہیں۔ اس کے درخت ایسی جگہ لگائے جائیں۔ جو کسی دیوار کے نزدیک یا درختوں کی قطار کے ایک طرف یا کوؤں کے قریب ہوں۔ کہ اس کی جڑوں کو دھوپ اندازہ کی پہنچے۔ اور اس کے پتوں اور پھلیوں کو دھوپ کم پہنچے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اگر جڑوں کو زیادہ دھوپ لگیگی تو کم زور ہوجائینگے۔

یہ درخت دو طریق پر بویا جاتا ہے۔ ایک بیج سے دوسرے درخت کو اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگانے سے ؛ بیج سے یہ درخت اِس ڈھنگ سے پیدا ہوجاتا ہے۔ کہ مُونج یا کانس وغیرہ گھاس کا ایک موٹا رسّا لے کر اس کے دونو سرے کسی دو لکڑیوں سے یا درختوں سے الگنی کے طور پر باندھیں۔ پھر کیلے کی پھلی کو لے کر اُس رسّے پر سونتا جائے۔ اس عمل سے جو پھلی میں بیج ہونگے۔ وہ رسّے سے چمٹ جائینگے۔ پھر اس رسّے کو نالی کھود کر دبا دیا جائے۔ اُس رسّے پر تھوڑی مٹی ڈالی جائے۔ پانی بہت دیا جائے۔ تو اُس پانی میں جہاں رسّا دبایا گیا ہے۔ کیلے کے درخت پیدا ہوجائینگے ؛ ایسے بیج بونے کے واسطے درخت کی وہ پھلی اچھی ہوتی ہے۔ جو درخت پر ہی پک جائے۔ وہ پھلیاں کام کی نہیں ہیں۔ جو کچی توڑی جائیں۔ اور پال میں ڈال کر پکائی جائیں۔ پکے ہوئے کیلے کو توڑنے سے جو سیاہ سیاہ داغ سے پھلی کے وسط میں نظر آتے ہیں۔ وہ اس کے تخم ہوتے ہیں۔ کسی کسی قسم کے کیلوں میں یہ بیج صاف طور پر معلوم ہوتے ہیں۔ کسی میں نظر ہی نہیں آتے ؛ اس کا مختصر ذکر پہلے بھی کیا گیا ہے ؛

دوسرے اس طرح پر اس کے درخت لگاتے ہیں۔ کہ جہاں یہ درخت ہوتا ہے۔ وہاں اس کی جڑوں میں اور چھوٹے چھوٹے درخت پیدا ہوجاتے ہیں۔ وہاں سے وہ چھوٹے چھوٹے

درخت اُکھاڑ کر جہاں جی چاہے۔ لگا دئے جائیں۔ اُن کا درمیانی فاصلہ تین تین چار چار گز کا رہے۔ جو درخت پہلے طریق سے پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ بھی جب ایک ایک ہاتھ سے زیادہ اونچے ہو جائیں۔ ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگائے جا سکتے ہیں۔ جب اس کا درخت ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ میں لگایا جائے۔ تو اگر درخت چھوٹا ہے۔ تو ایک ہاتھ کے قریب زمین میں دبا دیا جائے۔ اگر بڑا درخت ہے۔ تو اس کی آدھی مینڈ زمین میں دبائی جائے۔ اگر بہت ہی چھوٹا ہے۔ تو پتّوں کے نکلنے کی جگہ تک بھی دبا دیا جائے۔ تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ اس کا درخت بہت بڑھیگا۔ اور پیداوار اچھی ہوگی۔

جہاں یہ درخت لگائے جائیں۔ اول نالیاں بنا کر ان میں گڑھے کھود دے جائیں۔ اور ان گڑھوں میں یہ درخت لگانے چاہئیں۔ تاکہ اچھی طرح پانی کے ٹھہرنے کی جگہ بنی رہے۔

اس کے درخت کو پانی دینے کی بہت ضرورت ہے۔ مناسب ہے کہ ایسے موقع پر اس کے درخت لگائے جائیں۔ جہاں پانی کا زیادہ گزر ہو۔ اس کے لگانے کا ایک اور طریق بھی ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے۔ تو اس کے درخت بڑے بڑے ہو جاتے ہیں۔ اور پھلیاں بھی بڑی بڑی پیدا ہونگی۔ اس درخت کو جڑ سے اُکھاڑ کر اوپر کا آدھا کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ باقی نصف

نیچے کو اُلٹا گاڑا جائے۔ اور اس قدر زمین میں دبایا جائے۔ کہ جڑیں بھی زمین میں دب جائیں۔ بلکہ ۴ انچ تک مٹی اس پر چڑھ جائے۔ پھر جو درخت جڑوں کے قریب سے پھوٹ کر پیدا ہونگے۔ وہ زیادہ اونچے ہونگے اور اُن کی پھلیاں بھی بڑی بڑی اور خوش ذائقہ ہونگی۔ برسات کے دنوں میں اس کی جڑوں کی نلائی کی جائے۔ اور زمین پولی کر دی جائے اور گوبر بھی پانی میں گھول کر اس کی جڑوں میں ڈالا جائے۔ اس عمل سے اس کے درخت اچھے پھلتے اور پھولتے ہیں۔

بعض لوگ گوبر تو ڈالتے ہیں۔ مگر پانی میں گھول کر نہیں ڈالتے۔ اس سے یہ نقصان ہے۔ کہ اگر خشک سالی ہو جائے۔ یا پانی کم دیا جائے تو اس گوبر میں کئی قسم کے کیڑے پیدا ہو جائینگے۔ جو اُس کے درخت کو نقصان پہنچائینگے۔ اس طرح پر ڈالا ہوا گوبر ایسی جلد تاثیر بھی نہیں کرتا جیسا پانی میں گھلا ہوا اثر کرتا ہے۔ جب اس کا کوئی درخت جڑ سے اُکھاڑا جائے۔ اور دوسری جگہ لگایا جائے۔ تو پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے۔ کہ جس کی جڑ سے دوسرا درخت نکلا ہے۔ وہ درخت ایسا تو نہیں ہے۔ کہ جس میں جلد پھل آ جائیگا۔ کیونکہ اگر اُس میں پھلیاں آگئی ہیں۔ تو جب پھلیاں پکنے کے بعد کاٹ ڈالا جائیگا۔ اور اُس جگہ کے واسطے پھر دوسرا درخت مطلوب ہوگا۔ اگر یہ صورت نہ ہو۔ یا ایک سے زیادہ درخت جڑ میں نکل آئے ہوں۔ تو صرف ایک چھوڑا جائے۔ باقی اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگا دئے جائیں۔ عموماً جب

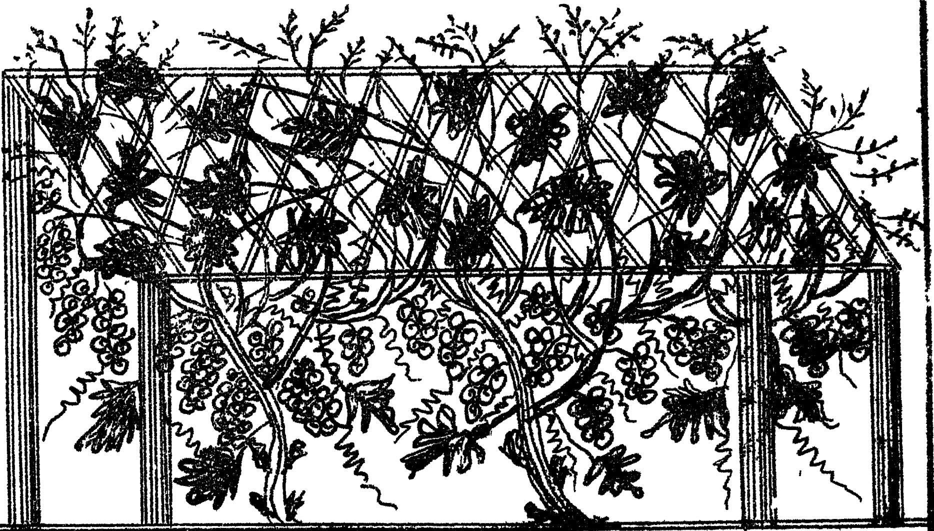
یہ درخت دو برس کا ہو جاتا ہے۔ تب اُس میں پھول نکلتا ہے۔ جب اس کے پھول کی پنکھڑیاں شگفتہ ہوتی جاتی ہیں۔ اُن پنکھڑیوں کے نیچے نیچے پھلیاں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ جب سارا پھول کھل جاتا ہے اور پھلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو ساری پھلیوں کے مجمع کو گھیر کہتے ہیں۔ ایک سال میں اس کے درخت پر گھیر عمدہ طور پر پک جاتی ہے۔ بشرطیکہ آب و ہوا اس درخت کے موافق حال پڑ جائے۔ اگر درخت پر اس عرصے تک اس کی گھیر لگی رہیگی۔ تو اُس میں حفاظت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ طوطے۔ گلہری۔ وغیرہ بہت نقصان کر دیتے ہیں۔ اس واسطے مالی وغیرہ عام لوگ اس کے گھیر کو اس سے پہلے ہی کاٹ لیتے ہیں۔ اور پھر پال ڈال دیتے ہیں۔ پال میں اسکی پھلیاں پک جاتی ہیں۔ اگر پال اس وقت ڈالی جائے۔ جب اوس کے گھیر میں ایک دو پھلیاں درخت پر پک جائیں۔ تو اچھا ہے۔ اگر اس سے پہلے ڈالی جائیگی۔ تو پھلیاں لذیذ نہیں ہونگی۔ پال کی پکی ہوئی مٹھاس اور ذائقے میں اس کے برابر نہیں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ درخت کی اوپر کی پکی ہوئی ہوتی ہیں۔ پال ڈالنے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ گھیر کاٹ کر پھلیاں اس سے علٰحدہ علٰحدہ کر لی جائیں۔ پھر ایک گڑھا کھودا جائے۔ اس میں تھوڑی سی آگ جلائیں۔ جس سے گڑھا گرم ہو جائے اس کی تہ میں بنسئی یا سرس وغیرہ کے پتے بچھائے جائیں۔ اُس کے اوپر ایک ایک پھلی چن دی جائے۔ پھر اُس پر

پتّے ڈالے جائیں۔ پھر اس پر پھلیوں کی دوسری تہ جمائی جائے۔ اسی طرح جب کل پھلیاں ختم ہو جائیں۔ تو اوپر سے قسم کے پتّوں سے ڈھانپا جائے۔ اور مٹّی بھی ڈالی جائے۔ گرمیوں میں تیسرے دن اور جاڑوں میں آٹھویں دن اس کی پال طیّار ہو جاتی ہے۔ اگر تھوڑی سی پھلیاں ہوں۔ تو اُن کو کسی مٹّی کے برتن میں جس کا منہ ذرا چوڑا ہو۔ اُسی طریق سے ڈال دی جائیں۔ اور برتن کا مُنہ بند کیا جائے۔ تو پک جاتی ہیں۔ بڑی بڑی پھلیوں کے پیدا ہو جانے کا ایک یہ بھی قاعدہ ہے۔ کہ گُچھے میں سے نصف کے قریب یا اس سے زیادہ جو چھوٹی چھوٹی پھلیاں ہوں۔ وہ کاٹ دی جائیں۔ باقی چھوڑ دی جائیں۔ وہ پھلیں پختہ ہو کر خوب موٹی اور بڑی ہو جائینگی اور اُن میں مٹھاس اور لذّت بھی زیادہ ہوگی۔ کیلے کی کچّی پھلیاں ترکاری کے کام آتی ہیں۔ اور پکّی ہوئی پھلیوں کو کھاتے ہیں۔ اور اُن سے کئی طرح کی مٹھائی بنائی جاتی ہے۔

دربیان درخت انگور اور واکھ

اس میوے کا درخت بیل کی طرح پھیلتا ہے۔ عموماً بدون سہارے کے ٹھیر نہیں سکتا ہے۔ اس ملک میں قدیم سے اس درخت کی پیداوار ہوتی ہے۔

منڈوہ انگور



ہمالیہ کے پہاڑوں میں اب تک اس کی بیلیں خود رَو موجود ہیں چونکہ وہ بیلیں جنگل میں پیدا ہوتی ہیں۔ پرورش کا سامان اِن کو پورا نہیں پہنچتا۔ اس لئے اِن میں چھوٹے چھوٹے پھل آتے ہیں۔ اور زیادہ اِن میں سے کھٹّے ہوتے ہیں۔ اس میوہ کی بہت قسمیں ہیں۔ مگر اس ملک میں۔ دو قسمیں مشہور ہیں۔ ایک لمبی جس کو حسینی کہتے ہیں۔ دوسری گول۔ اور یہ بھی دو قسمیں ایک اودی۔ دوسری سپید رنگت کے سبب بولی جاتی ہیں ؀

اس میں کوئی دانہ دار اور کوئی بے دانہ ہوتی ہے۔ دانہ دار قسموں سے جو خود رَو ہے۔ اُس کا چھلکا بھی سخت ہوتا ہے۔ اور

جس میں دانہ نہیں ہوتا۔ اُس کا چھلکا نرم۔ دانہ دار درخت کو اگر ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ اور دوسری جگہ سے تیسری جگہ لگایا جائے۔ تو اس عمل سے اس کا دانہ بھی ذرا کم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ برابر بیدانے کے بن جاتا ہے ؛

اس درخت کی پیدائش کی اصلی جگہ سرد ملک ہے۔ جس جگہ کی آب و ہوا گرم ہو۔ وہاں بھی یہ درخت پیداوار تو دے دیتا ہے۔ مگر زیادہ گرمی کے سبب جلد پک جاتا ہے۔ چونکہ اس کی وہاں پوری پرورش نہیں ہوتی۔ اس لئے ذائقے میں سرد جگہ والی کے برابر نہیں ہوتا اس لئے کہ سرد جگہ کا انگور آہستگی کے ساتھ پکتا ہے۔ اور زمین سے زیادہ عرصے تک عرق کھینچتا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ نفیس ہوتا ہے ؛ جہاں انگور کے درخت لگائے جائیں۔ پہلے اس کی بیلوں کے چڑھانے اور سہارے کا فکر کرنا چاہیئے۔ یا تو چار چار پانچ پانچ ہاتھ کے فاصلے پر پیلپائے بنائے جائیں۔ اور اُن کے اوپر لکڑیوں کا چھپر باندھا جائے۔ یا لکڑی کے ستون بنا کر اُن پر چھپر چھا دیا جائے۔ اس کو جعفری کہتے ہیں۔ لکڑی کے ستون تھوڑے ہی عرصے میں گل جاتے ہیں۔ پیلپائے پکّی اینٹوں کے بنوائے جائیں تو اچھا ہے ؛ اس کے درخت دو طرح سے لگائے جاتے ہیں۔ یا تو بیج بو دیتے ہیں۔ یا قلم لگاتے ہیں۔ جو درخت بیج سے بوئے

جائینگے۔ وہ اوّل تو مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُن میں دیر سے پھل آتا ہے۔ اور اس کے دانے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اُس کی جو بیلیں قلم سے لگائی جاتی ہیں۔ اُن میں جلد میوہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اپنی اصلی صورت کا ہوتا ہے۔ اس کے پیڑ کا بیج بویا جائے۔ تو ثابت دانہ بونا چاہیئے۔ بیج نکال کر نہیں بوتے قلم کے لگانے کا یہ ڈھنگ ہے۔ اوّل ایک کھائی کھودی جائے جو دس ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ گہری ہو۔ اس میں پُرانے مکان کی سرخی اور چونا اور اینٹیں کُٹی ہوئی ڈال کر ایک ہاتھ کے قریب بھر دیا جائے۔ بعضے لوگ ہڈیوں کا چُورا بھی ڈالتے ہیں۔ اس کے اوپر مٹی جس میں ریت ملی ہوئی ہو۔ ڈال کر وہ کھائی بھر دی جائے اور اس میں دو قلم اس طرح پر لگاؤ۔ جس کا درمیانی فاصلہ کم سے کم پانچ ہاتھ کا ہو۔ جو ایک سال کی نکلی ہوئی شاخ ہو۔ وہ قلم کے واسطے تراشی جائے۔ اور وہ اس انداز سے کاٹی جائے کہ اُسمیں پانچ چھ آنکھیں ہوں۔ اُن میں سے دو زمین میں دبائے جائیں۔ اور چار اوپر رہیں۔ پھاگن کے مہینے میں جو ابھی تک اس کے درخت میں شگوفہ نہ آیا ہو۔ قلم کاٹ کر لگاتے ہیں جو درخت زمین میں گاڑے جاتے ہیں۔ وہ جڑیں بن کر زمین کے نیچے چلی جاتی ہیں۔ اور اوپر کے آنکھیں پھوٹ کر شاخیں بن جاتی ہیں دوسرے سال شروع پھاگن کے مہینے میں اس کی چھانٹ کی جائے اسطرح پر

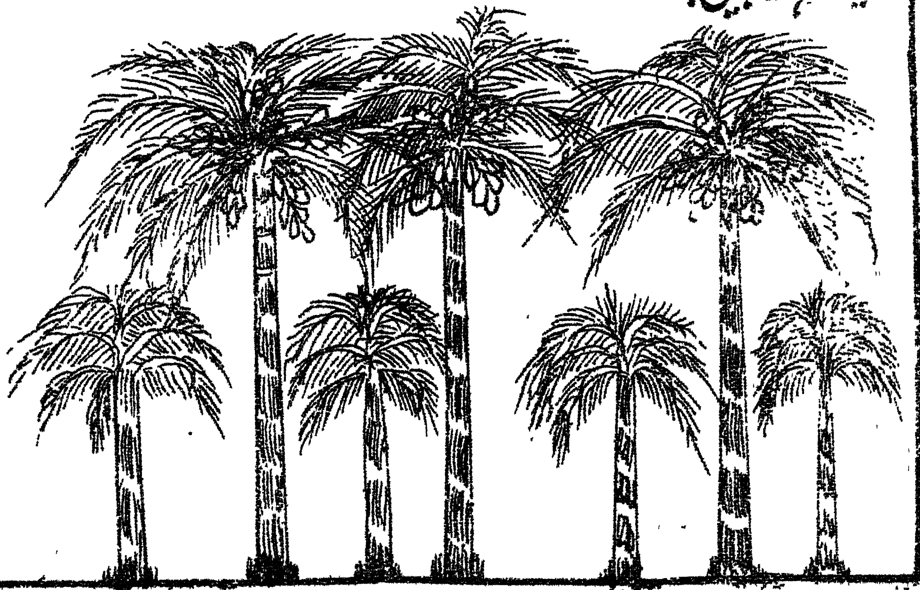
کہ جو ڈالیاں قلم سے پھوٹ کر نکلی ہیں۔ اُن میں سے صرف دو ڈالیاں والی رکھی جائیں۔ باقی کاٹ دی جائیں۔ وہ دو ڈالیاں جو رکھی گئی ہیں۔ اُن کی بھی چھانٹ کی جائے۔ صرف اُن میں دو دو رکھ لئے جائیں۔ باقی وہ بھی تراش دی جائیں۔ پھر تیسرے سال بھی یہی عمل کیا جائے۔ صرف دو یا تین یا چار ڈالیوں پر دو دو چار چار ہر ایک بیل کے رہیں۔ باقی کاٹے جائیں۔ اس عمل سے اُس درخت کی بیل کے مینڈ خوب موٹے ہو جائینگے۔ اور پھر اس کو بہت سی شاخیں پھیل کر ایسا کم زور نہ کرینگی۔ کہ اس میں اچھا اور کثرت سے پھل نہ آئے۔ اس درخت کی بیل زیادہ پانی چاہتی ہے۔ تیسرے چوتھے روز شام کو پانی دینا چاہئیے۔ مگر خزاں کے دنوں میں اس کو پانی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ برسات کے دنوں میں خود بخود قدرتی پانی اس میں لگ جاتا ہے۔ اگر برسات میں بارش کم ہو۔ تو برابر پانی دیا جائے ٭ خزاں کے دنوں میں جب یہ درخت پت جھڑ ہو جائے۔ اور کوئی کوئی پتّا اس کی بیل پر رہ جائے۔ تو اُن پتّوں کو بھی توڑ ڈالنا چاہئیے۔ اور اس درخت کی جڑوں کو ایک ایک ہاتھ ایسا کھودا جائے۔ کہ ننگی ہو جائیں۔ اگر جڑیں زیادہ ہو گئی ہیں۔ تو موسلا جڑ سے چھوٹی چھوٹی جڑیں کاٹ دی جائیں۔ صرف موسلا جڑ اور چند ضروری جڑیں رکھ لی جائیں۔ پھر اوس کو دس بارہ دن اُسی طرح چھوڑ دیا جائے۔ کہ ہوا اور اوس اپنا اثر

کرے۔ پھر اُس میں بھیڑ بکریوں کی مینگنوں کی کھاد جو چار پانچ مہینے کی سڑی ہوئی ہو۔ پانی میں گھول کر ڈالی جائے۔ بعض یورپین صاحب سڑی ہوئی مچھلی یا کتے بلّے مار کر اُس میں دبا دیتے ہیں۔ یا بھیڑ بکری کا خون لے کر اُن کی جڑوں میں ڈالتے ہیں۔ اس میں بہت فائدے ہیں۔ انگور میٹھا اور لذیذ پیدا ہوتا ہے۔ جب جڑوں میں کھاد بھر دی جائے۔ تو پھر مٹی اس کے اوپر ڈالی جائے۔ اور پانی دینا بدستور جاری کیا جائے۔ چوتھے سال جب اس درخت کی بیل کا لپیٹ ساڑھے چار گرہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ تو وہ درخت سے دو ڈھائی سیر پھل اتریںگے۔ اسی طرح ہر سال ماگھ کے مہینے میں اس کی چھانٹ کی جائے۔ اور کھاد ڈالی جائے۔ ضروری شاخوں کے سوا جب تک کہ شگوفے نہ پھوٹیں اور کدھیاں نہ نکلیں۔ باقی ڈالیاں اس سے پہلے چھانٹ دی جائیں۔ اس عمل سے ہمیشہ زیادہ اور اچھے پھل آیا کرینگے۔ زکوۃ کے بارے میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ بھی اسی درخت کی چھانٹ کی بابت فرماتے ہیں۔

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلۂ رزرا ۔ چو باغباں بُبرد بیشتر دہد انگور

اگر یہی عمل برابر جاری رکھا جائے۔ تو ایک بیل سے تیس سیر تک پھل اُتر سکتے ہیں۔ اور اُتنی ہی اس کی مینڈ موٹی ہو جائیگی۔ جتنی مینڈ موٹی ہو جائیگی۔ اُسی قدر فائدہ دیگی۔ پتے اندازہ سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ تو پھل لگنا بند ہو جائیگا۔ اگر کچھ آئیگا بھی۔

تو ناقص ہو گا۔ انگور یا داکھ اس ملک میں اساڑھ کے مہینے میں پک جاتا ہے۔ چونکہ اس ملک میں ان کی کثرت نہیں ہے۔ سبز تازہ کھانے کے کام آجاتے ہیں۔ سرد جگھوں میں کنوار کاتک تک پک جاتے ہیں ۔ وہاں بھی سبز تازہ کھانے کے کام آجاتے ہیں ۔ اس ملک میں جو پھل پیدا ہوتا ہے۔ اس کا ذخیرہ نہیں رکھا جاتا۔ البتہ کابل و ترکستان میں جو پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اور کھانے یا ڈبیوں میں ڈالنے سے بچ رہے۔ ان کو سکھا کر ذخیرے کے طور پر رکھ لیتے ہیں۔ جس کو داکھ و منقےٰ کہتے ہیں۔ پھر سوکھی ہوئی داکھ اگر سبز رنگ کی ہو۔ اس کو ساؤگی کہتے ہیں۔ اور سرخ رنگ کی داکھ میوہ کہلاتی ہے۔ منقےٰ دوائی کے کام میں آتے ہیں۔ اور داکھ مٹھائیوں میں ڈالی جاتی ہے۔ اور دہی میں ملا کر کھاتے ہیں۔ جس کو رایتا کہتے ہیں ۔



در بیان درخت نیشکر یعنی اکھ

نیشکر اسی ملک کا پیداوار ہے۔ مگر چند قسمیں دوسرے ملکوں سے بھی لاکر بوئی گئی ہیں۔ حال کے زمانے میں اس کی زراعت بہت عام ہوگئی ہے ۔ نیشکر اعلیٰ قسم کا پیداوار میں سے ہے۔ اسکے بونے کے لئے سخت اور چکنی یا سرخ رنگ کی زمین چاہئے۔ اُسکی سطح کے نیچے ریت نہ ہو خواہ اوپر کسی قدر ریت ہو۔ اگر عمدہ قسم کی زمین میں یہ جنس بوئی جائے۔ تو درخت عمدہ اور رس کا بھرا ہوا ہوتا ہے۔ مگر گڑ اور شکر اچھی نہیں بنتی۔ یعنی گڑ وغیرہ میں دانہ نہیں ہوتا۔ بلکہ شیرہ بن جاتا ہے ۔ اس جنس میں دو باتوں کا لحاظ بہت ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ رس زیادہ نکلے۔ دوسرے مال عمدہ اور دانہ دار ہو ۔ اگر یہ جنس متوسط درجے کی اراضی میں بوئی جائے۔ تو یہ دونو امر حاصل ہوسکتے ہیں نشیب کی زمین اُس کے بونے کے واسطے اچھی ہے ۔

یہ جنس نم زیادہ چاہتے ہے۔ اور نشیب کی زمین میں بہ نسبت اونچی زمین کے ہمیشہ تری زیادہ رہا کرتی ہے۔ جس زمین میں یہ جنس بونی چاہتے ہو۔ اُس میں خوب گہرا ہل جو تو اور بہت دفعہ ہل چلاؤ۔ غرضیکہ اس جنس کے لئے۔ جس قدر زمین زیادہ

خت سکے جوتی جائے ۔ جب ربیع کی فصل کاٹی جائے اور کچھ دن جیٹھ کے مہینے کے گزر جائیں تو اس جنس کے بونے کے لئے ہل چلانے چاہئیں ۔ کھاد بھی ڈالی جائے۔ پھر برسات کے موسم میں جب زمین میں آ جائے ۔ اور موقع بھی فرصت کا ملتا اُس وقت بھی ہل چلا دئے جائیں ۔ تاکہ کھیت کا پانی کھیت ہی میں رہے ۔ باہر نہ جائے ۔ کنوار اور کاتک کے مہینے میں جب گیہوں بونے کی فرصت ملے تو اس جنس کے بونے کے لئے زمین کو ہل سے تیار کرنی چاہئے ۔ زمین کی سختی نرمی پر منحصر ہے ۔ اگر زمین سخت ہے ۔ تو زیادہ پھیرنا چاہئے ۔ کم سے کم دس بارہ دفعہ زمین میں ہل پھیرنی چاہئے ۔ اگہن اور پوس کے مہینے میں جب سردی زیادہ پڑتی ہے ۔ اس وقت ہل نہیں چلائے جاتے ۔ نیز اس وقت نیشکر پیلنے کا کام زیادہ ہوتا ہے ۔ ماگھ کے مہینے میں پھر ہل چلانا شروع کریں ۔ اور پھاگن کے آخر تک چار پانچ دفعہ ہل چلا کر زمین کو صاف اور ہموار بنائیں ۔ بونے سے پہلے دس پندرہ دفعہ یہ عمل کرنا مناسب ہے ۔

جس زمین سے سن اور نیل کاٹ لیا ہو ۔ اگر یہ جنس وہاں بوئی جائے ۔ تو بہت اچھی ہوتی ہے ۔ مگر کپاس ۔ جوار اور چری والی زمین میں اس جنس کے بونے سے کچھ فائدہ نہیں ۔ اس واسطے کہ گنے سخت ہوتے ہیں ۔ اور رس کم ہوتا ہے ۔

گیہوں کاٹ کر اُسی سال میں گیہوں کے کھیت میں اس جنس کو بونا بے فائدہ ہے۔ محنت برباد جاتی ہے۔ نیشکر کے کھیت میں کھاد ضرور ہونی چاہئیے۔ مگر زیادہ نہیں۔ اگر زیادہ ڈالی جائیگی۔ تو اُس کے درخت بڑھ جائینگے۔ اور پھر یہ نقص پیدا ہوگا۔ یا تو زمین گر جائیگی۔ یا مال خراب پڑیگا۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اگر فی کنال ۳۶ من پختہ کھاد ڈالی جائے۔ تو زیادہ نہیں۔ البتہ جو زمین سخت اور چکنی ہو۔ اُس میں ۶۵ من پختہ کھاد ڈالنی چاہئیے۔ اس کا تخم دو طرح پر حاصل ہوتا ہے۔ ایک طریق تو یہ ہے۔ کہ جب پہلی ایکھ (یعنے نیشکر) پھلنے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ اُس وقت گنّوں کے اوپر کی طرف سے ایک ایک بالشت کے ٹکڑے کاٹ کر مٹھے باندھ زمین میں دبا دیتے ہیں۔ زراعت کے وقت وہاں سے نکال کر لگا دیتے ہیں۔ ان ٹکڑوں کی پنگریاں چھوٹی ہوتی ہیں۔ اور گانٹھیں قریب قریب۔ اس لئے یہ جنس اچھی پیدا ہوتی ہے مگر گنّا ایسا مضبوط و تندرست نہیں ہوتا۔ جیسے دوسرے تخم کا۔ اس گنّے پر ارضی اور سماوی آفات کا اثر بہت جلد ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی پیدایش کم زور تخم سے ہوئی ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے۔ کہ گنّے کو دو دو پوری کے ساتھ ایک ایک آنکھ ہوتی ہے۔ اس واسطے ایک ٹکڑے سے

دو درخت پیدا ہوتے ہیں۔ اسے چاند کے مہینے کی اندھیری تاریخوں میں بونا چاہئیے۔ چاندنی کی تاریخوں میں بونے سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ اور سردی کا اثر اُس پر زیادہ۔ تخم فی کنال عموماً دو من پختہ ڈالنا چاہئیے۔ گنّے موٹے ہوں۔ تو تخم زیادہ پڑے گا۔ پتلے ہوں تو کم۔ بونے کا طریقہ یہ ہے۔ ایک آدمی آگے ہل چلاتا جاتا ہے۔ اور اُس کے پیچھے چند آدمی اُن ٹکڑوں کو اپنی اپنی جھولیوں میں ڈال کر ایک ایک ٹکڑے کو ایک ایک فٹ کے فاصلے پر ہل کی کونڈ میں ڈالتے جاتے ہیں اور پاؤں کی انگلیوں سے دباتے جاتے ہیں۔ ایک ہل کے پیچھے چار پانچ آدمی چاہئیں۔ اس جنس کے بونے کا موسم چیت کے شروع سے لے کر اخیر چیت تک ہے۔ لیکن سرد ملک یا پہاڑی علاقے میں بہت پہلے سے بوئی جاتی ہے۔ بعض زراعت والے پھاگن میں بھی بو دیتے ہیں۔ مگر خشک موسم میں اُس کو دیمک لگ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور سردی کے سبب جلدی بھی نہیں جمتا۔ بونے سے ایک ہفتہ بعد اُس کو ایک نلائی دینی چاہئیے۔ یہ نلائی زیادہ مشکل اور محنت طلب ہے۔ کیونکہ اس نلائی میں جو پوری سیدھی اور درست طور پر بونے کے وقت دبائی نہیں گئی۔ اب درست کرنی ہوگی۔ پھر جب تک درخت پیدا نہ ہو۔ اُس کے کھیت میں ہفتہ وار نلائی کرنی چاہئیے۔ اور تین ہفتہ گزر جانے کے قریب

درخت اُگنے شروع ہو جائینگے اور چوتھے ہفتے تک سب نکل آئینگے اور جو نہیں اُگے۔ وہ زمین میں گل جاتے ہیں۔ پیدا ہونے کے بعد بھی برسات تک نلائی ہوتی رہتی ہے۔ جب بارش ہو جائے اور زمین میں آل آجائے۔ تو ایک نلائی کسی پھاوڑے سے کی جائے۔ اُس وقت درختوں کی جڑوں کے گرد مٹی چڑھائیں۔ اور باقی اراضی میں نشیب اور بچاؤ کر دیں۔ کہ پانی کھڑا رہے۔ اس کے بعد کچھ نہیں کیا جاتا۔ گویا زراعت قائم ہو گئی۔ جب اس کی زراعت قائم ہو جائے۔ تو پھر حفاظت کے سوا اور محنت نہیں مانگتی۔ سؤر۔ گیدڑ۔ چوہا وغیرہ۔ اس کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ درختوں کو کھا جاتے ہیں۔ اگر ان جانوروں کا کاٹا ہوا کوئی درخت پھیلنے کے وقت دوسرے سے مل جائے۔ تو مال اچھا نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کی حفاظت عین فرض ہے جانوروں کے نقصان پہنچانے کے علاوہ اُس کو چند بیماریاں بھی لاحق ہو جاتی ہیں۔ اُن کا علاج کرنا ضروری ہے ؀

بوئے ہوئے تخم کو دیمک لگ جانے کا خوف بھی ہوتا ہے اور خصوصاً خشک سالی میں دیمک زیادہ لگتی ہے۔ علاج یہ ہے کہ برابر نلائی کرتے رہیں۔ اس عمل سے فصل بچی رہتی ہے۔ نلائی کے بعد دیمک اوپر آجاتی ہے۔ اور مٹی اوپر نیچے کر دیتے ہے دیمک نقصان پہنچانے سے عاجز آجاتی ہے ؀

[illegible] ہیں تھوڑی

تھوڑی دور [illegible] لگ

جائیں گی اور فصل [illegible] کو نکال کر باہر

پھینک دیا جائے۔ اس کے ساتھ دیمک کی طرف سے باہر

چلے جاتی ہے۔ موسم میں جب رات کو پالا پڑتا ہے۔ تو

درختوں کو کئی جگہ سے سکھا دیتا ہے۔ وہ مرجھا جاتے ہیں خصوصاً

چاندنی راتوں میں پالا اس کو زیادہ مارتا ہے۔ خشک سالی میں

یہ بیماری زیادہ ہوتی ہے۔ اگر بارش ہو جائے۔ تو پھر اس کا

اثر نہیں ہوتا ہے۔ اور فصل [illegible] بچ جاتی ہے۔ اگر کھڑے

کھڑے نیشکر کے سروں پر بال نکل کر شگفتہ ہو جائیں۔ تو اسے

دوسرے زراعت مالک کے لئے منحوس خیال کرتے ہیں۔

یہ فصل بیساکھ سے پہلے کاٹ لی جاتی ہے۔ کنوار کی

پندرھویں سے اس کا پیلنا شروع ہوتا ہے۔ اور اخیر

چیت تک رہتا ہے۔ اس کے بعد جب گرمی زیادہ ہو

جاتی ہے۔ پیلنے کا کام نہیں ہو سکتا۔ اصلی موسم کماد کے

پیلنے کا اگھن کے چھلنے سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے درخت

اس وقت پک جاتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے رس پھیکا اور

کم ہوتا ہے۔ چونکہ نئی شکر اور نیا گڑ جلد فروخت ہو جاتا ہے۔

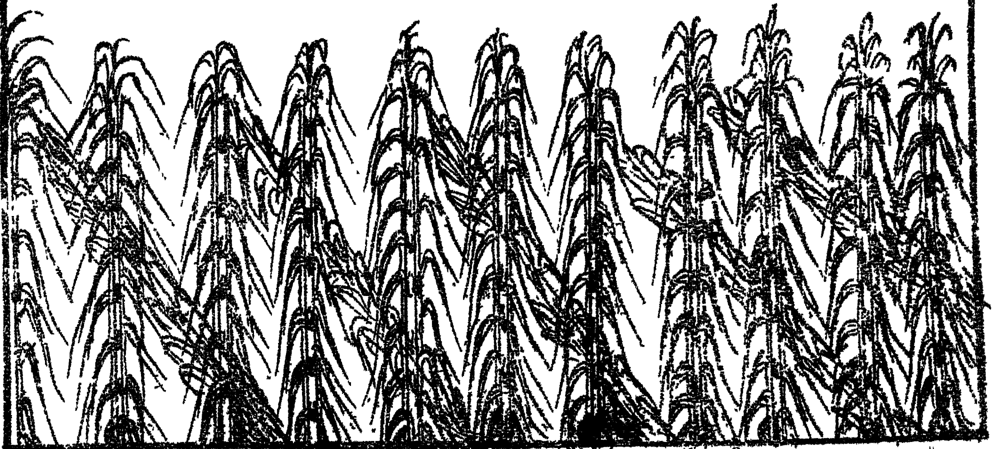
اس واسطے بعض لوگ پندرھویں کنوار سے ہی اس کا پیلنا

شروع کر دیتے ہیں۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ پالے سے بچ جاتا ہے۔ علاقہ چات پہاڑی میں اسے ذرا دیر بعد پیلنا شروع کرتے ہیں۔

کماد کے پیلنے کے واسطے سامان ذیل چاہئے۔

بیلنا۔ کڑاہا۔ آہنی۔ بیل ۱۲ تا ۱۸۔ آدمی ۶ نفر۔

چونکہ ایک شخص کے پاس اس قدر بیل اور آدمی نہیں ہوتے۔ اس لئے اسطے دو۔ چار۔ چھ حصہ دار ایک زراعت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور گنے پیلنے کے واسطے اپنی اپنی باری مقرر کر لیتے ہیں۔ جب رس نکل آتا ہے۔ تو اُس کا ایک طریق سے راب بناتے ہیں اور دوسرے طریق سے گڑ شکر وراب خوانچی میں ڈالکر کھانڈ نکالتے ہیں۔



دربیان درخت ناریل

واضح ہو کہ ناریل زراعت کرنے کے لئے وہ زمین عمدہ ہوتی ہے کہ جسمیں اوپر کچھ بالو رہے اور نیچے مٹی رہے۔ ناریل بونے کے پہلے ایک گز اونچ گہرا کھودے بعد عمدہ کھاد اور کچھ قدرے لال مٹی و گوبر ڈالیں اور درخت ناریل کو اوس میں اوتاریں دو دن کے بعد پانی دینا شروع کردے اگر آپ صرف تخم ناریل بونا چاہے تو مطابق ذکر اوپر کے کرکے تخم بو دیں جب زمیں سے درخت نکلا تو دوسری جائے تبدیل کریں اس طرح مسالہ وغیرہ بھی دیا کریں تاکہ درخت پائیدار ہو۔ اگر درخت کو کیڑہ وغیرہ لگے تو شاخوں کو دیکھیں ؛

دربیان درخت ترنج

واضح ہو کہ درخت ترنج کے لئے بھی نیبائی کے مانند زمین میں زراعت کیا کریں۔ اور حفاظت اچھی چاہئے تاکہ پھل زیادہ پیدا ہو۔ اور درخت مضبوط ہوے اور کھاد وغیرہ مطابق درخت کو نلہ و نیبائی کے کرنا چاہئے اور نلائی اچھی طور سے کیا کریں

ورنہ درخت مضبوط نہیں ہونگے ۔

دربیان درخت کھجور

یہہ کھجور ملک عرب میں کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور ذائقہ میں
میں یکتا ہیں ۔ اِن عربی اشجار درخت کے حالات مختلف سیاحوں نے
اپنے سفرنامہ میں کئی طرح سے تصریح کرتے ہیں جن سے میوہ دار
درختوں کی حالات بخوبی معلوم ہوتی ہے ۔ ہر سرزمین کے لئے ہر قسم کی
میوہ دار درخت ہے ۔ کیونکہ ملک عرب کے کھجور مشرق سے لے کر
مغرب تک اور جمیع املاک میں اس کی شہرت اور مشہور و معروف ہے
اور ہر ایک کا علحدہ ذایقہ ہوتا ہے ۔ جن لوگوں نے خاص ملک عرب کے
کھجور کھائے ہیں یا خاص عربستان کے عرب کھجور کھایا کرتے ہیں
اونکو مزہ معلوم بخوبی ہے ۔ اور لاکھوں کروڑوں من ہر ایک ملک
میں خرچ ہوا کرتا ہے ۔ پالگر پور صاحب کپتان نے
اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایک بار تازہ کھجور رومال میں
باندھ کر لٹکا دیا تھا ایک دن ایک رات رمال میں سے شیرہ ٹپکتا رہا
اور ذائقہ میں بہت ہی عمدہ تھا اب اِن کی بیان سے معلوم ہوتا ہے
کہ اکثر ملک عربستان کے کھجور اچھا اور اول درجہ کا ہوتا ہے ۔ چونکہ
ہمارے دکن میں بھی کئی ایک جگہ کھجور کے باغ موجود ہیں جس سے

آمدنی زیادہ اور ترقی زراعت ہو یہاں کے لوگ توجہ کے ساتھ اگر کھجور کے زراعت کیا کریں تو یقین ہے کہ چند سال کے بعد غریب سے امیر ہو جاویں گے کیونکہ فی درخت میں چھ یا آٹھ خوشہ لگتے ہیں فی خوشہ چار روپیہ یا پانچ روپیہ کو فروخت ہو اکرتا ہے۔ ایک سال میں دو موسم آتے ہیں ؛

بیان درخت مُولسری

یہ جھاڑ ہمارے دکن کا پیارا جھاڑ ہوتا ہے اور مولسری کا بھی شیریں ہوتی ہے۔ اور پھول اس کا نہایت خوشبودار ہوتا ہے اکثر حکما وغیرہ اس کا تیل اور پھول و پوست وغیرہ تمام ہتھیار کار آمد ہوتے ہیں اور یہ درخت باغوں میں لگایا جاتا ہے جو کھاد کروندوں کو دیا کرتے ہیں وہی طریقہ سے مولسری کے درخت کو بھی دیا کریں یہ درخت کی تاثیر گرم تر ہے ؛

دربیان درخت کروندہ

یہ درخت نہایت خوبصورت جھاڑ ہوتا ہے۔ اس کا پھل بہت بکار آمد ہوتا ہے۔ مربہ۔ چٹنی۔ اچار۔ ساگ وغیرہ کے کام

آتے ہیں اس درخت کو اکثر باغوں میں لگایا جاتا ہے سال میں دوبار موسم آتا ہے۔ یہ کروندا دو قسم سے ہوا کرتا ہے۔ ایک رنگ بیگنی۔ کچھ سرخ آمیز دوسرا اسفید جب درخت پر یہ پھل نظر آتے ہیں۔ تو گویا موتی و لعل سے سجایا ہوا معلوم ہوتا ہے یہ عام طور پہ سب کو معلوم ہے کہ ہر ایک درخت کا لگانا ہر ایک درخت کو بضرورت کھاد دیا کرنا۔

دربیان خربزہ و تربوز

مدینہ شریف کا خربوزہ

خربزہ مدینہ شریف کا مقدار میں اوسی قدر ہوتا ہے جیسے ہند میں ہوتے ہیں چونکہ شکل و شباحت میں بھی ہمارے ملک کے خربوزہ کے مطابق ہوتا ہے۔ مگر ذایقہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ شیرینی میں بہت ہی میٹھا اور مزے میں لطیف ہوتا ہے۔ اور بہت جلد نرم ہو جاتا ہے۔ یہ خربوزے ریت ہی میں ہوتے ہیں ٭

مدینہ شریف کا تربوز

یہ تربوز صرف اپنی جلد پر ہرا ہوتا ہے۔ باقی کامل یاقوتی رنگ کا ہوتا ہے۔ مقدار میں اس کا قطر یعنے طول میں۔ پونے پانچ قدم ہوتا ہے۔ اور ذایقہ میں۔ مانند مصری کے ہے۔ اگر کوئی زیادہ کھا بھی جائے تو سردی و نزلہ مطلق نہیں ہوتا اکثر حجاز کے لوگ

رس تہ پوز خواہش سے لیتے ہیں۔ یہ بھی رہٹ میں ہوتا ہے ؛
سیب۔ یہ میوہ مدینہ شریف میں نہیں ہوتا طائف سے آتا ہے ؛
انار۔ مدینہ منورہ میں کثرت سے ہوتا ہے۔ چونکہ تمام دنیا کے انار وں سے فایق ہے۔ مقدار میں بڑا ہوتا ہے۔ اور نہایت شیریں اور لطیف ہوتا ہے۔ اور دانے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ کسی میں تخم اور کسی میں صرف مغز ہوتا ہے۔ اور رنگ میں بہت ہی سرخ ہوتا ہے۔ اور سفید بھی ہوتا ہے۔ مگر لذت میں یکتا ہے ؛

دربیان درخت رتالو

واضح ہو کہ رتالو کا درخت۔ چھوٹے چھوتے شاخیں پیدا کرتا ہے۔ اور بیلدار پتے ہوتے ہیں اور نوک کتابی پیدا کرتے ہیں۔ اور گڈے بڑے بڑے اور کچھ قدرے چھوٹے ہوتی ہیں۔ کوئی سفید کوئی سرخ ہوتے۔ عام طور اوس کو کھاتے ہیں۔ اکثر پیداوار ہوتا ہے۔ اوس کی زراعت کے لئے۔ زمین عمدہ ہونا اور کچھ نرم اور کچھ سخت ہو تو کام چلتا ہے۔ اور کھاد عمدہ چاہئیے۔ بعد پانی کے کیاری یاں بنا کے ایک مرتبہ اور کھاد دیوے اور ایک ہاتھ کے مقابلہ سے گڈے بو دیوے مگر بعد بونے گڈے کے تین روز کو پانی دینا چاہئیے اگر زیادہ ہو تو کیڑہ

لگ جاتا ہے۔ اور زراعت چار ماہ میں تیار ہوگی جب بیل کاٹ لیں۔ فوراً بذریعہ ناگر کھود لینا چاہئے۔ اکثر دستور ہے کہ آگے آگے ناگر چلتا ہے۔ اور پیچھے پیچھے مزدور لوگ ان کو چن لیں۔ اور فروختگی کے لئے بازار لیجاویں ؀

دربیان درخت سنگاڑہ

واضح ہو کہ یہ درخت بیلدار پتے گول سبز گوشہ دار ہوتا ہے اور قد دو انچ کا ہوتا ہے۔ اور پھول گلابی اندرونی ہوتا ہے۔ اور پھنکڑیاں مطابق زیرہ کے ہوتا ہے۔ اور بازو میں دو خار یعنے سینگ دار ہوتا اگر آپکو زراعت کرنا ہو تو اس کی بیل لیکر تھوڑے پانی میں لگادی جائے جب بیل زیادہ بڑی ہو تو اور بارش کا پانی تالابوں میں بھرجاتا ہے۔ تو اوس وقت آخر فصل تک اوس کی زراعت بہت ہوگی۔

نوٹ۔ سنگاڑے کے درخت یعنے بیل میں ایک قسم کا کیڑہ پیدا ہوتا ہے۔ اوس کیڑے کو دفع نکرے تو جلد بیل خراب ہوجاتی ہے۔ نوٹ اوس کے کیڑے کو دفع کرنے کے لئے قدرے رائی ڈال دیا جاوے۔ فوراً کیڑہ دور ہوکر مرجاتے ہیں۔ اور زراعت بہت ہوگی۔

دربیان قلم بندی و چمن بندی وغیرہ

اول زمین کو صاف و گیلی کر کے تیار کرلیں اور ایک دن دھوپ دیکر چھوڑ دے دوسرے روز عمدہ کھاد دیکر حسب ضرورت پانی دیا جائے تیسرے روز جس درخت کو لگانا ہو زمین یا کونڈوں میں لگائیں۔ جسوقت درخت کو قلم کرنا چاہیئے توبہت حفاظت سے قلم کریں اگر درخت کے آنکھ لیکر تخم بذریعہ قلم بندی آنکھ لگانا ہو تو قلم تراش بہت رکھا کرو تاکہ عمدگی سے فوراً چھری سے کام کیا جائے جب آنکھ پہلا درخت کا دوسرے درخت کو لگا چکے تو ریشم سے قدرے مضبوط باندھیں ہر روز حفاظت سے پانی دیا کریں۔ خدا چاہا تو آٹھ یوم میں اوس جھاڑ سے دوسری شاخ پیدا ہو گی ؂

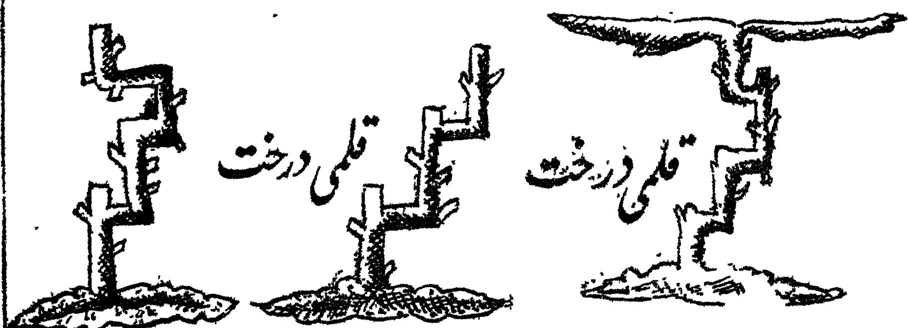
طریقہ قلم داب زمین

قلم داب زمین کئی قسم کے ہیں۔ مگر مختصر بیان پیش نظر ہے۔ پہلے جس درخت کے قلم لینا مقصود ہے۔ اوس درخت کے

ڈالی کو زمین سے نصف قلم کر کے ہمراہ کھاد کے جھکادیں اور اُسپر کچھ وزن حسب ضرورت رکھدیں ایک ماہ کے بعد اوس کو علنحدہ کر کے دوسرے جگہ یا کونڈوں میں لگا دیا جائے ؛

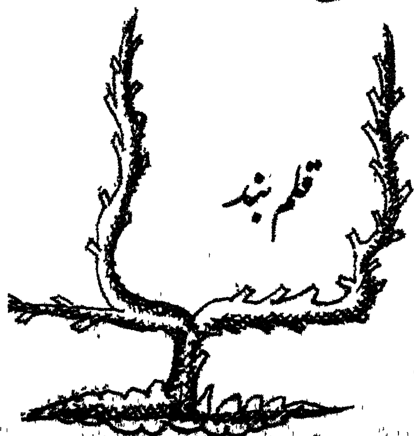
(نوٹ) اگر قلم اول کو کیڑا یا گھن لگ جائے تو کچی مچھلی کا پانی دیں۔ یا نیلا طوتیا۔ ایک ماشہ اوس کا لیپ بذریعہ پانی چھوڑ دیں۔ خزاں کے موسم میں درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ اور پت جھڑ ہونے کے بعد جب وہ پھر سبزی پر آتے ہیں۔ تو اُن کے شاخوں میں کنپیں اور کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ اُن کونموں میں تخم کی طرح طاقت ہوتی ہے۔ وہ کیسے مٹی میں ڈالی جائیں۔ تو اُن میں سے جڑیں پیدا ہو جائینگی ؛ اگر مٹی سے باہر رہیں تو روشنی اور دھوپ کے اثر سے اُن میں پتے پیدا ہو جاتے ہیں ایسے درختوں کی قلمیں دو وقتوں پر لگائی جاتی ہیں۔ ایک تو خزاں کے اخیر دنوں میں۔ دوسرے برسات کے موسم میں۔ مگر خزاں کا اخیر وقت سب سے اچھا ہے۔ کیونکہ اُن دنوں میں سردی کا موسم ہوتا ہے۔ اور سردی کے سبب درختوں کا عرق چلنے سے بند ہو جاتا ہے۔ عام لوگوں کے نزدیک اُس وقت درخت سوئے ہوئے ہوتے ہیں ؛ قلموں کے لگانے کا عام طریق یہ ہے۔ کہ خزاں کے موسم میں جب پیڑ یا پودے کی قلمیں لگانی ہوں ؛ اُس کی شاخیں جو ایک برس کی ہوں

طریقہ قلم بندی با تصویرات

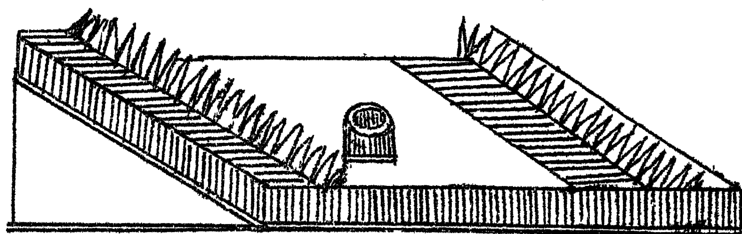


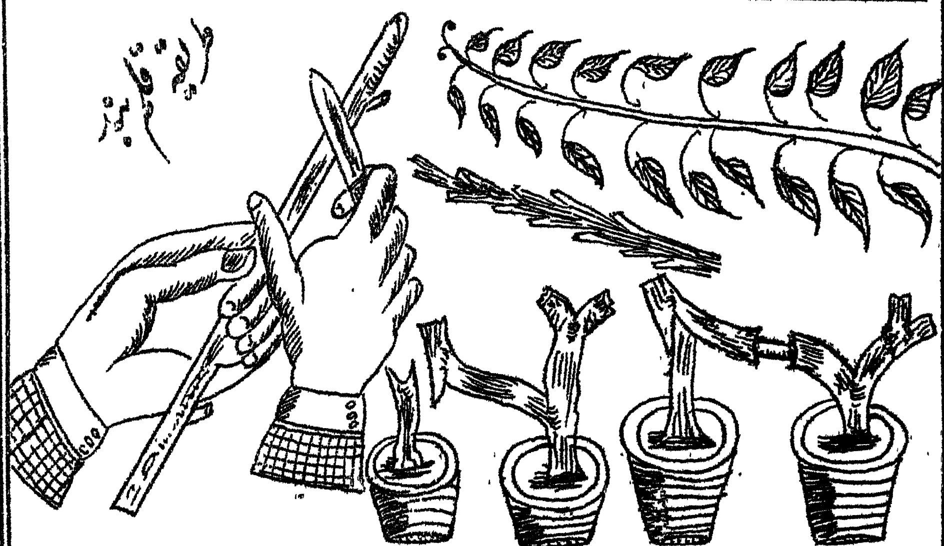






یہ تمام درختستان قلم کئے گئے ہیں۔





قلمی پیڑ بڑے بڑے



یہ درختان اپنی پختگی حاصل کر چکے ہیں

زمین داب

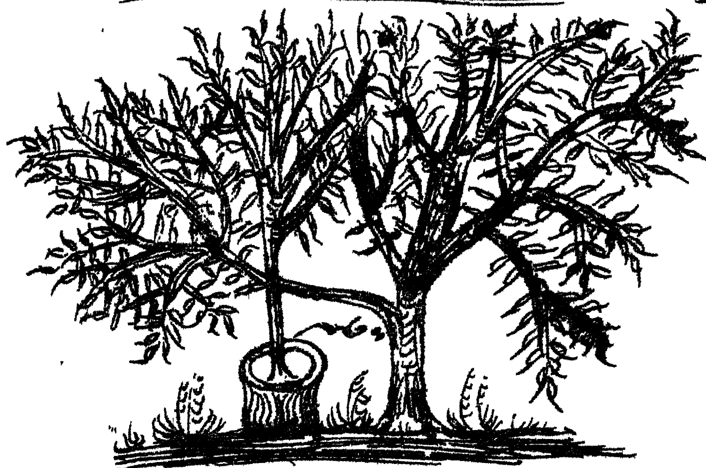
قلمہ



زمین داب

طریقہ قلم داب زمین





یہہ درختان کو قلم زمین داب کہتے ہین



کاٹ لو اور اُسی کے انداز سے اُس کی قلمیں بناؤ۔ کہ دونوں سروں کی طرف ایک ایک دو دو اِن کے گرہ (آنکھیں) ضرور ہوں اور کاٹنے کے وقت یہ خیال رکھو۔ کہ شاخوں کے اوپر کا حصہ کاٹا جائے کہ اُس میں بڑھنے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ اور درخت سے شاخ کا جو حصہ ملا ہوتا ہے۔ اُس میں کم۔ جب وہ قلمیں بنائی گئیں۔ تو جو زمین قلمیں لگانے کے لئے نرم اور تیار کی ہے۔ اُس میں گڑھے کھودو۔ اور یہ گڑھے قلموں کی لمبائی کے موافق چھوٹے بڑے ہونے چاہئیں۔ پھر اُن میں مٹی اور کھاد ملا کر قریب نصف کے بھر دو۔ قلم کے لگانے کے لئے گیلی زمین اچھی ہے۔ مگر زیادہ گیلی زمین میں بڑی بڑی قلمیں دو دو تین تین سال کی شاخوں کی لگانی چاہئیں۔ تاکہ اُس کی رطوبت کو وہ جذب کر سکیں۔ اور جو چھوٹی قلمیں ہیں۔ اُن کے واسطے زمین کی زیادہ نمی ضرور نہیں۔ اگر قلمیں کچھ دور فاصلہ والی جگہ سے منگا کر لگانی ہوں۔ تو وہاں سے اُن قلموں کو اس طرح پر لاؤ۔ کہ اُن کا کچھ حصہ مٹی میں دبا رہے۔ اور جب لگانی چاہو۔ تو اُس سے دو تین دن پہلے کپڑے کو پانی میں بھگو کر اُن کے اوپر لپیٹ رکھو۔ تاکہ اُن کی گرہیں کسی قدر باہر کو پھوٹ نکلیں۔ جب قلمیں لگا چکو۔ تو اُنکے آزو بازو کے گرد کی مٹی خوب دبا دی جائے۔ کہ ہوا اُن میں نہ جا سکے اور قلم کو دھوپ اور سردی کا اثر نہ پہنچے۔ کہ اس سے قلموں کی جڑوں کے پھوٹنے میں نقصان ہے۔ اگر بڑی قلم لگانی ہو۔ اور اُسکی

شاخ میں بہت سے کُنے ہیں۔ تو اوپر سے کُنے باقی چھوڑ کر درمیان کے کُنے دور کردو۔ یہ احتیاط رکھو۔ کہ اُس کی شاخ کے چھلکے کو کچھ صدمہ نہ پہنچے۔ بعض لوگ اس خوف سے قلم لگانے کے وقت کُنے زیادہ اُتارتے نہیں ہیں۔ جب کُنیں پھوٹ نکلیں۔ تب آہستگی سے اُن کو اُتار دیا جائے۔ یہ عمل اس لئے کیا جاتا ہے۔ کہ پھوٹنے کی طاقت صرف اُن کنوں میں رہے۔ جو باقی رکھی گئی ہیں۔ اس سبب سے وہ جلد پھوٹ نکلینگی۔ جب قلم کے واسطے شاخ تراشو۔ تو ترچھی کاٹو۔ کہ مینہ کا پانی اور اوس اُس پر نہ ٹھیرے اور دھوپ بھی زیادہ اُس کو نہ لگے اگر برابر کاٹو گے۔ تو اُس پر پانی اور اوس گر کر ٹھیر سکیگی۔ اور دھوپ پڑیگی۔ تو نقصان ہو جائیگا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب تخم بو یا جائے تو اُس سے درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر جب ہم چاہیں۔ کہ ایک درخت کا پھل دوسری قسم کے درخت سے پیدا ہو۔ تو یہ کام تخم کے بونے سے نہیں ہو سکتا۔ جس درخت کا پھل لینا ہے۔ اور اُس کی قلم دوسرے درخت میں لگاؤ۔ اور ملک کی آب و ہوا بھی درخت یا پودے کے موافق ہو۔ جس کی قلمیں لگائی جائیں۔

اُن قلموں کے لگانے میں کئی فائدے ہیں:۔

۱۔ یہ کہ اصل درختوں یا پودوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔

۲۔ پھل بھی جلد حاصل ہو جاتا ہے۔

۳۔ جن درختوں یا پودوں کا تخم کم پیدا ہوتا ہے۔ وہ قلم سے

لگ سکتا ہے ۔

۴۔ جو درخت ایسا ہے۔ کہ جس کے تخم دیر سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس کی نسل کو زیادہ کرنے کی ضرورت ہو۔ تو قلمیں لگا کر اُس کے درخت بڑھانے چاہئیں۔ مگر قلموں کے درختوں میں یہ نقص بھی ہے۔ کہ قلم سے جو درخت پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی عمر تھوڑی ہوتی ہے۔ اور جو درخت تخم سے پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی زیادہ ۔

۵۔ جو درخت قلم سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اُن کے پھل اُن درختوں کے پھل سے بڑے ہوتے ہیں۔ جو تخم سے پیدا ہوئے ہیں۔ قلم لگانے کی یہ ترکیبیں ہیں۔ اوّل ڈالیوں کو زمین کی طرف جھکاؤ۔ اور اُس کا درمیانی جزو مٹّی میں دباؤ۔ جب اُس دبے ہوئے جزو کی جڑیں زمین میں جم جائیں۔ تو درخت سے اُس کو کاٹ کر علیحدہ کر لو اور جہاں ضرورت ہو۔ اُس کو لگا دو۔ اس کو قلم کہتے ہیں۔

دوم۔ ایک پتلی ڈالی کا چھلکا چاقو یا چھری سے نصف انچ کے برابر یا کچھ زیادہ چھلّے کی طرح اُتار کر مٹّی میں دبا دو۔ ذرا چھلکا اُتارنے میں احتیاط اور صفائی چاہئے۔ کہ لکڑی کو کسی طرح کی چوٹ یا صدمہ نہ پہنچے۔ اگر ذرا بھی لکڑی کو صدمہ پہنچ جائیگا۔ تو یہ کُل محنت برباد ہو جائیگی۔ اور چھلّے کی طرح چھلکا چڑھیں رس ہے اور اُس رس سے پودا بڑھتا ہے۔ اور وہ رس پودے کی جڑ سے ڈالیوں اور پتّوں میں پہنچ کر پھر چھلکے میں ہو کر باقی

بچا ہُوا۔ جڑیں آجاتا ہے۔ جب اس طرح یہ چھلکا اُتارا گیا۔ تو پودہ کی ڈالیوں کو اس رس کے پھیر دینے کا موقع نہیں ملتا۔ اس عمل سے باقی بچے ہوئے رس کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ چھلکے کا وہ رس کاٹی ہوئی جگہ میں یا اُس کے قریب جڑ نکال دیتا ہے۔ پہلے عمل سے یہ طریقہ اچھّا ہے۔ مگر اس طریقے میں اُس کٹے ہوئے اور دبے ہوئے چھلکے کو ہمیشہ پانی سے تر رکھنا چاہئے۔

بعض لوگ تو یہ عمل کر دیتے ہیں۔ کہ اوس کے اوپر کوئی برتن باندھ دیتے ہیں۔ اور اُس کے نیچے ایک چھوٹا سوراخ کر دیتے ہیں۔ کہ برابر اُس کا پانی اُس سوراخ میں سے ٹپکتا رہے۔ جب اُس کی جڑ اچھّی طرح پیدا ہو جائے۔ اور ہرا ہو جائے تو اصل ڈالی سے اُس کو تراش ڈالو۔ پھر جہاں چاہو۔ لگا دو۔

جڑ کے نکل آنے کی پہچان یہ ہے۔ کہ جو ڈالی دبائی ہے۔ وہ اُس طرف سے جدھر وہ بڑھتی ہے۔ موٹی اور چمکدار نہیں ہوتی۔ جب جڑیں پھوٹ کر زمین میں چلی جاتی ہیں۔ تو اُس طرف کی شاخ ہری اور چمکدار ہو کر جلد موٹی ہو جاتی ہے۔

سوم۔ جس ڈالی کا قلم لگانا ہے۔ اگر وہ ایسے موقع پر زمین سے اونچی ہو۔ کہ جھک نہ سکے۔ تو یہ عمل کرنا چاہئے۔ کہ ایک کونڈا میں مٹی اور کھاد سے خوب بھرو پھر اُس کو درخت سے باندھو۔ یا لکڑی کی تپائی اُس جگہ رکھ کر اُس پر کونڈا رکھ دو۔ پھر اُس

ڈالی کا چھلکا اُتار کر اُسی عمل سے زیادہ جس کا ذکر ابھی اوپر ہو چکا ہے اور پانی کا برتن بھی اُس کے اوپر سے باندھو۔ تاکہ اُس پر پانی ٹپکے۔ پھر جہاں سے چھلکا اُتارا گیا ہے۔ وہاں جڑیں پیدا ہو جائینگی۔ جب جڑیں نکل آئیں اور کونڈے میں پھیل گئیں۔ پھر شاخ کو پیڑ سے کاٹ کر جہاں مرضی ہو لگا دو ٭

چہارم۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ کہ اگر ڈالی اونچی ہے تو کچھ مٹی کسی کپڑے میں ڈال کر اوس میں وہ ڈالی جس کا دبانا منظور ہو۔ باندھو۔ اور اوس پر اسی طریق سے پانی بھی ٹپکاتے رہو ٭ اگر ڈالی کم زور ہے۔ کہ وہ مٹی کے بوجھ کو سنبھال نہیں سکتی ہے۔ تو کوئی تپائی وغیرہ اُس کے نیچے رکھ دو۔ اس عمل سے چھلکا چھلنے کے طور پر جس کا ذکر دوسرے طریق میں لکھا گیا ہے۔ اُتار دو ٭ بعض درختوں کے پھل سے صرف ایک ہی تخم کا دانہ یا گٹھلی نکلتی ہے۔ عموماً اُن کا قلم نہیں لگ سکتا ہے۔ جس کے پھل میں بہت سے بیج یا گٹھلی ہوں۔

دربیان درختوں کا پیوند کرنا

پیوند کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ چھوٹی قسم سے بڑی قسم کا پیڑ یا پودا بن جائے۔ خصوصاً جو درخت یا پودے پھل کے لایق

رہیں)۔ اُن کے واسطے پیوند بتایا گیا ہے ۔ پیوند عموماً ایک ہی
جنسوں یا قسموں کے درختوں اور پودوں پر لگایا جاتا ہے ۔

سب سے اچھا موسم پیوند کرنے کا وہ ہے ۔ کہ جب بہار کا
موسم شروع ہو ۔ اس واسطے کہ ایسے وقت میں پودوں میں
گُنے اور کونپلیں نکل آتی ہیں اور اُن کی گُنوں اور کونپلوں میں
قوّت زیادہ ہوتی ہے ۔ اس لئے ایک پودے سے دوسرے
پودے پر بھی پیوند چڑھ سکتا ہے ۔ اور اچھی طرح بڑھنے کی طاقت
پکڑ سکتا ہے ۔ جب پیوند لگاؤ ۔ تو اِن باتوں کا بھی لحاظ رکھو ۔

اوّل ۔ کسی پیڑ یا درخت کی ڈالی جس کا پیوند دوسرے
پیڑ یا درخت کی ڈالی سے کرنا ہے ۔ اُس میں یہ دیکھ لو ۔ کہ دونوں کی
ڈالیاں موٹائی میں برابر ہیں ۔ اگر ایک کی پتلی پتلی اور دوسرے کی
موٹی موٹی ہوں تو پیوند اچھا نہ لگیگا ۔ جس درخت سے پیوند کرنا
ہو ۔ اُس کی ڈالیوں کو جن میں گُنے نکلی ہوئی نہیں ۔ کاٹ لو اور
قلموں کی طرح بھیگے ہوئے کپڑے میں دو تین روز تک باندھو
اس سے وہ فائدے ہو جائینگے ۔ ایک تو اُن کی گُنوں میں کسی قدر
پھوٹنے کی طاقت پیدا ہو جائیگی ۔ دوسرے اُس کا چھلکا اُتار کر
جو دوسرے درخت پر پیوند کرنا ہے وہ قلم کی لکڑی سے
علیحدہ ہو جائیگا ۔ اور اُتارتے وقت آسانی سے اُتر آئیگا ۔
اُن کو کوئی صدمہ یا چوٹ نہ لگیگی ۔

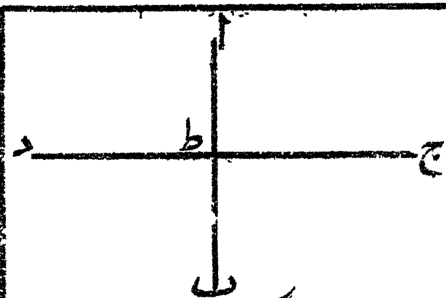
دوم۔ شاخوں کے کاٹنے میں یہ خیال ضرور رکھو کہ جو شاخ کاٹی جائے۔ اُس کی گنوں کے سرے کانٹوں کی طرح تیز نہ ہوں جن گنوں کے سرے کانٹوں کی طرح تیز ہوتے ہیں۔ اُن کی شاخیں نہیں پھوٹینگی۔ پیوند لگانے کے واسطے ایسی شاخیں ناقص ہیں۔ اب پیوند لگانے کا ڈھنگ بتلایا جاتا ہے۔

اوّل۔ جس پیڑ یا درخت پر پیوند لگانا ہو۔ خزاں کے دنوں میں اُس کو کاٹ ڈالو۔ پھر بہار کے موسم میں اُس کٹے ہوئے پیڑ یا درخت سے ڈالیاں پھوٹ کر نکل آئینگی۔ جب وہ ڈالیاں ایک انچ کے برابر لپیٹ میں ہو جائیں۔ تو اُن کو پھر اوپر سے کاٹ ڈالو تھوڑی تھوڑی رکھ لو۔ پھر اوس کے اوپر کی طرف سے ایک انچ کے برابر یا اس سے کچھ کم اُس کا چھلکا احتیاط سے اُتارو۔ جس سے اُس ڈالی کی لکڑی کو کسی طرح کا صدمہ یا نقصان نہ پہنچے اوس ڈالی کی مٹائی کے برابر دوسرے پیڑ یا درخت کی ڈالی جس میں گنے نکلی ہوئی ہوں۔ جس سے پیوند کرنا ہو۔ تراش لو۔ ڈالی کو کاٹتے وقت گنوں کے سروں کو بھی جانچ لو کہ پیوند کرنے کے قابل ہیں یا نہیں۔ پھر اُس ڈالی کی گنے والی جگہ سے اُسی کے برابر کے چھلکے کا چھلہ جیسا کہ پہلے درخت یا پیڑ کی ڈالی کے لئے عمل کر چکے ہو کھینچ کر نکال لو۔ اور پہلے درخت کی ٹہنی پر چڑھا دو۔ پھر اُس کو سن یا کچے ریشم کی تار سے باندھو۔ اس طرح پر کہ گنے کو صدمہ

نہ پہنچے۔ روشنی اور دھوپ اُس کے گُنے کو لگتی رہے۔ اور گُنے کی جگہ کو خالی چھوڑ کر اُس پر لیپ کر دو۔ لیپ کے بنانے اور استعمال کا نسخہ اس کے اخیر میں لکھا جائیگا۔ پھر جب گُنے اچھی طرح پھوٹ نکلیں۔ تو سن یا کچے ریشم کو کھول دو۔ پھر ایک سال تک یہ خیال رکھو کہ جو پیوند کے گُنے کی کونپلیں ہیں۔ وہی پرورش پائیں۔ باقی جو گُنے یا ڈالیاں اُس کے سوا نکلیں۔ وہ نوچ ڈالی جائیں۔ اس عمل سے بڑھنے کی طاقت کا حصہ صرف پیوند کے گُنوں کو پہنچے گا ٭

دوم۔ جس درخت سے پیوند کرنا ہو۔ اُس کی ڈالیوں کا اس طریقے پر کاٹو۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ جب دو تین روز گزر جائیں۔ تو اُس کے گُنے کے قریب سے چھلکا جس میں گنہ بھی ہو۔ ایسی ترکیب سے اُتارو کہ لکڑی کا کوئی جزو اُس کے ساتھ نہ ہو۔ اور چھلکا پورا پورا اُتر آئے اور گُنے کو کچھ صدمہ نہ پہنچے پھر دوسرے پیڑ کی ڈالی میں جس پر پیوند کرنا ہے۔ اُس میں احتیاط سے ایک تراش دو انچ کی لمبائی کے برابر دو۔ جو صرف چھلکے کو ہی کاٹے۔ پھر اُس تراش کو آدھے حصے سے زیادہ نیچے چھوڑ کر اُس پر آڑی لکیر کی طرح تراش دی جائے۔ دونو تراشوں کی یہ صورت ہو جائیگی ٭

پھر چاقو یا چھری کی نوک سے چھال کے ٹکڑوں کو کاٹ کے



مقام سے اُٹھاکر اُس میں پہلی
ڈالی کی شاخ کے کُنے کٹے ہوئے
اور کسی قدر چھلکے کے جزد جو
پہلے اُتارے ہوئے موجود ہیں
رکھ دو اس انداز سے کہ اُس کا کُنہ ط کی جگہ آجائے۔ پھر
چھال کے ٹکڑے اُس کے اوپر بچھا دو۔ اور کچے ریشم یا سن کے
ریشے وغیرہ سے باندھ کر اوپر اوس کے لیپ کردو۔ وہ کنہ
اس عمل سے پھوٹ کر نکل آئیگا ؛

سوم۔ بعضے درخت ایسے ہیں کہ جن کے کُنے ڈالیوں پر
نہیں ہوتے ہیں۔ ڈالیوں کے سرے پر ہوتے ہیں۔ اُن کا
پیوند کرنا ذرا مشکل ہے۔ اس کا آسان عمل یہ ہے کہ اگر دونو
پیڑ ایسے قریب ہیں۔ کہ اُن کی ڈالیاں آپس میں مل جائیں
یا کسی ترکیب سے کونڈے وغیرہ میں رکھ کر ایسا نزدیک
رکھ دیں۔ کہ جس سے ایک دوسرے کے ساتھ اون کی
ڈالیاں مل جائیں۔ پھر اگر ایسے پیڑ یا پودے کو پیوند کرنا
چاہو۔ تو اُن دونو درختوں کے برابر موٹائی کی ڈالیاں لیکر
اُن دونو کو ایسی ترکیب سے قلم کی طرح تراشو کہ جس
قدر ایک کاٹی جائے۔ اُسی قدر دوسری بھی۔ کہ اُن دونو کے
ملانے سے ایسا معلوم ہو جائے کہ وہ ڈالی ایک ہی تھی۔ پھر نصف

نصف اُن ڈالیوں کو کاٹو یا ایک کا اندر کو خم ہو اور دوسری کا
باہر کو وغیرہ وغیرہ۔ پھر اُن ڈالیوں کو سریش یا گوند لگا کر چپکا دو
اور کچے ریشم سے باندھو اور لیپ بھی کر دو۔ جیسا کہ پہلے طریق
میں ذکر ہؤا ہے۔ اور جب ضرورت ہو پانی بھی ٹپکا دو کہ کہیں
تراش خشک نہ ہو جائے۔ جب معلوم ہو کہ اب دونو شاخیں
جُڑ گئی ہیں۔ تو جس درخت کا پیوند لگانا ہو۔ اُس کی ڈالی رکھ لو
اور تھوڑی سی ڈالی اُس پودے کی کہ جس کا پیوند لگایا گیا ہے۔ چھلکا
بطور چھلے کے اُتار لو کہ اُس پودے کا رس جڑ کی طرف نہ جائے۔ جو
پیوند کیا گیا ہے۔ صرف وہ ہی پرورش پائے اور اوس کے پیوند کا
جوڑ جلد مل جائے۔ پھر جب جوڑ مل گیا۔ تو اُس جگہ سے جہاں سے
چھلے کے طور پر چھلکا اُتارا تھا۔ کاٹ ڈالو۔ سن یا کچے ریشم کو
کھول دو اور جس پر پیوند لگانا ہو۔ اُس ٹکڑے کو پیوند کے اوپر ہی
کاٹ دو۔ اس عمل سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اگر چھوٹے ہوئے
درخت یا پودے کی شاخ سے پیوند کرو گے۔ تو کبھی کبھی
اسی سال میں پیوندی درخت کو پھل آجاتا ہے۔ لیکن اس میں
احتیاط اور صفائی چاہئیے۔ کہ کوئی پولا پن یا سوراخ دونو ڈالیوں
میں جن کو ملایا ہے۔ نہ پڑ جائے۔ اگر رہ گیا۔ تو ساری محنت
برباد ہو جائیگی ؛

چہارم۔ جن درختوں کی زمین پر بیل پھیلتی ہے۔ بعضے وقت

اُن کو بھی پیوندی کرنا ہو۔ اُس کے درمیان میں کسی جگہ سے ایسا چاقو یا چھری چلاؤ۔ کہ اُس کے دو حصّے اس موقع پر علیحدہ علیحدہ ہو جائیں مگر دونو طرف جڑے رہیں۔ یہ شگاف بہت زیادہ نہ ہو جائے۔ صرف اس قدر ہو جس میں سے دوسری بیل نکل جائے۔ پھر اُس دوسری بیل کو جس کا پیوند کرنا ہے۔ اس شگاف میں سے نکال دو اور پھر اُس کو اوّل کے مطابق سن یا کچّے ریشم سے باندھو۔ اور اُس پر لیپ بھی کر دو۔ جب دونو بیلیں اُس بیل کے شگاف کے موقع پر چمٹ جائیں۔ تو پہلی بیل کو پیوند کی جگہ سے کچھ آگے چھوڑ کر کاٹ دو اور دوسری بیل کو نیچے کی طرف سے تراش دو۔ اس سے پہلا ٹکڑا پہلی بیل کا اور دوسرا ٹکڑا پیوند والی بیل کا ہو جائیگا۔ جس سے ملاوی قسم کی ایک بیل بن جائیگی اور اس بیل میں پھل اُس بیل کا لگیگا جسکا پیوند کیا گیا ہو ؛

درخت کو ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگانا

ترکاریوں اور جنسوں اور دوسرے درختوں کو کئی مطلبوں کے واسطے ایک جگہ سے دوسری جگہ اُکھاڑ کر لگاتے ہیں ؛

اوّل۔ جس جگہ ترکاریوں یا جنسوں یا دوسرے قسم کے درخت کو بہت گھنا بویا ہو۔ تو اُن کو گیلا کرنے کے واسطے کئی ایک درخت

وہاں سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگا دینا جس قدر جگہ باقی درختوں کے
بڑھنے کے واسطے کافی ہو۔ اُسی قدر وہاں رکھ لینا۔ تاکہ بہت سے
درخت تھوڑی جگہ میں رکھنے سے اور خوراک کی کمی کے سبب
ضائع نہ ہو جائیں ؀

دوم۔ جہاں کسی درخت یا درخت کا قلم یا پیوند یا داب پہلے
لگائی ہوئی ہو۔ اور وہاں سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگانا ؀

سوم۔ ذخیرے کے طور پر جب کوئی جنس لگائی گئی ہو۔
اُس کو اُس ذخیرے سے اُکھاڑ کر موقع مناسب پر بونا ؀

ذخیرے میں زیادہ گھنے درخت اس لئے لگائے جاتے ہیں۔
کہ تھوڑی جگہ میں حفاظت اور پرورش ہو سکے۔ یا اس لئے کہ ابھی
تک زمین زراعت کے لایق پورے طور پر تیّار نہیں ہے۔ پھر
جب زمین تیّار ہو جائے۔ تو اُن کو اُکھاڑ اُکھاڑ کر جو زمین تیّار
ہو گئی ہے۔ اُس میں لگا دئے جائیں ؀

چہارم۔ غیر جگھوں سے ترکاری یا جنس لائی جائے۔ یا دوسری
قسم کے درخت کا پیدا کرنا چاہو۔ تب بھی یہی عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً
جنگل سے یا کسی دور کے فاصلے سے کسی قسم کے درخت لاکر لگانا۔
اور اون کی پرورش کرنا ؀

پنجم۔ کسی درخت کے پھل یا ترکاریوں یا جنسوں کو اچھی
قسم کے بنانے کے واسطے ایک سے زیادہ مٹیّوں کا رس چوسنے

کے لئے ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگایا۔ کہ تیغی اور تر کاری اچھی اور موٹی پیدا کرے ۔ درختوں یا پودوں کے ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ میں لگانے کے وقت یہ لحاظ رکھو ۔

اوّل۔ جس درخت یا پیڑ کو ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگانا ہو وہ صحیح و سالم ہو۔ کسی قسم کی بیماری اُس کو نہ ہو کیونکہ اس عمل سے یہ جاننا چاہیئے۔ کہ وہ درخت یا پیڑ نئے سر سے پیدا ہوا ہے۔ اگر اس کو پہلے کسی قسم کا صدمہ پہنچا ہو۔ تو اُس کو ایک جگہ کے اُٹھائے جانے اور دوسری جگہ کے لگانے سے سرسبز ہونے کی امید نہیں رہیگی ۔ تندرست درختوں کی پہچان یہ ہے کہ اس کے پتّوں میں سبزی اور رنگت میں روشنی ہوتی ہے۔ اگر اچھے طور پر پتّے سبز اور رنگ اُس کا چمکدار ہو۔ تو اُن درختوں کو تندرست جاننا چاہیئے ۔ اگر دو چار سال کا درخت ہی جس کو ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگایا ہے۔ تو اُس کے تندرست ہونے کی یہ پہچان ہے۔ کہ اس کی لکڑی کا تھوڑا سا چھلکا اُتار کر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ درخت ہونہار ہی یا نہیں۔ درخت کے اوپر کے چھلکے کے نیچے ایک اور چھلکا ہوتا ہی۔ جسمیں سبز عرق بھرا ہؤا دکھائی دیتا ہے۔ اور اس چھلکے میں نرمی اور چمک ہوتی ہے۔ ان علامتوں سے۔ درخت تندرست سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس کے خلاف ہو۔ تو اُس کے چھلکے میں سبزی

اور روشنی نہیں ہوگی اور نہ اس میں رس (عرق) بھرا ہوا معلوم ہوگا۔ اس کے سوا جب درخت تندرستی کی حالت میں ہوتا ہے تو اُس کے جڑ کے قریب کا چھلکا صاف ہوتا ہے۔ اور شاخیں اس کی بھی مناسب انداز سے اور تعداد کی ہوتی ہیں۔

دوم۔ جو درخت ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگائے جائیں۔ تو اُن کے کھودنے میں احتیاط چاہئے۔ اُن کی جڑوں کو کسی طرح کا صدمہ نہ پہنچے اور اُکھاڑتے وقت اُن کی جڑوں کی سوتوں کے ساتھ تھوڑی تھوڑی مٹی بھی آجائے۔ کہ اُن کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باریک جڑیں بھی ہوتی ہیں۔ جو نظر نہیں آتی ہیں۔ اگر وہ ننگی ہو جائینگی۔ تو نقصان ہو جائیگا۔ اگر ترکاری یا کسی چھوٹی قسم کے درختوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لگانا ہے۔ تو سب سے اچھا طریقہ یہ ہے۔ کہ جس کیاری سے ذخیرے کے درخت اُکھاڑنے لایق ہو جائیں۔ پہلے اُس میں پانی دے دو۔ پھر آہستگی سے کھینچ کر نکال لو۔ اگر زمین بہت چکنی ہے۔ تو کھینچنے کے ساتھ درخت جڑوں سمیت نہ اُکھڑ سکینگے۔ اس لئے پہلے تھوڑے تھوڑے درخت پھاوڑے یا کھرپے سے اکھاڑ لینے چاہئیں پھر اُن کی جڑوں میں جو ضرورت سے زیادہ مٹی ہو۔ اُس کو جھاڑ دو۔ اور دوسری جگہ وہ درخت لگا دو۔ جب تک وہ درخت کسی دوسری جگہ نہ لگائے جائیں۔ تب تک اُن کو کپڑے میں لپیٹ رکھو یا کچھ

گھاس یا پتّوں سے اُن کو ڈھانپ دو۔ پھر اُنھیں تھوڑا [illegible] پانی دو۔ [illegible]
لگ کر اُس کی جڑیں سب کھ جائیں گی۔ اگر خشک موسم ہے۔ تو اُس
پر پانی بھی چھڑکو۔ اگر کسی درخت کو بہت کی مٹی کے سمیت اکھاڑ کر
دوسری جگہ لگانا ہے۔ تو مٹی کی چکنی کھودنی چاہیئے۔ اس کے
کھودنے میں بڑی احتیاط درکار ہے۔ مناسب ہے کہ پہلے درخت
کے چاروں طرف ایسا کھودو کہ اس کی جڑیں زیادہ نہ کٹ جائیں۔
اور جب چاروں طرف کھود چکو۔ تو نیچے سے اُس کو ایسے انداز کے
ساتھ اُٹھاؤ کہ نیچے کی اُس کی جڑ زیادہ نہ ٹوٹ جائے جب اُس کی
چکنی زمین سے علحدہ ہو جائے۔ تو اُس کو ایک طرف رکھ کر کسی
رسّی یا پتوں سے باندھو۔ کہ کہیں چکنی اُٹھانے وقت ٹوٹ
نہ جائے۔ پھر جتنا بڑا درخت ہوگا۔ اتنی ہی زیادہ احتیاط چکنی
کے نکالنے اور اُٹھانے میں ہوگی۔ اگر بڑے درخت ہیں اور
چکنی اُس کی نکالنی منظور ہے۔ تو یہ طریقہ وہاں برتنا چاہیئے
کہ درخت کے گرد جڑوں کا لحاظ کرکے مناسب اندازے کا
گول زمین میں کچھ گہرا کھودو۔ جس میں اس کی جڑیں باہر نہ نکلیں
اور اس کے اندر ہی اندر بڑھتی رہیں۔ اُکھاڑنے سے پہلے جب
اوس کو وہاں چکنی کے ساتھ نکالنا چاہو تو پہلے ایک طرف سے
کھودو۔ اور نیچے جڑوں تک کھودتے ہوئے پہنچ جاؤ۔ پھر اس
پیڑ کو ذرا ہلا دو۔ تو دوسری طرف کو وہ پیڑ کچھ جھک جائیگا۔

اس کے چھلنے کے سبب سے جو جگہ خالی ہو گی۔ وہاں مٹّی اور پتّے بھر دئے جائیں۔ پھر دوسری طرف بھی یہی عمل کیا جائے۔ اس طریقے سے سارا پیڑ چکتی کے ساتھ اُٹھ جائیگا۔ جب چکتی اوپر آگئی۔ تو اُس کا باندھنا بھی آسان ہو جائیگا۔ چھوٹے چھوٹے درختوں کو اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ لگانا ہو۔ تو اُس بڑے اس عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ جو زمین ریت والی یا کنکروالی ہو۔ اُس میں چکتی کا نکالنا مشکل ہے اور نہ چکتی وہاں سے نکل نہیں سکتی ہے۔ اس واسطے ایسی زمینوں میں چکتی کا نکالنا بے فائدہ ہے۔ البتّہ جو درخت دوسری جگہ لگ سکیں۔ تو اُنکو نکال کر دوسری جگہ لگا دو۔ چکتی کے ذریعے دوسری جگہ جب درخت لگائے جائیں۔ تو اُس میں یہ فائدہ زیادہ ہے۔ کہ ان درختوں کو اپنے اُکھاڑے جانے اور اُٹھائے جانے کا حال کم معلوم ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ جس مٹّی سے اُس کا بڑھاؤ ہوا ہی وہ مٹّی اُس کے ساتھ ہے۔ اور اس عمل سے جڑوں میں کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ جہاں جڑیں آپس میں ملتی ہیں۔ ہر قسم کے درختوں کا دل اس جگہ ہوتا ہے۔ اور جس طرح آدمیوں اور حیوانوں کا دل اُن کے بدن میں نازک ہوتا ہے۔ ویسا ہی درختوں کے وجود میں ان کا دل نازک اور نرم ہوتا ہے اس لئے جب اُن کو اُکھاڑو۔ تو احتیاط رکھو کہ کسی طرح کا

صدمہ اون کے دل کو نہ پہنچے اور لگاتے وقت بھی اُن کے ملوں کا خیال رکھو۔ کہ کہیں زمین میں بے طرح دب نہ جائیں۔ جس جگہ اُکھاڑ کر اُن درختوں کو لگانا ہے۔ اُس زمین کی قسم کو بھی دیکھ لو۔ اگر کسی دوسری قسم کی مٹی ہوگی۔ تو درخت کے ایسے موقع پر گڑھے کھود کر پہلے اُس قسم کی مٹی بھر دو جو درخت کے لئے اچھی ہو۔ پھر درختوں کو اُن گڑھوں میں لگادو۔ تو اچھی طرح بڑھے گا۔ اگر چھوٹے چھوٹے درخت لگا دینے کے لگانے ہوں۔ تو ایک کھرپے سے زمین میں شگاف دو اور اُس جگہ درخت کو دھر کر اُسی طرح کھرپے کے دستے سے دبا دو اور دونو طرف سے جڑوں پر اُس درخت کی مٹی کو کوٹ دو کہ دھوپ۔ سردی اور ہوا سے اُن کی جڑیں محفوظ رہیں۔ اگر بڑے بڑے درخت ہیں۔ تو اُن کو گہرے کھود کر لگانا مناسب ہے۔ گڑھے ایسے اندازے کے ہوں۔ جن میں درخت کی جڑیں کھلے طور پر سما جائیں اور درخت کی مینڈ مٹی میں دبائی جائے تو وہ خشک ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ مٹی میں دبانے سے اُن کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے کئی درخت ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ جن کی مینڈ اگر مٹی میں دبائی جائے۔ تو اُن کے دل کو کچھ صدمہ نہیں پہنچتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ان کی مینڈ زمین میں دبائی جائے۔ تو اُن کی مینڈ سے اور جڑیں پھوٹ آتی ہیں۔ اگر درخت چکتی کے ذریعے لگائے جائیں۔ تو صرف چکتی کو ہی زمین میں گڑھا کھود کر دبا دینا کافی ہے ؛

جو درخت زمین سے کھینچ کر نکالے جائیں۔ اُن کی جڑیں گڑھے میں لگاتے وقت ایسے انداز سے رکھی جائیں کہ سب ایک ہی جگہ اکٹھی نہ ہو جائیں۔ بلکہ جس جس موقع یا طرف پھیلتی ہیں۔ اُن ہی طرفوں اور موقعوں پر رکھی جائیں۔ اس کے بعد نرم نرم دھان کی مٹی کوٹ کر دبانا اُن کا لازم ہے جس سے ہوا۔ سردی اور گرمی کا اثر جڑوں کو نہ پہنچ سکے۔ مگر جہاں سے پیڑ یا درخت کو صدمہ پہنچے۔ ورنہ اُس کے خراب ہو جانے اور جڑوں کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ لگاتے وقت ہر قسم کے درخت سیدھے رکھنے چاہئیں۔ تاکہ اچھی طرح پر وہ سیدھے بڑھ سکیں جب ترکاری کے درخت لگائے جائیں تو اُن کو تھوڑا تھوڑا پانی بھی دیا جائے۔ کیونکہ پہلے جو رطوبت زمین سے اپنی جڑوں کے سوتوں کے راستے سے وہ درخت اپنی شاخوں اور پتوں کو پہنچاتے ہیں۔ وہ اُکھاڑنے اور اُٹھانے سے جڑیں ٹوٹ کر بند ہو گئی ہے۔ جب دوسری جگہ لگائے گئے ہیں۔ تو پانی سے اُس جگہ کو تر کر دیا جائے۔ تو جو جڑیں باقی رہ گئی ہیں۔ وہ پھر اُس عرق کو کھینچنے لگیں گی۔ بڑے بڑے درخت لگانے کے وقت یہ خیال کر لینا مناسب ہے کہ جڑیں اور شاخیں اُس کی ویسی ہی رکھی جائیں۔ جیسے کہ پہلی جگہ تھیں۔ اور جدھر جدھر اُن کی جڑوں اور ڈالیوں کا رخ ہو۔ اُن ہی طرفوں میں رکھنی لازم ہیں۔ اس

اس تمیز کے لئے اُکھاڑنے سے پہلے ایسے درختوں کی شاخوں میں کچھ نشان یا علامت کر دو تاکہ لگاتے وقت پہچان ہو سکے کہ اسکی جڑوں اور ڈالیوں کا کس طرف کو رُخ تھا۔ اس لحاظ کی وجہ جو ضروری ہے۔ یہ ہے کہ عموماً ہر ایک درخت جنوب کی طرف دھوپ کی گرمی زیادہ برداشت کر سکتا ہے۔ اور شمالی کی طرف سائے کو چاہتا ہے۔ اس واسطے اگر درخت کا پیڑ دھوپ والے سائے کی طرف ہو گیا۔ تو وہ درخت اچھی طرح نہ بڑھے گا۔ اسی طرح اُس درخت کا جزو جو سائے کی طرف کا ہے۔ دھوپ کی برداشت نہ کر سکیگا۔ اُن درختوں کو جو دھوپ میں پرورش پاتے ہیں۔ سائے کی جگہ اور جو سائے میں پرورش پاتے ہیں۔ دھوپ کی جگہ لگائے جائیں۔ تو اس میں سراسر نقصان ہو گا۔ جب ایک جگہ سے درخت دوسری جگہ لگائے جائیں۔ تو اُن کی قطار بندی کرنی چاہئے اور ہر ایک درخت کا درمیانی فاصلہ برابر رہے۔ تاکہ سب درختوں کو روشنی اور ہوا برابر لگتی رہے۔ جس سے اُن کے بڑھاؤ کی صورت ہے۔ اور اِن درختوں کا فاصلہ اس لحاظ سے رکھا جائے کہ جس مطلب کے واسطے وہ لگائے گئے ہیں۔ اگر پھل دار درخت ہیں۔ تو ایسے فاصلے سے لگائے جائیں کہ جب وہ درخت بڑے ہو جائیں۔ ایک دوسرے سے اُن کی ڈالیاں نہ ملیں۔ ورنہ چاروں طرف سے اُن کو دھوپ نہ لگیگی۔

اور نہ ہوا کا پورا گزر اُن میں ہوگا۔ اور نہ روشنی کی کامل تاثیر وہاں پہنچیگی۔ قطاروں میں درختوں کے لگانے سے کئی فائدے ہیں۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ ہر قسم کی جنس اُن کے درمیان آسانی سے بوئی جاسکتی ہے۔ دوسری آبپاشی نالیوں سے اچھی طرح ہوسکتی ہے۔ تیسرے چھانٹتے وقت سہولیت ہوگی۔ دھان بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ اُکھاڑ کر لگائے جاتے ہیں۔ اُن کے لگانے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ جس کھیت میں دھان بونے ہوں۔ اُس کھیت میں اچھی طرح ہل جوتو اور اُس کھیت کی مٹی نرم کرو اور اس قدر پانی سے بھر دو۔ کہ درختوں کی بلندی سے کچھ کم ہو۔ پھر ذخیرے سے چھوٹے چھوٹے درخت ہاتھوں سے اُکھاڑ کر مناسب فاصلے پر لگا دو۔ بعض قسم کی جنسوں کے درخت بہت گہرے پانی میں لگائے جاتے ہیں۔ جیسے سنگھاڑا وغیرہ ؛ اِن درختوں کے لگانے میں بجائے ہاتھوں کے پاؤں سے کام لیا جاتا ہے۔ اس عمل سے اگرچہ لگاتے وقت محنت زیادہ ہوتی ہے۔ مگر پیداوار بے شبہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس عمل سے خراب قسم کی گھاس اور خودرو درخت پیدا نہیں ہوتے۔

دربیان شاخوں کا چھانٹنا

پیڑ اور درختوں کو کئی مطلبوں کے لئے چھانٹتے ہیں۔ بعضے درخت کو تو باغوں کی خوبصورتی کے واسطے اور بعضے درختوں کی مختلف شکلیں بنانے یا فضول ڈالیاں نکال ڈالنے کے لئے یہ عمل کیا جاتا ہے۔ اس عمل سے درختوں کے نئے نئے جھاڑ بن جاتے ہیں اور عجیب شکلیں ہو جاتی ہیں۔ اور جو درخت کے گرد حفاظت کے واسطے لگاتے ہیں۔ اُن کو عموماً برابر بلندی رکھ کر اوپر سے کاٹ ڈالتے ہیں۔ اور جو صرف خوبصورتی کے واسطے لگائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے کسی کی شکل گول اور کسی کی بیضوی وغیرہ ہوتی ہے۔ اور بھی شکلوں کے ہوتے ہیں۔ جو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

ثمردار درخت میں ایسا عمل کم کیا جاتا ہے۔ اکثر پھولوں کے درختوں اور بیل بوٹیوں میں ہوتا ہے۔ جن مطلبوں کے واسطے چھانٹ کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ عمارتی یا بیل دار درختوں کی چھانٹ اس سبب سے کی جاتی ہے۔ کہ کوئی شاخ اُس کی بکمی ہو گئی ہے۔ اگر وہ نہ کاٹی جائے۔ تو اُس درخت کی جڑ خراب ہو جائیگی۔

۲۔ یا جب دیکھا جائے کہ شاخیں اُس کی زیادہ ہو گئی ہیں کہ کل رس جو درخت کھینچیگا۔ وہ شاخوں میں چڑھ جائیگا۔ اور جڑ اوس کی پرورش نہیں پائیگی۔ اور شاخوں کے زیادہ ہو جانے

ثمر بھی کم لگیگا ؛

۳- بیل اور پھول کے بڑھانے کے لئے یا اچھی حیثیت کر بنانے کے واسطے ؛

۴- یا کوئی شاخ اُس کی ایسا زور پکڑ گئی ہے۔ کہ چوٹی کی شاخ کو کم زور کرتی ہے ؛

۵- یا دو شاخیں ایک ہی جگہ سے پھوٹ نکلی ہیں ؛

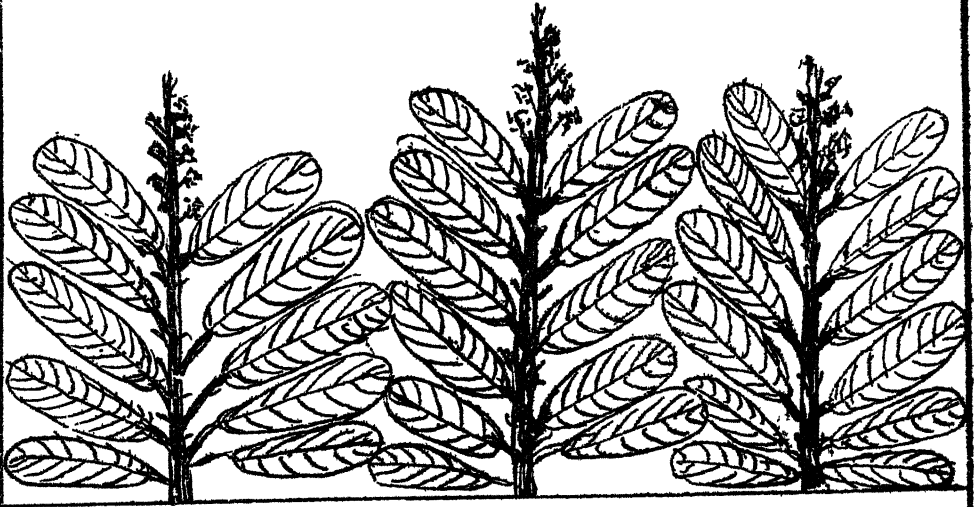
۶- یا درخت میں ایسی شاخیں نکل آئی ہیں جن سے وہ ٹیڑھا اور خراب ہو جائیگا۔ ایسی صورت میں اس کا چھانٹنا ضروری ہے یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ پیڑوں اور درختوں میں جو شاخیں ہوتی ہیں۔ وہ اُنکے جسم کی جزو ہیں۔ بے فائدہ اور بے موقع کوئی شاخ نہ کاٹی جائے۔ اگر ایسی کسی شاخ کے کاٹنے سے کچھ نقصان کم ہو اور دوسری شاخیں جن کا رکھنا منظور ہے۔ اور اُس کے کاٹنے سے وہ طاقت پکڑینگی۔ تو اُس کا کاٹنا لازم ہے۔ جن شاخوں کا کاٹنا چاہو۔ اُن کو اُسی وقت کاٹو۔ جب وہ چھوٹی چھوٹی ہوں جب جن درختوں کی قلمیں نہیں لگ سکتی ہیں۔ اُنکی چھانٹ کسی خاص صورت و ضرورت کے سوا ہرگز نہ کرنی چاہئے اور جن درختوں کی قلمیں لگ جاتی ہیں۔ اُن میں گھاؤ کے بڑھاؤ کی طاقت پہلے سے ہے۔ اِن کی شاخ جس جگہ سے کاٹی جائیگی وہ جلد بھر آئیگی ؛ جن درختوں کی قلمیں لگتی ہیں۔ اور جن کی

قلمیں نہیں لگتیں۔ اُن کا حال پہلے لکھ چکے ہیں ۔ جو درخت
ابھی تک چھوٹے چھوٹے ہوں۔ اُن کو چھانٹنا نہ چاہیئے۔
اس واسطے کہ اُن کی شاخیں اُن کے جڑ کے بڑھانے
اور موٹا کرنے میں مدد دینگی۔ جب کسی بڑے درخت کو دیکھو
کہ پورا اپنے قد کے برابر اور اپنی عمر کو پہنچ گیا ہے۔ تو اُس کی چھانٹ
بے فائدہ ہے۔ بلکہ نقصان دیگی ۔ جو پیڑ درخت کہ ابھی تک بڑھتے
جاتے ہیں۔ اگر ضرورت چھانٹنے کی پڑ جائے۔ تو اُن کا چھانٹنا
واجب ہے ۔ جن درختوں کو کسی خاص شکل کا بنانا چاہیے۔ تو جو
شاخیں کہ اُس شکل سے زیادہ ہوں۔ اُن کو کاٹ دیا جائے
کیونکہ وہ درخت صرف اُن ہی غرضوں کے واسطے لگائے گئے
ہیں ۔ اگر کسی پھل دار درخت کی ڈالی یا کسی عمارتی درخت کی
شاخ کسی بیماری میں مبتلا ہے یا کسی صدمے سے خراب ہو گئی ہے۔
اور وہ درخت کے بڑھنے یا اُس کی شکل میں خلل ڈالے گی۔ تو
اُس کا کاٹ دینا لازم ہے۔ اگر کسی درخت کی ڈالیاں زیادہ
ہیں۔ جو اُس کے بڑھاؤ اور پھیلاؤ کو روکتی ہیں۔ تو اُس کے
نیچے کی شاخیں چھانٹ دو۔ کیونکہ نیچے کی شاخیں چھانٹنے سے
اُس کی جڑ زیادہ رس کھینچے گی۔ اور پھیلاؤ میں پڑیگی۔ شاخ
تراشی کی بابت مختلف لوگوں کی جداگانہ رائے ہے۔ بعض کا
یہ قول ہے کہ درخت کی شاخیں صرف تین چار فٹ تک کاٹنی

چاہئیں۔ اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ نصف اونچائی تک اگر کسی درخت کی ڈالیاں ایسی نکلی ہیں کہ اُن کے بوجھ کے سبب سے درخت ٹیڑھا ہوگیا ہو تو وہ ڈالیاں کاٹ دی جائیں۔ تاکہ درخت سیدھا ہو جائے اگر کوئی شاخ اُس کی ایسی بڑھ گئی ہے۔ جو چوٹی کی شاخ سے اونچی چلی گئی ہے۔ اور وہ شاخ کو بڑھنے سے روکتی ہے۔ تو اُس کو بھی تراش دو۔ پھل دار درخت میں اس کا لحاظ کم کیا جاتا ہے۔ اگر کسی درخت کی شاخ کسی سبب سے کمزور ہوجائے۔ اور اُس کے سبب سے درخت بڑھ نہیں سکتا۔ تو اُس کو تراش کر اوس کے قریب کی شاخ کو سیدھا اُس کٹی ہوئی شاخ سے باندھ دو جس سے وہ سیدھی ہوجائے اور جب وہ سیدھی ہوگئی۔ تو چوٹی کی شاخ کا کام دیگی۔

یہ تینوں اخیر کے عمل عمارتی لکڑی کے واسطے کئے جاتے ہیں۔ تیز چاقو یا آرے سے پیڑوں کو چھانٹنا چاہئے۔ کلہاڑی سے اگر درختوں کی چھانٹ کی جائیگی۔ تو نقصان ہوگا۔ اگر چھوٹی چھوٹی شاخیں کاٹنی ہیں۔ تو تیز چاقو سے کاٹو ورنہ آرے سے اور یہ احتیاط رکھو کہ شاخ کے جدا ہونے کے وقت درخت کا چھلکا نہ اُتر جائے کہ اس طرح پر چھلکا اُتر جانے سے درخت کو نقصان ہوگا۔

کاٹنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے تھوڑا نیچے کی طرف سے کاٹو۔ پھر اوپر سے کاٹنا شروع کرو۔ اور چھانٹنے کے وقت اس قاعدے پر بھی لحاظ رکھو کہ جس شاخ کو کاٹنا ہو جتنا لپیٹ ہو۔ اتنا فاصلہ چھوڑ کر کاٹو۔ اگر اس سے زیادہ چھوڑ کر کاٹی جائے گی۔ تو یہ نقص ہوگا کہ وہ لکڑی یا ڈنڈی سوکھ کر بدستور وہاں لگی رہیگی۔ اور جب درخت موٹا ہو جائیگا۔ اور اُس کے جڑ کی لکڑی کے اندر وہ ڈنڈی چلی جائیگی۔ تو جڑ کو کم زور کردیگی۔ اگر جڑ کے برابر سے شاخ کاٹی گئی۔ تو جڑ میں خالی پڑ جائیگی۔ اِن دونو حالتوں کے اندر عمارتی لکڑی میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسری ترکیب کاٹنے کی یہ ہے۔ کہ جس ڈالی کو کاٹا جائے۔ اُس کی تراش درخت کی طرف کو ترچھی ہو۔ اُس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ بارش کا پانی اس کٹی ہوئی جگہ میں نہ ٹھیریگا۔ پھر اُسی وقت درخت میں زخم پیدا نہ ہوگا۔ ہر ایک درخت کی چھانٹ کے لئے اچھا موسم وہ ہے۔ جب کہ وہ پت جھڑ ہو رہا ہو یا جب کہ اُن درختوں کا رس اوپر کو جڑوں کے راستے چڑھنا کم ہو جائے اور اُن کی شاخوں اور پتوں میں نہ پہنچے۔ اگر اُسی وقت چھانٹ کی جائے۔ تو درختوں کا نقصان نہ ہوگا ؛



دربیان درخت تمباکو

پہلے ہی پہل اس جنس کو امریکہ کے جزائر غرب الہند سے
کولینز نامی سیّاح جو مشہور جہاز ران تھا۔ اس طرح پر لایا
کہ سمندر میں جاتے جاتے اُس کا جہاز ایک جزیرے کے
کنارے لگ گیا۔ وہاں اُس نے اپنے ملّاحوں کو بھیجا
کہ جزیرے کی سیر کریں اور جو جو نئی چیزیں یا جنسیں دیکھیں
وہ لے آئیں۔ جب ملاح اُس جزیرے میں گئے۔ تو وہاں کی
لوگوں کو کیا دیکھا کہ تمباکو کے پتے اکٹھے کرکے پونی کی طرح

بنا لیتے ہیں۔ اور ایک طرف آگ لگا کر پیتے ہیں۔ اِن پتوں کو وہاں سے
لے آئے ۔ اول ملک یورپ میں جب اس کا پینا شروع ہوا۔
تو یورپ کے ملکوں کے بادشاہوں نے حکم جاری کئے کہ اس کو
کوئی نہ پئے۔ اور سخت ممانعت کی گئی۔ مگر اس کے استعمال کی
کثرت ہوتی چلی گئی۔ اس ملک میں یہ جنس اکبر بادشاہ کے
عہد میں غالباً پرتگیز لائے تھے۔ پھر جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں
اس ملک میں اس جنس کے پینے کی کثرت ہونے لگی۔ تو اس نے
نہایت ہی سخت حکم جاری کئے۔ مگر اس کے خلاف اس کے پینے کا
رواج زیادہ ہوتا گیا۔ اب تو اس کے پتوں کے کھانے پینے۔
سونگھنے کی۔ ایسی زیادتی ہو گئی ہے کہ سوائے سکھوں کے کہ
اُن کو اس سے مذہبی ممانعت ہے۔ کوئی بھی اس سے خالی
نہیں۔ خصوصاً رذیل قوم کے لوگ اور مزدور تو اس کے بغیر
رہ نہیں سکتے۔ بلکہ عورتوں نے بھی اس کو شروع کر دیا ہے ۔
اس کے بونے میں بہت فائدے ہیں۔ اور اب اس کے
بونے کی قدر اور ضرورت بھی ہوتی جاتی ہے ۔

اس ملک میں تمباکو کی جنس اعلےٰ جنس میں شمار کی جاتی ہے
اگر یہ درست طور پر بوئی جاتی۔ تو زراعت والے اس کی
پیداوار سے مالا مال ہو جاتے۔ لطف یہ ہے کہ تمباکو کے
بونے میں اگرچہ محنت زیادہ ہوتی ہے۔ مگر اس کی فصل

تھوڑے عرصے میں تیار ہو جاتی ہے۔ صرف اس کے بونے جوتنے اور تیاّ ہو جانے اور کاٹنے میں چار مہینے لگتے ہیں۔ اور محنت کرنے کا نتیجہ جلد مل جاتا ہے۔ جس قدر عمدہ تمباکو ہوگا۔ اُسی قدر زیادہ قیمت پر فروخت ہوتا ہے ؎

اس کے بونے کے واسطے وہ زمین اچھی ہے جس میں شور کلر ملا ہو۔ اسی سبب سے زمیندار لوگ قصبوں اور شہروں کی پُرانی دیواروں کے کلّر اکٹھا کرکے تمباکو کی زمین میں ڈالتے ہیں ؎ اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر اس ملک میں چار قسموں کا زیادہ مشہور رہے۔ دیسی۔ بلخی۔ دھتورا۔ مانگر۔ گو بھی جدا جدا ناموں سے مختلف مقاموں میں یہ بھی قسمیں پکاری جاتی ہیں ؎ دیسی تمباکو کے پتّے لمبے زیادہ اور چوڑی کم ہوتے ہیں مگر بڑے بڑے اور اُوپر کو کچھ زیادہ اُٹھے ہوئے ہوتے ہیں اِن پتوں کی رنگت دوسری قسموں کے پتوں سے سیاہی مایل سبز ہوتی ہے ؎ بلخی تمباکو بھی اس قسم کا ہوتا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے۔ کہ اس کا پتّا دیسی تمباکو کے پتّے سے زیادہ چوڑا ہوتا ہے۔ اور نیچے کو زیادہ پھیلتا ہے۔ پھول نکلنے سے پہلے کونپلیں نوچ ڈالتے ہیں۔ ہر ایک پتّے میں شگوفہ نکلنا شروع ہوتا ہے۔ اگر یہ شگوفے نوچے نہ جائیں۔ تو درخت کم زور ہو جاتے ہیں۔ اِن کا کڑواپن جاتا رہتا ہی ؎

دھتورا تمباکو کی ڈنڈی موٹی ہوتی ہے۔ اور بہت اونچی بڑھ
جاتی ہے۔ یہ قسم نہایت کڑوی ہوتی ہے۔ اس تمباکو کے
استعمال سے پہاڑی لوگوں کے گلے پھول جانے سے
محفوظ رہتے ہیں۔ گوبھی تمباکو۔ اس کے پتّے چوڑے
چوڑے ہوتے ہیں۔ پھول گوبھی کے پتوں کی مانند۔ اسی سبب سے
اس قسم کے تمباکو کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ یہ قسم تھوڑے عرصے
سے اس ملک میں آئی ہے۔ اس کی کاشت کے لئے
سیاہ رنگت کی اراضی تھوڑی جو ذرا چکنی ہو۔ اچھی ہوتی ہے۔
اسی واسطے نہر یا تالاب کے کنارے کی زمین اس تمباکو کے
بونے کے واسطے عمدہ ہے۔ ایسی زمین میں نباتی و معدنی کے
ضروری اجزا موجود ہوتے ہیں۔ جس زمین میں یہ تمباکو بونا ہو
اُس کو ہل چلا کر نرم اور بھربھرا کرنا چاہیئے۔ اگر ایسی زمین پہلے ایک
فصل خالی رکھی جائے۔ تو مناسب ہے کہ اس میں کھاد ڈالی
جائے۔ اور اچھّی طرح پر تیّار کی جائے۔ کسی قسم کی گھاس
اس میں نہ رہے۔ سب سے اچھّی کھاد اس جنس کے واسطے
لکڑی کی راکھ ہے۔ اور اُس میں اس راکھ کے وزن کے
برابر آنگن یا سڑک وغیرہ کی گرد جو پاؤں کے نیچے آ آ کر
باریک ہوگئی ہو۔ ڈالی جائے یا جس قدر نباتاتی مادہ اُس
کھاد میں ملایا جائے۔ اُسی قدر اس جنس کے پتّے بہت اچھے

اور مضبوط ہو نگے ۔ چونکہ تمباکو کا بیج بہت چھوٹا ہوتا ہے اور جو پہلا شگوفہ اس میں نکلتا ہے۔ وہ بہت نازک ہوتا ہے۔ اس لئے پہلے اس کا ذخیرہ لگایا جائے۔ جب اس کے درخت پانچ چھ انچ اونچے ہو جائیں۔ اور اُن میں چھ سات پتے نکل آئیں۔ تو ذخیرے سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگانا چاہئے جس زمین میں اس جنس کا ذخیرہ لگانا ہے۔ اوّل وہاں اچھے ہل چلانے چاہئیں۔ پھر اُس میں کیاریاں بنائی جائیں جو آٹھ فٹ لمبی اور چار فٹ چوڑی ہوں۔ جس میں پانی دینے کے وقت سہولت ہو ۔ ایسا ہی دوسری زمین میں عمل کرنا چاہئے جہاں پر ذخیرے سے اکھاڑ کر یہ جنس لگائی جائیگی۔ اس کا ذخیرہ عموماً دسمبر یا جنوری کے مہینے میں بویا جاتا ہے۔ اور اپریل یا مئی کے مہینے میں یہ جنس کاٹی جاتی ہے ۔ بعضے ضلعوں میں اس کے بعد بھی بوتے ہیں۔ اور جولائی کے شروع میں یا اخیر جون میں کاٹتے ہیں ۔ پہاڑی علاقوں میں تو جون یا جولائی میں بو کر ستمبر یا اکتوبر میں کاٹتے ہیں ۔ اس کے بونے کے لئے عمدہ بیج چاہئے۔ تاکہ پیداوار بھی اچھی ہو۔ ایک ایکڑ میں چھ چھٹانک بیج ڈالا جائے۔ یا ایک کنال میں تین تولے کے حساب سے ۔ جب ذخیرہ لگایا جائے۔ تو کل تخم چار پانچ مٹی میں بویا جائے۔ بونے کے وقت اس تخم کی کچھ ٹکری

کی راکھ اور کچھ آنگن یا گلیوں کی گرد قریب نصف کے شامل کر لی جائے۔ اس کا خالی بیج بونے کے وقت یہ اندیشہ ہے کہ کہیں زیادہ بیج ایک ہی جگہ نہ بکھر جائے۔ چونکہ بیج باریک ہوتا ہے۔ اس عمل سے اندازے کے مطابق ہر جگہ بکھرے گا۔ بیج بونے کے بعد تھوڑی کھاد جو صاف کی ہوئی ہو یا وہی صحن وغیرہ کی راکھ اس پر ڈالی جائے تاکہ بیج چھپ جائے۔ بعض لوگ بوتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اس کا بیج زمین میں ملا دیتے ہیں۔ اس عمل سے بھی وہی مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ بونے کے بعد تھوڑا سا پانی آہستگی سے دیا جائے۔ اگر پانی زور سے دیا جائے گا۔ تو سارا بیج پانی سے بہ کر ایک جگہ اکٹھا ہو جائیگا۔ پھر جب ذخیرے والی جگہ خشک ہونے کے قریب ہو۔ تو پانی دیا جائے۔ پندرہ دن کے اندر اس کے درخت زمین سے پھوٹ کر نکل آئینگے۔ اس عرصے میں جو گھاس اُس کے اندر پیدا ہو جائے۔ اُس کو احتیاط سے نکال دینا چاہیئے۔ تمباکو سردی کے دنوں میں بویا جاتا ہے۔ جہاں سردی زیادہ ہو۔ وہاں۔ اس کے بچاؤ کی تجویز کرنی چاہیئے۔ ہوا وغیرہ کے بچاؤ کے واسطے ٹٹیاں کھڑی کردی جائیں۔ جب ذخیرے کے درخت پھوٹ آئیں اور پتے دو تین نکل آئیں۔ تو درانتی کی نوک سے آہستہ آہستہ نلائی

کی جائے۔ خراب قسم کی گھاس نکالی جائے۔ اگر اس کے کھیت میں کلر نہ ہو۔ تو تھوڑی تھوڑی کلر کی ملی ہوئی مٹی اُس پر ڈالی جائے۔ اور پانی بھی دیا جائے۔ اسی طرح پر کبھی کبھی دو تین بار کلر کی ملی ہوئی کھاد ڈالی جائے اور ذخیرے کھیت سے دو دفعہ نلائی کر کے گھاس نکالی جائے ؛

جب اس کے درخت کا قد پانچ یا چھ انچ ہو جائے۔ تو جو زمین پہلے تیاری کی ہوئی ہے۔ اُس میں درخت انھوں نے اُکھاڑ کر قطاروں میں لگانے چاہئیں۔ ہر ایک درخت کا درمیانی فاصلہ ایک ایک فٹ کا ہو ؛ لگاتے وقت ساتھ کے ساتھ لوٹے سے تھوڑا تھوڑا پانی جڑوں میں دینا لازم ہے۔ دوسرے دن پھر پانی دیا جائے۔ پھر جب زمین میں آل آجائے۔ اُس وقت پھر پانی دینا چاہئے۔ پھاگن کے مہینے میں تیسرے چوتھے دن۔ چیت کے مہینے میں تیسرے دن اور بیساکھ میں بعض اوقات روز مرہ پانی دینے کی ضرورت ہوگی۔ اس اثنا میں جب کھیت میں آل آئے چار بار نلائی کرنی ہوگی۔ یہ نلائی مہینے کے اول دنوں میں اور آخر دنوں میں نہیں کی جاتی۔ بلکہ درمیان کے دنوں میں ؛

نلائی کرتے وقت اگر تھوڑی تھوڑی کھاد بھی ڈالتے جائیں تو پودے اچھی پرورش پائینگے ؛

جب نلائی کر چکیں اور کھاد ڈال دی جائے۔ تو پانی کی بھی ضرورت ہو گی۔ نلائی کرتے وقت تھوڑی تھوڑی مٹی ہر ایک درخت کی جڑوں کے پاس جمع کر دینی چاہیئے۔ تاکہ درخت سیدھے کھڑے رہیں۔ اور اچھی پرورش پائیں۔ اس بات کی بہت احتیاط چاہیئے۔ کہ کسی قسم کا کیڑا اُس کو نہ لگ جائے۔ اگر کیڑا لگنا شروع ہو جائے۔ تو اُس کو مار ڈالنا چاہیئے۔ اگر کھیت میں کچھ درخت خشک ہو جائیں۔ تو اُن کی جگہ اور درخت نئے پیڑ اکھاڑ کر لگائے جائیں۔ چیت کے مہینے میں اس کو ایک بیماری ہو جاتی ہے۔ جس سے پتے سکڑ جاتے ہیں۔ یہ بیماری اس کی فصل کا نقصان کر دیتی ہے۔ جب اُس کو درخت میں دس بارہ پتے نکل آئیں۔ تو اُوپر سے اُس کی کونپل توڑ ڈالنی چاہیئے اور پتوں کے نیچے جو شگوفے پھوٹ آئیں۔ وہ بھی توڑ ڈالے جائیں۔ اس عمل سے جو پتے موجود ہیں۔ وہ خوب تیار ہو جائینگے۔ اور پوری پرورش پائینگے۔ عام طور پر اس کے درختوں میں سولہ پتے سے زیادہ نہیں ہوتے۔ چوٹیاں نوچنے اور شگوفے توڑنے کا کام پانی دینے سے پہلے کیا جائے جب پتوں پر زرد سی رنگت چھا جائے۔ اور اُن پر جھریاں پڑ جائیں۔ تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ فصل تیار ہو گئی۔

ایک علامت اس کے پک جانے کی یہ ہے کہ اُس وقت

بہت کڑوی بو اُس کے درخت سے آتی ہے ۔ جب یہ علامتیں پائی جائیں ۔ تو اُس کا کھیت کاٹ لو ۔ دو دن تک کٹے ہوئے درخت کھیت میں ہی پڑے رہیں ۔ تیسرے دن سورج کے نکلنے سے پہلے جمع کر لیا جائے ۔ اور جمع کئے ہوئے درختوں کا چکتا باندھ کر اُس کو کپڑے یا بوری سے ڈھانپ دینا چاہئے ۔ اس عمل سے اُن کٹے ہوئے درختوں کو خوب گرمی پہنچیگی ۔ جب دو دن گذر جائیں ۔ تو تیسرے دن اس چکتے کو کھول کر پھیلا دینا چاہئے ۔ اور ایک دھوپ دے کر دوسرے دن کی صبح کے وقت سورج نکلنے سے پہلے وہ درخت کٹے ہوئے پھر ایک جگہ اکٹھے کر کر چکتا باندھ دیا جائے ۔ پھر دو دن کے بعد رات کے وقت وہ چکتا کھول کر خوب ہلایا اور جھاڑا جائے ۔ اور سورج کے نکلنے سے پہلے اُسی طرح پر باندھا جائے ۔ اور اُس کو پھر بورے یا کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے ۔ تیسرے دن پھر وہاں سے ہلا جلا کر دوسری جگہ لگانا چاہئے ۔ ایسا عمل جو چند بار کیا جاتا ہے ۔ اُس سے ڈنڈی نرم ہو جاتی ہے ۔ چکتے کے باندھنے سے یہ بھی فائدہ ہے ۔ کہ وہ اپنے ہی عرق میں بھگ کر خوب درست ہو جاتا ہے پھر درختوں کو درمیان سے چیر چیر کر رسّی کی طرح بانٹ لیتے ہیں ۔

جو زمیندار اس جنس کو جلد بیچ ڈالتے ہیں ۔ وہ اسی طرح

پر چلتا لگا رہنے دیتے ہیں۔ کہ تمباکو خشک ہوکر وزن میں کم
نہ ہو جائے۔ اور جو اپنے گھر کے برتاؤ کے واسطے رکھتے ہیں
وہ اُس کو سکھا لیتے ہیں ٭ برسات کے دنوں میں اس جنس کو
خشک رکھنا چاہئے۔ اگر اس جنس کو سیل بوج جائیگی۔ تو
اُس کا کڑواپن کم ہو جائیگا۔ اور حقہ پینے والے پھر اُس کو کچھ
سمجھیں گے۔ اگر یہ جنس پُرانی ہے۔ اور کڑواپن اس میں
باقی ہے۔ تو پرانا تمباکو بشرطیکہ اس میں کڑواہٹ ہو۔
نئے سے زیادہ قدر پاتا ہے۔ کیونکہ پُرانے تمباکو کی کڑواہٹ
مضر نہیں ہوتی ٭ بعض لوگ تمباکو کا بونا اپنی کسر شان سمجھتے
ہیں یہ اُن کی غلطی ہے۔ جب اور چیزیں بوتے ہیں۔ تو اُسکے
بونے میں کیا بُرائی ہے۔ یہ جنس تو اعلیٰ جنسوں میں سے ہے
اور زیادہ مول دلاتی ہے۔ جو زمیندار حقہ پیتے ہیں۔ اوس کے
مول لینے سے بچ جائینگے۔ چبانے۔ پینے۔ سونگھنے میں اسکا
زیادہ برتاؤ ہے۔ اس کے خشک پتے۔ پان۔ چونے۔ کتھے
میں ڈال کر کھاتے ہیں۔ اور بعضے بغیر چونے و پان وغیرہ کے
کھا جاتے ہیں۔ حقہ پینے والے اس میں شیرہ ملاکر اور کوٹ کر
گوڑاکو بنا کے پیتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں تو شیرہ کیسا ہے بیچے
وہاں خشک ہی پی جاتے ہیں۔ باریک پیس کر ہلاس بنایا جاتا ہے
جس کے دانتوں میں درد ہو۔ وہ اس کے پتوں کو دانتوں

پر ملتا ہے۔ تو دانت اچھے ہو جاتے ہیں۔ غرض کہ تمباکو بلغم دور کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔ مگر در اصل جس قدر بلغم جسم سے نکالتا ہے۔ اُس سے زیادہ پیدا کرتا ہے۔ اس واسطے تمباکو پینے والے جب زیادہ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ تو وہ بلغم سے زیادہ خراب ہوتے ہیں ؛

دربیان پوست خشخاش

اس سے نشہ ہوتا ہے۔ اس لئے زمینداروں کو اسے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ مگر اس کی کاشت سے زمینداروں کو آمدنی اچھی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تھوڑی سی محنت اور تردد سے اس کی بہت پیداوار ہوتی ہے۔ افیون بھی پوست سے ہی بنتی ہے۔ اس کی تجارت کا سلسلہ چین وغیرہ کے ساتھ جاری ہے۔ اگر اس کی کاشت میں ترقی ہو جائے۔ تو ملک کی دولت بھی بڑھیگی ؛ یہ معلوم نہیں ہے کہ آیا یہ جنس باہر سے اس ملک میں آئی یا یہاں کی اصلی پیداوار ہے۔ سب سے زیادہ فائدہ اس میں یہ ہے کہ تھوڑے عرصے میں تیار ہو جاتی ہے۔ اور محنت کا نتیجہ جلد مل جاتا ہے ؛ یہ جنس دو مطلبوں کے واسطے بوئی جاتی ہے۔ یا تو افیون نکالتے ہیں۔ یا پوست رکھ لیتے ہیں

پوست سے جو دانے نکلتے ہیں۔ اُن کو خشخاش کہتے ہیں۔ خشخاش طاقتور دوا ہے۔ عمدہ غذا ہے۔ اس کا ذکر آخیر میں کیا جائیگا۔ خشخاش کے دانے دونو صورتوں میں حاصل ہو جاتے ہیں۔ خواہ پوست کے ڈوڈے رکھے جائیں یا پوست سے افیون نکال لی جائے۔ البتہ جن پھولوں سے افیون نکال لی جاتی ہے۔ اُس میں خشخاش کم نکلتی ہے۔ اور جن درختوں میں سے افیون نہ نکالی جائے۔ اُس سے خشخاش کے دانے زیادہ نکلیں گے۔ اس کے واسطے پولی زمین چاہئے۔ جو زیادہ سرخ رنگت کی نہ ہو۔ بلکہ سفیدی مایل ہو اور اس میں ریت کی ملاوٹ بھی کم ہو۔ اور سخت بھی زیادہ نہ ہو۔ عموماً پوست گاؤں کے گرداگرد والی زمین میں بوئی جائے کیونکہ وہ زمین طاقتور ہوتی ہے۔ اُس میں کھاد خودبخود زیادہ پڑتی رہتی ہے۔ جس زمین میں یہ جنس بوئی جاتی ہے۔ اُس میں فصل خریف عموماً نہیں بوئی جاتی۔ خریف میں زمین خالی چھوڑی جاتی ہے۔ پوست کی چند قسمیں ہیں۔ مگر اس کے بیج سے اس کی قسمیں پہچان میں نہیں آئیں۔ جب اس درخت میں پھول نکلتے ہیں۔ تو اُن کے مختلف رنگوں سے اُن کی پہچان ہو جاتی ہے۔ یہ جنس باغوں میں پھولوں کے واسطے بھی بوئی جاتی ہے۔ اور سیاہ رنگت کے ہوتے ہیں۔

اس کے پھولوں کی پنکھڑیاں گلاب کے پھولوں کی طرح ہوتی ہیں۔ اور اُس کے پھل بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں ٭ آبی اور بارانی قسموں کی زمین میں یہ جنس ہو جاتی ہے پہاڑی علاقوں میں تو یہ جنس سیلاب اور بارانی زمین میں بغیر پانی دینے کے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس جنس کے بونے کے واسطے بھادوں یا اسوج کے مہینے سے ہل چلانے شروع کریں۔ پانچ چھ دفعہ ہل جوڑنے کی ضرورت ہوگی۔ سہاگہ بھی پھیرا جائیگا۔ غرض کہ کھیت کی مٹی بہت باریک کی جائے ٭

پہاڑی علاقوں میں (جیساکہ اس جنس کے بونے کے واسطے یہاں ان میں زمین جوتی جاتی ہے) ایسے ہل نہیں چلاتے ہیں۔ مگر وہاں تھوڑے ہل چلانے سے وہی فائدہ ہو جاتا ہے۔ جو دیس میں زیادہ ہل چلانے سے نکلتا ہے ٭ جس زمین میں پوست بونا ہو۔ اُس میں پہلے باریک اور گلی ہوئی کھاد ڈالنی چاہئے۔ بوٹے ہوئے بہت سی کھاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر باریک اور گلی ہوئی کھاد نہ ملے۔ تو جیسی کھاد مل جائے۔ ویسی ہی ڈالنی مناسب ہے۔ مگر وہ کھاد اس کے درختوں کو پورا فائدہ نہیں دیگی وجہ یہ ہے کہ اُس کے دانے چھوٹے اور باریک ہوتے ہیں۔ اور جب کھاد موٹی ہوئی تو اُس کے درخت اچھی طرح سے کھاد کا عرق نہ کھینچ سکینگے۔ جب تک

کھاد کے اجزا بہت باریک نہ ہونگے۔ اوس درخت کی پرورش کے واسطے کار آمد نہیں ہو سکتے؛

کاتک کے مہینے میں شروع پندرھویں تاریخ تک پوست بویا جاتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں کبھی کبھی پوس اور ماگھ کے مہینوں میں بوتے ہیں۔ جس روز اسے بونا ہو اُس سے پہلی رات کو تھوڑے سے پانی میں اس کے بیج کو بھگو کر کسی برتن میں رکھ دیتے ہیں۔ پانی صرف اس قدر ڈالا جائے۔ کہ اس کے دانے جذب کرلیں۔ رات کے وقت اسی طرح پر چار پہر تک بھیگا رہے۔ پھر صبح کے وقت بویا جائے بوتے وقت بیج میں مٹی یا ریت یا راکھ ملائی جائے۔ اور کھیت میں دو تین دفعہ تھوڑا تھوڑا سا بیج ڈالا جائے۔ اس کا بیج ایک چھٹانک سے لے کر ڈیڑھ چھٹانک تک فی کنال ڈالتے ہیں۔ جو فی ایکر دس چھٹانک ہو جاتا ہے۔ جس کھیت سے افیون نکالنی ہو۔ اُس میں بونے کے بعد چار چار فٹ کے فاصلے پر ایک سیدھی آڑ ہل سے نکال دی جائے۔ اُس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ افیون نکالتے وقت آسانی ہوگی۔ اور معلوم رہیگا۔ کہ کن درختوں کے درمیان کے درختوں سے افیون اُتاری گئی ہے۔ گویا یہ ہل کی آڑ قطار کا کام دیگی؛ جہاں کوئیں وغیرہ سے پانی دینے سے

واسطے کیاریاں بنائی جائیں۔ وہاں وہی مطلب اُن کیاریوں سے حاصل ہو جاتا ہے۔ تین چار دن میں اس کا بیج زمین سے پھوٹ کر نکل آتا ہے۔ جب تین چار پتے نکل آئیں۔ تو نلائی کی جائیگی نلائی کرنے میں احتیاط چاہئے۔ کیونکہ اس کے درخت بہت نرم ہوتے ہیں۔ کسی نوکدار اوزار درانتی وغیرہ سے اس کی نلائی کی جائے ٭ جو پوست ماگھ یا پھاگن کے مہینوں میں یا اُس کے بعد بویا جائے۔ اُس کی نلائی چیت کے مہینے میں کرنی چاہئے۔ پھر جب درخت ایک ایک فٹ سے زیادہ ہو جائیں۔ تو تیسری دفعہ بھی نلائی کرنی مناسب ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی نلائی نہیں ہوتی ٭ اس جنس کو متوسط مقدار کا پانی دیا جاتا ہے۔ چار پانچ دفعہ سے زیادہ پانی دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر یہ کسی نہر کی کنارے بویا جائے۔ اور نہر سے پانی دیا جائے۔ تو بہت احتیاط رکھنی چاہئے۔ کہ ضرورت سے زیادہ پانی نہ دیا جائے۔ اس کے درخت نرم ہوتے ہیں۔ اس نرمی کے باعث زیادہ پانی جذب نہیں کر سکتے۔ اور نہ زیادہ دھوپ سہ سکتے ہیں۔ میدانی ملک میں اس جنس کے درختوں میں پھاگن کے دنوں میں پھول لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور چیت کے مہینے میں پھل آجاتے ہیں۔ اور چیت کے اخیر کاٹ

لیتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں اس جنس کا درخت بیساکھ کے مہینے میں پہولنا شروع ہوتا ہے۔ اور اس مہینے کے اخیر یا جیٹھ کے شروع تک افیون نکالنے کے واسطے پھل تیار ہو جاتے ہیں۔ اس میں پھل لگ جائیں۔ تو اُس کو جانوروں سے بچانا چاہئے۔ طوطے اس کے پھل کو کتر ڈالتے ہیں۔ البتہ زیادہ بارش کے سبب سے اُس کے پھل کسی قدر خراب ہو جاتے ہیں۔ افیون کے نکالنے کا طریق یہ ہے کہ جب پھل کے اوپر سے پھول گر جائیں اور چار پانچ دن گزر جائیں پھر شام کیوقت اُن کو ایک لوہے کے اوزار سے جو ہنے کی شکل کا ہوتا ہے ایکطرف میں تین شگاف دیتے ہیں۔ ان شگافوں کا درمیانی فاصلہ نصف انچ سے کم ہوتا ہے۔ رات کے وقت اُن شگافوں کی جگہ سے عرق نکل کر پوست کے پہلو یعنی پشت پر جم جاتا ہے۔ پھر صبح کے وقت لوہے یا لکڑی کی چمچے سے اُس جمی ہوئی رس کو اُتار لیتے ہیں۔ وہ اُترا اور جما ہوا عرق اُس درخت کے پھل کا افیون کہلاتا ہے اور اس جمے ہوئے عرق کے اُتارنے کا عموماً یہ قاعدہ ہے کہ جس وقت افیون کے نکالنے کا موقع آتا ہے۔ وہ تھوڑا مکھن یا گھی اُس اوزار کی نوک کو لگانے کے واسطے دے دیتے ہیں۔ بارش کے دنوں میں پھلوں میں عرق نہیں نکلتا۔ اگر کچھ نکلتا بھی ہے تو دھویا جاتا ہے۔ اس واسطے اگر آسمان پر گھٹا چھا گئی ہو۔ تو ایک دو دن کے واسطے افیون کا نکالنا بند کر دیتے ہیں۔ اگر بارش بند نہ ہو۔ اور اُسی بارش میں افیون نکالی جائے۔ تو وہ افیون علیحدہ رکھی جاوے۔ یہ افیون ناقص قسم کی ہوگی۔ دوسری اچھی قسم کی افیون کیساتھ اگر یہ افیون ملادی گئی۔ تو باقی افیون بھی ناقص ہو جائیگی۔ جب اس طریقہ سے افیون پھلوں سے نکال لیجائے۔ تو اُسکے آدھ آدھ

سے بنی پڑیاں بناکر پوست کی خشک پتوں سے لپیٹ دی جائیں۔ اور
اونچی سیلی جگہ میں رکھیں جہاں ہوا بالکل نہ لگے۔ گرمی اور ہوا کے
سبب افیون خشک ہو جاتی ہے۔ جن درخت میں سے افیون نہیں
نکالتے ہیں۔ اونکے پھل جب خشک ہو جاتی ہیں۔ تو اُن کو کاٹ کر سکھا لیتے ہیں
جب پھل خشک ہو جاتی ہیں۔ تو توڑ کر خشخاش نکال لیتے ہیں۔ جن پھلونمیں سے
افیون نہیں نکالی گئی۔ اُن کو اسی طرح رکھ لیتے ہیں۔ خریدار محض خشخاش مول لے
لیتے ہیں پھر گھر یا دوکان پر لیجا کر ایک باریک لوہے کی سلائی سے ان پھلونمیں سوراخ
کرکے خشخاش نکال لیتے ہیں۔ اور خالص پھل بیچنے کے واسطے رکھ لیتے ہیں۔
یا فروخت کر دیتے ہیں

در بیان درخت گانجہ

درخت زمین سے پانچ فٹ اونچا اور شاخیں کثرت سے ہوتی ہیں اور پتے چھوٹے چھوٹے
ہوتے ہیں مگر بعض بعض کسیقدر لانبے پھول وپھنکڑیاں ہو کر ایک ایک شاخ میں
لپٹا ہوا غلاف کیطرح سے بھی ہوتا ہے اور پھولونسے جو عرق نکلا کرتا ہے اوسکو جما کر اوسکا
چرس بھی بناتی ہیں اور اوسکی زراعت کیواسطے کوی نیا طریقہ نہیں ہے اچھی زمین
دمانس ہو اور تاکر سے نرم کی ہوی ہونا اوس زمین تخم معمولی طریقہ سے بو دیا جاوے
اگر زراعت زیادہ ہو تو کھاد وغیرہ کثرت سے دیا جائے اگر گانجہ باغچوں میں لگایا جائے
تو پانی اور کھاد زیادہ دیکر حسب ضرورت نلائی کیا جاوے تو زراعت کو ترقی ہو گی ؛

از جریدۂ اعلامیہ ۱۶ مہر ۱۳۱۹ ف جز اول صفحہ ۵۸۴

قواعد کاشت و فروخت گانجہ و دیگر اشیا تیار کردہ گانجہ د نوٹ

بموجب دفعہ (۳۰) قانون ابکاری نظامان بابتہ ۱۲ ف

عالیجناب سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنتہ مدار المہام سرکار عالی باجلاس کمینٹ کونسل قواعد بہ باب کاشت و فروخت گانجہ و دیگر اشیاء تیار کردہ گانجہ اندرون ممالک محروسہ سرکار عالی نافذ فرماتے ہیں ؛

یہہ قواعد ممالک محروسہ سرکار عالی کے جملہ حصوں سے متعلق ہوں گے جسمیں صرفخاص و جاگیرات اور جملہ اقسام کے دیہات شامل ہیں اور اون کا نفاذ یکم آذر ۱۳۲۰ف سے عمل میں آئیگا قواعد ہذا میں اشیاء منشی سے مراد کوئی منشی پینے کی یا ایسی چیز ہے کہ جو درخت گانجہ کے کسی جزو سے تیار کی جائے اور اوس میں گانجہ چرس بھنگ اور ہر ایک تیاری اور اوسکا مرکب شامل ہے ۔

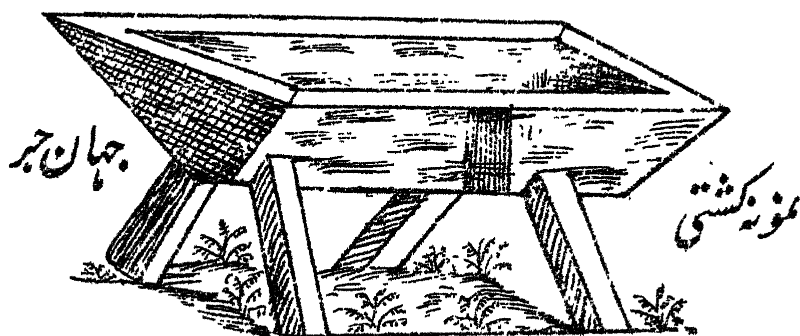
نوٹ) غرض خلاصہ کیفیت یہہ ہے کہ گانجہ کی کاشت اور اوس سے اشیاء منشی کی تیاری کی ہرگز اجازت نہو گی بغیر الابروئے لائسنس کے کاشت و فروخت نہو گی سرکار عالی بہ سررشتہ مال مجاز ہے ملاحظہ ہو جریدہ اعلامیہ ۱۶ اسفندار ۱۳۱۹ف جز اول صفحہ (۵۸۴)

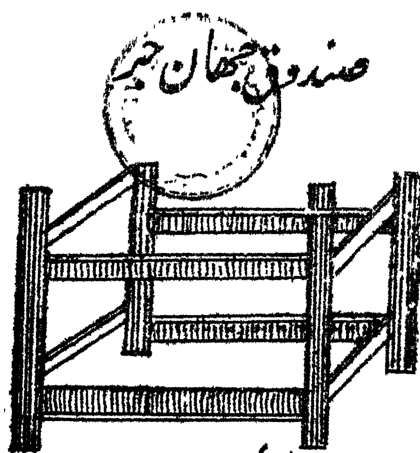
نسخہ جات درخت ہمہ اقسام

اول ہر ایک درخت کو کھدائی یعنے جڑمیں سے مٹی کھود کر قدیم مٹی نکال دیں اور دو دن چھوڑ کر عمدہ کھاد یعنے ایرو ڈالکر نئی مٹی سے بھر دیں اور ہر درخت کے پتے تمام یا کچھ کچھ نکالدیں اور پانی دوسرے روز حسب ضرورت دیا کریں اگر درختوں میں کیڑہ پڑ گیا ہو تو تفصیل ذیل نسخے ہر ایک درخت کو دیا کریں ؛

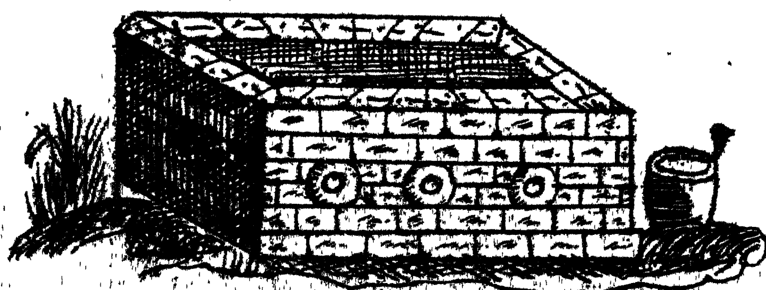
مچھلی چھوٹی یک سیر۔ بکری کی بیٹ یک سیر۔ چونہ کھانیکا کلیاں ۴ عدد۔ سیندھی
۲ سیر۔ ڈکے مالی۔ ۱ تولہ۔ پنج۔ ۱ تولہ۔ ہنگ ۴ ماسہ۔ ایجوان ۵ تولہ۔ تمبا کو
نرساپوری یک تولہ۔ جملہ اشیار کو کسی ایک مٹی کی گھڑی میں بھر کر چھوڑ دیں
بعد پندرہ روز کی نکالیں یہانتک تمام اشیار میں کیڑی پڑجاوی ہر ایک درخت کی
جڑ میں دیا جائی اوپر سے مٹی ڈالدیں بعد ۱۲ دن کی پانی دینا چاہئے خدا چاہا تو
پھل پھول دونا ہوگا۔ اگر درختوں میں کیڑا ہو تو کرنج کا تیل درخت کو
برمے سے روزن کرکے تیل خوب چھوڑدیں فوراً کیڑہ درخت سی باہر نکل آویگا
ماردو۔ نسخہ دیگر جس درخت میں کیڑہ ہو برمے سی روزن کرکے ایک تولہ پارہ
ڈالیں اور پانی دوسری روز دیا کریں۔ اگر ناریل میں کیڑہ ہو اور پھل نہ آتا ہو
کھاری سونمک دو سیر اور دہی ۵ سیر یہہ دونوں ایک برتن میں ملاکر درخت کے
اوپر یعنے کلیان کی پھول میں یہہ دونو چیزونکو ڈالدیں۔ پھل زیادہ پیدا ہونگے۔
نسخہ درخت انبہ۔ تمباکو ۸۰ تولہ۔ ہنگ ۴۰ تولہ۔ کافور خوشبو ۲۰ تولہ۔ گڑ ۲۰ تولہ
الائچی ۲۰ تولہ۔ تمام ایک جائی کوٹ کر پانی میں ڈالکر ایک مہینہ تک سڑنی دیں
بعد ایک مہینہ کے جس درخت کو کیڑی لگتے ہوں پھل گرتا ہو جڑونکو کھود کر یہہ
پانی کو دیں اپنی موسم میں آم بہت ہونگے۔ جسوقت پھول آنا شروع ہو تو
ہڈی باریک پیکر دودہ گوفی درخت ۲ ۲ ثار لیکر دودہ گاو ۵ سیر میں شریک کرکے
پھول والی درخت انبہ کے جڑ و نیمیں دیں بعد تھوڑا پانی ڈالیں۔
درختونکے کیڑونکا علاج۔ ایک حصہ کروسن تیل دسٹی یا گیاسکا تیل ما اور پانچ حصہ دودھ
انکو خوب ملالیں اور ایسے پودونپر گلاب یا شن یا پچکاری سے چھڑکیں جنپر کیڑے لگے ہوئے ہوں۔ اس ترکیب سے

آلات کشت کاری روزمرہ

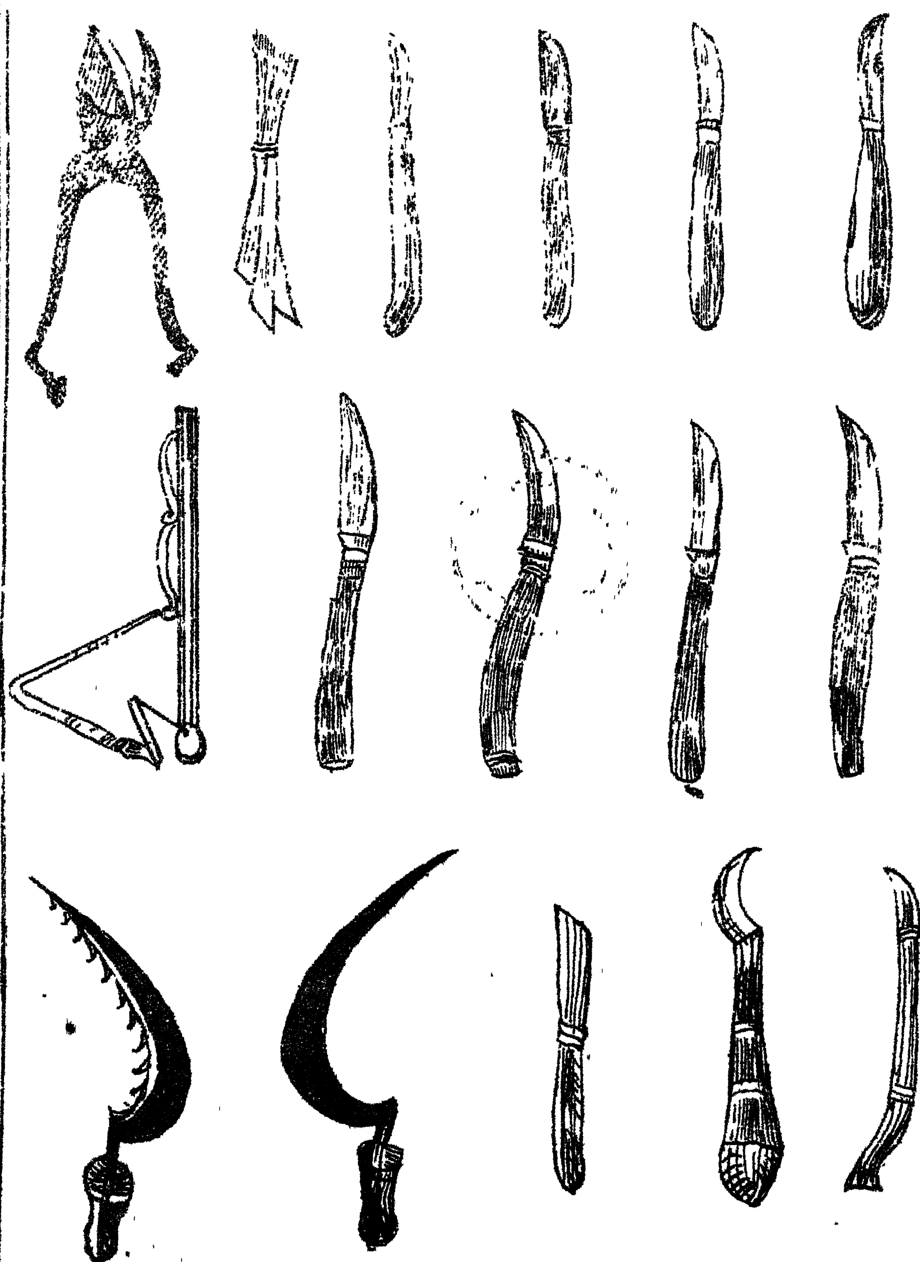




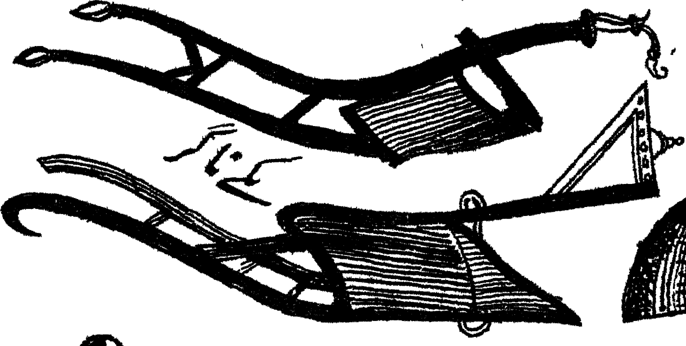
ڈبہ جہان جبر

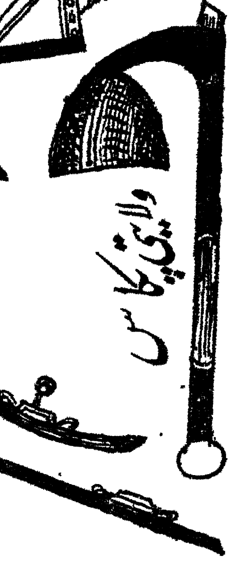


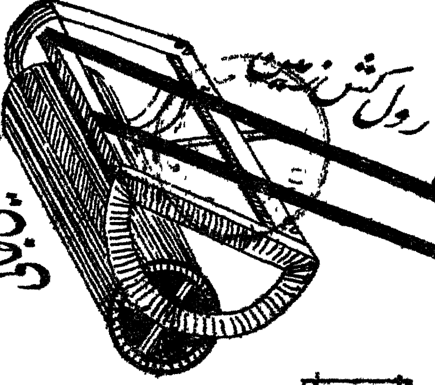
آلات کشتکاری روزمره



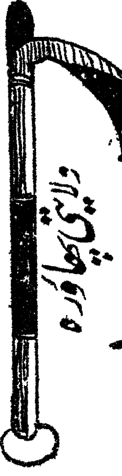
آلات کشت کاری ولایتی و ملکی ۹

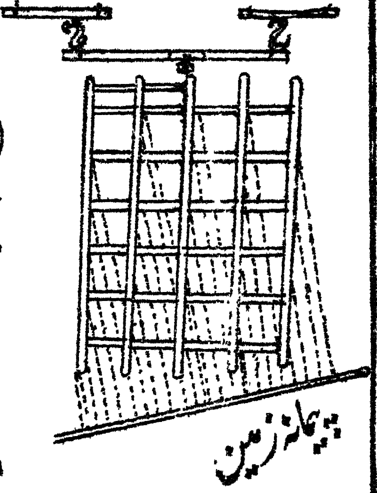


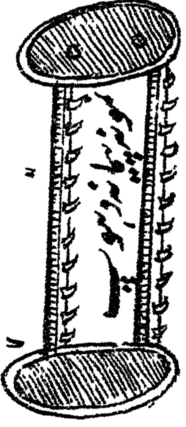


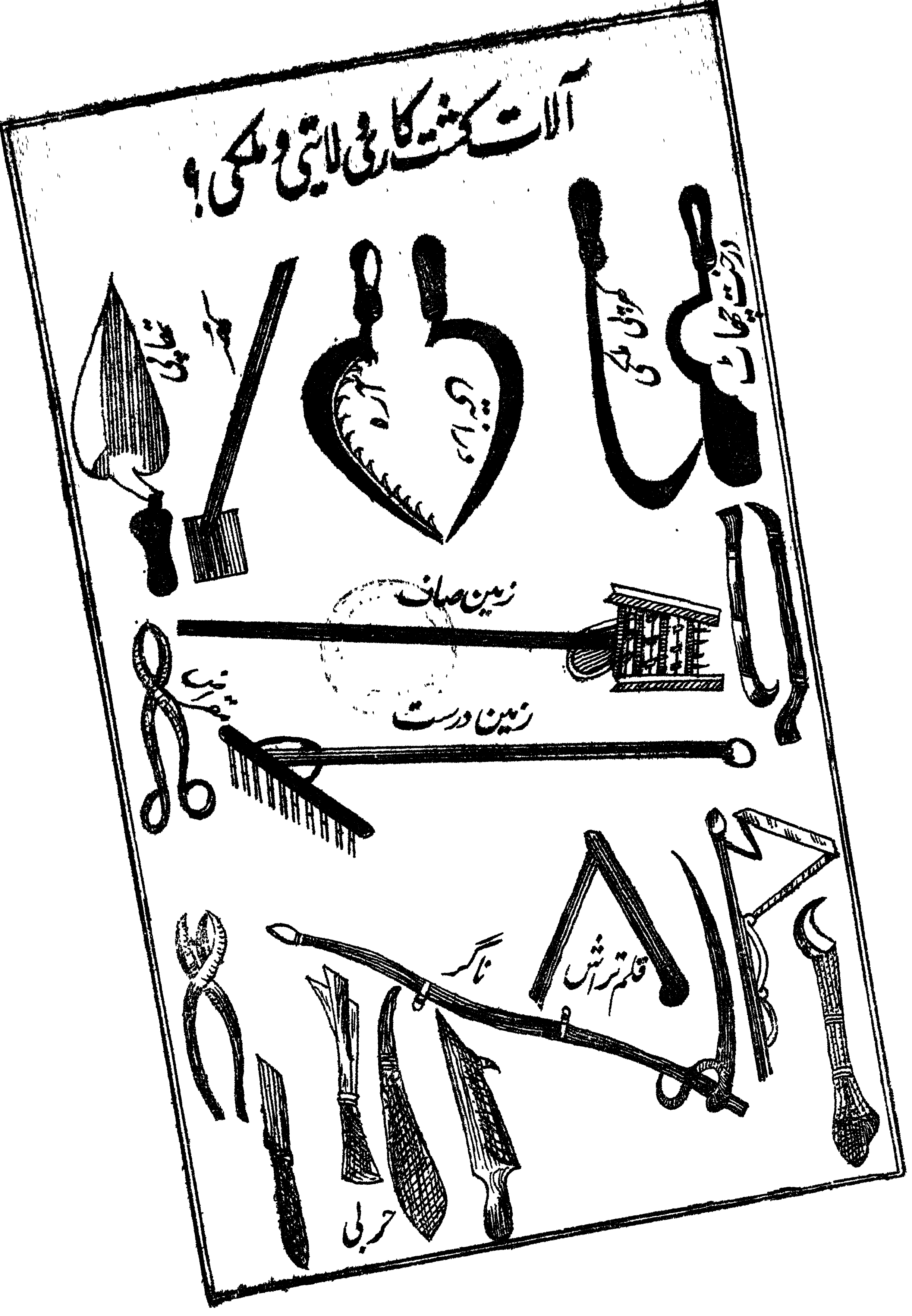






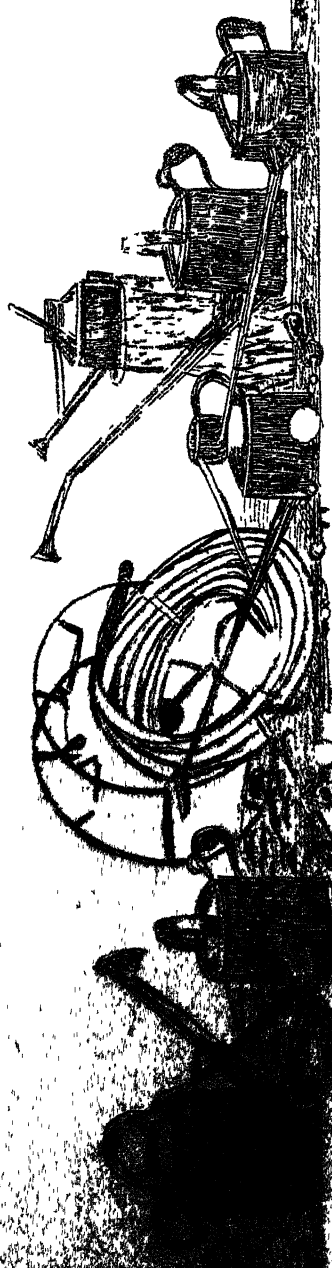


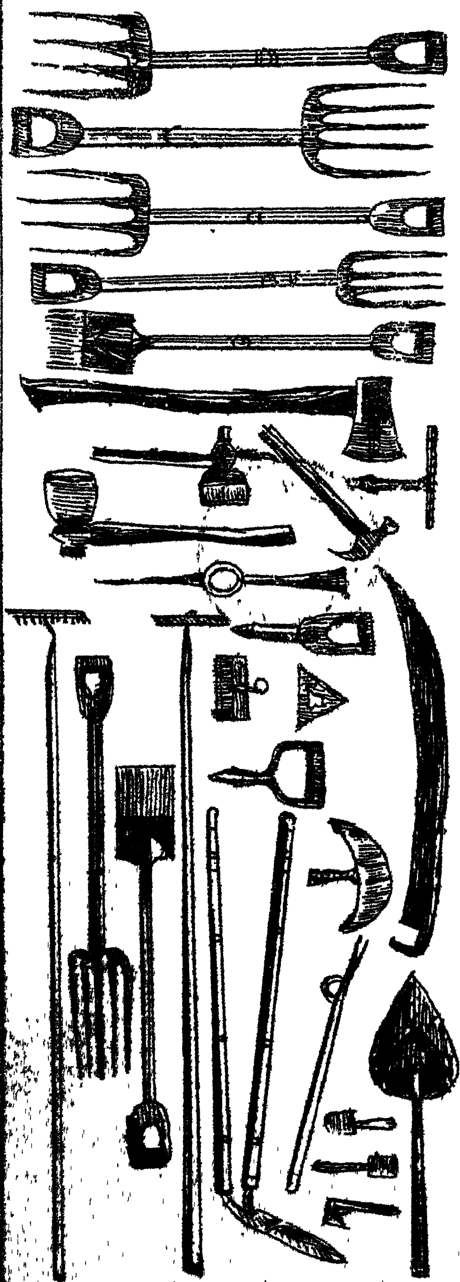



آلات کشت کاری ولایتی و ملکی ؟
درخت چھانٹ
درانتی
زمین صاف
زمین درست
قلم تراش

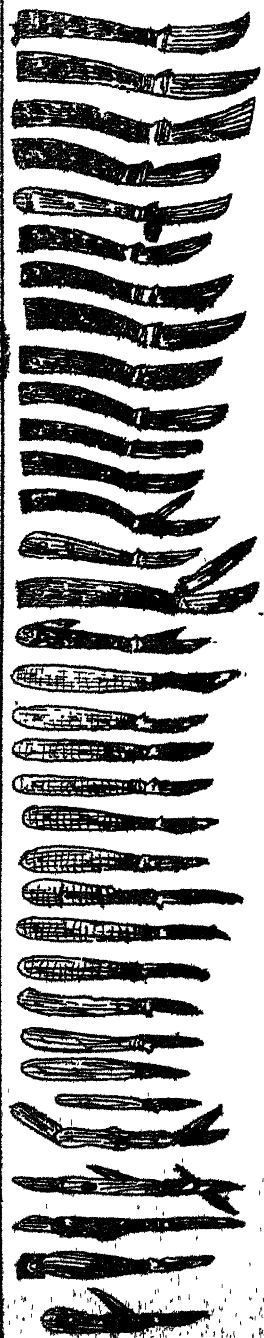
آلات کشت کاری متعلق باغات

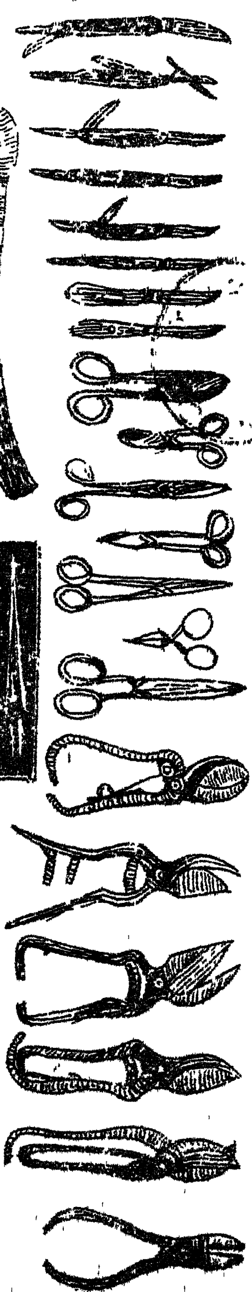
آلات کشت کاری متعلق باغات



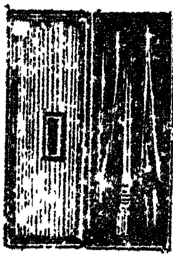


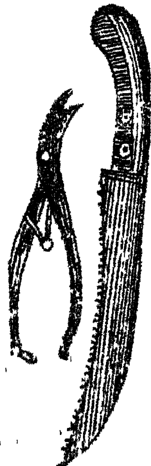
آلات کشت کاری متعلق باغات





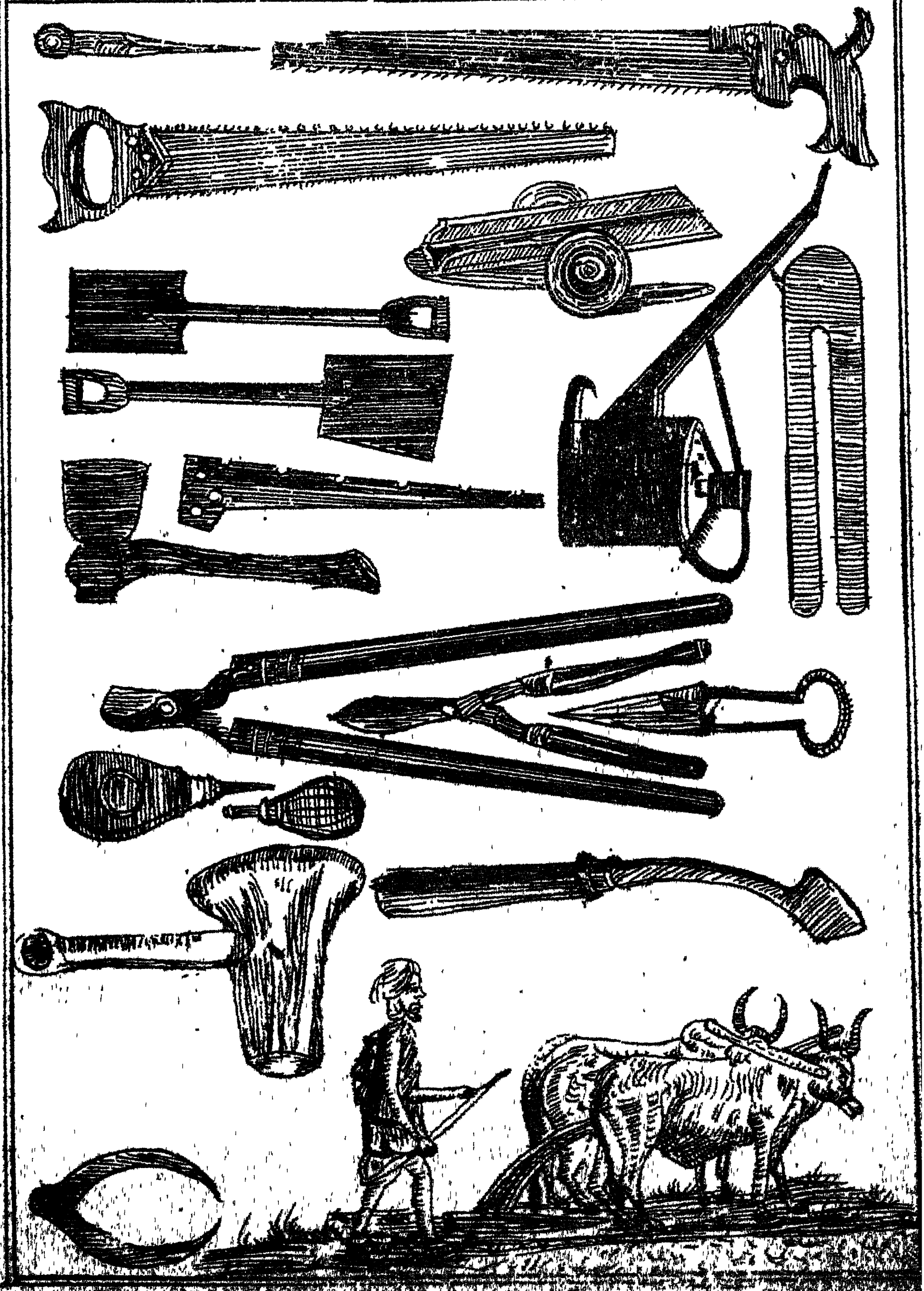




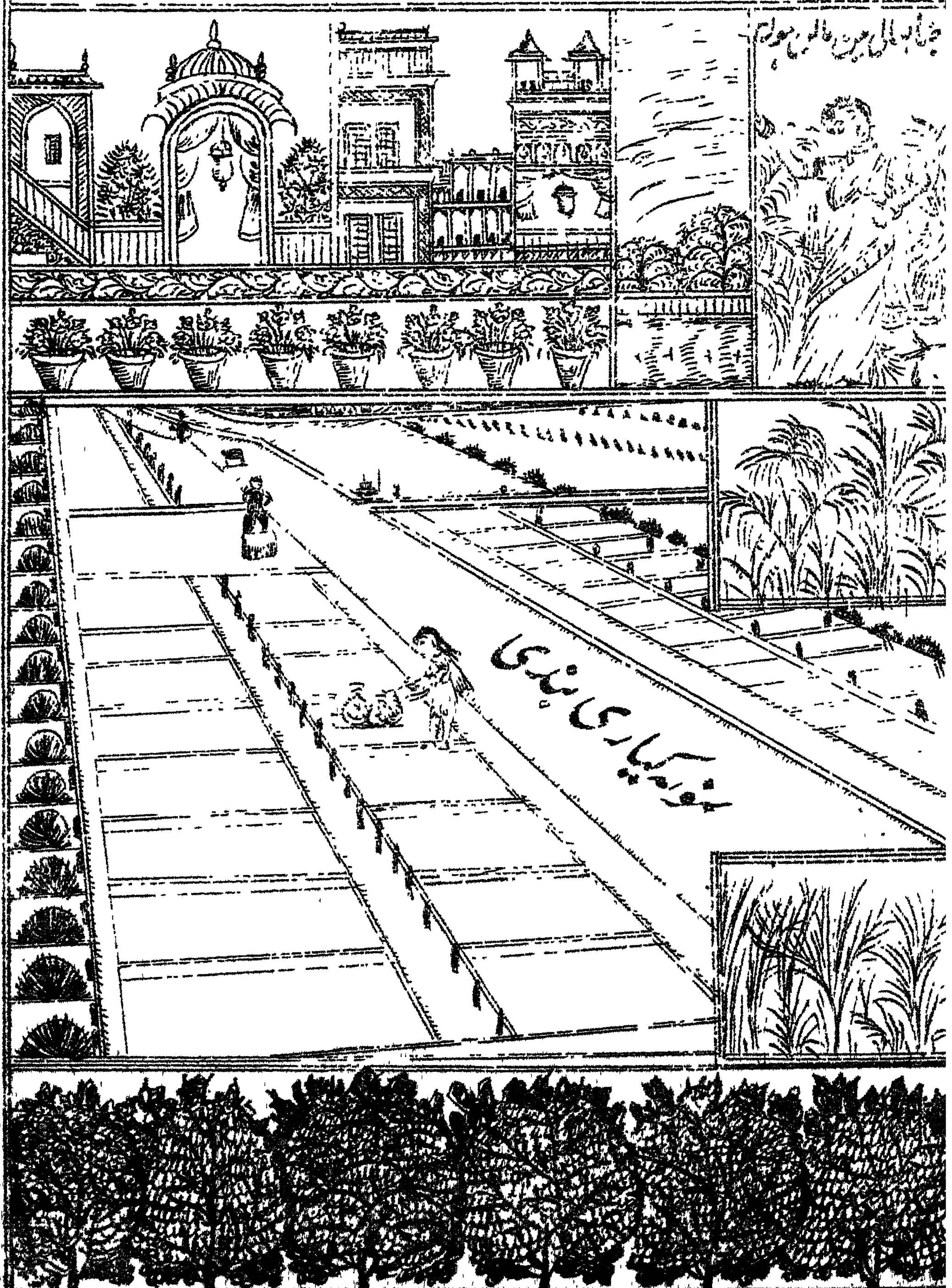




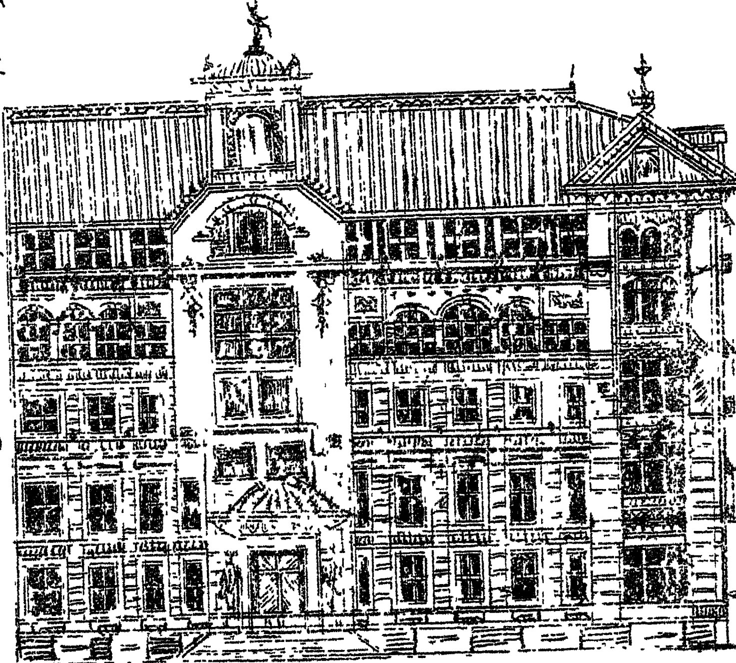
آلات کشت کاری متعلق باغات



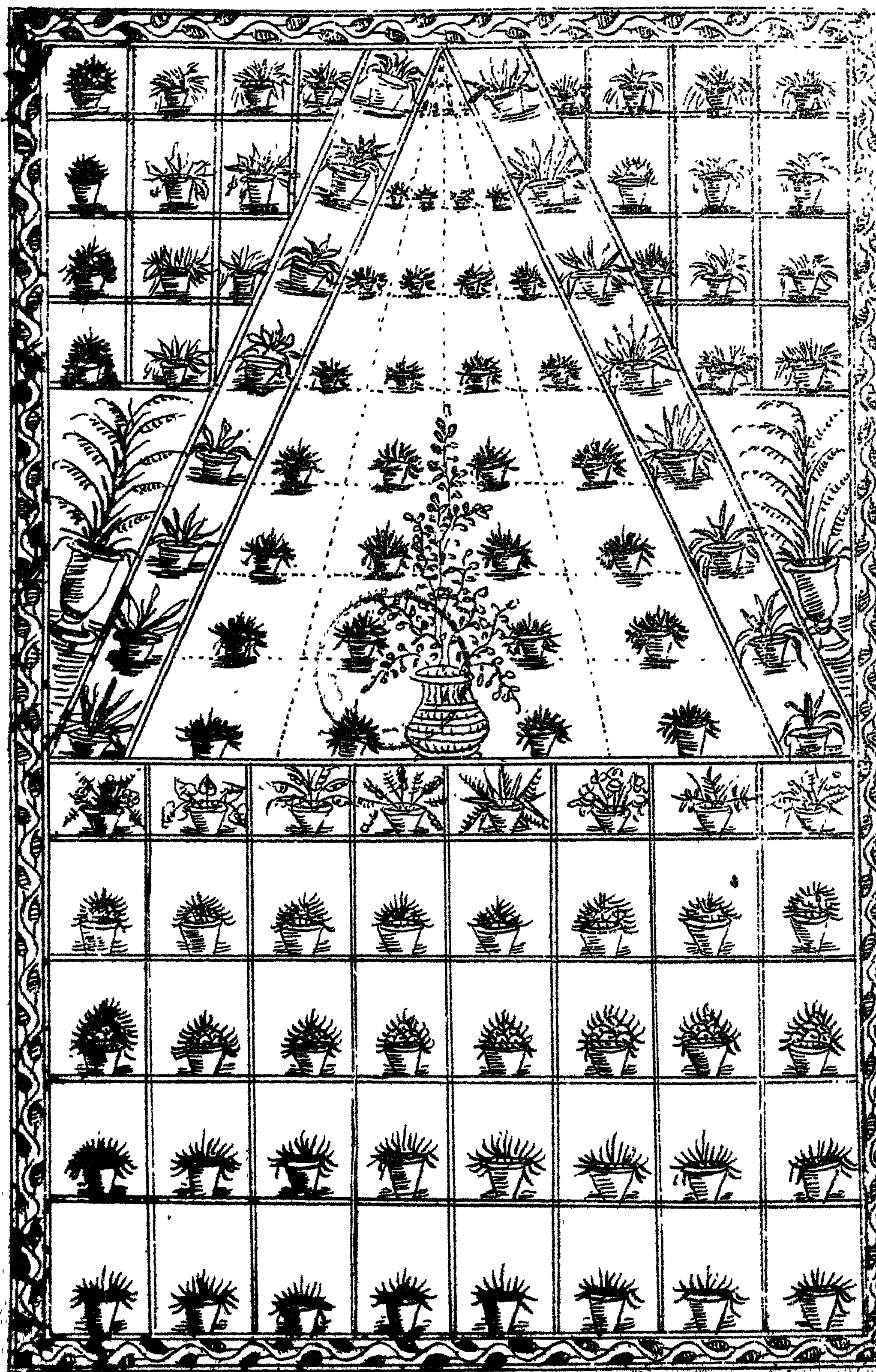
طریقہ کیاری بندیان

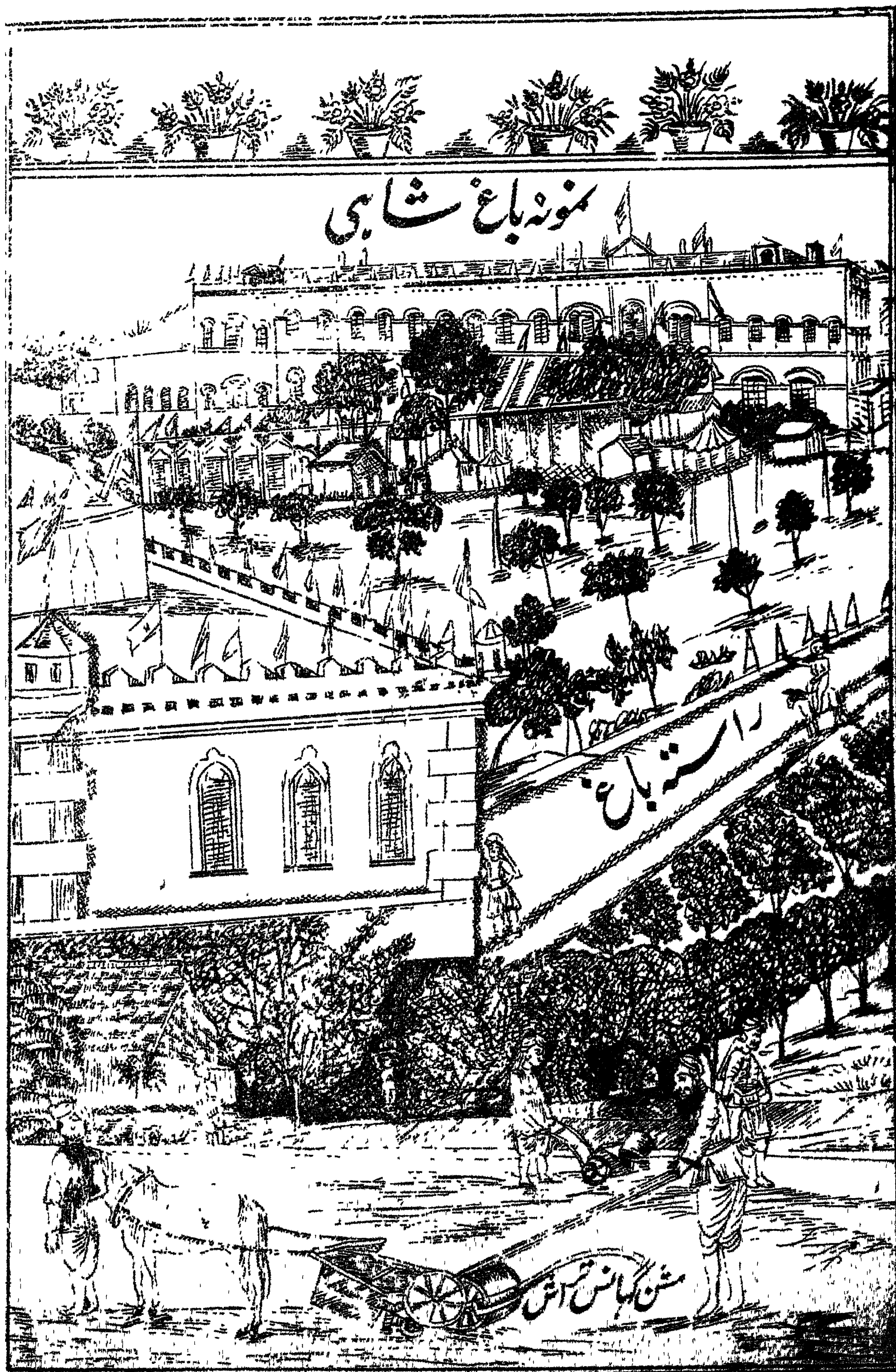


چمن بندی



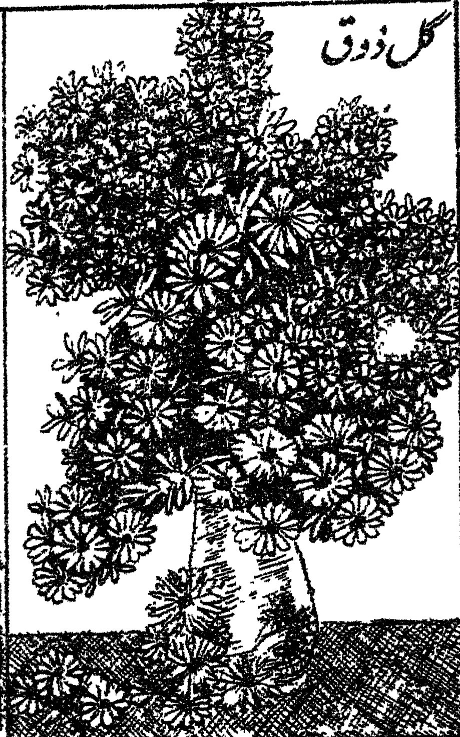





نمونہ باغ شاہی
راستہ باغ
مشین گھاس تراش

طریقہ باغشاہی وچمن بندی










گل دلہن ولایتی


چمن بہار


گل فریب



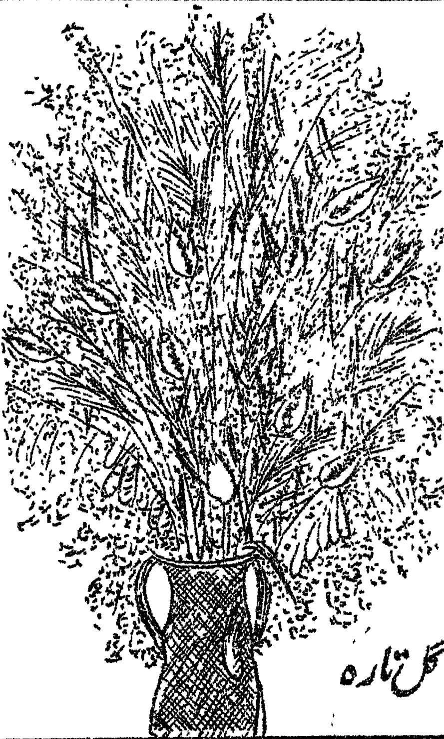

گل


گل سوزن


گل عشق


گل ڈالی ولایتی


گل نغمه ولایتی


گل تاره


گل رعد ولایتی


گل یوسف

گل کنول



گل یاقوت

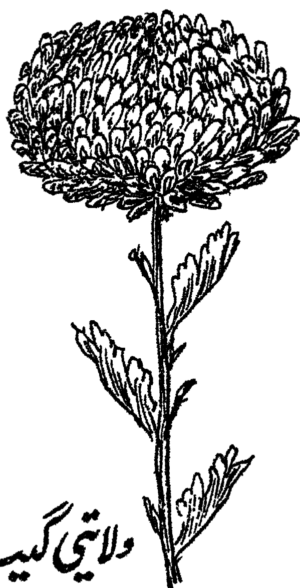


گلِ عباسی



درخت باغی





ولایتی گیند



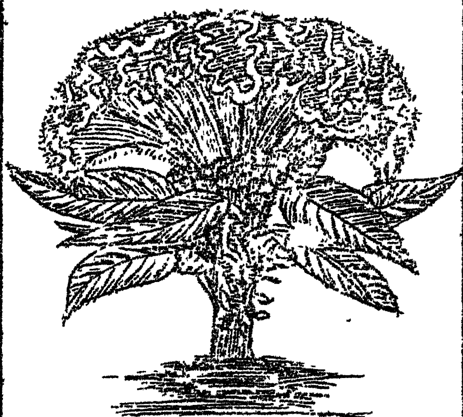
درخت فرنگ



سوسن پھول ولایتی



درخت بیگونی



درخت ڈِس کور

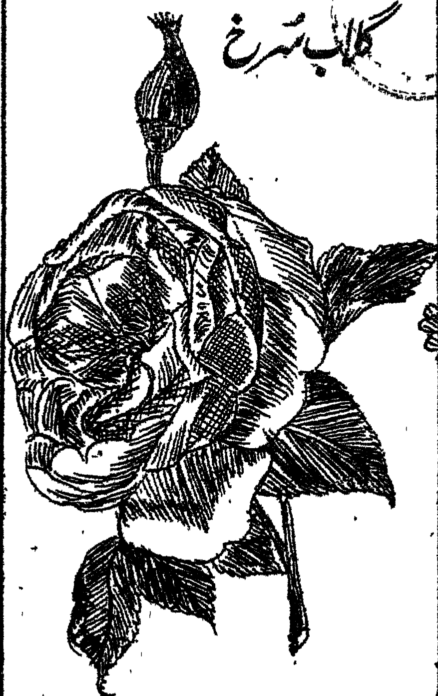
گل مونیس



گل پلونیه



گلاب سُرخ





درخت بیلی

درخت ریشمی نار



درغت بهادریا



درخت شبو ولایتی





گلِ جان



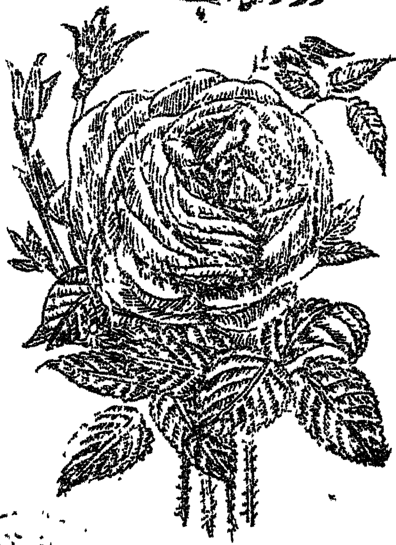
درخت گل بہار



گل بوج



درخت گل سوسن



زرد گلاب



ولایتی نرگس



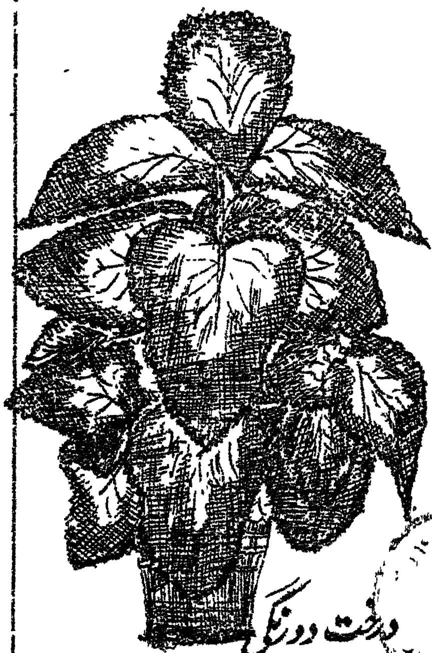
سفید گلاب



ولایتی موگرہ



گل ہزارہ قدوس



درخت دورنگی



گل اسٹریہ



گل ولایتی تُراہ



درخت بہار دل



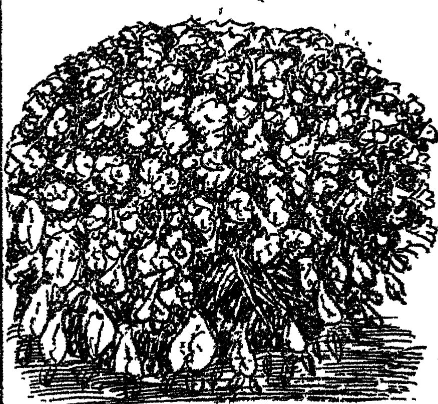
گلِ رالی زات



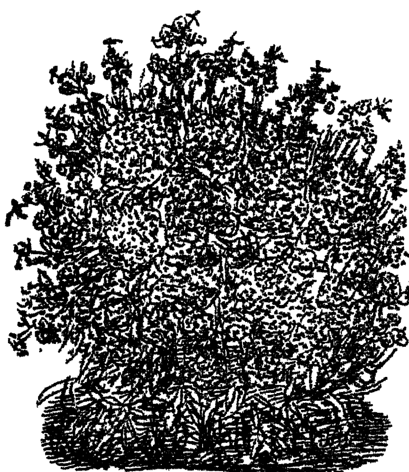
درخت لیٹو



درخت حرمز

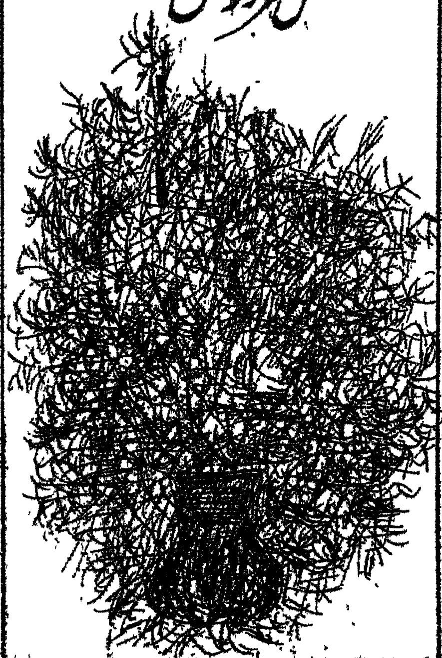


گل موج دریا

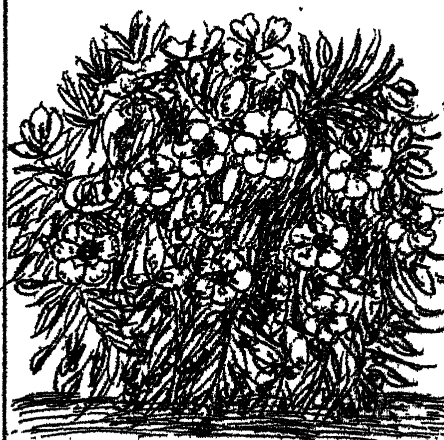


گل سوسن جان

گل فردوش



درخت چمن




گل شاد


درخت گل بوی


درخت بجزنی سوج

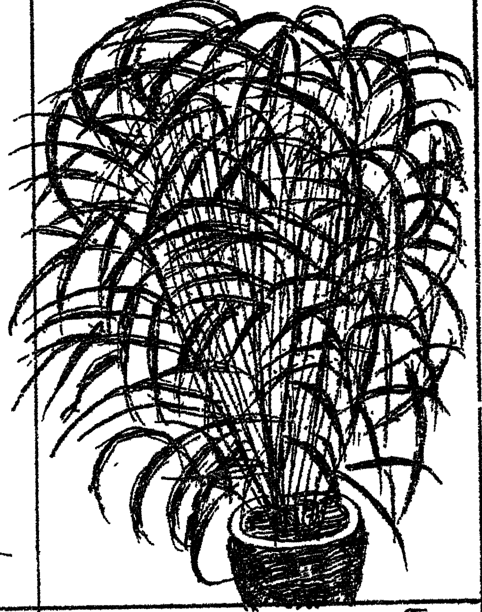

گل دل


گلِ جانِ بہار


درخت بازه ره


درخت گل گلاب


درخت زرما


گل چمن بادِ بہار


گل باغی


گل چاند


گل سوش

۷۸۶

ضمیمہ

زراعت آصفیہ

جسکو

کنیزہ حاجی پادشاہ عرف حاجی بیگم ساکن حیدرآباد دکن

نے

عام فایدہ کیلئے بہت جانفشانی سے ازروئے طب جمع کرائی گئی ہے
شایقین ملاحظہ فرماوین اور نفا اوٹھاوین

شکل درخت سماق یہ ہی

لکھا ہے کہ پھل اسکا مقوی معدہ اور قاطع صفرہ ہے اور ضماد اسکا دافع ورم ہی اور سیاہی
اور نشان زخم کو بدن سے زایل کرتا ہی اور درد ناخن کو مفید اور حقنہ اوسکا بواسیر کو نافع ہے

درخت سماق



شکل درخت سمرہ یہ ہی

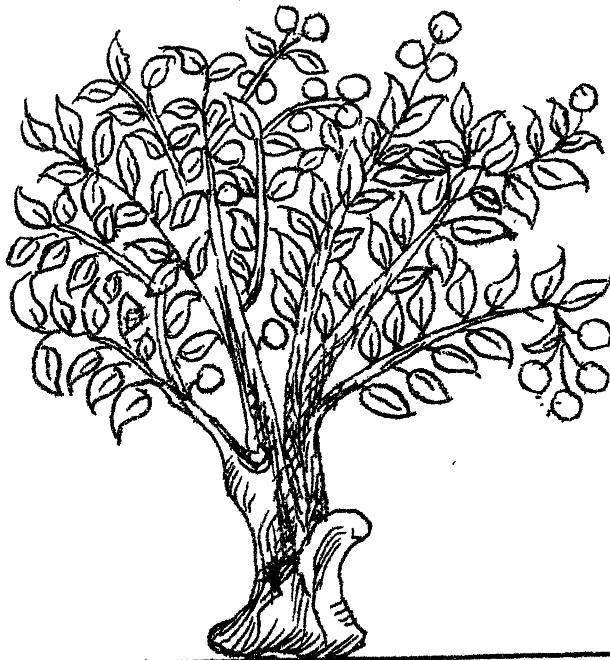
یہ درخت جنگلی ہے ذکر اسکا اشعار اہل عرب مین اکثر ہے اسکے درخت سے رطوبت مثل خون
کے نکلتی ہے اہل عرب کہتے ہین سمرہ نے حیض کیا ہی مصنف نے لکھا ہے کہ اس درخت کی
کوئی خاصیت معلوم نہین ہوئی واللہ اعلم



شکل درخت سندرس کی ہی

یہ درخت ملک روم مین ہوتا ہے مشہور ہے گوندا سکا مثل کہربا کی روشن اور کاہربا ہوتا ہے چوب اوسکی زہر ہے اوس سے روغن نکلتا ہے اوسکو روغن جوانی کہتے ہین خاصیت اوسکی یہ ہے کہ جیسے خون گرتا ہے کشتی گیر واسطے خود نمائی اور سبکی اور تقویت کی استعمال کرتے ہین شیخ نے لکھا ہے کہ دخان اوسکا بواسیر کو خفیف اور بواسیر کو خشک اور دردو دندان کو موقوف کرتا ہے اور قوۃ باہ کو زیادہ اور خفقان کو زائل کرتا ہے۔

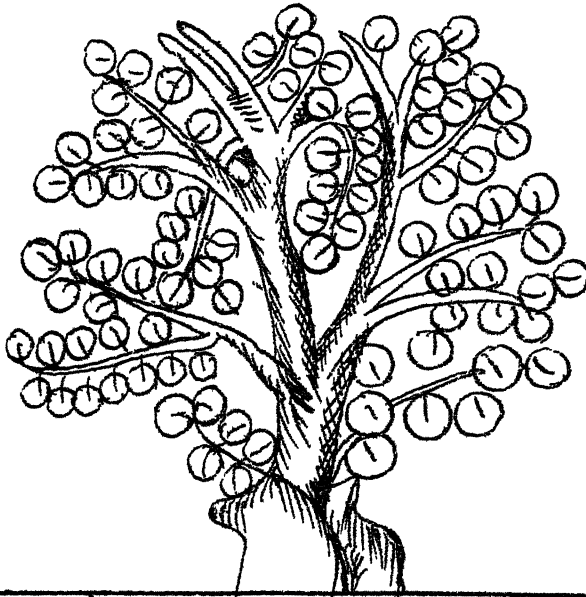
درخت سندرس



شکل درخت شبابیہ

شباب ایک درخت ہی کہ پتے اوسکے مثل چہوٹی مچہلی کے ہوتے ہین اور طول مین بقدر ایک انگشت کے پہل اوسکے تین تین ایک خوشہ مین ہوتے ہین مثل بڑی گولی کے بشکل فندق کے اور ہر دانہ مین تین تخم ہوتے ہین سیاہ رنگ فارسی مین اوسکو ماہودانہ اور حب الملوک بہی کہتے ہین شیخ نے لکہا ہی کہ دانہ اسکے اسہال لاتے ہین اور درد مفاصل درد عرق النسا اور نقرس اور استسقا کو نافع ہے اور پتے اوسکے اگر مرغ کے شوربے کے ساتھہ پکا کر کہاوین قولنج کو نافع ہے

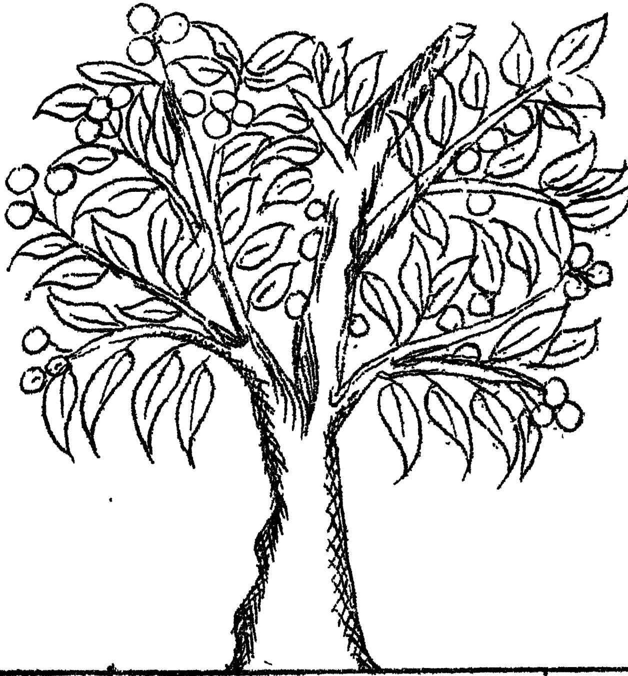
درخت شباب



شکل درخت شاہلبوطیہ ہی

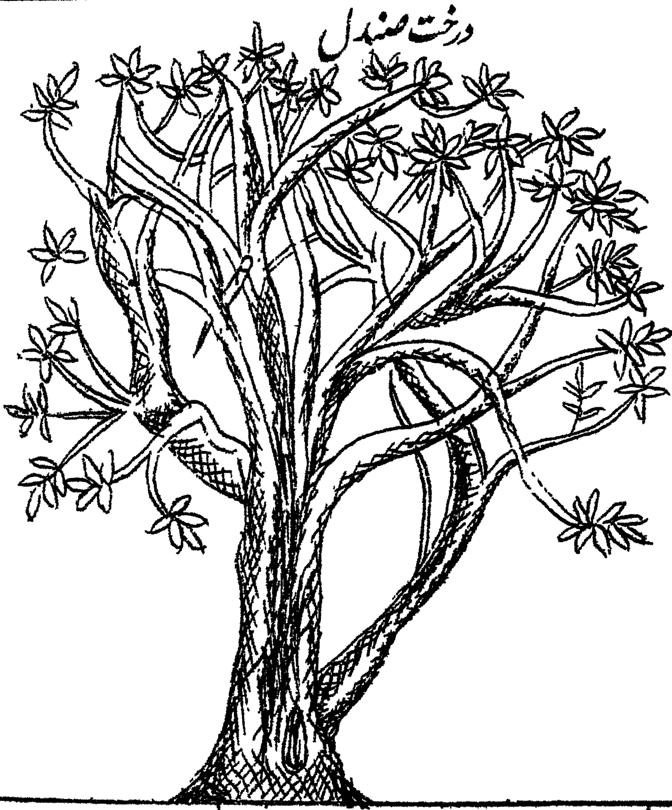
یہ درخت ملک شام مین اکثر ہوتا ہی پہل اوسکا مضف جوز کے مشابہ ہے خوش ذائقہ ہوتا ہے اور سیاہ رنگ ذائقہ مین مثل فندق کے ہوتا ہے شیخ نے لکہا ہے کہ پہل اسکا زہر باد کو نافع ہے اور جسکے بدن سے خون زیادہ نکلتا ہو اوسکو بہی مفید ہے ۔

درخت شاہبلوط



شکل درخت صندل ہے

یہ درخت ملک ہند مین دو قسم کا ہوتا ہے سفید اور سرخ شیخ نے لکھا ہے کہ چوب صندل سفید کا ضماد گلاب کے ساتھ درد سر اور خفقان کہ تب مین عارض ہوتا ہے دونوں کو مفید ہے اور اگر تناول کرین تو بھی مفید ہوگا اور بعض نے لکھا ہے کہ صندل سرخ کا ضماد حمرہ اور صداع کو نافع ہے



شکل درخت صنوبر یہ ہے

یہ درخت مشہور ہے ملک روم مین اکثر ہوتا ہی لکڑی اوسکی روغن دار ہوتی ہے
آگ دکہانے سے مثل شمع کے روشن ہوتی ہے جب اوسکی لکڑی سے پوست
جدا کرکے آگ پر رکہتے ہین اوسمین سے رطوبت نکلتی ہے اوسکو قطران کہتے ہین
شیخ نے لکہا ہے کہ اسکے دخان اور خاک سے ہوام دفع ہوتے ہین اگر اوسکے پوست
کو سرکہ مین جوش کرکے کلی کرین تو درد دندان کو نافع ہے پیسے اوسکے زخمون کو

مفید ہین سگوفونکا مرہم بادفتق کو نافع ہے پہل اوسکے شیرین اور میٹہی ہوتے ہین
اور درد اعصاب اور سعال کو نافع اور اگر جوز یا انجیر یا خرمے کے ساتہہ تناول کرین تو
گزیدہ عقرب کو نافع ہے۔



شکل درخت صرویہ ہی

یہ درخت عظیم مثل درخت بلوط کی ہوتا ہے پہاڑون ملک مین مین پیدا ہوتا ہے۔
پہل اسکے عنا فید ہین خوشہ اوسکی مثل خوشہ بطم کے ہوتے ہین اور پتے اوسکے سرخی مائل ہوتے
ہین جوشاندہ اونکا سعال کیواسطے نہایت مفید ہی درد ہین اور سختی کو بہی نافع ہی گوند اوسکا
مانند لادن کے اور خوشبودار ہوتا ہی عورتین خوشبو مین داخل کرتی ہین۔

درخت صرو



شکل درخت فادانیا یہ ہے

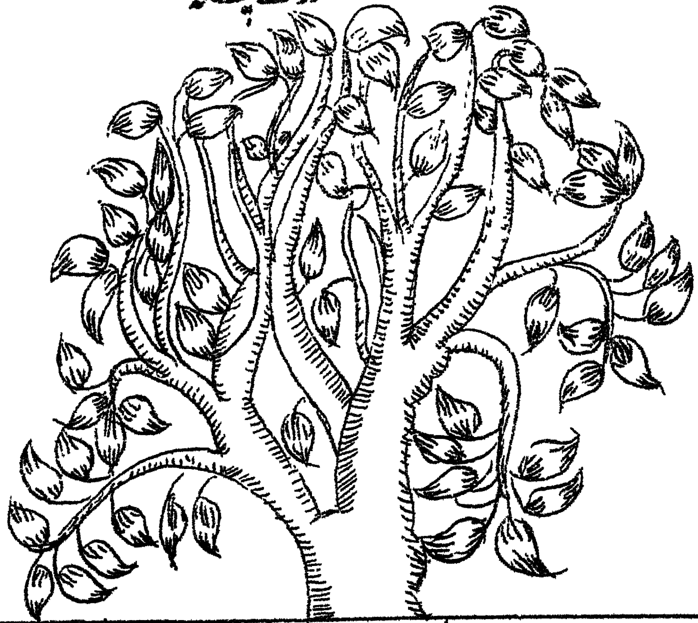
یہ درخت ملک روم مین ہوتا ہے اور ملک ہند مین بہی ہوتا ہے اسکی لکڑی کو عود الصلیب کہتے ہین شیخ نے لکہا ہے کہ لکڑی اس درخت کی سیاہ داغ بدن سے دور کرتی ہے اور نقرس اور صرع کو بھی مفید ہے حتی کہ اگر اسکی لکڑی مصروع پر باندہین تو صرع دفع ہوا اور جب لکڑی کہول ڈالین پھر صرع عود کر آوے اسکے پھل کا نچوڑ دیوانگی اور صرع کو مفید ہے اگر پندرہ دانہ اسکے شراب کیساتھ تناول کرین کابوس کو کہ ایک قسم کی صرع ہے دور کرے۔

درخت واوانیا



شکل درخت پنبہ پو

یہ درخت بنام اور رنعاک انگور سے مرکب کیا گیا ہے لکڑی اوسکی مشتعل ہوتی ہے
اگرچہ تر ہو بخلاف اور لکڑیو نکے کہ تر مشتعل نہین ہوتی ہین شیخ نے لکھا ہی کہ پھل
اسکا گزیدہ ہوام کو مفید ہے اگر اسکے روغن کو آنکھہ مین لگا دین زردی زائل ہو لا
مدامت ضرور ہے اور بعض لوگو نے لکھا ہے کہ ثمر اسکا مقوی باہ اور دافع سعال
بلغمی ہے اور اگر اسکے پوست کا بخور کرین جوین اگر کپڑے مین پیدا ہونگی ہلاک
ہوجاوینگی۔



شکل درخت فلفل یہ ہی

یہ درخت ہندی ہے ناحیہ ملیبار مین ہوتا ہی درخت اسکا عظیم ہوتا ہے اور اوسکی نیچے ہمیشہ
پانی رہتا ہی اسکے درخت مین خوشہ لگتے ہین جب ہوا سخت چلتی ہے خوشہ پانی پر گرتے
ہین اسیوجہ سے پوست اوسکا شگافتہ ہوتا ہے لوگ پانی پر سے اوسکو اوٹھا کر جمع کرتے ہین
جو چاہتا ہے وہان سے لیلیتا ہے کوئی شخص اوسکا مالک نہین ہے جاڑے گرمی
ہمیشہ پھل اس مین رہتے ہین جب آفتاب بلند ہوتا ہی پتے گردسی خوشہ کو چھپا لیتے ہین
تاکہ خشک نہووے اور جب گرمی آفتاب کی کم ہوجاتی ہے پتے اوسکے گرد سے ہٹجاتے ہین
تاکہ ہوا اسمین اپنا اثر کرے ایک شخص اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہی کہ درخت فلفل مثل درخت انار
کے تہا اور پتے نمین دوشاخین برابر تہین کہ درازی اونکی بقدر ایک انگشت کے تھی

اوسمین فلفل لگی تھی جالینوس نے لکھا ہی کہ جو غنچہ اولا درخت فلفل سے پیدا ہوتی ہی ابعد ازان اوس
دانہ پیدا ہوتا ہی اوسکو دار فلفل کہتے ہین - دار فلفل گزیدہ ہوام کو مفید ہی خواہ تناول کرین
یا ضماد اور مقوی باہ ہی دار فلفل ہمراہ جگر بز کے شبکوری کو نافع ہی شیخ نے لکھا ہی کہ دار فلفل
بورہ ارمنی کے ساتھہ بہق یعنی سپیدی جسم کو نافع ہی اور زفت کیساتھہ خنازیر کو تحلیل کرتا ہی
اور مادہ منی کو کم کرتا ہی اور بعض لوگون نے لکھا ہی کہ اگر عورت بعد مباشرت کی اپنی پاس رکھے
تو اوسکو حمل نرہے گا



شکل درخت فندق ہی

یہ درخت مشہور ہی لکہا کہ اگر اسکی لکڑی سے عقرب کے گرد دائرہ کہینچین تو بچہو اوس دائرہ

سے باہر بجائیگا حکیم بقراط نے لکھا ہو کہ پہل اسکا مقوی دماغ ہے شیخ نے لکھا ہو کہ اگر فندق
کو سلائی مین لگا کے آنکھونمین لگاوین سبزی چشم اوس سے زایل ہوے اور بعض نے لکھا ہے
کہ گزیدہ مار کو مفید ہو خصوصاً سداب اور انجیر کے ساتھہ اور اگر فندق کو اپنے پاس
رکھین گزند بچہو سے محفوظ رہین اور اگر فندق کو بریان کر کے پیسین تو ضماد اوسکا داء الثعلب
کو نافع ہو اور بال نکل آوین اور پیسکر شہد کے ساتھہ کھاوین سعال کہنہ کو مفید ہو اور
اگر بعد شراب کے بطور نقل کے تناول کرین نشہ غالب نہو گا اور اگر اوسکو پیسکر زیت
کے ساتھہ زیت کی لکڑی سے آنکھہ مین لگاوین سبزی چشم بسیاہی مبدل ہوگی اور اگر
اوسکو کھانے پر مداومت کرین تیز فہمی حاصل ہوگی۔

درخت فندق



شکل درخت فلنجمشک ہے

یہہ درخت مشہور ہے پھل اسکے مانند فلفل کے ہوتے ہین اوس سے حضض بناتے ہین
اور حضض دو طرحکا ہوتا ہے ہندی اور مکی شیخ نے لکہا ہے کہ اگر لکڑی اسکی پیکر
سر پر رکہین بال قوی ہووین اور اگر اسکی شاخ کو سرکہ مین جوش دیکر طحال پر ضماد کرین
نافع ہوا ور حضض اوسکا داغہای بدن کو زائل کرتا ہے اور زخم بن دندان کو فائدہ بخشتا
اور درد چشم اور تاریکی چشم کو دفع کرے اور بواسیر کو بہی نافع ہے اور حضض ہندی
گزیدہ سگ کو نہایت نافع ہے۔

درخت فلنجمشک



شکل درخت حرمل یہ ہے

فارسی مین اسکو سپند کہتے ہین بو اسکی تیز ہوتی ہے شیخ نے لکہا ہے کہ اسپند اوجاع
مفاصل کو نافع ہے اور اوسمین نشہ مثل شراب کے ہوتا ہی اگر اسکو طلا کرین اور کہا
وین تو قولنج کو نافع ہے حکیم دیسقوریدس نے لکہا ہے کہ اسپند ماکیان کے پتّہ
کے ساتھہ قوت بصر اور عرق البول کو نافع ہے تخم اسکا اگر سرکہ مین ملا کر مکانمین قلعی
کرین تو اوس مکان مین مکہی نہ آویگی -

درخت حرمل

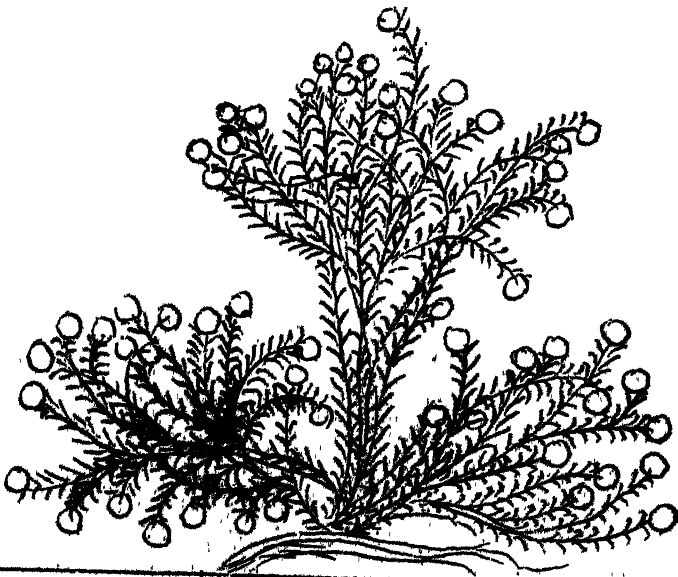


شکل درخت حسک ہی

یہ گہانس زردی مائل ہوتی ہے اور اسمین کانٹے ہوتے ہین چہر اس سے گرند کرتے

ہین مقوی باہ ہے سنگ مثانہ کو پارہ پارہ کرتی ہے عسر البول اور قولنج کو نافع ہے شراب کے ہمراہ اثر زہر کو دور کرتی ہے اگر اسکو جوش کرکے مکان مین لگاوین مچھر مکان سے دور ہون اور اگر اسکو یا اسکے خار کو سانپ کے مکان مین رکھین تو سانپ گریز کرینگے

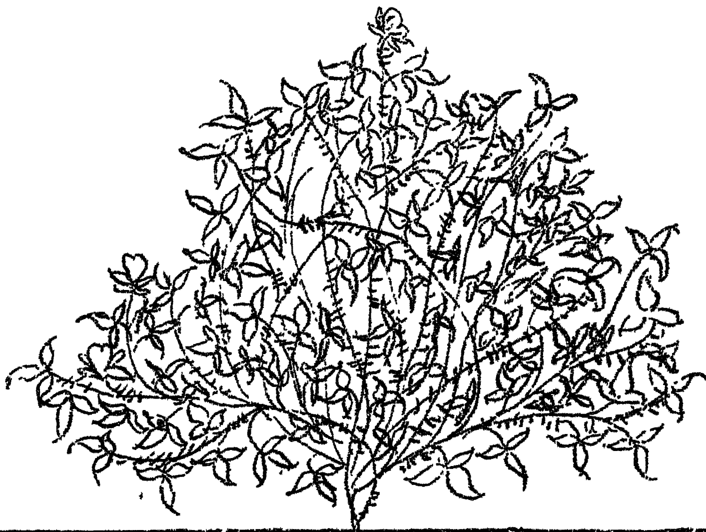
درخت حسک



شکل درخت حرشف یہی

یہ گھانس حار رطب ہوا اسکو فارسی مین کنگر کہتے ہین شیخ نے لکہا ہی کہ طلا اسکا داء الثعلب کو نافع ہی اور عصارہ اسکا جون کو ہلاک کرتا ہے اور ادرار بول کرتا ہے اور مسہل ہے

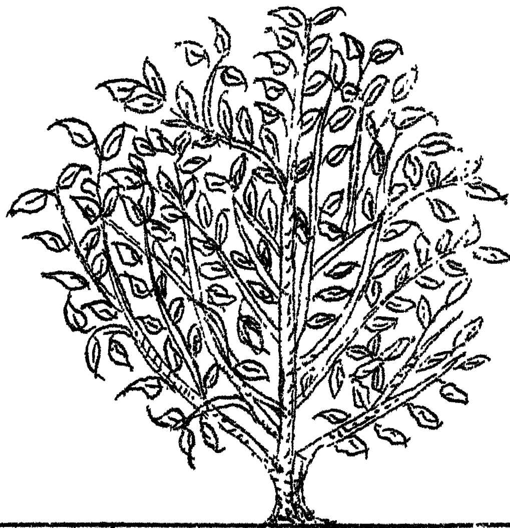
درخت عشر شوشہ



شکل درخت حلبہ ہو

یہ گھانس مشہور ہے لکھا ہے کہ اگر اسکے تخم کو زمین ملاکر بودین تو اوسکی درخت مین
کیڑہ نہ لگیگا اور اگر اسکے تخم سے سر دھووین تو جون سر کی مرجاوینگی اور جو شوشہ ملا
اوسکا آواز کو صاف کرتا ہے اور اگر وقت دردزہ عورت کو دین وضع حمل مین
آسانی ہوگی شیخ نے لکھا ہے چہرہ کو صاف کرتی ہے اور روغن کے
ہمراہ طلا بالون کو نافع ہے اور آثار زخم کو دور کرتا ہے اور جہائین
کو دفع کرتا ہے الا منہ مین بوی بدپیدا کرتا ہے اور ادرار کو بھی مضر ہے۔

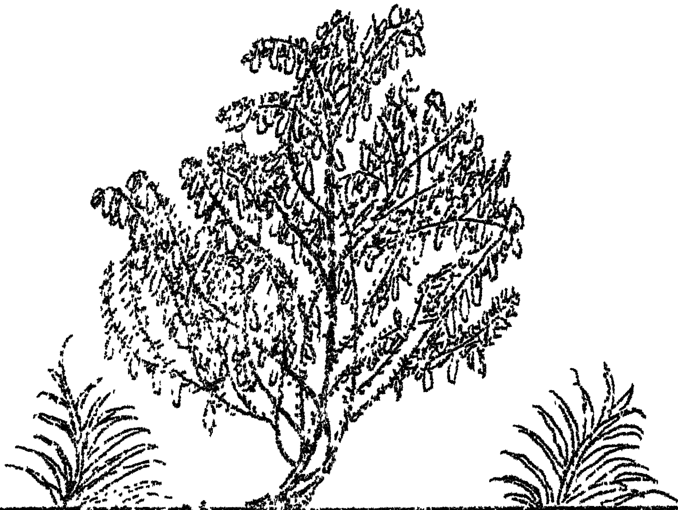
درخت حابه



شکل درخت حمص یہ ہی

یعنی نخود اگر اسکو خام تناول کرین منہ مین بو پیدا ہوگی شیخ نے لکھا ہے کہ کہانا اسکا
چہرہ کو صاف کرتا ہے اور اسکے روغن کا طلا تقویۂ باہ کو مفید ہے اور آٹا اسکا خارش
اور زخم ہائے خبیثہ کو نافع ہے اور آب نخود درد دندان و صفائی آواز کو مفید ہی
اور جوشاندہ اسکا بچہ مردہ کو شکم سے دفع کرتا ہے اور قوت باہ زیادہ
کرتا ہی لکھا ہی کہ اگر نخود کو سانپ کی سوراخ مین ڈالین تو سانپ سوراخ سے نکلجائے گا

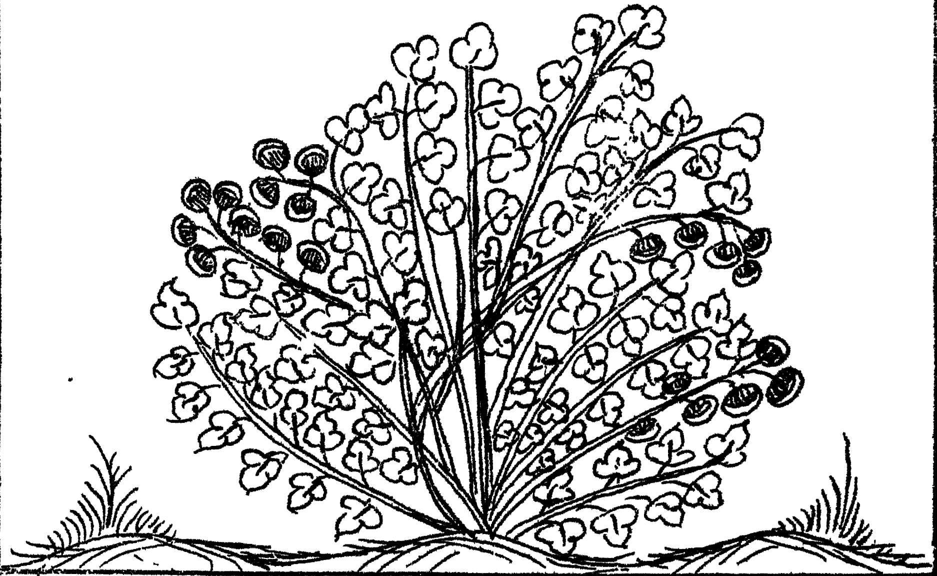
درخت چمی یعنی حمص



نقشۂ کل درخت حمصا قوقی ہیا ہو

ضماد اسکا مارگزیدہ کو نافع ہے اور عصارہ اسکا ضعف بینائی کو مفید ہے شیخ نے لکہا ہے کہ ضماد اسکا گزیدۂ ہوام اور عصارہ اسکا صرع اور وجع حلق اور خناق کو مفید ہے اور برگ اور تخم اسکا قوت باہ کو زیادہ کرتا ہے صاحب حملی کو تین ورق یا تین دانہ اسکے نافع ہین اور تپ ربع کو بہی مفید ہے اور بعض نے لکہا ہے کہ تخم اسکا زخم پیدا کرتا ہے مگر گزیدۂ ہوام کو سودمند ہے ۔

درخت حنظ قوقی

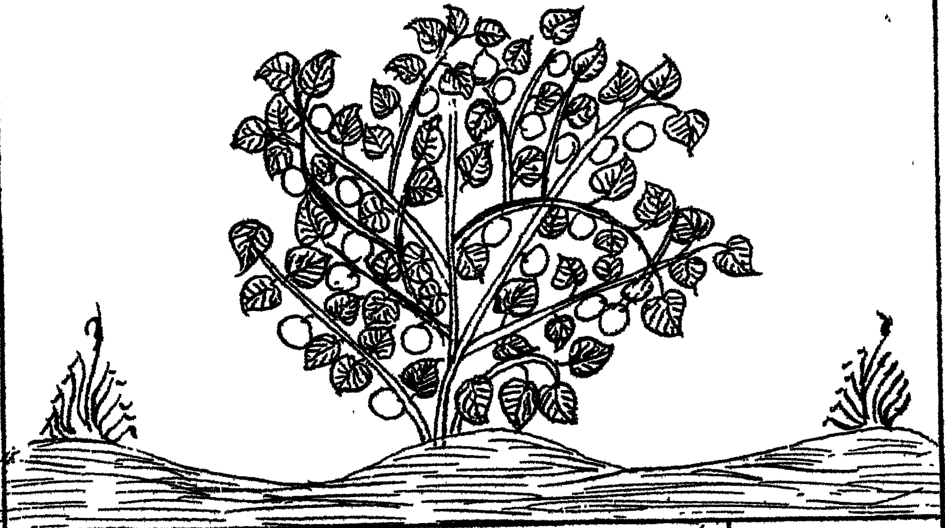


شکل درخت حنظل یہ ہی

یہ گھانس نہایت تلخ ہوتا ہے ہرن اسکو بہت عزیز رکھتا ہی اور درندے اس سے گریز کرتے ہین اگر ورق تازہ اسکا خون جاری پر رکھین خون بند ہوجائیگا اور مالیخولیا اور صرع کو نافع ہے پہل اسکا اگر پانی ملا کر مکان مین لگاوین تو اوس مکان مین مچھر نہ ہونگے اور اگر ہونگے تو ہلاک ہوجائینگے اگر حنظل کو صاحب جذام یا داء الفیل لگاوے تو نافع ہے درد نقرس اور عرق النسا کو بہت مفید ہی جڑ اسکی مار گزیدہ اور عقرب گزیدہ کو نافع ہے بعض کہتے

ہین کہ یہ تریاق ہے زنگی اسکو پوشیدہ رکہتے ہین اور ہوام کو اس سے شکار کرتے ہین لکہا ہے کہ کسی شخص کو بچہو نے چار جگہ ڈنگ مارا بقدر دو درہم کے اوسکو خنظل کہلا دیا درد وسوزش مین اوسکو سکون ہوا۔

درخت خنظل

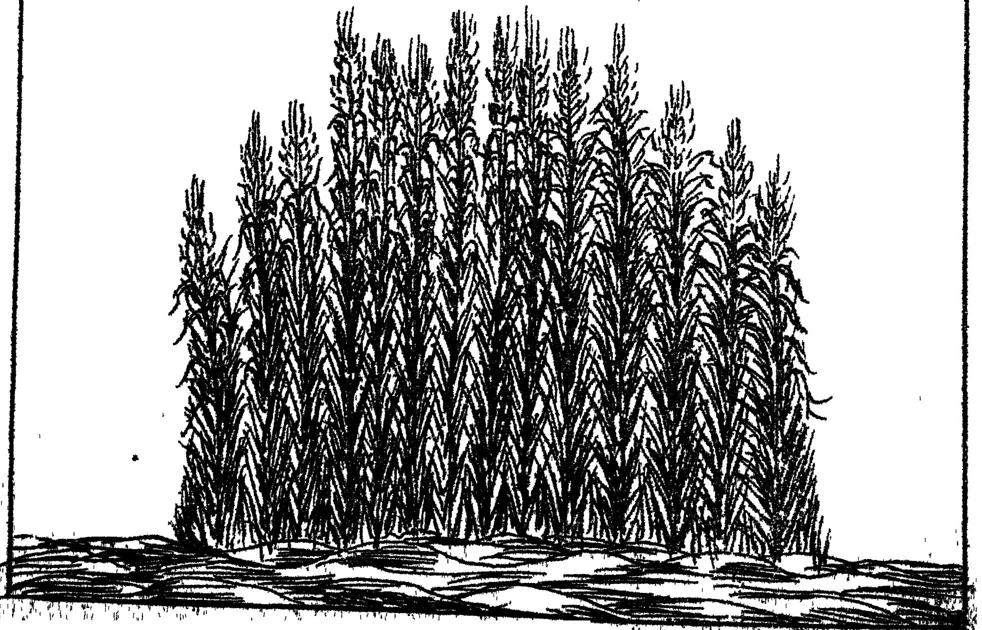


شکل درخت حنظہ یہ ہی

یعنے گیہون کعب الاحبار نے لکہا ہے کہ جب حضرت آدم علی نبیا وعلیہ السلام زمین پر تشریف لائے حضرت میکائیل علیہ السلام تہوڑے گیہون لائے اور کہا کہ یہ رزق

تمہارا اور تمہارے اولاد کا ہے اٹھو اور زمین کو بوو اور اوسمین بیج تخم ڈالدو اس
زمانہ مین یہ گیہون بیضہ شتر مرغ سے بھی چند حصہ زیادہ تھا بعد ازان زمانہ کفر مین بقدر
چند بیضہ مرغ کے ہوگیا پہر بعہد عزیر کے وہ گیہون بقدر بیضہ کبوتر کے ہوگیا اور زمانہ
عزیز علیہ السلام تک بقدر چند نخود کے رہا لکہا ہے کہ بونیکے وقت جو دانہ بیل کے
سر پر پڑتا ہے وہ اُگتا نہین ہے جاحظ نے لکہا ہو کہ جسکے شکم مین کیڑے پڑے ہون
وہ خوشے اسکے کہائے کیڑے اوسکے ہلاک ہونگے اسکے دانہ اور کیڑے کا
ضماد چہرے کو صاف کرتا ہے اگر اسکو عضو گزیدہ سگ دیوانہ پر لگادین تو مفید ہو گندم خام
کہانے سے کیڑے شکم مین پیدا ہوتے ہین اور سرکے کہ ہمراہ ضماد اسکا داغہاے زخم کو مفید ہو
اور خمیر اسکا دمامیل کو پختہ کرتا ہے اور آب نمک کے ساتھہ ضماد اسکا قوبا کو دور کرتا ہے ۔

درخت گیہون



شکل درخت حی العالم یہ ہے

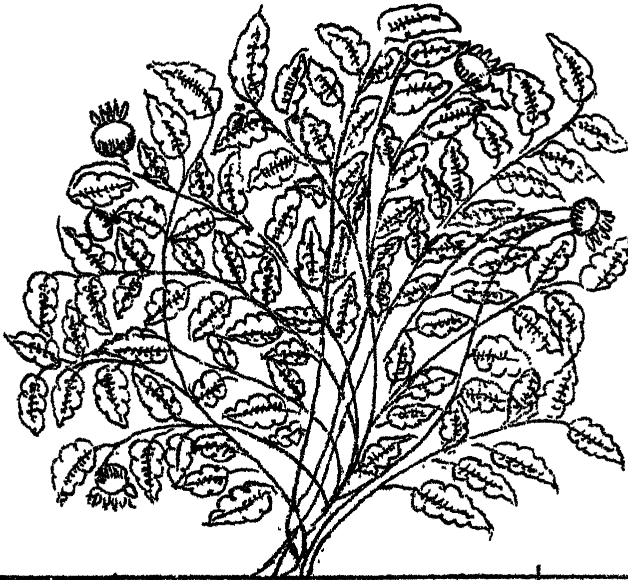
یہ گہانس مشہور ہے گو پیدہ ریشا کے واسطے اسمین خاصیت عجیب ہے



شکل درخت خانق النمر یہ ہی

یہ گہانس زہر قاتل ہے استعمال اسکا شرباً و ضماداً ممنوع ہے اگر اسکو بچہو کے قریب لی جاوین بچہو فوراً گریز کرتا ہے بواسیر اور مسون کو پختہ کرتی ہی تو اسکی ناخوش ہوتی ہے

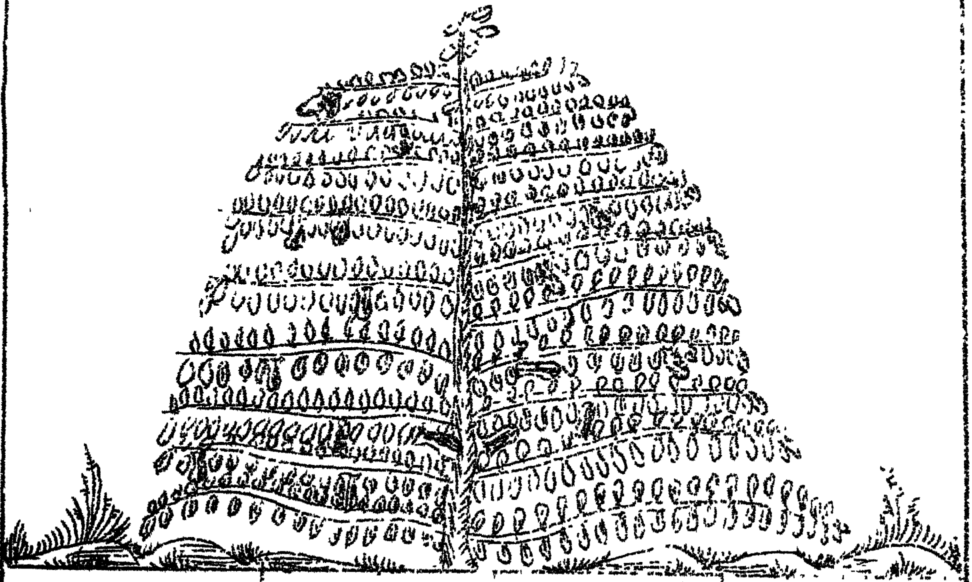
درخت خالق الثمر



شکل درخت خبازی یہ ہی

فارسی مین اسکو نیرک کہتے ہین پتی اسکی شب کو منضم ہوتی ہے اور دن کو کہلجاتی ہے
اسکے پتون کا ضماد جرب اور خارش اور جوین کو دفع کرتا ہے اور گزیدہ مگس پر ضماد اسکا
فی الحال درد کو ساکن کرتا ہی خصوصًا زیت کی ہمراہ زیادہ تر نافع ہے اور اگر نمک کے ساتھ
چبا کر بوا سیر پر لگا دین تو مفید ہو تخم اسکے اگر زہر خوردہ پانی
مین بہگو کر اوس سے چند مرتبہ قے کرے اثر زہر دفع ہوگا
اور گزیدہ ریتلا کو نافع ہے ۔

درخت فیبازی



شکل درخت خزیق یہ ہے

پتی اوسکی گہانس کی برگ سے بہت مشابہ ہے اور ساق اسکی زمین سے کم بلند ہوتی ہے
مانند عنا قیہ کے ہوتی ہے لکہا ہے کہ اگر باغ مین شاخ خزیق لگا دین تا مجہہ باغ کے
ہلاک ہونگے اور اگر گندہک کے ساتھہ گوشت کر چیونٹی کے بل مین ڈالدین تو
چیونٹیان وہان سے گریز کرینگی اور اگر خزیق سیاہ کو گندہک کے ساتھہ پیسکر گوشت پر
چہڑکین اور اوس گوشت کو درندون کو دین جو درندہ اسکو کہا لے گا شکار مین آ جائیگا
اور اگر کوئی شخص بقدر دو درم اوسکو کہا لیوے اولا اوسکو اسہال پیدا ہوگا بعد ازان
تشنج اعضا حتی کہ انہین عوارض مین ہلاک ہو جائیگا اور ضماد اسکا ثالیل اور بہق کو دفع کرتا ہے

اور اگر اسکی استعانت سے استفراغ کرین برص کو مفید ہے اور اگر اسکو سرکہ مین پکا کر کان مین ڈالین تو درد گوش مین سکون ہوگا اور قوت سامعہ زیادہ ہوگی اور اگر سرکہ مین ملا کر کلی کرین تو درد دندان کو مفید ہو شیخ نے لکھا ہے کہ اگر قریب انگور کے خربق لگادین تو پہل اوس انگور کا اسہال لادیگا۔

درخت خربق



شکل درخت خردل یہ ہی

یعنی رائی اسکو عصارۂ عنب مین ڈالین تو وہ عصارہ جوش نکرے گا اور زمانۂ دراز تک حالت اصلی پر رہیگا محمد بن زکریا نے لکھا ہے کہ اگر رائی کو سانپ کے سوراخ مین ڈالین

تو سانپ ہلاک ہو جائیگا شیخ نے لکہا ہے کہ اسکو دخان سے تمام حشرات الارض بہاگتے
ہین اور چہرہ صاف ہوتا ہے اور داغہائے کہنہ اور خون مردہ عضو سے دفع ہوتا ہے
اور خردل بری تپ ربع اور جرب اور داء الثعلب اور توبا اور وجع مفاصل اور عرق النسا
کو نافع ہے عصارہ اسکا اگر کان مین ٹپکا دین درد گوش کو مفید ہے اور اگر کلی کرین خرس
کو دافع ہے فہم کو تیز کرتا ہی اور رحم کو پاک کرتا ہے اور قوت باہ کو زیادہ —

درخت رائی

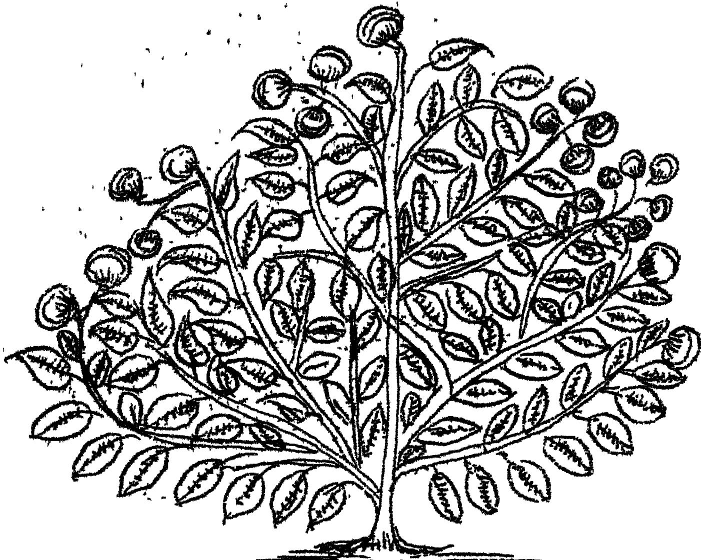


شکل درخت خس یہ ہی

فارسی مین اسکو کاہو کہتے ہین لکہا ہے کہ اگر اسکے تخم کو قبل بہنیکے ناخواہ مین رکہین تاکہ

اُس مین بوے تا نخواہ آجاوے بعد ازان بو دین تو اسمین کرلی کہ زہر وغیرہ پیدا ہوتی
خس بارد ہوتی ہے حتی کہ تشنگی کو دفع کرتی ہے اور شہوت جماع کو قطع کرتی ہے
جن عورتون کے مرد بلاد دور دراز مین ہوئین اگر اسکو ہمیشہ استعمال
کرین شہوت اونکی محو ہو جاوے گی اور خواب اوسپر طاری ہوتا اسلئے کہ دماغ مین تازگی
ہوتی ہے اسیوجہ سے وہ بڈہا کہ اونکو نیند کم آتی ہے اوسکا استعمال نعت وغیرہ کے
ساتھ کرتے ہین تا کہ برودت اوسکی کم ہو جاوے شیخ نے لکہا ہے کہ مداومت اسکی کہانیکی
آنکہہ کو تاریک کرتی ہے اور دودھ پستان مین زیادہ پیدا کرتی ہے اگر شراب خوار اسکو
تناول کرے تو شراب کی اسپر تاثیر نکرے گی اگر اسکے تخم بطور سفوف استعمال کرین
احتلام سے نجات پاوین اور اگر پیکر عقرب گزیدہ کو زخم پر چہڑکین تو نافع ہو —

درخت کاہو



شکل درخت خشخاش کی ہے

اسکو فارسی مین کوکنار کہتے ہین تخم اسکا سفید اور سیاہ ہوتا ہے سفید خواب لاتا ہے اور نوازل سینہ کو مفید ہے اور شہد کے ساتھ مادہ منی کو زیادہ کرتا ہے اور سیاہ سے نیند زیادہ آتی ہے جس شخص کو نیند نہ آتی ہو اگر اسکو پیشانی پر لگاوین تو نافع ہو پھول اوسکے آثار تخم کو جلا دیتا ہو عصارہ اسکا افیون ہے اوسمین نشہ ہوتا ہی صاحب صداع کو ضماد اسکا نفع دے -

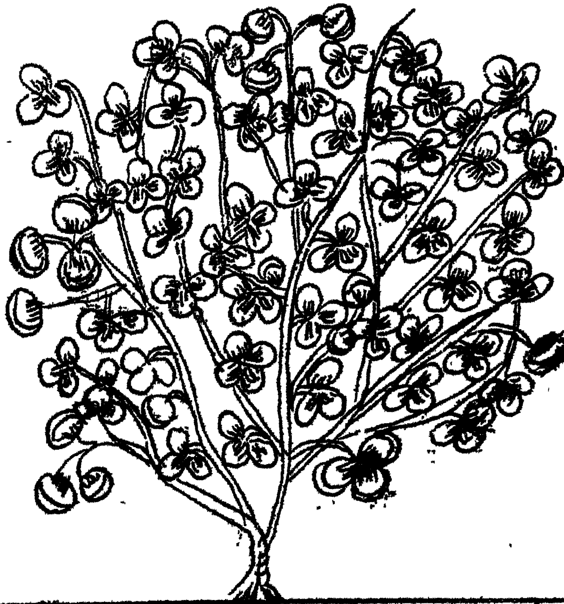
درخت خشخاش



شکل درخت خصی الثعلب ہی

یہ ایک گہانس ہوتی ہے شیرین اوسکی پہل کو خصیۃ الثعلب کہتے ہین تشنج اور فالج کو دافع اور قوت باہ کو نافع ہے اور قایم مقام گوشت سقنقور کے ہی حضوصًا شراب کہ ساتہہ ۔

درخت خصی الثعلب



شکل درخت خصی الکلب یہ ہی

یہ گہانس مثل خصی الثعلب کے ہی پہل اسکے دو طرح کے ہوتے ہین ایک فوقانی دوسرے تحتانی ایک خالی ہوتا ہے دوسرا بہرا اورام بلغمی کو تحلیل کرتا ہے اور زخمونکو صاف کرتا ہی شیخ نی لکہا ہی کہ مین نے اسکو ملک شروان مین دیکہا ہے باشندے وہان کے کہتے تہے کہ خشک پہل اسکا قوت باہ زیادہ کرتا ہے بعد تازہ خلاف اسکے ہی اور بعض نے لکہا ہی کہ بواسیر کو نافع ہے ۔

درخت خطمی الکلب



شکل درخت خطمی یہ ہی

یہ گہانس مشہور و معروف ہے پہول اسکا سرخ اور کبہی سفید ہوتا ہے شیخ نے لکہا ہے کہ سرکہ کے ہمراہ بہق پر لگاکر اگر دہوپ مین بیٹہین تو نافع ہو اور خنازیر پر بہی ضماد اسکا کبریت کے ساتہہ نافع ہے اور بعض نے لکہا ہو کہ داغہائے جسم کو ضماد اسکا مفید ہو اور جوشاندہ اسکا عسر ولادت اور عسر البول کو نافع ہو اب گل خطمی ہے اگر بال دہوئین تو بال نرم ہونگے

اور بمقدار ایک مثقال اگر اسکو تناول کریں تو قولنج کو نافع ہو ۔

درخت خطمی



شکل درخت تخم یہ ہے

یہ گیاس معروف ہے اگر اسکو کیسہ مین رکھین تا کہ سیاہ اور بو دار رہوے
تو خضاب اس کا بالون کو سیاہ کرے گا خضا اس کا
خوب ہوتا ہے ۔

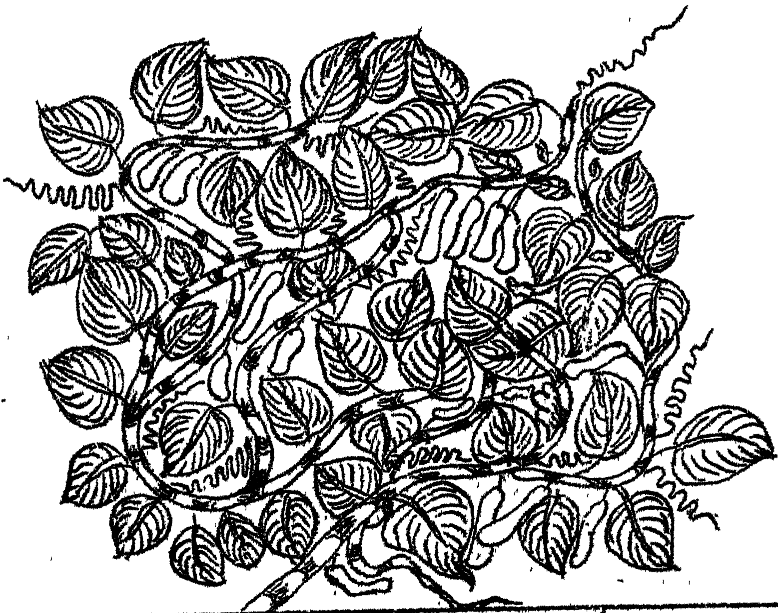


شکل درخت خیارہ ہے

یعنی کبیر الکہا ہے اگر چاہین کہ خیارا اور کدو وغیرہ مین تخم نہو تو چاہیئے کہ شاخین اوسکی زمین مین دفن کرین اور کسیقدر اوسکو کہلا رکہین بعد ازان جب وہ بلند ہو پہر اوسکو دفن کرین تین مرتبہ اسیطرح عمل کرین بعدہ شاخین جب بلند ہون اونکو قطع کرین پہر جب شاخین نئی زمین سے نکلین گی اوسمین جب پہل لگینگے اوسکے اندر پہلونمین تخم ہونگے اور اگر چاہین کہ درخت اسکا جلد بار آور ہو چاہیئے کہ ایام سرما مین کسی ناوے مین بو وے دن بہر میدان مین رہے خواہ دہوپ ہو یا باران سامنے رکہین اور وقت شب مکان سایہ دار مین رکہین جب ایام سرما گذر جاوین اوسکو ناوے سے نکالکر زمین مین لگادین جب اوسمین پتے نکلین اوپر کے پتے توڑ ڈالین ثمر دیگا

سبسے پہلے پیدا ہونگے اور اگر چاہین کہ اسکے درخت مین کیڑا نہ پیدا ہو توکسیقدر
دانخواہ اسکے تخم مین ملادین پہل اسکا حمیات محرقہ کو نافع ہے اور ادرار بول کرتا ہی
اور کثرت استعمال اسکا تشنگی کو پیدا کرتی ہے اور اگر پیس کر چہرہ پر لگادین تو رنگ
کو صاف کرتا ہے -

درخت کہیرا



شکل درخت کہیری یہ ہی

اسکو منشور کہتے مین لکہا ہے کہ رنگ اسکا مختلف ہوتا ہی اگر سرخ اور زرد اور سفید سے
ایک ایک شاخ لیکر مانند گیسو کے بیٹہین بعد ازان اوسکو بو دین پہل اسکا سرخ اور زرد

اور سفید ہوگا سونگہنا اوسکا دماغ رطب کو نافع ہے اور تحلیل ریاح غلیظ کرتا ہے
اور پینا اسکا ادرار بول کرتا ہے اور بچہ مردہ کو شکم سے نکالتا ہے

درخت خیری



شکل درخت دفلی یہ ہے

اسکو فارسی مین خرزہرہ کہتے ہین یہ گہانس بری اور بحری ہوتی ہے برگ بری کے مشابہ برگ بقلۃ الحمقا کے ہوتے ہین مگر اوس سے کچھ باریک اور شاخین دراز اوسکی اور زمین پر منبسط ہوتی ہے اور بحری کنارے حوض اور چشمہ وغیرہ کے پیدا ہوتی ہے شاخین اوسکی زمین سے بلند ہوتی ہین اور پتے اوسکے مانند برگ بید کے

ہین اور خار اوس کے پوشیدہ ہوتے ہین اعلی ساق اوسکی اسفل شاخ سے غلیظ تر ہوتی ہے پہول اوسکے مثل گل کے ہوتے ہین پہل اوسکا سخت ہوتا ہی اور اندر پہل کے ریشے مانند بال کے ہوتے ہین شیخ نے لکہا ہی کہ اسکے پتون سے مچہر گریز کرتے ہین اور تمام حیوانات کے واسطے زہر قاتل ہے حکیم بلیناس نے کتاب خواص مین لکہا ہے کہ بعض سلاطین جب اپنی دشمنوکی مقاومت سے عاجز ہوئے حکم کیا کہ جو اور بعض ماکولات کو ورق دفلی مین جوش دین اور جب قریب لشکر اعدا کے پہنچین اوس جو اور ماکولات کو وہین چہوڑ دین تا لشکریان اعدا اوسکو لوٹ لین جب اوسکو تناول کرینگے یا اپنی چارپایون کو دینگے سب ہلاک ہونگے چنانچہ ایسا ہی کیا لشکریان اعدا سب ہلاک ہوے اور یہ بادشاہ پہر گیا اور جو لوگ باقی تہے اونپر حملہ آور ہوا اور اسیر کیا۔ شیخ نے لکہا ہے کہ اگر اسکو جوشاندہ سے مکان مین قلعی کرین تو مکان کی مچہر وغیرہ ہلاک ہونگے اور اگر دفلی کو تانبے پر گہسکر اوس سے چہری وغیرہ کو تیز کرین تو نہایت تیز ہوگی اور مدت دراز تک کند نہوگی اور اگر مکان مین گڑہا کہود کر اوسمین دفلی کی پتی بہرین تمام مکان کے پچہر وہان جمع ہونگے اور اگر چوہون کے سوراخ مین ڈال دین سب چوہے ہلاک ہو جاوینگے اور خفاش دفلی سے بہاگتی ہے۔

درخت خرزہرہ



شکل درخت رازیانج یہ ہی

یعنی سونف یہ گہانس صحرائی اور بستانی ہوتی ہے سونف تازہ بستانی عورتون کے
دودہ کو زیادہ کرتی ہے اور ادرار بول اور حیض بہی کرتی ہے اور دافع سدہ اور
مانع آب نزول ہے اور صحرائی سنگ مثانہ کو پارہ پارہ کرتی ہے اور حمیات کہنہ کو
نافع ہے اور محلل ریاح اور شراب کے ساتہہ دافع سم ہوام و سگ دیوانہ اور مقوی
بصر ہے دیمقراطیس نے لکہا ہے کہ ہوام بستانی سونف کو قوت بصر کے واسطی کہاتے
ہین اور سانپ بعد ایام سرما کے جب زمین پر آتے ہین اپنی آنکہہ کو درخت سونف کو رگڑ

تے ہین تاکہ قوت باصرہ زیادہ ہو اسو جہہ سے کہ ایام سرما مین اکثر زمین کے نیچے
تاریکی مین سیر کرتے ہین

درخت سونف



شکل درخت ریباس یہ ہی

یہ گھانس کوہستان مین پیدا ہوتی ہے اور پتھر سے اوگتی ہے بعض لوگ کہتے ہین
کہ تاثیر رعد سے ہوتی ہی چنانچہ اکثر لوگون نے یہ حکایت کسرای بادشاہ سے بیان کی
اور تعلت ریباس کی خصوصیت کی بادشاہ نے حکم کیا کہ پہار پر پانی چھڑکین اور طبل بجاو
تا ریباس پیدا ہووے شیخ نے لکھا ہے ریباس مانع طاعون ہو اور دافع مستی خمر ہے اور

اسکے عصارہ کا سرمہ مقوی بصر ہے اور متلی کو دفع کرتی ہے ۔

درخت ریباس



شکل درخت ریحان یہ ہی

فارسی مین اسکو شاہبرم کہتے ہین اہل فارس کہتے ہین یہ گہانس ملک ایران مین نہ تہی
زمانۂ نوشیروان مین پیدا ہوئی ہے ایک روز بادشاہ دادہی کیواسطے بیٹھا تہا ناگاہ
ایک سانپ اوسکے تخت کے نیچے سے نکلا احضار مجلس نے قصد اوسکی ہلاکی کا کیا
بادشاہ نے منع کیا اور کہا شاید یہ بہی دادخواہ ہو اوسوقت سانپ چلا گیا لوگ اوسکے

تعاقب مین چلے گئے ایک کنوئین کے کنارے پہونچا اور اوسکے اندر گیا اور پہر آیا جو لوگ اوسکے تعاقب مین گئے تہے کنوئین کو دیکہنے لگے اوسمین ایک سانپ مردہ دیکہا اور اوسکی پیٹہہ پر ایک بڑا بچہو بیٹہا تہا اون لوگون نے نیزہ سے اوس بچہو کو اوٹہا لیا اور بادشاہ کے پاس حاضر کیا اور کیفیت سانپ کی بیان کی دوسرے برس اوسیوقت معینہ پر پہر وہی سانپ حاضر ہوا اوسکے منہ مین تہوڑے دانے بابسیا تہے اونکو تخت پر ڈالکر چلا گیا بادشاہ نے اونکے بونیکا حکم کیا اوس سے شاہسپرم پیدا ہوئی بادشاہ کو زکام اور اجتماع فضلات دماغ سے نہایت تکلیف تہی استعمال اوسکا مفید ہوا شیخ نے لکہا ہے کہ ریحان بواسیر اور رعاف وغیرہ کو نفع ہے اگر تخم اوسکے خون شتر مین ملاکر بغل مین لگاوین بدبوے بغل دفع ہوتی ہے ۔

درخت ریحان



شکل درخت زعفران یہ ہی

یہ گھانس مشہور ہے کشمیر مین پیدا ہوتی ہے جڑ اسکی مثل پیاز کے ہوتی ہے اور پھول اسکا زعفران ہے جڑ اوسکی کوٹ کر عصارہ اوسکا کہ مانند دودہ کے ہوتا ہے نکالکر اوسکا آٹا بناتے ہین اور روٹی پکاتے ہین اور تناول کرتے ہین جو شخص زعفران زار مین جاتا ہے ہنسی اوسپر غالب ہوتی ہے شیخ نے لکھا ہے کہ زعفران خواب لاتی ہے اور خوشرنگ کرتی ہے اور پردہ چشم کو مجلی اور نوازل کو مانع ہے اور زعفران کا سرما زردی چشم کو نافع ہے اور ادرار بول اور قوت باہ زیادہ کرتی ہے اگر عورت پر وضع حمل مین دشواری ہو زعفران پینے سے آسانی ہوتی ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ زعفران دل کو خوش اور قوی کرتی اور زیادہ ایک درہم سے زہر قاتل ہے جس مکان مین زعفران ہوتی ہے حشرات الارض وہان سے گریز کرتے ہین حکیم بلیناس نے لکھا ہے کہ جب عورت کو وضع حمل مین دشواری ہوتی ہے دس درہم زعفران اگر ہاتھ مین لے فی الحال وضع حمل کرے گی تخم اسکا چہرہ کو صاف کرتا ہے اور چشم کو روشن

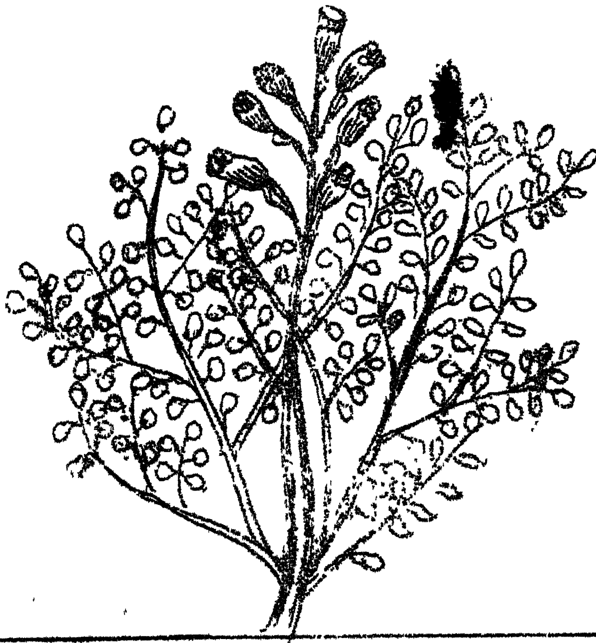
درخت زعفران



شکل درخت ساوج ہندی

یہ گہانس ہندی ہے پتے اور شاخین [illegible] ان کے ہوتی ہین اور اسمین پہول بہی ہوتا ہے لکہا ہے کہ لوگ ہند [illegible] یہ گہانس [illegible] پانی سے ظاہر ہوتی ہے اور اسکو جڑ سے کچھہ تعلق نہین ہوتا ہے بعض [illegible] ملک ہند مین جب تالاب وغیرہ خشک ہو جاتے ہین وہان کی زمین جلا دیتے ہین اور [illegible] ساوج پیدا ہوتی ہے اور اگر وہان لکڑی جلاتے ہین تو ساوج نہین پیدا ہوتی ہے فوائد اسکے بہت ہین خصوصًا امراض چشم مین نہایت نافع ہے شیخ نے لکہا ہے کہ اگر اسکو جامہ مین رکہین تو کیڑے اوسمین نہ پیدا ہونگے اور اگر زبان کے نیچے رکہین منہ مین خوشبو پیدا ہوتی بعض نے لکہا ہے کہ یہ گہانس درد دل کو نافع ہے

درخت ساوج



شکل درخت سنداپتہ ہو

یعنی چولائی جس مقام پر چولائی ہوتی ہے سانپ وہان نہین رہتا ہے اور چولائی قوت باہ زیادہ کرتی ہے اگر زن حاملہ چولائی کو بھی کہائے فی الحال وضع حمل کرے اور اسکی بیخ دہونی اسکی کرین بچہ شکم مین مرجاویگا اور یہ کہانس گزیدہ سگ دیوانہ کو مفید ہے اور خوشبو اسکی صاحب صداع اور مرگی کو نافع ہے اور اگر عورت کی دودہ مین ملاکر سرمہ کرین تاریکی چشم زائل ہوا اور اگر پانی سے جس مکان مین قلعی کرین مچہر اوس مکان کے ہلاک ہوجائینگے شیخ نے لکہا ہے کہ چولائی نطرون کی ساتہہ اگر مسون وغیرہ پر لگاوین تو مفید ہوا اور بو سے لہسن وپیاز کو بھی چولائی دفع کرتی ہے اور داء الثعلب و خنازیر کو نافع ہے اور ربینا اور ضماد اسکا فالج اور عرق النساء اور وجع مفاصل کو شہد کے ساتہہ مفید ہے اور تمام سمیات کے دافع ہے اور بعض نے لکہا ہے کہ چولائی انگور کیساتہہ مدقوق کو سودمند ہے۔

درخت چولائی



شکل درخت سلق یہ ہی

یعنی چقندر لکہا ہے کہ اگر زمین مین گوبر گائی کا ڈالین بعد ازان اوس مین چقندر بودین تو جڑ اوسکی مضبوط اور ذایقہ اوسکا معقول ہوگا بیج اوسکی داء الثعلب اور داغہا ے جسم کو نافع ہین مگر چاہیئے کہ اول ان داغون کو آب نطرون سے دہو لے اگر چقندر سر پر رکہین تو بال کے سیاہ اور گہونگر والے ہون گے شیخ نے لکہا ہے کہ عصارہ اسکا مسون کو دور کرتا ہے اور جہر کو ہلاک اور بہیڑی کے پتہ کے ساتہہ لقوہ کو مفید ہے ۔

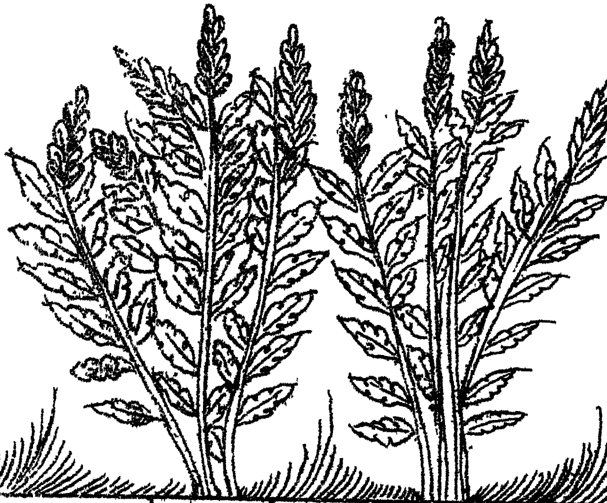
درخت چقندر



شکل درخت سمسم یہ ہی

فارسی اسکی کنجد اور ہندی تل ہے شیخ نے لکھا ہے کہ عصارہ اسکی پتی اور شاخون کا بالون کو دراز کرتا ہے اور تخم اسکا سبزی کو دفع کرتا ہے اور خون مردہ کو زائل اور شقاق کو نافع ہے اور قبض ہی لاتا ہے خصوصاً جب مقشر ہو اور آب کنجد ادرار حیض مین فائدہ عظیم رکھتا ہے حتی کہ بعض کے نزدیک خوف اسقاط حمل ہے اور کنجد بریان تخم خشخاش اور تخم السی کے ہمراہ اگر تناول کرین قوت باہ اور مادہ منی زیادہ ہو۔

درخت تل



شکل درخت سنبل یہ ہی

یہ گھانس خوشبودار ہوتی ہے خوشہ اسکا چھوٹا ہے اگر منہ مین رکھین خوشبو آتی ہے اور سینہ کو پاک کرتا ہے اور خفقان کو زائل خون فاسد کو رحم سے نکالتا ہے اور سرمہ اسکا مانع نوازل اور مقوی دماغ ہے ۔

درخت سنبل



درخت سوسن یہی

یہ گھانس خوشبودار ہے اسمین شاخ اور پتے ہوتے ہین پھول اسکا مختلف الالوان ہوتا ہے زرد و سفید آسمان گون گزندہ ہوام کو نافع ہے خوشبو اسکی خواب خوب لاتی ہے اگر اسکو کوٹ کر دانہ اٹھانے جسم پر لگاوین تو داغ دفع ہونگے اور اگر سرکہ کے ساتھ سر پر رکھین دافع صداع ہے

اور جوشاندہ اسکا عضو سوختہ کے واسطے اور سرکہ کے ہمراہ خارش کیواسطے مفید ہے
اور اگر کوٹ کر شہد کیا تھ بھق اور جرب پر لگاوین نافع ہو اور اگر اوس سے منہ دہووین تو رنگ
چہرہ کا صاف ہو شیخ نے لکھا ہے کہ روغن سوسن آسمان گونی کا بچہ مردہ کو شکم سے دفع
کرتا ہے اور بواسیر کو نافع ہے اور اگر شکم پر لگاوین تو درد شکم کو مفید ہو اور اسیطرح جس رنگ
کی سوسن کی جڑ ہو یہی خاصیت رکھتی ہے لکھا ہے کہ اگر سوسن کو کسی برتن مین رکھین اور سر اوسکا
مضبوط بند کرین تمام سال تازہ رہتی ہے اور جب اوسکو نکالین او لا اوسکو آفتاب مین رکھین
تاکہ وہ کہل جاوے اور جڑ سوسن آسمانگونی کی ہڈی پر گوشت پیدا کرتی ہے اور خواب لاتی ہے
اور صداع کو زائل کرتی ہے

درخت سوسن



شکل درخت عنبر بیدیہ ہی

یہ گہاس خوشبودار ہوتی ہے اور گرم ہے خشک ہے اسکو خوشبو کی خبر نہیں ہے اور اسکے وجوہ سے اسکی پتی کا ضماد داغ کو بہت مفید ہے اور زیادہ گرمی کو دفع کرتا ہے شیخ نے لکہا ہے کہ جس مقام پر یہ گہاس ہوتی ہے اسکو ہوا گرم کرتی ہے اور اگر سر پر باندہا جائے تو جوان سر کی ہلاکت ہوتی ہے اور اسکا ورق ... بچہ مردہ کو رحم سے اور رحم اور کیڑوں کو دفع کرتی ہے اور ... اسکا ورد شکم کو نافع ہے

درخت بنفشہ



شکل درخت شاہترج یہ ہے

یعنی شاہترہ یہ گہاس معروف ہے نہایت تلخ ہوتی ہے شیخ نے لکہا ہے کہ پینا اسکا خارش وغیرہ کو مفید ہے اور بن دندان اور معدہ کیواسطے مقوی اور مدر بول ہے ـ

درخت شاہترہ



شکل درخت شبت یہی

یہ گہانس مشہور ہے لکہا ہے کہ اگر ایک سال زمین کو جوتکر آبپاشی کرین اور اوسمین کچہہ بودین دوسری برس تک اوس زمین مین شبت خودبخود پیدا ہوگی اسکے تخم سے تاریکی چشم پیدا ہوتی ہے شیخ نے لکہا ہے کہ شبت نیند لاتی ہے اور ضماد اسکا بواسیر کو نافع ہے اور تخم اسکا فواق امتلائی کو نافع ہے اور مادہ منی کو کم کرتا ہے اور بواسیر کو دفع حکیم بلیناس نے لکہا ہے کہ اگر کوئی شبت کو بستر کے نیچے رکہے تو خواب مین نہ ڈرے ۔

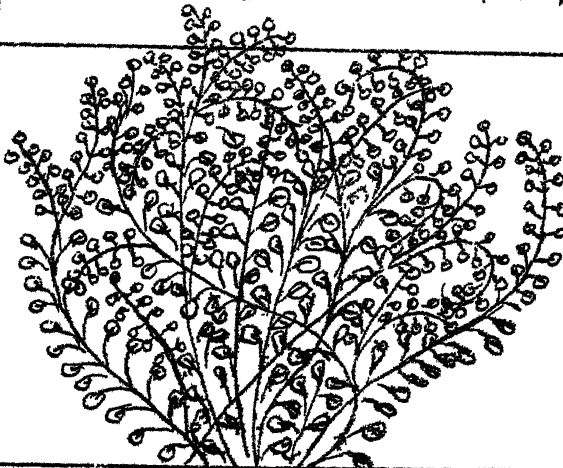
درخت شبت



شکل درخت شبرم

یہ گہاس مشہور ہی باغستانمین پیدا ہوتی ہی شاخین اوسکی باریک اور پتی اوسکی طرخونکی پتی کے مشابہ ہوتی ہی شیخ نے لکہا ہی کہ یہ گہاس قاطع مادہ منی اور مضر قوت باہ ہی اگر اس گہاس کو دودن دانتونپر رکہین باآسانی دانت گرجاوینگے دو درم اس گہاس سے زہر قاتل ہی

(درخت شبرم)



شکل درخت شجرۂ مریم یہ ہی

اسکو بخور مریم بہی کہتے ہین شیخ نے لکھا ہے کہ زکام بارد اور نزول آب چشم کو نافع ہے جڑ اسکی فواق کو مفید ہے اور اسقاط حمل کرتی ہے ۔



شکل درخت شعیر یہ ہی

یعنی جو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے روایت کی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے جو کو گیہون سے پیدا کیا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام آدم علیہ السلام کے پاس گیہون اللہ تعالی کے حکم سے لائے اور

کہا یہ وہی چیز ہے کہ اختیار کیا تونے اوسکو خدا کی جنت پر یہ رزق ہے تیرا اور تیری اولاد کا پس آدم
علیہ السلام نے لیا ایک قبضہ اوس سے اور حوا علیہ السلام نے لیا ایک قبضہ اوس سے پس جو گیہون
کہ آدم علیہ السلام نے بوئی اوس سے گیہون پیدا ہوئے اور جو گیہون کے حوا علیہ السلام نے بوئے
اوس سے جو پیدا ہوئے شیخ نے لکہا ہے کہ اگر جو کو سرکہ مین جوش کرکے طلا کرین جرب اور
نقرس کو مفید ہے اور آب شعیر سونف کے ساتہہ پستان مین دودہ زیادہ کرتا ہے ۔

درخت جو یعنی شعیر



شکل درخت شقائق النعمان یہ ہے

یعنی لالہ لکہا ہے کہ لالہ صحرائی کو زمین پیدا ہوتا تہا اہل عرب اسکو خد العذاری کہتے تہے نعمان ابن المنذر
ایک مرتبہ اوسطرف جانکلا اور کہا کہ جسنے اس مین سے پہول توڑے ہین اوسکے ہاتہہ توڑ دیں
لوگون نے نعمان کی طرف اوس لالہ کو منسوب کیا اور اس سبب سے کہ اوسکو نہایت پسند تہا

شقائق النعمان کہنے لگے یہ لالہ آفتاب کیساتھ پھرتا ہے دنکو پتے اسکے کھلے رہتے ہین اور شب کو باہم ملجاتے ہین سرمہ اسکا تاریکی چشم کو دافع ہے شیخ نے لکھا ہے کہ لالہ پوست جوز کیساتھ خضاب ہے اور جرب اور قرحت کو نافع اگر لالہ کو معہ شاخون کے جوش کرکے استعمال کرین دودھ زیادہ پیدا ہوتا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ خون حیض کو جاری کرتا ہے اور اگر اسکو ناک مین سونگہین تاریکی چشم اور تنقیہ دماغ اور بیاض عین کو نافع ہو

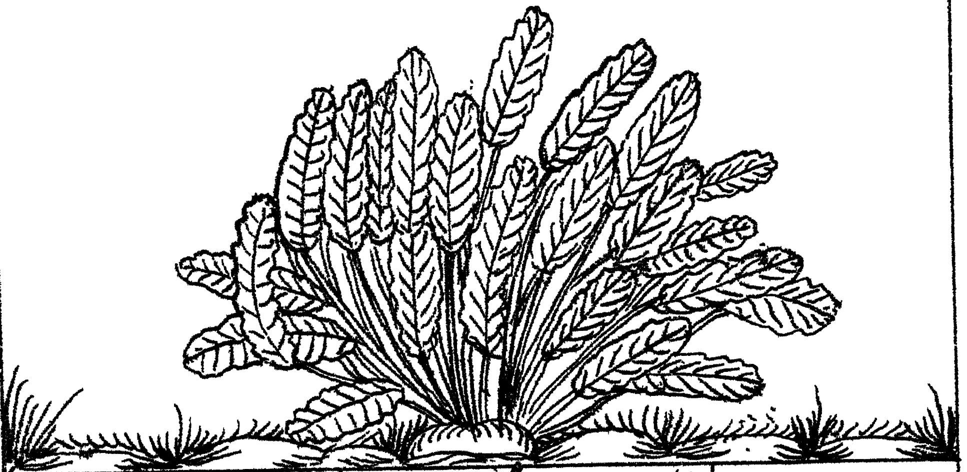


شکل درخت شلجم

لکھا ہے کہ جب تخم شلجم اور تخم کرنب پر تین سال گذرتے ہین تخم شلجم سے تخم کرنب اور تخم کرنب سے شلجم پیدا ہوتا ہے لکھا ہے کہ اگر کسی ظرف کو گھانس سے پر کرین اور اوسمین تخم شلجم بو دین اور اوپر سے

اوس مین گوبر ڈالکر زمین مین دفن کرین شلجم بقدر وسعت اوس ظرف کے پیدا ہوگا اور اگر شلجم کو پیشاب گاؤ اور آب زیتون اور خاک بلوط مین بو دین تو اوسکے درخت مین کیڑہ نہ پیدا ہوگا شلجم مطبوخ شہوت پیدا کرتا ہے اور اگر شلجم کو پکا کر نقرس پر یا شگاف پر کہ بسبب سردی کے بدن مین ہو جاتے ہین لگا دین تو نافع ہو صاحب علت انبہ کے گلو مین شلجم لٹکا دین تو نافع ہو

درخت شلجم



شکل درخت شنخاریہ ہی

اسکو خس الحمار بہی کہتے ہین پتّے اسکے جڑ سے ملے ہوتے ہین حجم جڑ اور پتّونکا بقدر یک انگشت کا ہوتا ہے اور رنگ اوسکا سیاہی مائل شیخ نے لکہا ہے کہ اگر بہق پر طلا کرین نافع ہو اگر زن حاملہ اپنے پاس رکہے اسقاط حمل کرین ضماد اسکا اورام صلبہ و نقرس اور عرق النسا کو مفید ہے ۔

درخت شنجار



شکل درخت شوکران یہہ

ویسقوریدس نے لکہاہے کہ شاخ اس گہاس کی مانند شاخ سونف کی ہوتی ہے اور پتی اسکی مثل برگ قناود کے ہوتے ہین اور پہول اسکا سفید اور تخم اسکا مثل تخم انیسون کے ہوتا ہے اکثر ملک عراق مین درمیان کانٹون کے پیدا ہوتی ہے شیخ نے لکہا ہے کہ اگر شوکران کو بعد حجامت کے جس مقام مین طلا کرین تو بال وہان پر نہ پیدا ہون گے اور اگر پستان دختر پر لگا دین تو پستان بزرگ نہ ہووین اور ضماد اسکا نقرس کو نافع ہے اور عضو منی کو بہی مفید ہے اور دافع احتلام ہے ولیکن کہانا اسکا زہر قاتل ہے ۔

درخت شوکران



شکل درخت شونیز یہ ہی

یعنی سیاہ دانہ محمد بن زکریا نے لکہا ہے کہ اگر اسکے جوشاندہ سے مکان مین قلعی کرین
تو مچہر وہان کے ہلاک ہونگے اور اگر صابون مین ملا کر چہرہ پر ملین تو چہائین دفع ہو
حکیم بلیناس نے لکہا ہے اگر سیاہ دانہ اور تلقند کو باہم ملا کر مکان مین بخور کرین تو مچہر وہان پیدا
نہ ہونگے شیخ نے لکہا ہے کہ تائیل منکوس اور بہق اور برص کو طلا اسکا نافع ہے اور کلی اسکی
درد دندان اور زکام کو مفید ہے خصوصاً چوب صنوبر کے ہمراہ اگر ابتدار آمد نزول مین
سیاہ دانہ کو روغن سوسن آسمانگونی مین ملا کر ناس لین تو نافع آمد ہو ہوام اسکے دخان سے
گریز کرتے ہین کثرت اسکی زہر قاتل ہے۔

درخت سیاہ دانہ

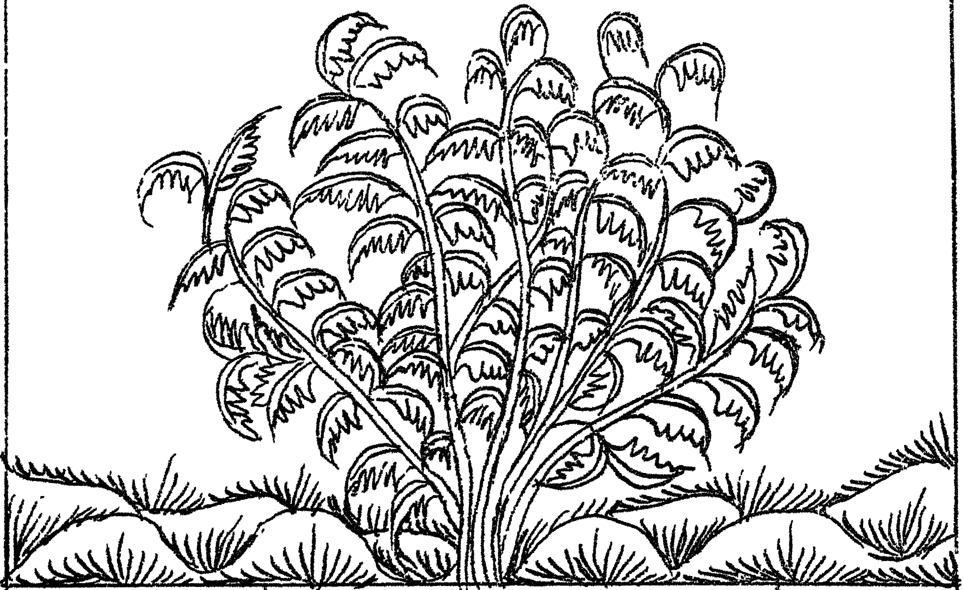


شکل درخت شیح یہ ہی

فارسی مین اسکو درمنہ ترکی کہتے ہین یہ گہانس اندر سے خالی ہوتی ہے پتی اسکی
سرو کی پتی سے مشابہ ہے شیخ نے لکہا ہے کہ درد شکم اور حب القرع کو یہ گہانس
مفید ہے اور خاک اسکی زیت کے ساتہہ دار الثعلب کو نافع اور
یہ گہانس گوشت زیادہ کرتی ہے اور برودت ناقصہ کی دافع ہی

اور گزیدہ عقرب اور تیلا کو مفید ہی۔

درخت شلیم



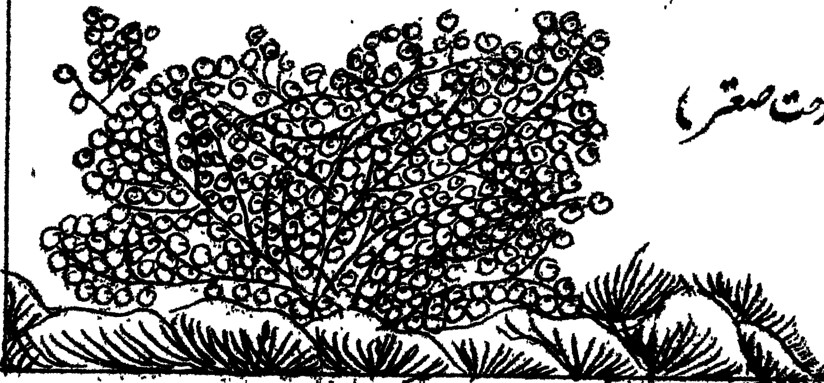
شکل درخت شلیم یہ ہے

یہ قسم گیہون کی ہے الا گیہون سے دانہ اسکا چھوٹا ہوتا ہے اسکے آٹے کو ردان کہتے ہین اگر اسکے آٹے کو خمیر کرکے اوس مقام پر رکھین کہ جہان کانٹا رہگیا ہو تو کانٹا اوس مقام سے نکل آویگا اور اگر شراب مین ملاکر حقنہ مین لگادین تو مفید ہو اور تخم کتان کے ساتھہ اورام اور خنازیر کو تحلیل کرتی ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ گھاس مسکر ہے اور دوران سر پیدا کرتی ہے



شکل درخت صعتر یہ ہو

اسکو فارسی مین کلیدارو کہتے ہین جسکو درد سر یا درد دندان ہو اگر اسکو چبا دے تو نافع ہو
اور حب القرع کو بہی مفید ہے لکہا ہے کہ خارپشت اور نیولہ کو جب بڑے سانپ کاٹتے ہین
وہ علاج اپنا صعتر بری سے کرتے ہین



شکل درخت طرخون یہ ہی

یہ گہانس مشہور ہے اگر اسکو چباوین تو ذائقہ کسی شئے کا منہ مین نہ معلوم ہوگا حتی کہ اگر کوئی شئے تلخ اوسوقت کہالیگا تو تلخی اوسکی نہ معلوم ہوگی شیخ نے لکہا ہے کہ یہ گہانس ورم حلق کو پیدا کرتی ہے اور قوت باہ کو ضعیف طرخون کوہی کی جڑ کو عاقرقرحا کہتے ہین درد دندان کو جوشاندہ اوسکا سرکہ کے ساتہہ نافع ہے اور دندان متحرک کو بہی مضبوط کرتی ہے اگر قبل نوبت تپ و لرزہ کے اسکو بدن مین ملین تو نافع ہے اور اگر عضو گزیدہ پر بہی چباکر رکہین تو بہی مفید ہے -

درخت طرخون



شکل درخت عنبران یہ ہے

فارسی مین اسکو کافور اسرم کہتے ہین یہ گہانس خوشبودار ہوتی ہے شیخ نے لکھا ہے زکام بارد کو
نافع ہے اور مجلی چشم ۔



شکل درخت عدس کی ہے

یعنی مسور لکہا ہے کہ مسور تخم کے ساتہہ بوتے ہین گے اوسکی موافقت کرتا ہے اگر چاہین کہ
مسور جلد تیار ہو لیں چاہئے کہ مسور کو سرگین آلودہ کر کے بودین شیخ نے لکہا ہے کہ مسور
آٹہ کیساتہہ اگر نقرس پر لگاوین تو نافع ہوا اور بکثرت استعمال اسکا تاریکی چشم اور جذام پیدا کرتا ہے
اور بعض نے لکہا ہے کہ اگر اسکو سرکہ کے ساتہہ جوش کر کے شقاق پر رکہین تو نافع ہوا اسکے
کہانے سے خوشی ہوتی ہے اور ریاح پیدا ہوتی ہے اور نیند آتی ہے پانی اسکا خناق

کو نافع ہے ۔

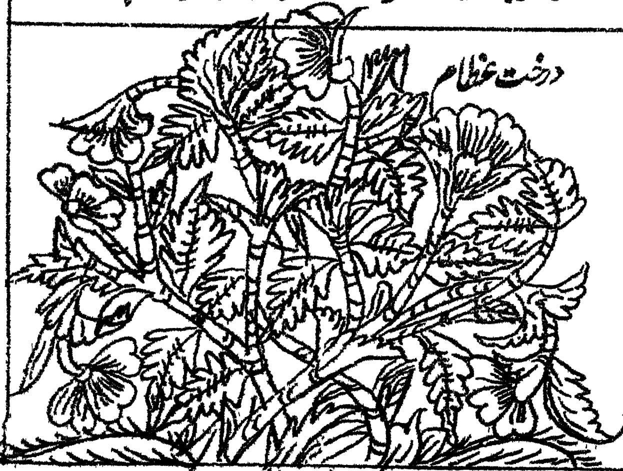
درخت منثور



شکل درخت غظام یہ ہے

عصارہ اس گھانس کا نیل ہے کلف اور بہق کو زائل کرتا ہے اور داء الثعلب کو نافع ہے اور زخموں کو اچھا کرتا ہے اور کانٹے کو جسم سے دور کرتا ہے اور شکر کے ہمراہ سرفہ اطفال کو مفید ہے مردہ کو شکم سے دفع کرتی ہے اور خون حیض کو جاری اور خون نفاس کو قطع کرتی ہے ۔

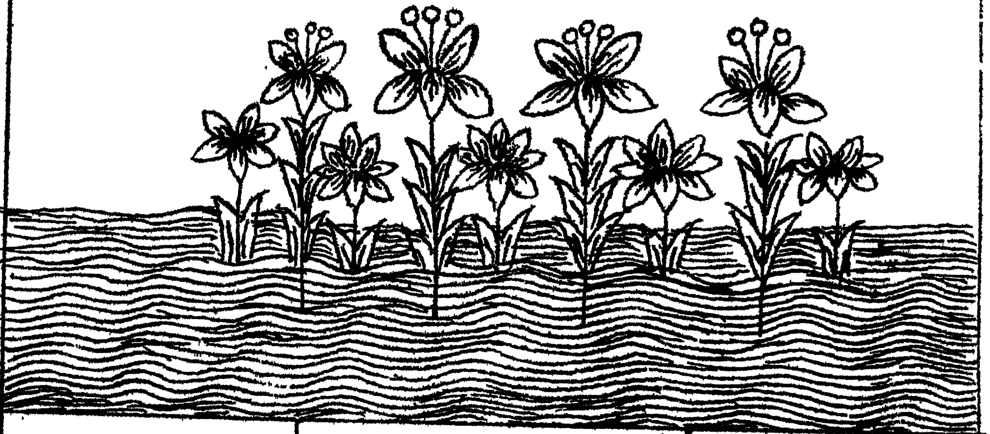
درخت غظام



شکل درخت لوف یہ ہے

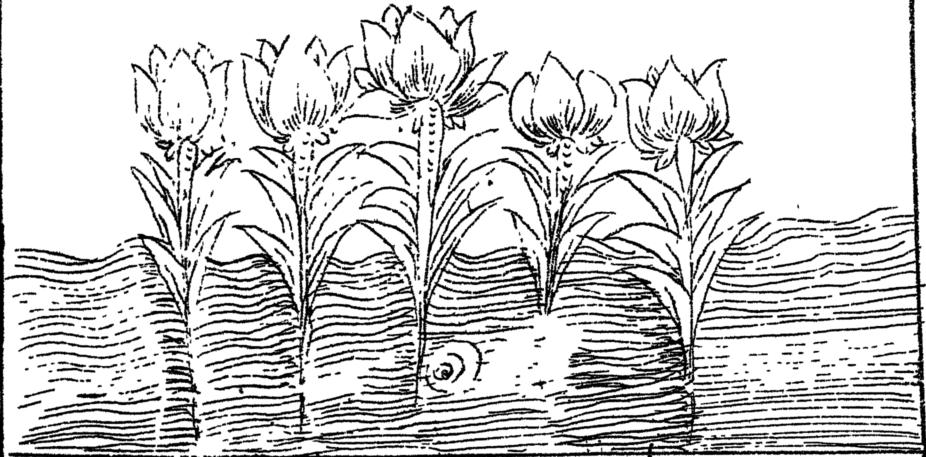
پتی اسکی زخمہائے خرابکو نافع ہے اور جڑ اسکی کلف اور بہق وغیرہ کو مفید ہے اور شہد کیتہا مقدوی باہ ہے اگر اسکو بدن پر لگاوین سانپ قریب نہ آویگا۔

درخت لوف



شکل درخت لیلوفر ہے

یہ گھانس خوشبودار ہوتی ہے شگوفہ اسکا شب کو پانی کے اندر رہتا ہے اور دن کو پانی سے اوپر نمود رہتا ہے حکیم بلیناس نے لکھا ہے اگر نیلوفر کو سایہ مین خشک کرکے جلاوین تو نہ جلیگا شیخ نے لکھا ہے کہ سونگہنا اس کا خواب لاتا ہے اور مسکن صداع حار اور قاطع شہوت ہے اور مادہ منی کو خراب کرتا ہے تخم اسکا مقوی باہ ہے اور دافع بہق اور دار الثعلب ہے۔


درخت لیلوفر

شکل درخت ماش ہی

تنبیح ذالکہا ہے قوت باہ کو مضر ہے اوضماد اسکا درد دندان کو ساکن کرتا ہے الا دندان کو ضعیف کرتا ہے


درخت ماش

شکل درخت مازریون سیاہ

اس گھانس مین زہر ہے ایک قسم اسکی بڑی ہوتی ہے اور ایک قسم چھوٹی مثل برگ زیتون
کے ہوتی ہے جسکے رنگ مین سیاہی غالب ہوتی ہے اوس مین سمیت غالب ہوتی ہے
اور سب قسمین اسکی بہق اور کلف کو مفید ہین اور کبریت کی ساتھہ سریع التاثیر ہے شیخ
نے لکھا ہے کہ اگر شراب کے ہمراہ ہوام گزیدہ تناول کرین نافع ہو اور اگر اوسکو آٹے
مین بے پانی کے مخلوط کرین اور اوسکو سگ یا موش یا خنزیر کہائے تو ہلاک ہو جائے
بقدر دو درم کے زہر قاتل ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ مچھلی بھی پانی مین اس سے ہلاک
ہوتی ہے اور حب القرع کو دفع کرتی ہے اگر ایک دو درم مستسقی کو کہلاوین اوسکو
اسہال عظیم ہوگا اور عارضہ دفع ہوگا الا یہ علاج خطرناک ہے قاضی ابو علی تنوخی نے
ایک حکایت عجیب لکھی ہے کہ ایک شخص مبتلای استسقا تھا اعزہ اوسکے اوسکو بغداد
مین علاج کیواسطے لیگئے وہان اطبا اوسکے علاج سے عاجز ہوئے بیمار کو جب امید
صحت کی نرہی لوگون سے کہا کہ مجکو مطلق العنان کردو جو چاہون تناول کرون پس وہ
مریض اپنے دروازہ پر بیٹھا اور جو دوکاندار اودہر سے نکلتا اوس سے اشیاء
ماکولات خریدا کرتا اور کہاتا اتفاقاً ایک روز ایک شخص ملخ بریان بیچتا ہوا نکلا اوسنے
بہت ملخ خرید کرکے تناول کین بعد ایک ساعت کے اوسکو اسہال شروع ہوا تین روز
تک کثرت اسہال رہی تخمیناً تین سو مرتبہ کے اجابت ہوئی بعد ازان اسہال موقوف
ہوا اور شکم کیفیت اصلی پر آگیا اور عارضہ سے صحت پائی بعض اطبا نے اوس سے دریافت
علاج کیا اوسنے کیفیت ملخ خوری کیا بیان کی طبیب نے کہا کہ مین مشتاق ملاقات ملخ

فروش ہوا جب اوس سے ملاقات ہوئی طبیب نے پوچہا کہ تونے شکار ملخ کو صحرا
مین کیا تہا اوسنے نام اوس صحرا کا بیان کیا طبیب اوسکے ہمراہ اوس صحرا کو گیا دیکہا
کہ اوس زمین مین مارزیون لگی ہے اپنے نزدیک تشخیص کیا کہ ملخ کے کہانیسے کچہہ قوت
مارزیون کی ضعیف ہوئی بعد ازان پختہ ہونے سے اور ضعیف ہوئی اور شافی مطلق کو
اس مریض کی صحت منظور تہی اوسکے واسطے یہ تدبیر فرمائی ۔

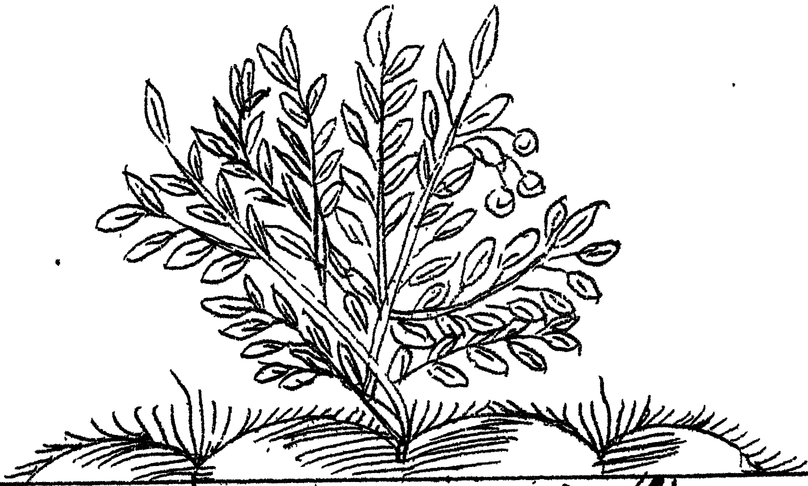


شکل درخت ماہودانہ یہ ہے

اسکو حب الملوک بہی کہتے ہین پتی اسکی مثل چہوٹی مچہلی کے ہوتی ہے پہل اوسکے ایک خوشہ مین تین
ہوتے ہین رنگ اوسکا سیاہ ہوتا ہے نقرس اور استسقا و درد مفاصل اور عرق النسا اور قولنج
کو نافع ہے اگر اوسکے پہل کو ماکیان ضعیف کو ساتہہ پکاکر شوربا اوسکا تناول کرین اسہال پیدا

ہووے او مادہ صفرا اور بلغم دفع ہو۔

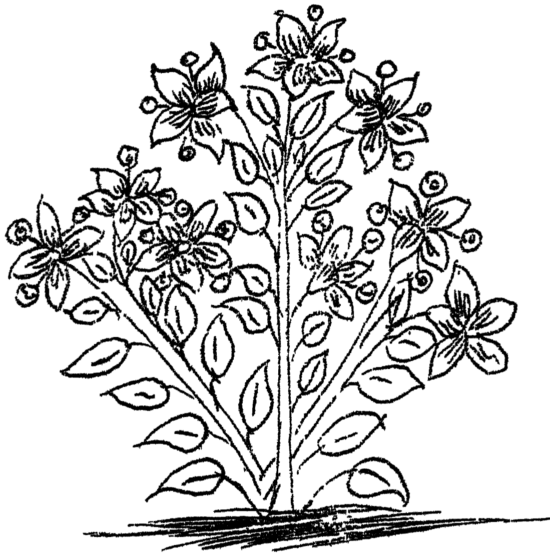
درخت ماہودانہ



شکل درخت ماہیزہرج یہ ہے

شاخ اس گہانس کی باریک ہوتی ہے اور پتی اسکی مانند ترخون کے او درخت اسکا مثل
درخت شب رم کے اور رنگ اسکا زرد مائل بہ تیرگی ہوتا ہے یہ گہانس بہی زہر
دار ہے اگر اس گہانس کو کسی حوض مین ڈالدین مچھلیان اوسکی
مست ہوکر پانی کے اوپر نکل آوے گی وجع مفاصل اور عرق النسا
اور نقرس کو نافع ہے۔

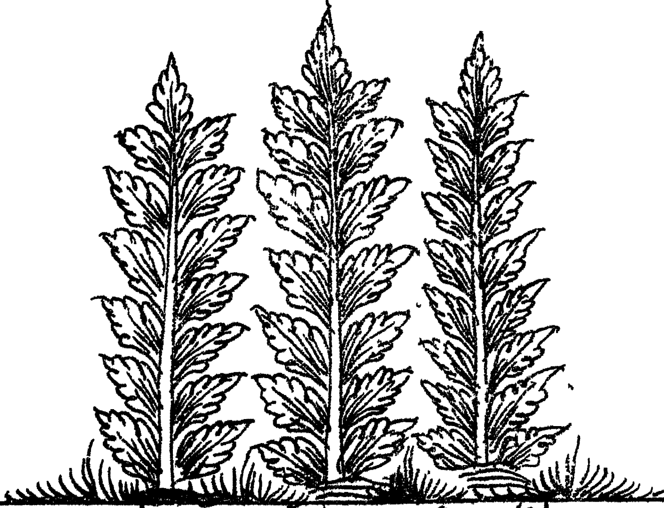
درخت مابین مرچ



شکل درخت مرزنجوش یہ ہے

یہ گہاس مشہور ہے خوشبودار ہوتی ہے شیخ نے لکہا ہے کہ صداع اور شقیقہ کو نافع
ہے اور جوشاندہ اسکا استسقا اور عسر البول کو مفید ہے اور سرکہ کے ساتہہ اگر زنبور
گزیدہ کو ایک درم پلادیں تو درد موقوف ہو اور روغن اسکا فالج کو سودمند ہے اور
مرزنجوش خشک شہد کے ساتہہ اگر آثار زخم پر لگادیں تو مفید ہے ۔

درخت مرزنجوش



شکل درخت ناردین یہ ہی

اسکو سنبل رومی کہتے ہین یہی اسکی مثل برگ عصفر کے ہوتی ہے اور شاخین اوسکی زرد رنگ اور ہموار ہوتی ہی اسمین ساق اور پہل اور پہول نہین ہوتا ہے اگر سرمہ مین ملا کر آنکہہ مین لگاوین پلکین پیدا ہونگی اور اگر تناول کرین ادرار بول اور حیض ہو اور بقدر ایک درم کے فالج اور لقوہ کو نافع ہی



(درخت ناردین)

شکل درخت تانخواہ یہ ہی

یعنی اجوائن یہ گہانس مشہور ہے لکہا ہی کہ یہ گہانس چار مہینے تازی رہتی ہی اور آٹہ مہینہ خشک جو شخص اسکے کہانے پر مداومت کرے خون اوسکے بدن مین بہت پیدا ہوگا اگر بکریونکو چارپایونکو یہ گہانس کہلاوین تو نر اونکو بہت قوی ہونگے اور مادہ اونکے بچہ بہت جنینگی اور دودہ اور بال اونکے زیادہ ہونگے اور جون اونکے بدن مین نہ پیدا ہوگی اور اگر درخت خرمہ کے نیچے نانخواہ لگادین تو درخت خرمہ کا پاک و صاف ہوگا اور ہوام گزیدہ کو نافع ہے حکیم بلیناس نے لکہا ہے کہ نانخواہ کو اکثر دیکہنا رنگ کو زرد کرتا ہی شیخ نے لکہا ہے کہ نانخواہ برص اور بہق کو مفید ہے اور شہد کے ہمراہ اگر موضع خون جاری پر ضماد کرین نافع ہو اور جوشاندہ اسکا عقرب گزیدہ کو سودمند ہے اگر تخم اوسکے پانی سے دہو دہو کر پینا اور اسکا ہوام گزیدہ کو مفید ہے ۔

درخت اجوائن



شکل درخت نرجس ہے

یعنی نرگس حدیث شریف مین آیا ہے کہ ہر شخص کے سینہ اور دل کے درمیان مین ایک شاخ ہوتی ہے برص یا جذام یا دیوانگی سے ہمین دفع ہوتی ہی وہ شاخ مگر نرگس کے سونگھنے سے پس چاہیے کہ نرگس سونگہین اگرچہ سال مین ایک مرتبہ ہو سکے حکیم جالینوس نے لکھا ہی کہ جسکے پاس دو روٹی ہون چاہیے کہ ایک روٹی کے عوض مین نرگس خرید کرین اور ایک روٹی تناول کرے اسلئے کہ روٹی غذائے تن ہی اور نرگس غذائے روح ہے لکھا ہی کہ جو شخص نرگس کو بضرب شدید تراشے یا اوسمین دو خار زور سے چبہوئے بعد ازان اسکو بووے تو نرگس دو چندان پیدا ہوگی لکھا ہی کہ اگر کسی شخص کی نظر مجامعت کے وقت نرگس پر پڑے تو شہوت اوسکی بستہ ہوگی اگر کوئی شخص بصل نرگس کو اور چشم ضفدع کو اوس وقت کپڑے مین باندہے کہ طلوع جوزا ہو اور جوزا اوسکا ناظر ہو بعد اوس کپڑے کو اگر عورت خفتہ کے سینہ پر رکہین تو وہ عورت اپنا حال مخفی حالت خواب مین بیان کر دیگی اگر نرگس کی جڑ کو زخم پر رکہین وہ زخم دونو جانب سے ملجاویگا اور گوشت اوسپر پیدا ہوگا اور ضماد اوسکا داء الثعلب کو مفید ہے شیخ نے لکھا ہے کہ بصل نرگس غار وغیرہ کو عضو سے دفع کرتی ہے اور شہد اور آرد شیلم کے ساتھ زیادہ تر سریع التاثیر ہے پہول اسکا کلف اور بہق کو دفع کرتا ہے اور صداع کو بھی مفید ہی اور اوسکے کہانے سے قی آتی ہے اگر چار درم نرگس شہد کے ہمراہ عورت حاملہ کہاے بچہ اوسکے شکم سے خروج کرے خواہ زندہ ہو یا مردہ

درخت نرگس



شکل درخت نسترن یہ ہو

فارسی مین اسکو نسترن کہتے ہین یہ گہانس صحرائی اور بستانی ہوتی ہے شیخ نے لکہا ہو کہ یہ گہانس کان کے کیڑونکو دفع کرتی ہے اگر بستانی ہو اور مسکن درد دندان ہے اور صحرائی صداع کو مفید ہو اگر طلا کرین اگر اسکو تناول کرکے قی کرین خواق کو نافع ہو۔

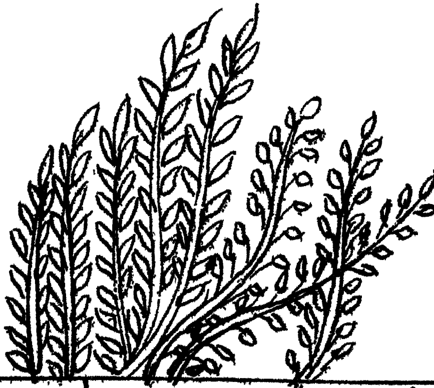


(درخت نسترن)

شکل درخت لغناع یہ ہی

یعنی پودینہ شیخ نے لکھا ہے کہ یہ گہانس مقوی معدہ اور مسکن ہچکی اور مبہی ہے اور شکم کے کیڑے اس گہانس سے ہلاک ہو جاتے ہین اگر عورت قبل جماع کے اسکو اندر فرج کے رکہے تو وہ عورت حاملہ نہوگی اور ضماد اسکا دافع صداع ہے اور اگر گزیدہ سگ پر لگاوین نافع ہو عصارہ اسکا سرکہ کے ہمراہ سیلان دم کو مفید ہے اور آب انار کے ساتہہ ہیضہ کو مفید ہے ــ

درخت پودینہ



شکل درخت ہلیون یہ ہی

شیخ نے لکھا ہے کہ اگر اسکی بیج جوش کرکے تناول کرین درد پشت اور عرق النسا اور قولنج ریحی کو نافع ہو اور اسکی جڑ کا جوشاندہ عسر البول اور عسر الحمل کو نافع ہے

اور بہی ہے اور شراب کے ساتہہ جو شانندہ اسکا گزیدہ رتیلا کو مفید ہے اور تخم اسکا درد دندان کو نافع ہے اگر عورت اسکو فرج کے اندر رکہے اور ادرار بول اور حیض کو نافع ہو مصنف کتاب نے ایک حکایت عجیب لکہی ہے کہ کوہستان ازبل مین ایک مقام مبنت ہلیون ہے حاکم وہان کا ہر سال ہلیون کی شراب تیار کرا و تحایف کو ساتہہ بادشاہ کو بہیجتا ایک مرتبہ کسی قافلہ کے ساتہہ اوسنے شراب باحتیاط تمام روانہ کی اثنائے راہ مین وہ قافلہ لٹ گیا اسباب غارت مین ڈاکہ زنون نے صندوق شراب کے دیکہے گمان کیا کہ شہد ہے بخوشی اوسکو نوش کیا معًا اونکو اسہال شروع ہوا کثرت اسہال سے طاقت حس و حرکت کی منقطع ہوئی کوئی مسافر اوسکے طرف سے گذرا اونکا یہ حال دیکہکر شاہ ازبل کے پاس حاضر ہوا اور اونکی کیفیت بیان کی بادشاہ نے اونکو طلب کیا وہ سب مثل مردہ کے حاضر کئے گئے خلقت اونکو گرد جمع ہوئی اور اونکو دیکہکر خندہ کرتی تہی اور کہتی تہی کہ یہ سب ہلیون کے نشہ سے بدمست ہین الحاصل اون سبکو شفاخانہ مین رکہا بعض مر گئے اور بعض زندہ رہے حاکم نے اونکو رہا کیا اور کہا کہ ان کی یہی سزا تہی۔



(درخت ہلیون)

شکل درخت ہند بایہ ہو

یعنی کاسنی یہ گہانس تلخ ہے اوسکے دو قسمین ہین بری اور بستانی پتی کاسنی بستانی کی عریض ہوتی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ اسکی ہر پتی مین ایک قطرہ ہے آب جنت سے شیخ نے لکہا ہے کہ مرہم اسکا رمد حار اور نقرس کو نافع ہے کاسنی بری کا سرمہ بیاض چشم کو مفید ہے اور اسکی جڑ کا ضماد مار گزیدہ اور زنبور گزیدہ اور ابرص اور صاحب تپ رابع کو مفید ہے -

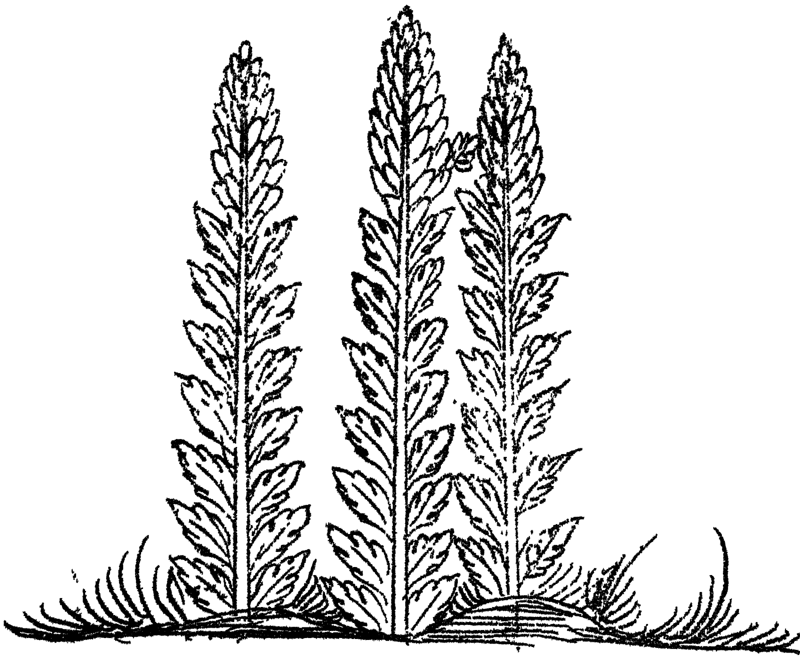
درخت کاسنی



شکل درخت ورس ہو

یہ گھانس ایک سال بونے سے بیس برس تک پیدا ہوتی ہے دانہ اسکا تلخ سنگ کے مشابہ ہے خوشہ اسکا ہفت ہوتا ہے غلاف اسکا شق ہوجاتا ہے اور دانے ایسکے منتشر ہوجاتے ہیں یہ گھانس کلف اور بہق کو نافع ہے اگر طلا کریں اور پینا اسکا پتھری اور سنگ مثانہ کو مفید ہے۔

درخت ورس



	شکل درخت وسون یہ ہے	

شیخ نے لکھا ہے کہ یہہ گھاس کلف کو نافع ہے اور جالینوس نے لکھا ہے کہ گزیدہ سگ دیوانہ کو مفید ہے

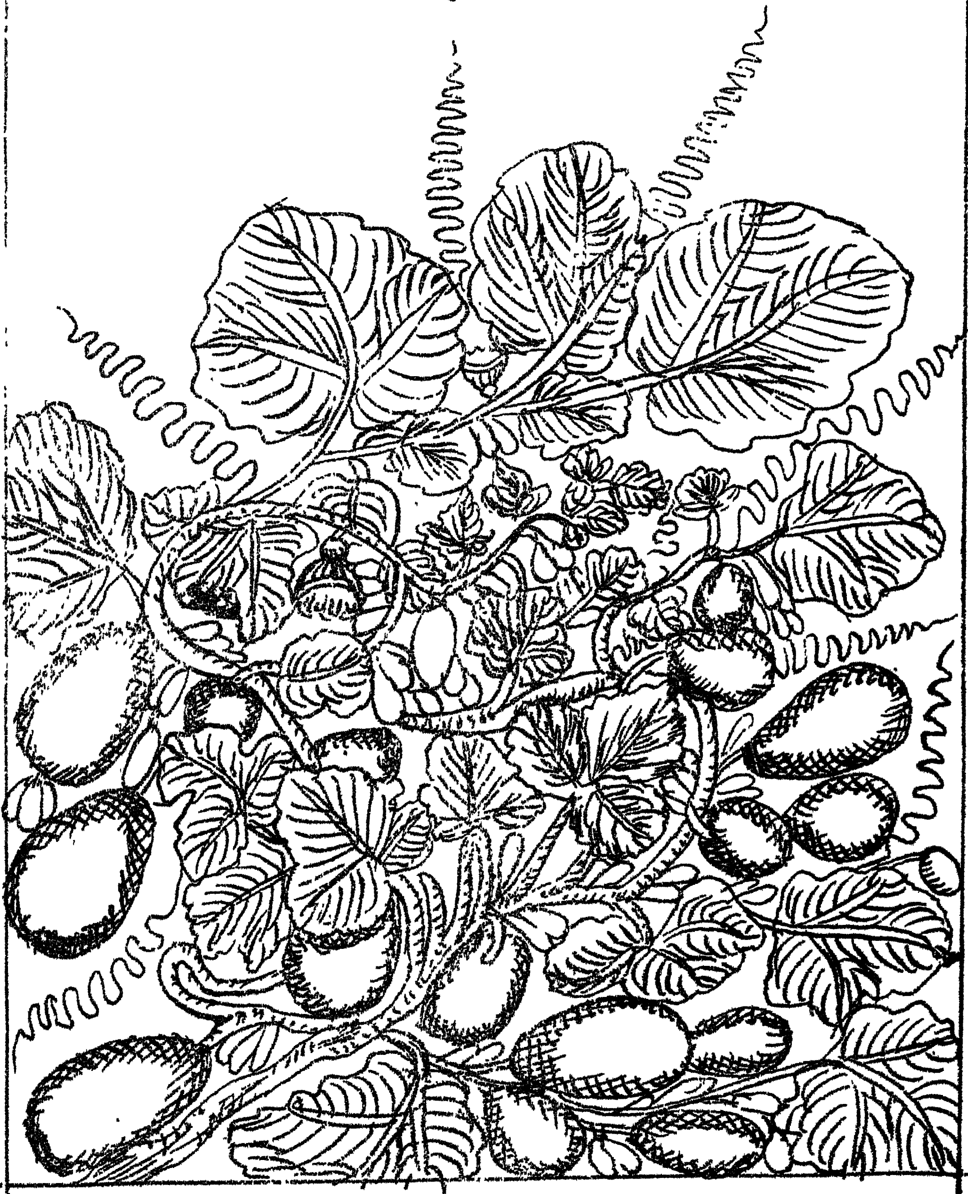
درخت وسون

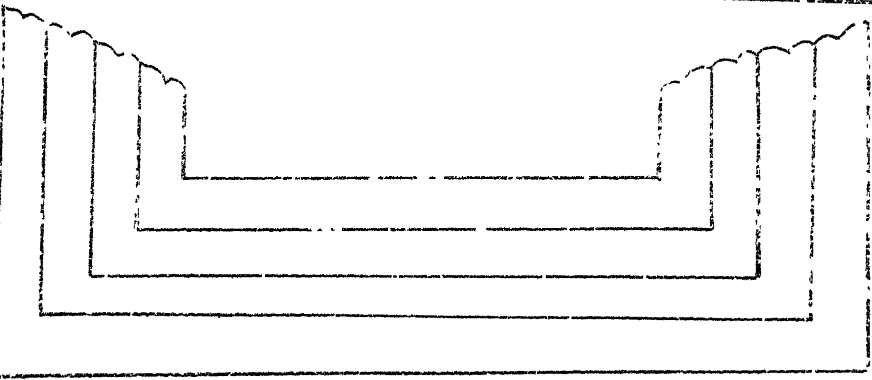


نشکل درخت یقطین یہ ہے

اسکو قرع بھی کہتے ہین اور فارسی مین اسکو کدو کہتے ہین شیخ نے لکھا ہے کہ اگر تخم اسکا بونے کے وقت معکوس رکھین توکدو بڑا پیدا ہوگا جیسا کہ بیان اسکا سابقا ہو چکا ہے اگر تخم اسکا شہد اور شیر مین تر کرکے بودین توکدو شیرین ہوگا حضرت علے کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے جب لوگ کہانا پکانا چاہین چاہیے کہ کدو اوس مین زیادہ پکادین اس لیے کہ وہ مسکن قلب اور دافع حزن ہے اور ایک خاصیت اوس کی یہ ہے کہ اس کے درخت پر مکھی نہین آتی ہے چنانچہ جب حضرت یونس نبینا وعلیہ السلام بطن ماہی سے نکلے اللہ پاک نے درخت کدو وہان پر پیدا کیا تاکہ مکھی وہان پر نہ آوے اس واسطے کہ جسم مبارک آپ کا مثل گوشت پختہ کے ہو گیا تھا بسبب حرارت ماہی کے للہ الحمد کہ بیان نباتات ختم ہوا۔

بفضلہ وکرمہ واللہ اعلم بالصواب


درخت کدو



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

خدا کا کلام پاک جو اُسکے سچے رسول عربی پر نازل ہوا اُسکی ایک آیت ۔ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُہَا بَیْنَ النَّاسِ ۔ سچ ہے جب آج کل چین والے اہل یورپ کے مقابلہ مین چاہے جس قدر گرے ہوے ہون مگر تمام مورخ بالاتفاق اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ بہت سی کارآمد موجودہ اشیا کے موجد و ظاہر کرنیوالے چینی ہی ہین ۔

چینیون کی تمام صنعت و ایجاد وغیرہ کا حال لکھنا تو محال ہے مگر ایک بوٹی یعنی چاے کا کچھہ ذکر کرتا ہون جس کے فوائد دنیا مین سب سے پہلے اُنہون نے ہی ظاہر کئے ۔

چونکہ ۲۰ بیس برس پہلے فرض کرو چاے کے پینے والے ہمارے ملک مین فیصدی دس تھے تو اب بیس بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگئے ہین اور یہ ترقی اسکے فوائد کے سبب سے نہین بلکہ ایک دوسرے کی تقلید ۔ اور خاصکر اسوجہ سے ہوئی ہے کہ ہماری حکمران قوم مین اسکا رواج ہے یعنی جو بات حاکم وقت کو پسند ہوتی ہے اُسکو خواہ پہلے کوئی نفرت کی نگاہون سے بھی دیکھے مگر رفتہ رفتہ سب اُسکو دل و جان سے پسند کرنے لگتے ہین ۔

جبکہ اسکا رواج بڑھتا جاتا ہے اور ہر کوئی یہ نہین جانتا کہ یہ کیا شئے ہے اور کس طریقہ سے استعمال کرنا بہتر ہے اور اسکا فائدہ و ضرر کیا ہے تو یقین ہے کہ ناظرین کو جس مین چاے کا مفصل بیان ہے ضرور دلچسپی سے پڑھینگے ۔

باب اول۔ چاء کا بیان

بہ نسبت کافی وکوکو کے چاء کا ہمارے ملک مین زیادہ استعمال ہوتا ہے لہذا پہلے باب مین اسی کا مفصل ذکر کیا جاتا ہے۔

صرف چائے کے نام

چین کے اکثر اضلاع مین اسکا صحیح نام چائے ہی ہو مگر بعض پرگنون مین ٹائے بولتے ہین۔ چنانچہ چونکہ ابتدا مین اہل فرنگ کی تجارت انہین پرگنون کے باشندون سے ہوئی تہی بدینوجہ انگریزی مین ٹی (TEA) کے نام سے مشہور ہوئی اور یورپ کے تمام ملکون مین تہوڑے تغیر کے ساتہہ یہی لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ لاطن مین تھی کہتے ہین اہل عرب نے چ کو ص سے بدلکر صا نام رکہا لیکن عام طور پر چائے کے لیے شا کا لفظ عرب مین استعمال کیا جاتا ہے۔

چائے کے دریافت ہونیکا حال

چونکہ بہت قدیم زمانے مین اسکا حال کسی کو معلوم نہ تہا بدینوجہ یونانیون ومصریون نے تو اسکی بابت کچہہ نہین لکہا مگر مسلمانون نے چائے کی دریافت ہونے کی بابت کئی دلچسپ حکایات لکہی ہین۔ اگرچہ زمانہ حال کے محقق اُن کے بیان کو پایۂ اعتبار سے گراہوا سمجہتے ہین لیکن ممکن ہو کہ کچہہ اُسکا وجود بہی ہو اور وہ یہ ہین۔

حسین بن اسحاق لکہتے ہین کہ چین کے پادشاہ نے اپنے کسی خواص کو بوجہ ناراضی ملک بدر کردیا اور آبادی مین پناہ دینے والا اُسے کوئی نہ ملا تو وہ جنگلون اور پہاڑون مین آوارہ پہرتا اور بناس پتی کہا کر زندگی بسر کرتا تہا حتیٰ کہ آوارہ گردی کی تکلیف اور معمولی غذا نہ ملنے سے چہرہ زرد جسم لاغر اعضا کمزور ہوگئے۔ ایک روز بہوک نے ستایا اور ایک پہاڑی گہاس کو کہایا تو کچہہ تازگی معلوم ہوئی۔ تہوڑی مدت تک اسکو کہاتا رہا جس سے اُسکی کمزوری ولاغری جاتی رہی۔ قوت وتوانائی آگئی بلکہ رنگ وروغن نکل آیا۔ جب اُس معتوب شاہی نے اپنے یہ حالات دیکہے تو شہر مین آکر پادشاہ کے ایک مصاحب سے ذکر کیا۔ اُس نے پادشاہ کے حضور تک اس بات کو پہنچایا پادشاہ نے اُس معتوب کا حال سنکر اطبا کو اُس گہاس کے لانے وتجربہ کرنیکا حکم دیا جب تجربہ ہوا اسکے فوائد ظاہر

ہوئے تو رواج شروع ہو گیا۔

دوسری روایت یون ہی کہ ختا کے ملک مین کسی گروہ نے بطریق سیر جنگل مین جا کر کھانا پکایا اور ایک درخت کی شاخ سے جب توڑ کر اُس سے کھانے کو ڈھنک کر اپنے کام مین مشغول ہوئے تھوڑی دیر مین فارغ ہو کر کھانا تناول کرنا چاہا اور شاخ درخت کو اُٹھا کر دیکھا تو کھانا اصلی حالت سے متغیر یعنی نہایت گلا ہوا اور نرم معلوم ہوا۔ یہ حال شہر مین آکر اطبا سے بیان کیا۔ اُنھون نے قیاس سے سمجھا کہ اس درخت کے پتے ہاضم طعام ہونگے۔ اور پھر تجربے سے ویسا ہی پایا۔

ایک کتاب مین یون لکھا ہوا دیکھا کہ کوئی عابد تمام رات خدا کی عبادت مین مصروف رہتا تھا اگرچہ کہتے ہین کہ نیند سولی پر بھی آجاتی ہی۔ باوجود غایت ذوق و شوق یاد الٰہی کے نیند غالب ہونے سے عابد کی آنکھین بند ہو جاتی تھین۔ آخر اُسکو خیال ہوا کہ انسان کیسا نا چیز ہے جو نیند کو بھی قابو مین نہین رکھ سکتا۔ اور غصے مین آکر اپنی آنکھین نکالکر زمین پر پھینکدین عابد کی یہ صدق دلی دیکھکر کسی دیوتا نے آنکھون مذکور سے چائے کا پودا پیدا کیا جسکے دندانہ دار پتے آنکھون کے پردے و پلکون کے مشابہ ہوتے ہین اور قابلیت یہ ہی کہ اسکے پینے سے نیند نہین آتی۔

حکایات مذکور صحیح ہون یا غلط یا اُن مین کچھہ اختلاف ہو مگر اسمین شک نہین کہ چائے کا حال سب سے پہلے اہل چین نے معلوم کیا کیونکہ سابق کی کتابون مین لکھا ہی کہ ملک چین مین ایک جنگل ہی جہان چائے پیدا ہوتی ہی اور اُسکی خرید و فروخت شاہی اجازت بغیر نہین ہو سکتی۔

ابو ریحان کا قول ہی کہ چائے چین مین ہوتی ہی۔ وہان سے سوداگر تبت مین لیجاتے ہین اور تبتی جو کثرت سے شراب خوار ہین وہ چائے سے بہتر کسی شئے کو دافع مضرت شراب نہین جانتے اور چائے کی عوض مین مشک دیتے ہین جو اُن کے ملک مین پیدا ہوتا ہے۔

زمانۂ سابق مین چین کے بادشاہ اعلیٰ قسم کی چائے جو خاص اُنکو ہی میسر ہوتی تھی ممالک غیر کے بادشاہون کو بطور تحفے کے بھیجتے تھے چنانچہ نقل ہی کہ ایک دفعہ چین کے بادشاہ نے ہند کے کسی بادشاہ کو منجملہ دیگر تحائف کے تھوڑی چائے بھی بھیجی۔ جب ہند کے بادشاہ نے اُس تحفے کو بنظر حقارت دیکھا تو سفیر چین نے کہا کہ گو یہ شئے قلیل ہے مگر گران بہا و کثیر الفوائد ہونے کے سبب بے عدیل ہی اور ایک دو پتے سے زیادہ استعمال نہین کیجاتی۔ اپنے کلام کی تصدیق کے لیے ایک ران گوشت خام منگوا کر کوٹ کر برتن مین رکھکر تین چار پتے چائے کے اُسمین ڈالکر

سرپوش ڈھک کر رکھدیا اور چار پانچ ساعت بعد کھولکر دیکھلایا تو بغیر آگ کے گوشت بالکل گل گیا تھا مجھکو سننا اور نام تو معلوم نہین ہوا اور نہ کسی کتاب مین اپنی آنکھون سے دیکھا مگر متواتر کئی آدمیون سے سُنا کہ کسی زمانے مین بادشاہِ فرنگ کے پاس چین سے چائے پہنچی تو وہان کوئی نہین جانتا تھا کہ یہ کس کام کی شئے ہی مگر بعد قیل و قال ثابت ہوا کہ کھانے کی چیز ہے اور شاہی باورچی کو دیگئی تو اُس نے پانی مین جوش دیکر پانی کو پھینکدیا اور پتے طشتری مین رکھکر حاضر کیے۔

حکایت مذکورہ مین چاہے جسقدر مبالغہ ہو مگر اُن سی اور یورپ مین وطن نام مشہور ہونیکی وجہ تسمیہ جو لکھی گئی اُس سے و دیگر روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے اسکا حال چینیون نے ہی ظاہر کیا۔

اگرچہ چین کے علاوہ جاوا جاپان کشمیر امریکا آسام کامرو وغیرہ مین بھی چائے کے درخت خودرو دیکھے گئے لیکن یہ سب بعد کی تحقیقات معلوم ہوتی ہے۔

حقیقت مین سب سے پہلے چائے کے فوائد دریافت کرنے کا اعزاز پانے کے مستحق چین والے ہی ہین۔

چائے کے رائج ہونیکا حال۔

یہ ظاہر ہے کہ چین والے مفید سمجھکر چائے کا استعمال کرنے لگے تو رفتہ رفتہ قرب و جوار کے ملکون مین رواج ہوا اور سیاح و تاجرون نے اپنے اپنے مقامات مین لیجاکر رائج کیا۔ چنانچہ یورپ و امریکہ والون کی چین کے ساتھ تجارت ہونے کا حال جو تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے اُس کا نہایت مختصر ذکر یہ ہے۔

سنہ ۱۵۱۶ء مین پرتگیز والون نے اہل چین سے تجارت شروع کی اور غالباً جب سے ہی وے اپنے وطن کو چائے لیجانے لگے ہونگے۔

ملکہ الزبیتھ کے زمانے مین سنہ ۱۶۱۵ء سے انگلستان کے جہاز چین کو جانے اور منجملہ دیگر اشیا کے زیادہ تر چائے وہان سے لانے لگے حتےٰ کہ سنہ ۱۸۴۲ء مین جو لڑائی ہمارے بہادر حکام اور چین والون سے ہوئی اور چینی بزدلی و دغابازی سے بار بار شکست پاکر صلح کے خواہان اور موقع سمجھکر آمادہ پیکار ہوتے تھے تو جناب کپتان الیٹ صاحب سفیر انگلستان ایام امن کے درمیان چائے کی خریداری مین بدل و جان مصروف ہوتے تھے اور آخرالامر جب انگریزون کی فوج ظفر موج دارالسلطنت چین کے قریب پہنچ گئی اور چینیون نے عاجز آکر

صلح کی تو منجملہ دیگر شرائط کے شہر فوچو مین تجارت کے لئے جانے اور وہان رہنے کی شرط اسی وجہ سے تھی کہ وہان سیاہ چائے بافراط پیدا ہوتی ہے۔

سنہ ۱۶۰۲ء مین ولندیز نے چین سے تجارت کی بنیاد ڈالی اور اُنکی اشیار تجارت مین چائے ضرور ہوگی۔

سنہ ۱۶۰۸ء سے بھی پہلے سے روس کے سوداگر چین مین پوستین وغیرہ لاتے اور وہان سے ریشم کے تھان و چائے وغیرہ لیجاتے ہین سنہ ۱۸۴۲ء مین معلوم ہوا تھا کہ ساٹ کروڑ بیس لاکھ پونڈ چائے ہرسال روس کو جاتی ہے اور وہان سرخی مائل چائے کی زیادہ مانگ ہے۔

سنہ ۱۶۶۵ء سے فرانس والون کی آمد و رفت چین مین ہوئی ہے۔

سنہ ۱۷۸۶ء سے امریکا والے چین مین آنے جانے لگے ہین۔ بوناپارٹ شہنشاہ فرانس کی زمانے مین ولندیز کے جہازون کو چین مین آنے کی ممانعت تھی تو امریکا کے سوداگر ہی چین سے چائے لیجاکر اُن کے ملک مین پہنچاتے تھے۔

الغرض جہان کے پادشاہ کا باورچی چائے کا بنانا نہین جانتا تھا وہان کے باشندے رفتہ رفتہ ایسے عادی ہوگئے کہ انگلستان و امریکا و ہندوستان کی چائے جو وہان خرچ ہوتی ہے اُس کے علاوہ ابتک چین سے یورپ و امریکہ کو بکثرت چائے جاتی ہے۔

سنین حال کی رپورٹ تو میری نظر سے نہین گذری مگر تاریخ کی ایک کتاب سے معلوم ہوا کہ سنہ ۱۸۴۰ء تک پانچ لاکھ ستائیس ہزار من چائے کانٹن سے فرنگستان کو ہرسال جاتی تھی اور سنہ ۱۸۴۰ء سے سنہ ۱۸۴۴ء تک چین سے جو چائے کی روانگی ہوئی اُس کی تفصیل یہ تھی۔

سنہ ۱۸۴۰ء مین ۱۶ کروڑ ۴۴ لاکھ ۳۵ ہزار پونڈ	سنہ ۱۸۴۱ء مین ۱۶ کروڑ ۳۰ لاکھ ۷۵ ہزار پونڈ
سنہ ۱۸۴۲ء مین ۱۶ کروڑ ۲ لاکھ ۸۶ ہزار پونڈ	سنہ ۱۸۴۳ء مین ۱۴ کروڑ ۹۱ لاکھ یک ہزار پونڈ
سنہ ۱۸۴۴ء مین ۷ کروڑ ۷۵ لاکھ ۱۴ ہزار پونڈ	سنہ ۱۸۴۳–۴۴ء مین ۱۵ کروڑ ۱۱ لاکھ ۴۴ ہزار پونڈ

عرصہ ہوا کہ جب کسی اخبار مین ایک حکایت مین نے دیکھی تھی چونکہ اُس سے بھی یورپ مین کی چائے نوشی کا حال معلوم ہوتا ہے لہذا اُسکا یہان لکھنا لطف سے خالی نہوگا اور وہ یون ہے کہ جب ہندوستان [illegible]

کی ململ داور وکی دریائی وغیرہ انگلستان مین بکثرت جانے اور وہان اُس کی قدر ہونے سے منچسٹر کے جولاہے بھوکے مرنے لگے تو اُن مین سے چند الٹ آدمیون نے اپنی قوم کی بہبود اس غرض سے کی کہ متفق ہوکر ترقی و فارغ البالی کی تدبیر نکالین مگر اختلاف راے سے کچھ نیک نتیجہ نہ نکلا تو کئی آدمی جو اس کمیٹی کے بانی تھے انھون نے یہ سوچا کہ ہمارے پاس اسقدر سرمایہ تو ہے نہین کہ کپڑے وغیرہ کا بڑا کارخانہ جاری کر سکین لیکن تھوڑا روپیہ جو ہم اُسکی چاے و مصری تھوک فروشون سے لائین اور ایک آدمی دکان پر بیٹھکر متفرق طور پر فروخت کرے اور ہم لوگ خاصکر اُسی دکان سے خریدین۔ چونکہ اُسی زمانہ مین عام و خاص چاے پینے لگے تھے تھوڑے دنون مین ہی اس چھوٹے سے کام مین بڑا فائدہ معلوم ہوا۔ اور بہت آدمی اسمین شامل ہونے لگے۔ جب سرمایہ کافی ہوگیا تو کپڑے کی کلین وغیرہ جاری کین۔ چنانچہ اب منچسٹر کا کارخانہ تمام ملکون مین اسقدر مشہور ہو کہ بیان کرنے کی حاجت نہین۔

اس قصے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو کہ بیسوین برس کا عرصہ ہوا جب یورپ مین لوگون کو چاے پینے کا ایسا شوق ہوگیا تھا کہ چاے کی مختصر دکان مین منافع کثیر ہوا اُسکے بعد تو روز بروز اور بھی زیادہ رواج ہوتا گیا حتے کہ یورپ و امریکا کے امیر و غریب خاص و عام تمام آدمی چاے کو جزو غذا اور نہایت ضروری شئے سمجھنے لگے بلکہ اسقدر افراط ہونے لگی کہ اب ڈاکٹرون کو کثرت استعمال کے نقصانون پر کہنا اور لکھنا ضرور ہوا۔

یورپ و امریکا مین چاے کے رواج پانیکا بیان آپ نے پڑھا اب ہندوستان مین اس کے رائج ہونے کا حال سنئے۔

ٹھیک سنہ تو مجھے معلوم نہین مگر کتاب مخزن الادویہ جسکو تصنیف ہوے اب قریب ۱۲۳ برس ہوے اُس کے مصنف کی تحریر سے مترشح ہوتا ہو کہ اُس زمانہ مین چاے کا رواج یہان شروع ہوگیا تھا اور بہ نسبت دیسیون کے نصارے زیادہ استعمال کرتے تھے۔ یہ دلیل اسکی ہو کہ قبل تصنیف کتاب مذکور کے چاے ہندوستان مین آئی تھی۔

یورپ کی قومون مین سے سب سے پہلے پرتگیز والے ہندوستان مین تھے اور اُن کی تجارت

چاین سے بھی تھی غالباً انھین لوگون نے چائے کو یہان رائج کیا لیکن یقیناً اُس زمانہ مین بوجہ گرانی یا تو اُمرا چائے کو شوقیہ پیتے ہونگے یا بطور دوا کے استعمال ہوتی ہوگی مگر جب انگریزون کا تسلط یہان ہوا اور چین کے ساتھ تجارت بڑھنے اور ہندوستان کے بعض مقامات مثلاً دارجلنگ و آسام و کماؤن وغیرہ مین پیدا ہونے کے سبب ارزانی ہوئی اور حکام وقت کے طریقے کی تقلید ایک لازمی بات ہے پس رفتہ رفتہ چائے کا رواج ہند مین زیادہ ہوگیا - چنانچہ آج کل کشمیریون و کرسچن لوگون کے سوا دیگر ممالک و اقوام ہند کے خاص و عام امیر و غریب زن و مرد مثل اہل یورپ کے تو چائے کے عادی نہین ہین لیکن اکثر تعلیم یافتہ و چھاؤنیون کے رہنے والے بارہ مہینے اور شہر و قصبے والے جنکو نئی تعلیم یا ایسے لوگون کی صحبت نہین ہوئی صرف جاڑون مین پیتے ہین - ابھی اکثر دیہاتی چائے کا نام بھی نہین جانتے مگر جون جون مغربی تعلیم و تہذیب بڑھتی جاتی ہے چائے کے استعمال کا رواج بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے

علاوہ برین ہمارے سرکار کا بھی منشا ہے کہ رعایا چائے کے استعمال سے فائدہ اٹھائے چنانچہ ایک سرکاری حکم کی نقل رسالہ فنون حیدرآباد مطبوعہ اکتوبر و نومبر ۱۸۹۲ء سے بجنسہ یہان لکھتا ہون جس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے -

(نقل حکم)

۱ - ۲۳ - ڈسمبر ۱۸۸۳ء کو گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی و اودھ کے صیغۂ مسکرات سے ایک رزولیوشن شائع کیا گیا کہ گورنمنٹ آرڈر نمبر ۲۵ مورخہ ۳ - نومبر ۱۸۸۳ء کے ذریعے سے کمشنران ممالک مغربی و شمالی و اودھ وغیرہ کو اطلاع دیگئی تھی کہ انسداد ترقی استعمال اشیاء مفتّی مثلاً شراب وغیرہ کی غرض سے لفٹنٹ گورنر و چیف کمشنر چاہتے ہین کہ ان صوبون کے بڑے بڑے شہرون مین چائے کے استعمال کی ترقی ہو چونکہ حوالی ممالک ہندوستان مین عموماً چائے کا استعمال ہوتا ہے پھر کوئی وجہ مانع نہین معلوم ہوتی کہ رفتہ رفتہ یہان کے لوگ عادی نہون تمام صوبے کے آدمی چائے کو گرم پانی مین دم دے کر پیالے مین انڈیل کر پئین - غربا تک بھی اس کی رسائی ہوا اور جو لوگ خشک چائے خرید کر بنانے مین دشواری جانتے ہین اُن کو آسانی ہو لہذا یہ تجویز ٹھہری کہ حکام ضلع و میونسپلٹی کی نگرانی مین چائے پلانے کی دوکانین قائم کی جائین - اور وعدہ ہوا تھا کہ ضرورت کے وقت

[illegible] سرکاری سے اعانت بھی ہوگی ۔

[illegible] کے جوابات سے واضح ہوا کہ ان صوبوں میں [illegible] ہونی چاہئے کہ [illegible] بعض واقف

[illegible] ہیں [illegible] آزمائش کا نتیجہ [illegible] میرٹھ آگرہ [illegible]

[illegible] آباد [illegible] میں اس تجویز پر اتفاق رائے [illegible] شاہجہانپور [illegible]

[illegible] اتفاق یا اختلاف کو ظاہر کرسکے ۔ علی الخصوص شہر بنارس نے اسپر خیال نہیں کیا گیا

[illegible] کے باعث اسمین کامیابی ہوگی ۔

[illegible] لفٹننٹ گورنر چیف کمشنر بخوبی واقف ہین کہ ابتدا میں [illegible] پیش آئی ہین ۔

اگر عوام کو چائے ہم پہنچانی منظور ہے تو ارزانی و عمدہ ہو [illegible] نہین رہتی اجسکو

ترقی مین توقع تعصب کے باعث مخالفت ہوگی ۔ ان اعتراضات پر کامل لحاظ رکھنا مناسب ہے ۔ لیکن ہزآنر

کی راے مین اس آزمائش کا موقوف کردینا یا اُس کے قائم رکھنے مین بیدل ہونا نا مناسب ہے ۔ [illegible] کتابت

سے امید ہے کہ لوگون مین چائے نوشی کی عادت پیدا کیجائے تو مفید ہوسکتا ہے ۔ لہذا لفٹننٹ گورنر و چیف کمشنر

کی تجویز ہے کہ اس کی برابر آزمائش ہو ۔ پس اسکی آیندہ کارروائی کی غرض سے چند سہل تر قواعد و طریقے مقرر

[illegible] جائین چنانچہ ہزآنر نے یہ قواعد صادر فرمائے ۔

[illegible]) ایسی [illegible] مقرر کی جائین جن مین بنی ہوئی چائے پیالے مین غریب لوگون کے پینے کیواسطے

[illegible] ہو ۔ جہان لسی و کانون کا رواج ہے اُن کو ترقی دی جائے ۔ شراب ۔ بھنگ ۔ چرس ۔ افیون

[illegible] نشی چیزون سے چائے کا مقابلہ کیا جائے ۔ خشک چائے کی بکری پنساری و بساطی وغیرہ دکاندارون

کے ذریعے سے کرانی ممکن ہے ۔ ان لوگون کو صرف اتنا معلوم کرا دینا چاہئے کہ [illegible] چائے

[illegible] ان جگہ سے ملتی ہے ۔

ب) گورنمنٹ کا جہان تک خاص تعلق ہے آوائل مین بڑے بڑے مقامات میونسپلٹی مین آزمائش ہوگی ۔

الہ آباد ۔ لکھنو ۔ کانپور ۔ علیگڈہ ۔ میرٹھ ۔ سہارنپور ۔ آگرہ ۔ فیض آباد ۔ بریلی وغیرہ اس کام کے لئے

موزون تصور کئے گئے ہین ان مقامات مین غالباً بخوبی آزمائش ہوگی ۔ ان شہرون مین بعض جگہ جو چائے

کی دکانین اب بھی موجود ہین اُن کو سنبھالا جائے - دکاندار ان کو ہر نہ کسی طرح سے حوصلہ دیا جائے تا کہ
وہ اپنے کام مین بکامیابی و اطمینان کوشش کرین -
(ح) گورنمنٹ ہر ایک مینوسپلٹی کو بحسب حالت روپیہ دے جو موجودہ تخمین اخراجات فی صد سو روپیہ سالانہ سے زیادہ
متجاوز نہوگی - یہ روپیہ قابل الوصول سمجھنا چاہیئے اور ایسے طریقہ پر انتظام کیا جانا چاہیئے کہ دکانات سے اصل روپیہ
وصول ہو جایا کرے -
(د) ہر ایک لوکل گروہ اس آزمایش کی خود تفصیل قرار دے -
۴ - حسب الحکم اور قیود کی آزمایش قائم رہنی چاہیئے - مینوسپلٹی ہائے مذکورہ کے سوا اگر کوئی اور مینوسپلٹی آزمانا
چاہیئے تو اسکی مدد سے بھی انکار نہوگا مگر قرین مصلحت یون ہوسکتا ہے صرف چند بڑے شہرون مین آزمایش کیجاوے
اگر معمولی لوگ مجمع عام یعنی ریلوے اسٹیشن اور بڑے میلون مین دکانات کھولنے پر راضی ہون تو ان کو ہر طرح سے
اعانت اور حوصلہ ملنا چاہیئے - جسوقت امدادی دکانین مستقل طور پر مقرر ہو جاوینگی تو پرائیوٹ اشخاص کے سپرد
کردینگے اور ان سے کچھہ شرائط طے کرلیجاینگی -

چائے کی پیدائش کا حال

چائے کی زراعت تو اسکے فوائد معلوم ہونے سے شروع ہوئی اور چین کے بعض مقامات مین اسکے درخت
خودرو ہوتے تھے جیسا کہ ابتک بھی ہوتے ہین مگر اب اس ملک مین چائے کی اسقدر کاشت ہوتی ہے کہ بعض صوبے
اسی وجہ سے مشہور ہین چنانچہ صوبہ ہونان کے شہر چونگ نو - صوبہ فوکنگ کے شہر فوچو - صوبہ کیانگ نان کے
شہر ہیچو - صوبہ کوئی چو کے شہر مین یوگی دلون لی و دیگر شہرون مین کثرت سے چائے پیدا ہوتی ہے بعد مین محققون نے
علاوہ چین کے - ماچین - جاپان - جاوا - کشمیر - آسام - کامرو - امریکا وغیرہ مین بھی اسکے درخت خود
رو دیکھے - پھر ان مقامات مین چائے کی زراعت ہونے لگی - کہتے ہین کہ انگلستان مین ۱۶۶۰ع سے اسکی کاشت
ہونی شروع ہوئی اور ہند مین ۱۸۳۰ع سے دامن کوہ و کنکریلی زمین مین اول قسم کی چائے پیدا ہوتی ہے - ریتیلی
زمین مین بھی اسکے درخت لگ جاتے ہین - مگر وہ چائے اول قسم کی نہین ہوتی بلکہ اسکو قسم دوم کی چائے کہنا
چاہیئے - زرد یا زردی مائل مٹی مین بھی چائے پیدا ہوسکتی ہے لیکن وہ سب قسمون سے بری ہوتی ہے - اسکی زراعت

مین یہ لحاظ کرنا ضرور ہوتا ہی کہ وہان جنوبی ہوا کی بخوبی آمد و رفت ہو کیونکہ چاے کے درخت کی خاصیت ہی کہ دکن کی ہوا کے رکاوٹ ہو تو مر جاتا ہی۔ ہندوستان مین۔ آسام۔ سیلون۔ دارجلنگ۔ نیلگری۔ دیرہ دون کماؤن۔ کانگڑہ۔ شملہ وغیرہ بہت سی مقامات چاے کی زراعت کے لیے لائق و موزون ثابت ہو چکے ہین سنہ ۱۸۸۱ء مین سٹرٹی سی۔ اونگ نے ماسکیلیا ہنر ایسوسی ایشن مین ایک مضمون پڑھا تھا اُس سے ظاہر ہوتا ہی کہ جہان قابل زمین جس قدر گہری ہوگی وہین چاے کی پیداوار مین کامیابی ہوگی پس آسام کی ہموار زمین اسی وجہ سے چاے کی کاشت کے لیے نہایت عمدہ ہی کہ وہان اکثر جگہ چکنی مٹی بیس فٹ سے بھی زیادہ عمق تک پائی جاتی ہی اور اُس کے دونون طرف خشک کنارے اٹھے ہوئے ہوتے ہین۔ مگر کنارون مذکور کے گرد جو دلدل ہی وہ زمین چاے کے بونے کے قابل نہین ہی۔ دارجلنگ کی زمین مختلف طرح کی ہے۔ بالائی حصے کا جو سطح کم پہاڑی اور جہان کی زرد ہی وہان بھی چاے پیدا ہوتی ہی لیکن زیرین حصہ ندی نالون کے سبب خاصیت بدلنے اور کالی چکنی مٹی زیادہ پاے جانے سے بہت زرخیز ہے۔ اگرچہ دارجلنگ مین کوئی زمین اعلے درجے کی ہی اور کوئی کم درجے کی مگر عموماً سیلون کی زمین کے مشابہ ہی۔ چاے کے درخت کی جڑین آزادی سے نیچے پہنچتی ہین اور درخت ایسی عمدگی سے بڑھتے ہین کہ زمین کی خوبی آیندہ کی سرسبزی و کامیابی کا کامل یقین ہوتا ہی پہلے زمین کو جوت کر اسیطرح ملائم و ہموار کر لیتے ہین جسطرح کاشتکار غلہ بونے کے لیے پھر چاے کا بیج عموماً پانچ انچہ کے فاصلہ پر۔ مرکب تخم چار انچہ پر۔ آسام کی عمدہ زمین مین دیسی تخم کہین پانچ انچہ اور کہین چھہ انچہ کے فاصلہ پر بویا جاتا ہی۔ تخم بونے کے فاصلے مین یہ خیال رکھنا چاہیے کہ شاخون کی کاٹ چھانٹ مین وقت وبارش و گرمی کی شدت سے ہرج نہو۔ علاوہ برین درختون کی جڑون مین زیادہ مٹی بھی نہ دین۔ مسٹر آرم سٹرونگ کی رائے ہی کہ سیدھی سی ڈال کر اُس کی سیدھ پر متذکرہ بالا فاصلے پر بندرہ بندرہ انچہ عمیق گڑھے کھود کر بیج بوئین۔ ہر ایک لائن کا فاصلہ باہمی ساڑھے تین انچہ سے چار انچہ تک ہو مگر زمین ناقص ہو تو فاصلہ کم رکھا جاے۔ سٹرٹی۔ سی۔ اونگ نے بیج بونیکا فاصلہ چار انچہ سے چھہ انچہ تک لکھا ہی مگر چاے کا درخت اتنا پھیلتا ہی کہ کئی فٹ زمین کو گھیرتا ہی اور جو درخت بیج کے لیے چھوڑتے ہین وہ تو مثل مہندی کے اس درخت کے جو کاٹا نہین جاتا قد آدم سے بھی زیادہ بلند ہو جاتے ہین پس صاحب ممدوح

... تا ہی خیر و لگانیکی بابت بیج بونیکا فائدہ [illegible] درخت کی پود ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لگائی جاتی ہے تو خیر و مین چند انچ [illegible] بونا [illegible] ورنہ اسقدر نزدیک درخت ہونے [illegible] پتے انکا اگنا [illegible] سے پتے چار گر سکتے ہین۔ چنانچہ [illegible] ایک سیاح [illegible] صاحب [illegible] مین لکھا ہوا دیکھا کہ چائے کے بیج [illegible] گز چار پانچ فٹ کے فاصلہ پر [illegible] بیج بونے کے بعد زمین کو گھاس [illegible] اور کوڑے وغیرہ سے صاف رکھتے ہین جب پودے [illegible] تو انکو اسطرح پانی دیتے ہین [illegible] ڈول وغیرہ مین پانی بھر بھر کر لاتے ہین اور [illegible] رہتے ہین مثل [illegible] کے چائے کے درختون کو بھی پانی کی زیادہ ضرورت [illegible] درخت کو قلم کر دیتے ہین اور وہ [illegible] کام نہین آتے بعض جگہ دو تین برس [illegible] درخت اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس کے پتے [illegible] کر کام مین لائے جائین۔ چائے کا درخت [illegible] تین چار فٹ بڑا ہو جاتا ہے سال [illegible] مین چار بار پتے توڑے جاتے ہین [illegible] اول جو چائے [illegible] وہ سب سے بہتر ہوتی ہے۔ ایک ایک پتے کھونٹ کر ٹوکرون مین رکھتے ہین توڑنے مین بہت احتیاط کی جاتی ہے کہ پتے ٹوٹ نہ جائین کیونکہ پتے ٹوٹ جائین تو چائے کا ذائقہ خراب ہو جاتا ہے۔ عرصہ ہوا کہ جب [illegible] بمقام دہرہ دون چائے کے درخت میری نظر سے دیکھے تھے اسکے سوا نہ تو کسی چائے کے باغ مین رہنے کا اتفاق ہوا نہ اس فن کے کامل ماہر سے ملاقات ہوئی نہ ایسی کتاب میری نظر سے گذری جس مین چائے کے بونے کا مفصل ذکر قابل اعتماد کے ہو اور چونکہ اس رسالہ سے چائے کی کاشت کے طریقہ سکھانا [illegible] مد نظر نہین ہے بلکہ طریق استعمال و خواص وغیرہ پر بحث کرنا منظور ہے بدین وجہ اس بارہ مین زیادہ تجسس بھی نہین کی تھوڑا سا بیان ایسے لوگون سے سنکر جن کو چائے کے باغیچون مین رہنے کا موقع ملا ہے یا کسی کتاب یا اخبار مین مختصر سا مضمون نظر سے گذرا اسکو پڑھ کر بدین غرض لکھدیا ہے کہ ناظرین کو اس حال سے بھی کچھ کچھ آگاہی ہو جائے۔

چائے کے درخت وبرگ وغیرہ کا حال

حنین بن اسحاق نے لکھا ہو کہ چائے کی پتی شبث یعنی سوئے کے ساگ کی مشابہ ہوتی ہو - مگر اُس سے باریک مزہ تلخ و خوشبودار
لیکن جوش دینے سے تلخی زائل ہو جاتی ہو - ابوریحان صرف اسقدر لکھتا ہو کہ چائے نبات کی ایک قسم ہو جسکو
سایہ مین خشک کر لیتے ہین - صاحب مخزن فرماتے ہین کہ چائے کے پتے مہندی و انار کے پتون کی مانند بعض
قسم کے اُس سے بڑے و چوڑے اور بعض کے اُس سے باریک ہوتے ہین - درخت اسکا قد آدم یا اُس سے
بڑا مثل درخت انار و حنا کے ہوتا ہو - تنہ درخت سے باریک شاخین نکلتی ہین - اُنپر چھوٹے چھوٹے پھول جنکی
پنکھڑیان گول سہ برگ و چار برگہ ہوتی ہین - یہ تو پہلے زمانے کی باتین ہین اب تو ہندوستان کے کئی مقامات
مین چائے کے باغ ہین - بہت آدمی جانتے ہین کہ چائے کا درخت جسکو انگریزی مین (اساقی نن سز) لاطن مین
(کیمیلیا تھیا) کہتے ہین بعینہ مہندی کے درخت کے مشابہ ہوتا ہو - پتے بھی مثل مہندی کی ایک انچ سے دو انچ تک لانبے
و نوکیلے و بھالے کی شکل کے دندانہ دار گہرے سبز ہوتے ہین - درخت سے کبھی نہین جھڑتے - اسکا پودا سدا
بہار ہوتا ہے - سید فدا حسین سب سرویر کہتے تھے کہ چینی تخم سے جو درخت ہوتا ہو اسکی پتی چھوٹی و پتلی و دیسی بیج کے
درخت کی پتی بڑی مثل موگرے کے ہوتی ہو - شاخین گز یا سوا گز لانبی ہوتی ہین - جب درخت تین یا ساڑھے تین ہاتھ
لانبا ہو جاتا ہے تو اُسکے پتے توڑے جاتے ہین مگر سانگ لو چائے جو چین کے سانگ لو پہاڑ پر ہوتی ہو اُسکو درخت
کو وہان کے باشندے زیادہ بڑھنے نہین دیتے یعنی چائے کا پودہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو جڑ کو خمیدہ کر دیتے
ہین تاکہ پتون کے چننے مین آسانی ہو -



چائے کے درخت کی تصویر یہ ہو -

چائے کے درخت مین پھول بھی لگتا ہو جو خوشنما سفید رنگ کا چنبیلی کے پھول کی مانند ہوتا ہو - بیچ مین زرد رنگ
کی کئی ڈنڈیان ہوتی ہین - پھول کے بعد چھوٹا سا خشک پھل آتا ہے جسمین تین ۳ بیج ہوتے ہین - یہی بیج بوئے
جاتے ہین تخم یعنی بیج کرنجوے کی برابر [illegible] بھورے رنگ کا لیکن چھلکا اُسکا نہایت نازک اور ہلکا ہوتا ہو - ہندوستان
مین چائے کا تخم تین چار روپیہ سیر ملتا ہو - سنتے ہین کہ بعض دفعہ ایک قسم کی سرخ مکڑی چائے کے درختون کو خراب
کر دیتی ہو جیسا کہ [illegible] مین [illegible] وغیرہ مین اس کیڑے نے بہت نقصان پہنچایا تھا

سید فدا حسین صاحب دیر متوطن بھونگر جو آسام مین بہت روز پیمایش کرتے رہے ہین کہتے تھے کہ کیڑا مذکور درخت کو خراب کرتا ہو تو گوبر و زرد مٹی پانی مین ملا کر درختون پر چھڑکنے سے دفع ہو جاتا ہی صاحب موصوف کہتے تھے کہ چاے کے درخت مین دیمک بھی لگ جاتی ہی اسکے دفعیہ کے لیے فاسل روغن چھڑکتے ہین۔

چاے کے پتون کو قابل استعمال کرنیکی ترکیب

البوریحان نے لکھا ہی کہ چینی چاے کی پتی کو سایہ مین خشک کرکے کام مین لاتے ہین مگر وہان مدت سے یہ ترکیب جاری ہے کہ بونے سے تین برس بعد جب چاے کا درخت تین یا ساڑھے تین ہاتھ بلند ہوتا ہی اسوقت ایک ایک پتا چنکر ٹوکرون مین بھرتے جاتے ہین اور بڑی احتیاط کرتے ہین کہ پتے ٹوٹ نہ جائین کیونکہ پتے ٹوٹنے سے چاے مین ذائقہ نہین رہتا۔ پھر گرم پانی کے انجرے پہنچاتے ہین۔ بعدہ ٹوکرون مین بھرکر کئی گھنٹے تک دھوپ مین رکھتے ہین۔ بعد ازان تانبے یا لوہے کے چوڑے چوڑے کڑاہون یا پترون پر بچھا کر نیچے کوئلون کی آنچ کرتے ہین اور خشک ہونے تک پتون کو ہاتھ سے ہلاتے رہتے ہین۔ جب پتون مین ذرا بھی نمی نہ رہے کڑاہ سے نکال کر میز پر پھیلا کر ناقص پتون کو چن چن کر نکال لیتے ہین۔ بقول عمدہ چاے کا ایک ایک پتہ لیکر پھر ملا جاتا ہی بعدہ بکس وغیرہ مین بھرتے ہین بعض کا قول ہی کہ پتون کو خشک کرنے کے بعد بورون مین بھرکر رکھدیتے ہین اور اسکو ایک برس تک نہ تو فروخت کرتے ہین نہ استعمال مین لاتے ہین کیونکہ چاے کو ایک سال گذرنے سے پہلے کام مین لائین تو اُس سے نشہ اور غنودگی پیدا ہوتی ہی۔ مذکورہ بالا طریقے سے اہل چین چاے کی پتیون کو درست کرتے ہین اور اہل فرنگ جو اکثر جگہ چاے کی کاشت کرتے ہین اور کاشت و تجارت سے بہت فائدہ اٹھاتے ہین وہ بھی اصول مسطورہ بالا کو ہی مدنظر رکھتے ہین مگر تمام کامون کو کلون کے ذریعے سے انجام دینے کی بہت سی ایسی تدابیر نکال لین ہین جن سے خرچ کی کمی و آسانی و خوبصورتی ہوتی ہی۔ چنانچہ چاے کے پتے کاٹنے کے واسطے جو کلین کام آتی ہین انکے نام ہین (اسکیپر مین) (ہاورتھم) وغیرہ۔ آسام کے چاے کے باغون مین ہاورتھ نام کی کل عموماً کام مین آتی ہی جسکی قیمت قریب سوا سو روپیہ کے ہوتی ہی۔ اس مین تین بیلن ایک طرف کو برابر گھومتے ہین اور اُن کے درمیان ایک تھیلا ہوتا ہی جس مین پتے جمع ہوتے رہتے ہین۔ یہ کل ایک گھنٹے مین

قریب چوالیس چھپے کا تھی جسے پتون کے خشک کرنے کی کل عمدہ بن [illegible] نام رکھی [illegible] اور [illegible]
ان مین ایک [illegible] لکھا ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے گرم ہوا پہنچ پتون کو خشک کرتی ہے ان کے چلانے کے واسطے
تین مزدور کافی ہوتے ہین - قریب چار ہزار روپیہ [illegible]

چاے کے رکھنے کی احتیاط

تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو چاے دو برس ہو جانے سے پہلے [illegible] ہو جاتی ہے [illegible]
رہے تو بھی بگڑ جاتی ہے یا بہت پرانی ہو جانے سے اُس کی تاثیر باقی نہیں رہتی [illegible] خوشبو [illegible] اچھا [illegible]
کو اس بات کا خیال بھی ضرور رکھنا چاہیے کہ پرانی چاے نہ خریدیں یا زیادہ عرصہ کی رکھی ہوئی [illegible] ہو تو کام
مین نہ لائین بڑا بکس چاے کا خرید کر لیا ہو تو اُس مین سے چند روز کے واسطے نکال کر [illegible] الگ
ڈبہ مین بند کر کے رکھیں اور بڑے بکس کو اس طرح بند کر کے رکھیں کہ اندر ہوا نہ پہنچے - میرا تجربہ [illegible] ہے کہ اگر ایک
شخص سحر مین [illegible] کھلی رہنے یا زیادہ عرصہ کی ہونے سے [illegible] جب چاے خراب معلوم ہو تو اُسکو کڑاہی
یا کڑھی وغیرہ کسی برتن مین ڈالکر ہلکی آنچ پر چند منٹ تک [illegible] ہاتھ سے برابر ہلائین تو درست ہو جاتی ہے
پھر اسکو ڈبہ مین بند کر کے رکھ لیتے ہین -

ہندوستانی چاے کی پیداوار و تجارت کا حال

اگرچہ اس رسالہ مین یہ بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ ہندوستان مین چاے کس قدر پیدا ہوتی ہے اور
کسطرح اُس کی تجارت کی جاتی ہے لیکن اس کے متعلق اور [illegible] کا ذکر ہوا ہے تو غالباً یہ بیان بھی ناظرین
کے لیے دلچسپی سے خالی نہو گا - لہذا اُس کی بابت جو مجھکو معلوم ہوا ہے [illegible] اختصار کے ساتھ لکھتا ہون ہندوستان
مین ۱۸۳۴ء سے چاے کی کاشت شروع ہوئی ۱۸۸۵ء مین چاے کے باغون کی تعداد دو ہزار آٹھ سو
تھی جو کثیر رقبہ کو گھیرے ہوئے ہین - اگرچہ [illegible] حال کی رپورٹ میری نظر سے نہین گذری لیکن علاوہ انگریزون
کے ہمارے دیس کے بعض مالدارون کو بھی چاے کی کاشت کا شوق زیادہ ہوتا ہے اور روز بروز چاے

سے باغ بڑھتے جاتے ہین - صرف پنجاب کے ضلع کانگڑہ مین سنہ ۱۸۸۲ع مین ۶۴۸ باغ تھے اور سنہ ۱۸۹۳ع مین ۱۰۹
باغ ہوگئے اسی پر اسکی ترقی کو خیال کر لینا چاہیے سنہ ۱۸۹۱ع مین پنجاب کی زراعت چاے کی بابت جو رپورٹ
سرکاری تھی اُسکا خلاصہ یہ ہے - ضلع کانگڑہ مین کل ۱۰۹ باغات چاے کی - ۱۸۹۱ ہے اس مین صرف چوبیس ۲۴
باغ انگریزون کے ہین باقی دیسیون کے - ۸۴۵۰ ایکڑ زمین مین چاے کی کاشت ہوتی ہے ۵۳۰۶ - ایکڑ
مین رسیدہ درخت ہین اور - ۲۳۵۷ - مین نارسیدہ یعنی پودے ہین - مذکورہ بالا زمین کے علاوہ چاے
کی زراعت کے لئے ۳۲۴۲ - ایکڑ زمین اور لیگئی ہے - اس سال چاے کی پیداوار ۱۲۱۸۵۱۹ پونڈ
ہوئی جسمین ۷۰۱۲۹۲ پونڈ انگریزی باغون مین باقی دیسیون کے - فی ایکڑ رسیدہ درختون سے دوسو تینتیس ۲۳۳
پونڈ چاے حاصل ہوئی - فی ایکڑ زراعت چاے مین انگریزون کا اڑتالیس ۴۸ روپیہ اور دیسیون کا اکتیس ۳۱
روپیہ صرف ہوا اگر مزدورون کی قلت ہو تو خرچ اور بھی بڑھ جاتا ہے - تجارت کے لئے چاے کے طیار کرنے
مین انگریزون کے بعد خرچ ہوں تو دیسیون کے ۶ خرچ ہوتے ہین سنہ ۱۸۸۳ع مین بنگال کے آٹھ ضلعون
مین چاے کے باغ ۲۹۷ تھے یعنی دارجلنگ مین ۹۹ جلپائی گوڑی مین ۴۳ - راج شاہی مین تینس ۳۰ چٹگام مین
۴۸ ڈھاکے مین ۱۸ - ہزاری باغ مین بارہ ۱۲ - مان بھوم مین ایک - کل باغات بنگال قریب ۹۲۸۳۶ -
ایکڑ زمین کے اندر تھے ۳۵۷۹۴ - ایکڑ مین چاے پیدا ہوتی تھی ۸۳۸۳۴ ایکڑ مین باغ لگائے جا رہے
تھے جسقدر باغ طیار تھے اُن مین فی ایکڑ ایکہزار چارسو گیارہ پونڈ اور کل سالانہ ۹۱۳۹۰۳۷ پونڈ چاے پیدا
ہوتی تھی - عرصہ ہوا جب یہ اعتراض ہوا تھا کہ طرز کاشت کی خرابی ہے یا آب و ہوا کا سبب ہے کہ کانگڑہ
مین گو چینی تخم سے چاے پیدا ہوتی ہے لیکن مثل چینی چاے کے اُس مین خوشبو و ذایقہ نہین ہوتا - اور ایک
پیالی چاے پینے سے جی اُکتا جاتا ہے برخلاف چینی چاے کے کہ رغبت بڑھ جاتی ہے - اسپر کہا گیا تھا کہ ایک
تو چاے کی خوشبو و کیفیت اُس درخت کے سایہ پر ہے جسکا چاے کے پودون پر ہو چنانچہ (سار) نامی درخت
سایہ کے لئے آسام مین لگائے گئے تو اُن کے زیر سایہ جو چاے پیدا ہوئی وہ بہ نسبت اور درختون کے سایہ
کے عمدہ نفیس و دوچند پیدا ہوئی پس کانگڑہ مین جن درختون کے سایہ کے نیچے چاے کے پودے پرورش
پاتے ہین غالباً وہ اُسکی خوشبو و کیفیت کو خراب کر دیتے ہین - دوسرے چاے کے طیار کرنے مین بڑی صنعت

آنچ کی ہے شاید اسکی احتیاط نہین ہوتی۔ چونکہ اس اعتراض کو مدت گذر گئی یقین ہے کہ وے نقص دور کر دیے
گئے ہونگے۔ کیونکہ ان دنون مین کانگڑہ کی ہی چاے ہندوستان کے اکثر اضلاع مین فروخت ہوتی ہے
اور دور کے ملکون مین بھی اسکی تجارت کی جاتی ہے اور کچھ بری نہین ہوتی سنہ ۱۸۸۱ء مین بنسبت سنہ ۱۸۸۰ء کے
ہندوستان مین چاے کمزور و کم ذائقہ پیدا ہوئی۔ تو چینی چاے کے مقابلہ مین اسکا نرخ گھٹ گیا اور فروخت
بھی کم ہوئی۔ اس کا سبب کچھ نہین بیان کیا گیا لیکن موسم کے تغیرات سے شاید ایسا ہوا ہوگا۔ الغرض ہندوستان
کی چاے پر جو اعتراض تھے اُس کی اصلاح ہوگئی اور روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے اور کسی سال کہین عمدہ چاے
نہ ہونا اتفاقی بات ہے ورنہ امسٹردام کی نمایش مین ہندوستان کی چاے نہایت پسند ہوئی تھی اور
طلائی و نقرئی تمغے و سارٹیفکٹ چاے کے لئے ملے تھے۔ ایک سال کلکتے مین دارجلنگ کی چاے
گرانقیمت پر فروخت ہوئی اور تاجرون کو اُس کی عمدگی کا کامل یقین ہوگیا۔ پندرہ سولہ برس ہوئے جب
ایک سال مین ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ چاے یہان سے ولایت کو گئی تھی اب تو پہلے سے عمدہ بھی ہوتی ہے
اور زیادہ تعداد مین دوسری ولایتون کو جاتی ہے امسال یعنی ۱۸۸۳ء مین ایک اخبار مین پڑھا تھا کہ ولایتون کے
جھگڑے کے سبب ہندی چاے کا لندن کو بھیجنا روک دیا گیا یہ ایک تعجب کی بات ہے اور بعض اخبار نے اسکی تردید
بھی کی ہے۔

چاے کے اقسام

ولیم الیٹ نے لکھا ہے کہ چین مین چاے اتنی قسم کی ہوتی ہے سفید [۱] سبز [۲]
بنفشئی [۳] زبرجدی [۴] سیاہ [۵] سفید رنگ کی چاے نہایت خوشبودار و قوی اور پتا اُسکا
بہت پیچیدہ ہوتا ہے یہ ایسی گران بہا و عزیز الوجود ہے کہ چین کے فغفور و اعلی حکام کے سوا کسی
کو میسر نہین ہوتی اسکی تجارت تو ہو ہی نہین سکتی ہان وہان کا فغفور چاہے تو دوسرے بادشاہون
کو بھی بطور تحفے کے بھیجتا ہے سفید سے کم درجہ کی سبز ہے اور اوس مین خشکی بہت
ہے اور سبز سے کم رتبے کی بنفشئی ہے پھر سیاہ اور یہ سب سے زیادہ
ضعیف و ادنی ہے۔

سفید قسم کے علاوہ دیگر اقسام کی چائے بکثرت پیدا ہوتی ہے اور اُن کی ہی خرید و فروخت کی جاتی ہے ان مین بعض گران بہا بعض متوسطًا بعض ارزان - چنانچہ سیاہ رنگ کی چائے کچھ بدبودار و نرخ مین ارزان ہوتی ہی - انگریزی محققون نے چائے کی دو بڑی تقسیم کی ہین ایک بلیک یعنی سیاہ - دوسری گرین یعنی سبز پھر ان کی بہت قسم ہین چنانچہ سیاہ کی یہ قسم مشہور ہین - سوچانگ - کنگو - اولانگ - پیکو - اورنج پیکو - بوہیا - وغیرہ سبز کی یہ اقسام مشہور ہین - ہائیسن - ینگ ہائیسن - ٹونکے - گن پوڈر - وغیرہ سیاہ و سبز جو دو بڑی تقسیم کیگئی ہین یہ مختلف قسم کے درختون سے نہین ملتی بلکہ بعض کہتے ہین کہ جو پتے نئے پودون سے اوّل اوّل اُترتے ہین اُن سے سبز اور جو پرانے پودون سے یا پیچھے اتارتے ہین اُس سے سیاہ چائے بنتی ہی مگر درحقیقت زمین کی خاصیت و پتّون کے چُننے و خشک کرنے کی ترکیب سے فرق ہوتا ہی - چنانچہ ختائی یعنی چین کی چائے قریب سو قسم کی بیان کرتے ہین مگر زمین کی خاصیت سے بڑی قسم یہ چار کی گئی ہے -

۱-سانگ لو - یہ سبز قسم کی چائے ہی جو صوبہ کیانگ نان مین سانگ لو پہاڑ پر اور اسکے چارون طرف پیدا ہوتی ہی وہان کے باشندے اُسکے درخت کو بہت بڑھنے نہین دیتے بلکہ درخت جب چھوٹا ہوتا ہی تو اسکی جڑ کو جھکا دیتے ہین تاکہ آسانی سے پتے چنے جائین -

۲-بوئی - یہ سیاہ قسم کی چائے ہی جو صوبہ فوکنگ کے شہر کینگ نیگ فو کی سرحد پر بوئی نامی پہاڑ ہی وہان اسکے درخت خودرو ہوتے ہین اور یہ چائے تمام ملک چین مین بنسبت سبز چائے کے زیادہ پسند کی جاتی ہی کیونکہ اس مین قبض و تلخی نہین ہوتی اور معدہ بخوشی قبول کرتا ہی

۳-لونگان - یہ بھی سبز چائے کی ایک قسم ہی مگر زمین کے اختلاف سے رنگت و مزہ ویسا تیز نہین ہے ... نہ زیادہ گرم و قابض ہی -

۴-چوتھی قسم ... ہی جو کوئی ہی جو صوبہ کے - بن یوئی و لون آلی شہرون کے اطراف مین کاشت کرنے سے ... صوبہ ... نان مین بے ... ہوتی ہی - گو اسکی خاصیت عمدہ لیکن بو و ذائقہ کم لطیف ہوتا ہے - پتون کے چُننے کی احتیاط ... موسم مین پتّون کے توڑنے کے سبب سے چائے کے نام و نرخ مین جو فرق ہوتا ہی وہ یہ ہی -

۱-ڈالو چا - جب چائے کے درخت مین نئے پتے نکلتے ہین اُن مین جو زیادہ نرم ہوتے ہین اُن کو ایک ایک

کرکے بھُن لیتے ہین اور یہ خاصکر خاص بادشاہونکے پینے مین آتی ہے
۲- بوئی - چند روز کے بعد جب پتے کچھ سخت ہون اُنکو چن لیا جائے - یہ بھی گران قیمت ہوتی ہے -
۳- پرانی پتیان جمع کیجاتی ہے وہ تیسرے درجے کی چائے ہے اور بسبب ارزانی نرخ کے عوام غربا اسکو پیتے ہین

قرابادین کبیر و مخزن کے مولف صاحب نے یوروپین مین چائے پینے کا طریقہ جو اُس زمانے مین رائج تھا یون لکھا ہے کہ متوسط درجے کی چائے ہو تو ایک درم سے ایک مثقال تک اور کمتر درجے کی ہو تو دو مثقال تک اور اعلیٰ درجے کی ہو تو متوسط درجہ والی سے ذرا کم لیکر چینی یا چاندی کی چاردانی مین ڈال لیتے ہین اور ایک سیر پختہ پانی کو اسقدر جوش دیکر کہ تین پاؤ پختہ رہ جائے چاردانی مین ڈال کر سرپوش ڈھکتے ہین جسمین ایک دو سوراخ ہوتے ہین تاکہ انجرے بند ہونے سے عفونت نہ پیدا ہو - پھر اوسپر رومال ڈھک کر ایک ساعت کامل رکھ چھوڑتے ہین جس سے چائے کی قدرے قوت و خوشبو پانی مین آجاتی ہے اور وہ پیمرنگ ہو جاتا ہے - بعدازان صاف عرق چائے کا پیالون مین ڈالتے ہین اور تلخی و کسیلاپن دور کرنے کے لئے قدرے مصری و خشکی رفع کرنے کے لئے گائے یا بکری کے تازہ دودھ کو تھوڑا جوش دیکر اُس عرق مین ملاکر نیمگرم پیتے ہین کبھی بغیر دودھ کے صرف شیرنی آمیز کرکے استعمال کرتے ہین - جوش شدہ پتیون کو مضر و بدمزہ سمجھکر پھینکدیتے ہین - اگرچہ قرابادین کبیر کو تالیف ہوئے اب ایکسوتینتیس ۱۳۳ برس کا عرصہ ہوا لیکن اس زمانے مین بھی یوروپین مین قریب قریب ترکیب مذکورہ ہی رائج ہے - ہان بعض ڈاکٹرون نے جو اصلاح کی ہے اُسکا بیان یون ہے - ڈاکٹر پارکس صاحب کا قول ہے کہ کھولتے ہوئے پانی مین چائے کا انفیوزن یعنی خیساندہ بنانے سے ستائیس فیصدی (ذیٹرو جنس) اجزا پانی مین چائے کا انفیوزن یعنی خیساندہ بنانے سے ستائیس ۲ فیصدی (ذیٹرو جنس) اجزا پانی مین آتے ہین مگر بائی کاربونیٹ آف سوڈا) پانی مین ڈالکر بند رہ بیس منٹ جوش دین اور پھر اُس مین چائے کا خیساندہ بنائین تو اجزا مذکورہ زیادہ آجاتے ہین ڈاکٹر گارڈنر صاحب لکھتے ہین کہ کھولتے ہوئے پانی مین چائے ڈال کر خیساندہ بناکر عام طریقہ جو چائے پینے کا ہے اس مین بہت سے اجزا چائے کے پانی مین نہین آتے مگر کھولتے ہوئے پانی مین چائے کو ڈال کر

دو منٹ جوش دے لیا جائے تو حل ہونے والے مادّے پانی مین زیادہ آجاتے ہین اور خوشبو بھی کم نہین ہوتی بلکہ اس ترکیب سے بنا ہوا خیساندہ بہت خوشبودار ہوتا ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب لکھتے ہین کہ چائے دانی کو خشک اور آگ کے قریب اسطرح رکھین کہ وہ ذرا گرم رہے۔ پھر کھولتا ہوا پانی وچائے اسمین ڈالکر قریب نصف منٹ ڈھکا رہنے دین۔ پھر فوراً پیالے مین ڈال کر پئین۔ چائے دانی مین بچی ہوئی چائے پر دوبارہ پانی ڈال کر استعمال کرنا نہایت مضر ہے۔ بالاتفاق سب ڈاکٹرون کی یہ رائے ہے کہ چائے کا خیساندہ بنانے کے لئے جو پانی لیا جائے وہ پاک و صاف ہو۔ اُسکی ماہیت مین فولاد وچونہ وغیرہ نہو یا بہت ہی کم ہو کیونکہ یہ اجزا پانی مین ہون تو چائے کی تاثیر مین فرق آجاتا ہے اور وہ قابل استعمال نہین رہتی۔

فائدہ - قرابادین کبیر کے بموجب جو ترکیب اوپر بیان ہوئی وہ ایک دیسی کتاب ہے جس کی شہادت نئی تعلیم والے تسلیم نہین کرتے اور انگریزی طریقے کے بموجب اکثر پوچھتے ہین کہ جوشاندہ بنانے مین تو پڑھا نہین اور دیسی ویوروپین لوگون کو ایک اندازہ سے استعمال کرتے دیکھا اور مین بھی ایسا ہی کرتا ہون کہ ہلکی بنائی ہوئی تو چائے کم ڈالدی اور اسٹرانگ یعنی تیز بنائی ہوئی تو زیادہ چائے ڈالدی مگر ایک دیسی جنٹلمین سے سُنا کہ ایک ٹی کپ فل (عام پیالہ چائے کا جس مین قریب چار چھٹانک پانی آتا ہے) پانی ہو تو ایک ٹی اسپون فل یعنی چھوٹا چمچہ چائے کا بھر کر چار ڈالنا کافی ہوتا ہے۔ اور ایک اردو کے رسالہ مین دیکھا تھا کہ ایک وقت کے لئے چائے کی مقدار تین ماشے سے زیادہ نہونی چاہئے۔ دودھ کی مقدار کی بابت ایک اردو کے رسالے مین پڑھا تھا کہ ایک حصہ چائے کا عرق اور تین حصہ خالص دودھ ملانا بہتر ہے تاکہ اُسکی یبوست کچھ نقصان نہ کرے۔ میٹھے کی مقدار کچھ بتائی نہین جاسکتی کیونکہ کوئی زیادہ شیرین پسند کرتا ہے کوئی کم۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ بہت زیادہ میٹھا نہ ملایا جائے۔ بعض صاحب نمکین چائے کو مفید خیال کرتے ہین لیکن شیرین چائے کی اصلاح بھی کرتی ہے اور خوش ذائقہ بھی ہوتی ہے۔

چائے کی طبیعت و ماہیت

اطبائے سابق کو اسقدر علم کیمیا نہ تھا کہ چائے کی ماہیت لکھتے مگر اُس کی طبیعت کی بابت یوں لکھا ہے کہ اول سے

دوسرے درجے کے آخر تک گرم اور اوسط مین خشک ہی جو عمدہ قسم کی چائے ہو تو وہ درجہ سوم مین بھی گرم ہی
ابو ریحان کا قول ہے کہ مزاج چائے کا سرد ہی کیونکہ شراب کے ضرر کو دفع کرنیوالی و باطن کی حرارت
کو تسکین دینے والی ہی۔ میرزا قاضی لکھتے ہین کہ اسکے ذائقے مین تلخی ہوتی ہے معلوم ہوتا ہی کہ اس مین حرارت
ہے بعض حکیم جو تشنگی و حرارت باطنی کو چائے کے پینے سے تسکین ہونے کے سبب سے اسکو سرد سمجھے ہین
یہ انکا وہم ہی کیونکہ تشنگی و حرارت باطنی کی تسکین برودت کے سبب سے نہین بلکہ بوجہ حرارت کے بلغم و امزاج
اخلاط کو تقطیع و تلطیف کرنے کے باعث ہوتی ہی۔ قرابادین کبیر کے مصنف صاحب لکھتے ہین کہ میرے
نزدیک چائے کی طبیعت معتدل مائل بحرارت ہی۔ یورپ کے محققین نے کیمیاوی طریقے سے تحقیق کر
کے لکھا ہی کہ چائے کی ماہیت مین یہ اجزا ہین۔ تھیین[1]۔ البیومن۔ ڈیکسٹرین۔ ایتھیریل آئل۔ ریزن۔ ٹینک ایسڈ۔
کلوروفائل۔ اپوتھیما۔ موم۔ پانی۔ خانہ دار مادے۔ منجمد مادے۔ وغیرہ اسکی راکھ کو امتحان کرین تو
یہ چیزین معلوم ہوتی ہین۔ پوٹاس۔ سوڈا۔ میگنشیا۔ فاسفورک ایسڈ۔ کاربونک ایسڈ۔ کلورین سلیکا۔
فولاد وغیرہ۔ کھولتے ہوئے پانی مین چائے کا خیساندہ بنانے سے ½ حصہ حل ہونیوالے مادے پانی
مین آجاتے ہین۔ جو اجزا خیساندہ مین آتے ہین اُن کے نام یہ ہین۔ ڈیکسٹرین ٹینن تھیین۔ سبز چائے
مین بہ نسبت سیاہ کے تھیین ٹینک ایسڈ روغن زیادہ ہوتا ہے۔ اور خانہ دار مادے کم۔ باقی اجزا قریب قریب
یکسان ہوتے ہین۔ سب اجزاء موثرہ سبز چائے مین بحساب اوسط فیصدی ۴۳ حاصل ہوتے ہین اور سیاہ مین
۳۸ چائے کا خاص جوہر تھیین[1] ہی جو ٹینک ایسڈ کے ساتھ ملا رہتا ہی اسی کی مقدار پر چائے کی خاصیت و عمدگی
اور ایتھیریل آئل یعنی روغن پر خوشبو منحصر ہی۔ یہ دونون اجزا سبز قسم کی چائے مین زیادہ ہوتے ہین۔ چنانچہ تھیین
فیصدی آٹھ حصہ ملتا ہی۔ آسام و کانگڑہ و دارجلنگ وغیرہ کی ہندوستانی چائے بھی کمتر نہین ہوتی لیکن
چین۔ ختا۔ جاپان۔ پیراگوے۔ وغیرہ کی چائے اسی وجہ سے مشہور ہی کہ اُس مین نشیٹروجن مادہ یعنی تھیین زیادہ ہوتا ہے

چائے کے خواص و فوائد۔

جو لوگ چائے کے نام سے بھی ناواقف ہین یا اُسکا استعمال گاہے ماہے کرتے ہین اُنکا تو ذکر ہی کیا ہے مگر

۱؎ تھیین۔ کو کیفین یعنی اینا گوارین بھی کہتے ہین اسکا مفصل ذکر آگے کیا جائیگا۔

جو روزمرہ پیتے ہین اُن کو بھی اسکے فوائد مین آجکل اختلاف ہی۔ لہذا اس بیان کو کسیقدر تفصیل کے سات لکھون گا۔ انشاءاللہ یعنی دیسی اطبّا نے جو چائے کے فائدے لکھے ہین پہلے اُس کا ذکر ہوگا۔ پھر یہ لکھا جائیگا۔ کہ بیس پچیس برس پہلے اہل یورپ چائے کو کیا سمجھتے تھے۔ پھر یہ قلمبند ہوگا کہ اب ڈاکٹرون کا اسکی نسبت کیا خیال ہے بعدہ سابق و حال کے خیالات کا محاکمہ کیا جائیگا۔

فقرہ اوّل۔ دیسی اطبّا کی رائے

خواص۔ قویٰ و ارواح و معدہ کی مقوّی۔ دافع رطوبت۔ ہاضم طعام۔ بارد و مرطوب مزاجون کے لئے مقوّی باہ۔ نشاط اور نعوظ پیدا کرنیوالی۔ ملطّف یعنی جمے ہوئے خلط کو بصورت ابخرات نکالنے والی۔ مقطّع یعنی عضو کے سطحون کے اندر جو لزج خلط ہو اسکو متفرق کرنیوالی۔ مفتّح یعنی جو مادّہ اعضا کے جوفون و راستون مین بند ہو اسکو حرکت دیکر نکالنے والی۔ منضج یعنی خلط کو خارج ہونے کے لائق کرنیوالی۔ رقیق کرنیوالی مواد کی معرّق یعنی پسینہ لانیوالی۔ مدرّ بول یعنی پیشاب لانیوالی۔ جھوٹی پیاس و معدہ کی گرمی و بخار و خمار یعنی معدہ سے جو مین دھوان سا اٹھنے سے ڈکارین آتی ہون اور سردی سے دردسر ہو تو تسکین دینے والی۔ رنگ رخسار و خون کو صاف کرنیوالی۔ معدہ و دماغ کو آلائش سے پاک کرنیوالی۔ مسہر یعنی جگانیوالی۔ مشتہی یعنی کھانے کی خواہش پیدا کرنیوالی۔ تعمیر معدہ و عمق بدن مین دواؤن کا اثر لیجانے کے لئے عمدہ بدرقہ ہی۔ بعض طبیب مفرّحات مین اسکو داخل کرتے ہین کیونکہ تفریح کے زیادہ کرنے مین مددگار ہوتی ہی۔ **فوائد**۔ بخر یعنی بدبوے دہن کا عارضہ ہو یا پیاز یا لہسن وغیرہ کھانے یا شراب پینے کے سبب منہ سے بو آتی ہو تو دور ہو جاتی ہے۔ خفقان دل و سینہ کی بیماریون تنفس یعنی سانس اندر لینے و باہر نکالنے کے متعلق امراض۔ یرقان۔ سوء القینہ یعنی مقدمہ استسقا استسقا۔ بواسیر پیشاب بند ہونے۔ سردی سے پیشاب بند ہونے ضعف گردہ ہیضہ مین چائے کو تنہا یا مناسب ادویہ کے ساتھ دینا مفید ہی۔

غم[1] و ہم کو دُور کرتی ہے۔

حکیم چین کا قول ہے کہ چائے کے پینے سے حرارت باطنی کو تسکین و خون کی صفائی ہوتی ہے۔ ایک حکیم صاحب لکھتے ہین کہ چائے بوجہ کمال قوت کے کھانے کو جلد ہضم کرتی ہے خاصکر اغذیۂ غلیظہ کو اور سردی و بلغم کے سبب سے جو امراض ہوں خصوصًا جو شراب پینے والوں کو ہوتے ہین۔ اُنکے لئے نہایت مفید ہے۔

مرزا قاضی نے اسقدر مبالغے کے ساتھہ لکھا ہے کہ استحالۂ طعام و غذا مین یہہ عجب اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ ایسے ثقہ آدمیوں سے سُنا گیا جن کے قول پر اعتماد تھا۔ اور ملکِ ختا مین وہ گئے بھی تھے کہ ایک دیگ مین چاول و گوشت و مصالحہ اور چند برگ چائے کے ڈال کر ڈھک کر کئی ساعت رکھدین۔ بعدہٗ کھول کر دیکھین تو یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسمین کیا پکا ہے۔ کیونکہ چاول و گوشت بغیر آگ کے گلکر کھل مل جاتے ہین علاوہ اندرونی استعمال کے بعض امراض مین اسکے بیرونی استعمال سے بھی فائدہ ہوتا ہے چنانچہ اسکو پکا کر ضماد کرنا سخت اورام و درد بواسیر مین نافع ہے۔ نطول کرنا یعنی دھارنا معرق و خواب آور ہے۔

طریق اصلاح و دفع مضرت

چائے کے ذائقے کی تلخی و کسیلاپن جو شاندہ بنانے اور اسمین شیرینی و جوش دیا ہوا دودھ ڈالنے سے کم بلکہ زائل ہو جاتی ہے۔ گرم مزاج والوں کو چائے کے پینے سے لاغری پیدا ہوتی ہے پس اسکا مصلح دودھ و مٹھاس ہے۔ بغیر شیرینی کے پینا مضر سمجھا جاتا ہے۔ بارد مزاج والوں کے معدہ کو خراب کرتی ہے

---

[1] عوام آدمی غم کے معنی بھی رنج جانتے ہین اور ہم کے معنی بھی یہی سمجھتے ہین لیکن اطبا نے اسکی یوں تفریق کی ہے کہ ایذا دینے والے کے خوف یا مطلب کے فوت ہونیسے روح اندر کی طرف حرکت کرے تو اس کیفیت نفسانی کو غم کہتے ہین۔ ہم اُس کیفیتِ نفسانی کا نام ہے کہ کسی خیال یا تصور سے روح کی حرکت و بدنکے داخل و خارج مین حرارت غریزی اسکے تابع ہو جاتی ہے۔ اور یہ خیال یا تصور خوف و رجا سے مرکب ہوتا ہے۔ یعنی خیر کی توقع بھی ہوتی ہے اور شر کا انتظار بھی۔ پس ان دونوں مین سے جو غالب ہو اُسی طرف نفس رجوع ہو جاتا ہے۔ اگر خیر کی توقع غالب ہو تو حرکت نفس کی خارج بدن کیطرف ہوتی ہے۔ اور شر کی توقع غالب ہو تو حرکت نفس کی داخل بدن کی طرف ہوتی ہے بدینوجہ کہتے ہین کہ۔ ہم۔ جہاد ہے فکر کا۔

بدینوجہ بادیان خطائی ڈال کر اُس کی اصلاح کرنا چاہئے۔ نہار منہ چائے کے پینے سے یہ نقصانات متصور ہے کہ امراض حارّہ پیدا ہوتے ہین خاصکر گرم مزاج والون کو۔ لیکن معدے مین اخلاط روی ولزج وفاسد بہت ہون یا سابق کے طعام کے سبب گرانی و تخم پایا جائے اور ڈکارین آتی ہون تو نہار منہ پینا نافع ہے۔ چائے کا بہت گرم پینا مضر ہے۔ خاصکر گرمی کے موسم و گرم وقت مین جوانون و گرم مزاج والون کو۔ ہان کھانا کھانے کے بعد نیم گرم پینے کو کہتے ہین کیونکہ بعد طعام چائے پینے سے کھانا جلد ہضم و تحلیل ہوتا ہے۔ چنانچہ اسوجہ سے یورپ والے صبح کو کچھ ناشتہ کرنے کے بعد اور تیسرے پہر جو غذا کے تحلیل ہونے کا وقت ہے چائے پیتے ہین۔ چائے کا جوشاندہ بنانیکا طریقہ بھی وہی ہے جسطرح یورپ والے پیتے ہین اور جسکا ذکر سابق مین ہوچکا ہے۔ چائے کے ساتھ گرم مزاج والون کو دودھ۔ سرد مزاج والون کو مشک ولونگ و بادیان خطائی وسونٹھ و دارچینی وغیرہ۔ حرارت غریزی کو بڑھانے کے لئے عود ہندی وعنبر و زعفران و دارچینی وغیرہ۔ باہ کو تقویت دینے و کثرت مجامعت کی مضرت دفع کرنے کے لئے تعلب مصری و دارچینی وغیرہ۔ الغرض جو دوا چائے کے فعل کو تقویت دینے والی ہو خواہ وہ مسہل ہو یا قابض یا مقوی اسکے ساتھ استعمال کرسکتے ہین۔

باب دوم۔ کافی کا بیان

عربون و ترکون مین تو کافی کا رواج بہت ہے لیکن ہمارے ملک مین اسکا استعمال زیادہ نہین ہوتا۔ بدینوجہ بنسبت چائے کے اسکا کسیقدر مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

کافی کے نام و پیدایش و دریافت ہونے و رواج پانے وغیرہ کا حال

اس کو عربی مین بن یا قہوہ کہتے ہین۔ دراصل غلیظ شراب کو قہوہ بولتے تھے کیونکہ وہ اشتہا لاتی ہے یعنی اسکے پینے سے آرزوئے طعام نہین رہتی مگر جب شراب حرام ہوگئی اور بجائے اسکے بن کو جوش دیکر

پینے لگے تو اُسی کو قہوہ بولنے کا رواج ہوگیا۔ انگریزی و ترکی مین کافی کے نام سے مشہور ہے ہندوستان مین اکثر آدمی بہ نسبت بن کہ کافی کے نام سے زیادہ واقف ہین۔ دلیسی اطبا لکھتے ہین کہ یمن کے پہاڑون پر شیخ ابوالحسن صاحب ایک عبادت خانہ مین رہتے تھے اُن کے مریدون کو شب بیداری و ریاضت کے سبب تکان ہو جاتی تھی۔ اتفاقیہ کسی مُرید نے ایک درخت کے پھل کھائے تو کسل و تکان رفع ہوگیا۔ اُس نے دوسرون سے ذکر کیا۔ اُنھون نے بھی تجربے سے ایسا ہی پایا پھر اپنے پیر سے عرض کیا تو جناب موصوف نے فرمایا کہ پھلون کو پانی مین جوش دیکر اُس پانی کو پینا چاہئے۔ چنانچہ مرید اپنے پیر کے حکم کے مطابق ایسا ہی کرتے تھے اور ریاضت شاقہ و شب بیداری سے جو سُستی و تکان ہوتی وہ رفع ہو جاتی تھی پھر رفتہ رفتہ اسکی شہرت عام ہوگئی۔ تاجرون نے تمام ملکون مین اسکو پھونچا دیا۔ کافی کا درخت خود رَو جنگلی بھی ہوتا ہے اور بویا بھی جاتا ہے۔ زمانۂ سابق مین اُس کی پیدائش یمن کے پہاڑون اور اُس کے نواح و ملک حبش و جزیرۂ بتاویہ مین ہوتی تھی لیکن تقریب دو سو برس کا عرصہ ہوا کہ جب جمال الدین بن عمر متوطن یمن سیاحت کرتا ہوا سیلون و میسور وغیرہ کی طرف آیا اور جن مقامات کو سرسبز و شاداب و کافی کی کاشت کے قابل پایا وہان کے باشندون کو بھی اپنے پاس سے تخم دیکر اُسکے بونے کا طریقہ سکھلایا اور رفتہ رفتہ اُس نواح و دیگر مقامات مناسب مین کافی کی کاشت ہونے لگی مگر بونے کا طریقہ مثل یمن کے ہی تھا جب یوروپین کی توجہ اسطرف ہوئی تو ہند و یوروپ مین کافی کی زراعت کی کافی ترقی ہوئی اور ہوتی جاتی ہے۔ کاشت کا جو اکثر یوروپین ہوتے ہین اُسکی زراعت و تجارت سے خوب فائدہ حاصل کرتے ہین۔ کافی کا درخت ایک ساق کا نر انگشت کی برابر موٹا اور دو تین ہاتھ لانبا مثل زعرور[1] کے ہوتا ہے۔ پھول کی رنگت سفید پھل سیاہ رنگ کا حب الغار کے ہم شبیہ جسکا پوست نازک۔ اسکے اندر دو مغز ہوتے ہین یہی کافی یا بُن کہلاتے ہین۔ کافی کے وسط مین ایسا شگاف ہوتا ہے جیسا کہ دانۂ گندم مین۔ مگر اوس سے چوڑا۔ رنگت سبز۔ جوف مین ایک نازک پردہ لپٹا ہوا جسمین تلخی ہوتی ہے۔ کہتے ہین کہ بہ نسبت جنگلی و خود رَو کے بُستانی یعنی بوئی ہوئی کافی بہتر ہوتی ہے جو سبز رنگ کی اور دانہ بہت بڑا ہو نہ بہت چھوٹا اور تازہ اور ایسی وزنی ہو کہ پانی مین ڈالنے سے ڈوب

[1] اسکو فارسی مین دو دانہ کہتے ہین ہندی مین کوئی نام نہین ہے۔

جائے جیساکہ یمنی یعنی ملک یمن کی وہ اچھی سمجھی جاتی ہے کیونکہ اسکو ذرا بھونکر کوٹین تو چرب اور جوشاندہ خوش مزہ
خوشبودار ہوتا ہے حبشی سیاہ رنگ کی نہایت خراب تلخ و بدمزہ ہوتی ہے جاوی سفید رنگ کی یمنی و حبشی
سے [illegible] پھیکی اور اسکے تازہ پوست مین قدرے رطوبت و چسپیدگی و حلاوت و کسیلاپن ہوتا ہے ۔
[illegible] رکھنے سے رفتہ رفتہ حلاوت کم و زائل ہوجاتی ہے یوروپین کے نزدیک کافی کا اچھا یا برا ہونا
اسکے بھننے و جوشاندہ کے ذائقہ و خوشبو سے معلوم ہوتا ہے یعنی خوش ذائقہ و خوشبودار ہو تو اچھا
سمجھتے ہین ورنہ خراب ۔

کافی کے استعمال کرنیکی ترکیب

واضح اطبا و سیاحو نکا بیان ہے کہ اسکے استعمال کرنیکی ترکیب مین بہت اختلاف ہے چنانچہ ملک یمن اور اُس
نواح کے باشندے کافی کے چھلکے جسکو قشر بولتے ہین خاصکر تازہ لیکر پانی مین خوب جوش دیکر چھان کر گرما
گرم یا نیم گرم بڑے پیالے بھر بھر کر کھانا کھانے سے پہلے اور اکثر کھانے کے بعد پینے کے بہت حریص ہوتے
ہین ۔ اس جوشاندہ کا جو خاصکر تازہ قشر سے بنایا گیا ہو کسیلا شیرینی مائل ذائقہ ہوتا ہے ۔ مکہ معظمہ و
مدینہ منورہ و عرب و عجم و ایران و توران و ہندوستان و فرہنگ وغیرہ کے رہنے والے مغز یعنی
کافی کو بعض خام ۔ بعض نیم بریان ۔ بعض اسقدر بریان کرکے کہ دلنے جلنے کے قریب پہنچین ۔ بعض نیمکوب
و بعض زیادہ باریک کر کے پانی مین جوش دیکر بعض گاڑھا و بعض بہت رقیق جوشاندہ ۔ بعض چھانکر و بعض
بغیر چھانے پیتے ہین حکیم میر عماد الدین محمود لکھتے ہین کہ پانچ مثقال یعنی قریب دو تولہ سے چار تولہ تک کافی
کو ڈیڑھ پاؤ پانی مین اسقدر جوش دین کہ تین چھٹانک رہ جائے پھر گرم حالت مین ہی چھان لین تاکہ سرد
ہوکر میل صافی پر نہ رہے اور صافی اُس کی قوت کو جذب نہ کرلے ۔ بعدہ گرم گرم پئین کیونکہ سرد پینا نہایت
خراب بلکہ نیم گرم پینا بھی اچھا نہین ہے ۔ دل کو ضرر پہونچاتا ہے اور خفقان پیدا کرتا ہے ۔ اگر ایسا ہو تو
زعفران سے اُس کی اصلاح کرین ۔ میرزا قاضی لکھتے ہین کہ بعض شہرون مین تو کافی کے پوست کا جوشاندہ بعض
جگہ مغز دو دو تولہ یا پوست کا جوشاندہ پیتے ہین بعض مع پوست کے نیم بریان کرکے جوشاندہ طیار کرتے ہین بعض
صرف مغز یعنی کافی کو بھون کر جوشاندہ بناتے ہین مگر بہتر یہی ہے کہ مغز کو مع اندک پوست کے بریان کرکے پانی

مین جوش دیکر پانی کو پئین کیونکہ خداتعالیٰ نے جو میوے و دوائین پوست دار پیدا کی ہین اُن مین یہ عجیب خاصیت رکھتی ہی کہ مغز و پوست سے ایک دوسرے کی مضرت دفع ہو جاتی ہی۔ چنانچہ شیخ الرئیس فرماتے ہین کہ خیار یعنی ککڑی کو مع پوست کھانا بہتر ہے۔ تاکہ مغز خیار مین جو لزوجت ہی اُسکو پوست کی جلا دفع کر دے اور ایسا ہی مویز کو مع دانہ کی وغیرہ وغیرہ۔ اُمرا انجیال لذت مغز کو قشر سے جدا کر کے اسقدر بھونتے ہین کہ جلنے کے قریب پہنچے پھر کوٹ کر پانی مین جوش دیکر جوشاندہ کو پیتے ہین۔ اگرچہ بھون کر پینے مین آسانی ہوتی ہی لیکن پہلے کوٹکر پھر بھوننا بہتر ہے۔ گو بھونے بغیر کوٹنا دشوار ہے۔ مگر ثابت دانے جب بھونے جاتے ہین تو بعض حصہ جلجاتا ہی۔ اور بعض خام رہ جاتا ہی اور کوٹکر بھونین تو کافی یکسان بریان ہوتی ہی۔ اکثر بلاد مثلاً مکہ معظمہ عراق و عرب و عجم و ایران و ہند مین یہ دستور ہی کہ مغز قہوہ کو خوب دھوکر مٹی کے ظرف آب نادیدہ یعنی کورے برتن مین اسقدر بھونتے ہین کہ اُسکا رنگ جوزی یعنی اخروٹ کا سا ہو جائے اور بعض اس سے زیادہ بریان کرتے ہین۔ بعدہٗ اچھی طرح کوٹ لیتے ہین۔ پھر سنگ پھر یا شیشے یا چاندی یا تانبے کی قلعی دار قہوہ دانی مین کافی سے دس بارہ حصہ زیادہ مقدار مین صاف و شیرین گرم پانی ڈالکر تھوڑی تھوڑی کافی ڈالتے اور چمچے سے ہلاتے جاتے ہین تاکہ پانی مین کافی خوب مخلوط ہو جائے پھر کوئلے کی آنچ پر رکھکر اسقدر پکاتے ہین کہ جو کف اوپر آئین وہ بیٹھ جائین اور کفون کے تہ نشین ہونے کی غرض سے اثنائے جوش مین دو تین دفعہ سرد پانی کا چھینٹا دیتے رہتے ہین جب کف اٹھین اور روغن بالائے آب معلوم ہونے لگے پیالیون مین ڈھالکر گرم گرم گھونٹ گھونٹ پیتے ہین بعض خاص نازک طبع سیاہ دانے کافی کے چنکر پھینکدیتے ہین اور خوب دھوکر بدستور مذکور بھونتے ہین اور جو دانے زیادہ بریان ہونے سے سیاہ ہو جائین انکو بھی دور کر دیتے ہین پھر ذرا کوٹتے ہین کہ اندر کا نازک پردہ جو تلخ ہوتا ہی وہ علیحدہ ہو جائے۔ بعدہٗ پھٹک کر اور کافی کو اچھی طرح کوٹکر مذکورہ بالا طریقہ سے جوش دیتے ہین اور جوش کے درمیان بجائے آب سرد برف کے ٹکڑے ڈالتے ہین۔ بعض خوشبودار کرنے کے لئے حسب ضرورت عنبر ریزہ ریزہ کر کے سکے مین ڈالتے ہین اور جب ریزے حل ہو جائین اُسوقت گرم گرم پیتے ہین۔ ڈاکٹرون نے کافی کے بنانے کی ترکیب یون لکھی ہی کہ لوہے کے توے یا کڑاہی مین کافی کو ڈالکر ایسی حرارت پر بھونتے جو ۳۲۰ درجے سے زائد نہو جب وہ بھوری سیاہی مائل ہو جائے

تو اتارلین۔ پھر اسکو ایک آلے مین جو اُسکے پیسنے کے واسطے مخصوص ہو یا دھاتی کھرل مین ذرہ ذرا پیس لین اور ٹن وغیرہ کے برتن مین لبالب بھر کر بند کر کے رکھ چھوڑین کیونکہ بھنی ہوئی کافی دو مہینے سے چار مہینے تک کھلی رہے تو اُس کی خوشبو زائل ہو جاتی ہو مگر برتن مین خوب بند رہے تو مہینون خراب نہین ہوتی۔ ضرورت کیوقت اسطرح جوشاندہ بناتے ہین کہ پہلے کافی کے سفوف پر ذرا اوپچے سے آب سرد ڈال کر نتھار کر پھینکدین تاکہ باریک وخراب ذرے اُسکے پانی کے ساتھ نکل جائین اور وہ صاف ہو جائے پھر ایسے طریقے سے طیار کرین کہ فیصدی تیس ۳۰ سے پینتیس ۳۵ تک کافی کے اجزا جوشاندے مین آجائین تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ کافی کو پانی کے ساتھ جوش دین تو اُس کی خوشبو نکل جاتی ہو اور ۸۰ یا ۲۰۰ درجے کی حرارت کے گرم پانی مین بھگونے سے صرف ۱۹ سے ۲۵ فی صدی تک اُس کے اجزا حال ہوتے ہین۔ اگرچہ مقدار مطلوبہ کا حاصل ہونا کافی کی قسم اور اُسکے بریان ہونے کی عمدگی پر منحصر ہے لیکن اُسکا کافی دوائی فائدہ حاصل کرنے کے لئے یہ ترکیب بہتر ہے کہ پہلے تھوڑی کافی کا خیساندہ بنا کر پانی کو نتھار کر پھینکدین۔ باقی ماندہ شئے کو دوسرے پانی مین ڈالکر خوب جوش دین اور یہ گرم جوشاندہ کافی کے غیر استعمال شدہ سفوف پر جو قہوہ دانی مین ہو ڈالین۔ کچھ دیر بعد چھان کر مصری و دودھ ملا کر پئین اور جو کافی صافی پر رہے اُسے دوسرے وقت پانی کے ساتھ جوش دینے کے لئے رہنے دین۔

کافی کی طبیعت و ماہیت

دیسی اطبا مین سے حکیم میر عمادالدین لکھتے ہین کہ کافی درجہ دوم مین سرد و خشک ہو کیونکہ ذائقہ و خوشبو و رنگ مین ایسی کیفیت غالب نہین ہو کہ حرارت پر گمان کیا جائے اور تجربے سے ثابت ہوا ہو کہ برودت اسقدر نہین ہو کہ ضرر پہنچائے اور یہ کہنے مین بھی تامل ہو کہ سردی و خشکی مین کون غالب ہے۔ حکیم مرزا قاضی اپنے تجربے سے رقمطراز ہین کہ قہوہ اول درجے مین سرد اور دوسرے درجے مین خشک ہو۔ حکیم سالک الدین لکھتے ہین کہ بعض واقفان خواص ادویہ کا قول ہو کہ برودت اول درجہ ثانیہ مین و یبوست ثالثہ مین ہو کیونکہ زیادہ پینے سے خشکی دماغ و بیخوابی و خشکی مزاج پیدا ہوتی ہو۔ شیخ داؤد انطاکی کا قول ہو کہ اگرچہ مشہور سرد و خشک ہو مگر اول درجے مین گرم اور دوسرے مین خشک ہے۔

حنین فرماتے ہین کہ پوست قہوہ کا چونکہ تلخ ہے اور تلخی دلیل حرارت کی ہے بدینوجہ ممکن ہے کہ پوست اُسکا گرم ہو اور مغز معتدل یا اوّل درجے مین سرد - اور کسیلا پن برودت کی دلیل ہے مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ رطوبت کے خشک کرنے و بلغمی کھانسی و نزلہ و سُدّون کے کھولنے و ادرار بَول مین نافع ہے پس یہ دلیل گرمی و خشکی ہے - حکیم میر محمد مومن کا قیاس ہے کہ قہوہ حرارت مین معتدل مگر خشکی اُسپر غالب ہے اور پوست بہ نسبت مغز کے زیادہ گرم و خشک ہے - صاحب مخزن فرماتے ہین کہ شاید مرکب القوےٰ ہو خصوصاً تازہ قہوہ کیونکہ اُس مین دو جزو ہین ایک لطیف ہوائی جو گرم و تر ہے اُسکے سبب سے آثار حرارت کے یعنی تفریح و تلطیف و تفتیح و نفخ و ادرار و تلیین وغیرہ پیدا ہوتے ہین - دوسرا کثیف ارضی جو سرد و خشک ہے اُسکی وجہ سے سردی و خشکی کے آثار ظاہر ہوتے ہین - یعنی گرمی و تشنگی و جوش خون و تیزی صفرا کی حالت مین قہوہ پینے سے تسکین ہونا نیند نہ آنا - دماغ مین خشکی ہونا وغیرہ - اور جسقدر تازہ ہو اُسیقدر جزو اول زیادہ ہوتا ہے اور جون جون کہنہ ہو بتدریج کم و زائل ہو جاتا ہے خاصکر اُس کے پوست سے - علاوہ کہنگی کے بریان کرنے سے بھی بمقدار بریان کرنے کے جزو اول کم و زائل ہوتا ہے - الحاصل تازہ و نو قہوہ خاصکر اسکا پوست خام مائل بحرارت و یبوست ہے اور پرانا خاصکر بریان بارد و یابس - اور جسقدر پرانی ہو یا زیادہ بھونی جائے اُسیقدر سردی و خشکی اُس کی زیادہ ہوتی ہے - ڈاکٹر لکھتے ہین کہ کافی کی ماہیت مین یہ چیزین پائی جاتی ہین - پانی - خانہ دار مادّہ - چربی دار اجزا - شکر - نباتی تیزاب - مادہ چوبی - نیٹروجنس اجزا گیلیمیٹ آف پٹاس - کیفی این - منجمد روغن - خوشبودار سیماب طبع روغن - پٹاس - میگنیشیا - چونہ - فاسفورک ایسڈ - کلورین - وغیرہ - جب کافی کو بھونتے ہین تو کاربونک ایسڈ و کاربونیٹ و کسائیڈ و نیٹروجن ہوا مین نکلتی ہین جس سے وہ پھولا کر ہلکی ہو جاتی ہے - اور اُس مین خاص طرح کی خوشبو آنے لگتی ہے اور جوہر کیفی این جو گیلک ایسڈ کے ساتھ ملا رہتا ہے وہ علیحدہ ہو جاتا ہے - کافی کے خیساندہ مین یہ چیزین آجاتی ہین - روغن - کیفی این - شکر - ڈگسٹرین - معدنی اجزا -

کافی کے خواص و فوائد بقول اطبّاء دیسی -

دیسی اطبّا مین کافی کے خواص و فوائد کی بابت اختلاف ہے - بعض تو کہتے ہین کہ اسکا جوشاندہ سُدّون کو کھولتا ہے درد دُون کو و جوش خون کو و صفرا کی تیزی کو و سودا کو خاصکر جب اُس مین احتراق ہو تسکین دیتا ہے - اخلاطی

غلیظ خلط کو رقیق اور اسکو ہضم کرتا ہے۔ چنانچہ آبلہ جدری ودمویہ وصفراوی وسوداوی بخاروں خصوصاً ان کی ابتدائی حالت اور چیچک وخسرہ میں دانے نکلنے کے بعد اور پھپھیا تپ میں مفید ہے شری[1] دموی ویرقان میں فائدہ بخشتا ہے ملین طبع ومدر بول ورطوبت کی تحلیل کرنیوالی اور رافع تکان ومقوی معدہ ومانع صعود ابخرات ہے سرفہ بلغمی ونزلات اور شہد کے ساتھ گرم وتر کھانسی واکثر قسم کے درد سر ودرد بدن ومالیخولیا خصوصاً احتراقی میں اور جو اخلاط کے غلیظ ومنجمد ہونے سے ہو اور بقول بعض اواسیر میں بھی نافع ہے۔ حکیم میر بہاؤ الدین محمود لکھتے ہیں کہ کافی چونکہ اخلاط کو رقیق وصاف کرنیوالی ہے بدینوجہ جذام میں بھی نفع بخشتی ہے اور بسبب تخفیف رطوبات کے بلغمی کھانسی ونزلہ وسستی معدہ میں فائدہ مند ہے۔ دماغ کی طرف ابخرات چڑھنے کی مانع ہے۔ اسہال میں نافع ہے نیم بریان دینا سستی و خواب کی کثرت وتشنگی کے غلبہ میں کافی کا جوشاندہ پلائیں اور کھانے پینے کو صرف اسقدر دین کہ مزاج میں تغیر وضعف پیدا نہو تو فائدہ بخشتی ہے سفر یا مشقت وغیرہ کے سبب تکان وماندگی وکندی وملال ہو تو رفع کرتی ہے اگرچہ بالاتفاق قہوہ کو نیند دور کرنیوالا مانا گیا ہے لیکن حکیم میرزا قاضی لکھتے ہیں کہ جنکا مزاج گرم ہو ان کو اسکے پینے سے کبھی نیند آجاتی ہے کیونکہ یہ حرارت کو کم کرتی ہے اور بسبب کمی حرارت کے رطوبت کو تحلیل پاتی ہیں چنانچہ ایک شخص کو بوجہ زیادتی حرارت کے نیند نہیں آتی تھی اور رات بھر مثل سرسام والے کے بیچین وبیقرار رہتا تھا اسکو دو تین رات قہوہ پلوایا گیا تو آرام سے سویا اور بیچینی وبیخوابی زائل ہوگئی قہوہ نوشی کے جو شائق وحریص ہیں ان میں سے کسی نے یہ رباعی اسکی تعریف میں لکھی ہے۔ رباعی۔

راحیست قہوہ روح فزا وکسل گسل	آرام جان وقوت اعضا وقوت دل
تقریب اجتماع جوانان پارسا	تفریح بخش خاطر پیران مضمحل

اوپر جو لکھا گیا یہ تو قہوہ کی تعریف کرنیوالوں کا بیان ہے اب اسکی مضرت کا ذکر سنئے۔ کہتے ہیں کہ کافی پینے سے درد سر ہو جاتا ہے۔ نیند نہیں آتی۔ بدن میں لاغری ورنگ میں زردی وشہوت وباہ قطع ومنی کم ہو جاتی ہے خفقان ونفخ وقولنج ومالیخولیا وکابوس وغیرہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ آلات تنفس میں خشکی ودرشتی

[1] یہ ایک جلدی مرض کا نام ہے جس میں چھوٹی چھوٹی اور بعض بڑی بڑی پھنسیان سرخی مائل دفعتاً نکل آتی ہیں جن میں خارش نہیں ہوتی۔ مگر گاہی گاہی ان سے رطوبت جاری ہوتی ہے۔

ہوتی ہے۔ والد پر اسیر ہے جنکو اخلاط فاسدہ کا غلبہ یا مزاج مین برودت ہو اور مرتوبین کو نہایت مضر ہے
کسی نے اسکی مذمت مین یہ شعر موزون کیا ہے۔ شعر۔

آن سیہ رو کہ نامِ او قہوہ است
مانع النوم قاطع الشہوہ است

قرابادین کبیر کے مصنف صاحب نے اختلاف آرائے مذکورہ کا یون فیصلہ کیا ہے۔ کہ جو مضرتین کافی مین۔ بیان کیجاتی ہین وہ غالباً بہت پرانی اور زیادہ بھنی ہوئی مین ہوتی ہین۔ کہتے ہین کہ اہل یمن چوہارے وغیرہ گرم میوے کھانے و مزاج مین حرارت کی زیادتی ہونیکے سبب کثرت سے پیتے ہین اور خام و تازہ قہوہ نہ ہضم اسکا پوست بعض مزاج والون مین باہ کی تحریک دکھانے کو ہضم کرتا ہے شاید یہ وجہہ بھی کھانیکے بعد و بکثرت استعمال کرنیکی ہے۔ قہوہ کے فائدہ و نقصان پر طرفین سے اسقدر مبالغہ کیا جاتا ہے کہ اُس طول قصے کا ذکر کرنا فضول ہے۔ درحقیقت اُسکا نفع و ضرر عادت و قوت و مزاج کی حرارت یا برودت اور پینے کے قلت یا کثرت پر منحصر ہے۔

کافی کے خواص و فوائد بقول ڈاکٹرونکے

ڈاکٹرون مین بھی کافی کے خواص و فوائد کی بابت ویسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ دیسی اطبا مین لیکن درحقیقت اس سے جو نقصان ہوتا ہے وہ بسبب کثرت استعمال یا خصوصیت مزاج یا طیار کرنیکی بے احتیاطی سے ہوتا ہے خیر مجملاً ڈاکٹرون کی رائے مین لکھہ دیتا ہون۔ عام طور پر اسکے فائدے یہ ظاہر کئے گئے ہین کہ نظام عصبی پر کافی کا عمدہ محرک اثر ہوتا ہے نبض کی ضربات و طاقت بڑھ جاتی ہے۔ تکان رفع ہوتی ہے۔ پیشاب زیادہ آتا ہے جلد کا فعل بڑھ جاتا ہے۔ اس سے صرف طاقت ہی نہین آتی بلکہ گرم خیساندہ گرمی و سردی دونون حالتون مین مفید ہے کیونکہ سردی مین گرم خیساندہ سے گرمی پہنچتی ہے اور گرمی مین جلد پر تحریک کی تاثیر ہوکر پسینہ آنے سے گرمی رفع ہوجاتی ہے۔ افریقہ کے ملک الجیریا و ہندوستان کے تجربے سے ثابت ہوگیا ہے کہ گرم ملکون مین اور جہان ملیریا ہوا۔ (جو تپ پیدا کرتی ہے) کی کثرت ہو وہان اُسکا پینا مفید ہے بعض کہتے ہین کہ ہیضے کے ایام مین اسکا پینا فائدہ مند ہے۔ کافی کی بریان ہونیکے وقت گندی ہوا صاف ہوتی ہے ڈاکٹر گاٹر صاحب لکھتے ہین کہ کافی کا فائدہ مقوی و محرک و تازہ گی بخش و نشاط آور ہے۔ ڈاکٹر مایر صاحب و ڈاکٹر ڈیڈ صاحب

وغیرہ نے کافی کے جوشاندہ کو ایسے وقت مین مفید پایا ہی کہ جب کوئی حصہ امعا کا جس راہ سے نیچے آئے اُسکے تنگ ہونیکے سبب سے و پرند جاسکے اس حالت مین دینے کی یہ ترکیب ہے کہ آدھ پونڈ کافی بریان کو پیسکر بارہ پیالی کھولتے ہوئے پانی مین ڈالدین۔ اُسمین سے ایک ایک پیالہ پندرہ پندرہ منٹ بعد پلانا شروع کرین۔ اس طریق سے کبھی چھٹے اور کبھی نوین پیالے مین کامیابی ہوگی۔ ایک ڈاکٹر صاحب لکھتے ہین کہ کوئی شخص جگر کے مزمن امراض مین مبتلا ہو تو کافی یا کوکا کو ہرگز نہ دین اور بوجہ عادت کے نہ رہ سکے تو بجائے اسکے چائے پلائین۔ ڈاکٹر رابرٹس صاحب لکھتے ہین کہ قہوہ کثرت سے نہ پیا جائے تو مثل چاء کے ہضم کیلوسی کا حارج و باعث تاخیر نہین ہوتا کیونکہ اسمین ٹنین نہین ہی جو ہضم کیلیے مضر ہے بلکہ بجائے ٹنین کے ایک تلخ شے ہوتی ہے چنانچہ اسی لئے ایسے آدمیونکو جنکا معدہ ضعیف ہی بعوض چاء کے کافی کا پینا بہتر ہے مگر قہوہ تیز نہو کیونکہ اس سے بھی ہاضمے مین فتور و ہضم مین دیر ہوتی ہی اور کھانا کھانے کے بعد تو ضعیف معدہ والونکو قہوہ پینے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر شلز صاحب کا تجربہ جو چاء کے بیان مین لکھا گیا اُس سے ظاہر ہوتا ہی کہ کافی کا بھی ہاضمے پر مضر اثر ہوتا ہی۔ ڈاکٹر بلیک صاحب کافی کی عادت ڈالنے کو بھی مثل چاء کے برا جانتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ اسکے استعمال سے بھی ہاتھون مین رعشہ و ہاضمہ خراب ہو جاتا ہی۔ دل دھڑکنے لگتا ہی۔ علاوہ ڈاکٹر بلیک کے اور چند ڈاکٹرونکی بھی یہ رائے ہی کہ کافی کے کثرتِ استعمال سے رعشہ پیدا ہوتا ہی کافی کی تاثیر اسکے جوہر کیفی این (Caffeine) پر منحصر ہی جو کافی مین ۳ را فیصدی اور اُسکے پتونمین کچھ زیادہ پایا جاتا ہی اور کافی کے درخت کے خشک بیجون سے اسطرح نکالا جاتا ہی کہ پہلے پانی مین خیساندہ بناتے ہین اور پھر اُسکے قابض و رنگین اجزا خاص ترکیب سے علیحدہ کر دیتے ہین۔ اسکی تاثیرات و فوائد علم ادویہ کی کتابون مین یون مندرج ہی۔ **ہاضمہ کی نالی** بعض آدمیونپر کیفی این کا ملیّن اثر ہوتا ہی۔ مگر یہ معلوم نہین ہوا کہ کس چیز کی یہ تاثیر ہے **دورانِ خون** خون مین بخوبی جذب ہو جاتی ہی مگر اسمین کوئی تغیر اس سے نہین ہوتا۔ تھوڑی مقدار سے انسان پر یہ اثر ہوتا ہے کہ دلکی طاقت بڑھ جاتی ہی۔ اور زیادہ عرصہ تک دل سسٹلی یعنی انقباض کی حالت مین رہتا ہی اور ڈایسٹلی یعنی انبساط کا عرصہ کم ہو جاتا ہی۔ امراض قلب مثلاً اے آرٹک۔ و۔ مائیٹرل ابسٹرکشن مین صرف تحریک کی تاثیر ہونیکے لئے کیفی این کا مرکب کیفی این سائٹراس دیا جاتا ہی۔ مگر بجائے ڈجی ٹیلس کے کام نہین آتا کیونکہ اس سے دل کا فعل باقاعدہ یا سست نہین ہوتا بلکہ انبساط قلب کا عرصہ کم ہو جاتا ہی۔ دلکی اُن بیماریون جنکے ساتھ استسقا ہو مدر بول کی تاثیر ہوکر خصوصاً فائدہ ہوتا ہے۔ بعض ادمیونکو اس جوہر یا کافی کے استعمال سے دلکا فعل بے قاعدہ ہو جاتا ہی۔ مقدار مقررہ سے زیادہ یعنی زہریلی مقدار مین کھانے سے دلکا فالج ہوکر بحالت انقباض دل بند ہو جاتا ہی اور بیہوشی و تشنجی حرکات ظاہر ہوتی ہین۔ اگر مینڈک کے دلکو باہر نکالکر اسپر کیفی این لگائی جاتی ہے تو

کبھی مفلوج ہو جاتا ہے شخص۔ کیفی این کا اثر نفس پر کچھ بہت نہیں ہوتا مگر [illegible] تھوڑی سی مقدار سے تنفس تیز اور زیادہ مقدار زہریلی
مقدار سے سست ہو جاتا ہے۔ نظام عصبی پہنچ والوں پر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ چار دانہ [illegible] سے [illegible] الا [illegible] تیزی آجاتی ہے
نیند جاتی رہتی ہے۔ دلیل و قیاس کی قوتیں دو ہم کرنیکی قابلیت بڑھ جاتی ہے پس یہ سب محرک اثر کیفی این کے ہیں جو نہیں پایا جاتا ہے
کیفی این کا تیزی افیون کے برخلاف اور یکسان ہوتی ہے یعنی دماغ کے کل افعال یکسان تیز ہوتے ہیں اور مثل افیون کے نیند
نہیں آتی۔ اس سے رعشہ پیدا ہوتا ہے و ہاتھ کانپنے لگتے ہیں جیسا کہ چاء یا کافی کا کثرت سے استعمال کرنیوالوں میں دیکھا جاتا ہے
انسان کے نخاع و عضلات پر کیفی این کا اثر کم ہوتا ہے۔ مگر مینڈکون کے نخاع میں تیزی کی تاثیر ہو کر تشنج پیدا ہوتا ہے یا بعض
کے عضلات پر اثر ہو کر تشنج ہوتا ہے و سختی آجاتی ہے یا بعض کی عضلات کی گولائی میں فرق آجاتا ہے کبھی
اسکے استعمال سے ماگرین دایک قسم کا درد نوبتی سر کے ایک جانب۔ خاصکر کنپٹی و ابرو پر اکثر عورتون
کو ہوا کرتا ہے) میں اور دائمی درد سر میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ گردہ کے ایک مقدار کیفی این دینے سے پہلے
گردہ سکڑتا ہے اور پیشاب کا اخراج کم ہوتا ہے مگر جلد ہی گردہ اپنی معمولی حالت سے بڑھتا و پیشاب زیادہ
خارج ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے کیفی این نہایت قوی مدر [illegible] ہے اور امراض قلب کی وجہ سے
استسقا ہو یا حجاب الریہ میں افیوزن ہو تو اسکا استعمال کرتے ہیں چونکہ کیفی این کا اثر خاص گردے پر ہوتا
ہے بوجہ خاص گردے کی بیماری میں اسکو بہت احتیاط سے دینا چاہئے۔ یہہ خیال رکھیں کہ بہت سے مریض
ایسے عادی ہو جاتے ہیں کہ ایک ہفتہ برابر استعمال کریں تو پھر ان پر مدر بول کا اثر نہیں ہوتا بعض کا قول ہے کہ اسکے
استعمال سے پیشاب کا جزو یوریا زیادہ خارج ہونے لگتا ہے بعض کہتے ہیں کہ اسکے اخراج میں کمی ہو جاتی ہے۔
عام تاثیر۔ عام طور پر اسکا اثر جسم پر کھلانے یا لگانے سے کچھ نہیں ہوتا ان زہریلی مقدار میں کھانے سے
حرارت کسیقدر زیادہ ہو جاتی ہے۔ مقدار خوراک کیفی این کی ایک گرین سے پانچ گرین تک ہے۔

تمام شد

ضمیمہ زراعت آمیفہ

زراعت ریشم مع تاریخی حالات

جسمین

ریشم کے کیڑون کی طبعی تاریخ و کاشت الایچی وغیرہ ہر قسم

بطور خلاصہ کے تبلایا گیا ہے ملاحظہ ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح ہو کہ یہان سے اب زراعت ریشم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے اور تاریخی حالات و سچے واقعات ملاحظہ ہووے کہ سب سے پہلے چین والون نے ریشم کی ترقی اور اُسکے کیڑون کے بڑھانے پر غور کیا۔ لفظ سیرس اور سرنڈا یا رکیوپ کا غالبًا لوگون نے اِس لئے استعمال کیا ہے۔ کہ اُس سے ظاہر ہو۔ کہ مدت کثیر سے چین مین ریشم کی ترقی جاری ہے ٭ ڈاکٹر برڈو صاحب فرماتے ہین کہ پوٹلمی نے سب سے پہلے لفظ سیرس چین کے لئے استعمال کیا تھا۔ چین کا شمالی حصہ بعد مین کاتھے کہلایا۔ اور یہ لفظ چین کی زبان سے نکلا ہے یعنی اُسمین ریشم کو سسی اور کورنا کی زبان مین سیر کہتے ہین یونان کی زبان مین ریشم کا نام سرک ہے اور اُسکے بننے والون کو سرکن کہتے ہین۔ اور لیٹن کا لفظ سرکم بیشک مضمون کے لفظ سرک سے ملتا ہے۔ اور انجیل التیا کے اٹھئیسوین باب کے نوے فقرے مین اُسے مین نیلاک لکھا ہے اینگلو سیکسن والے سلکی بولتے ہین۔ اور انگریز سلک کہتے ہین۔ اور فارسی مین اسکا نام ابریشم ہندوستانی مین ریشم۔ عربی خیر مالی مین سر ہے چین کا نامی گرامی مورخ ہوا تنتبر بیان کرتا ہے۔ کہ ملکہ ٹیلنگٹی نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۲۶۴۰ برس پہلے ہوانگ ٹی کی ملکہ تھی سب سے پہلے

ریشم کے کیڑون سے ریشم پایا۔ اور شاہنشاہ ہوانگ تی کو ریشم کے لباس بنانے کی ترغیب دیگئی تھی۔ لیکن ڈاکٹر بلفور صاحب کا بیان ہے۔ کہ کچھہ شک نہین ہے۔ کہ سب سے پہلا ملک چین ہے جسمین قدیم الایام مین یہ خیال کیا گیا تھا۔ کہ ریشم کے کیڑے ایک قسم کے تار یا دھاگے حاصل ہو سکتے ہین۔ اور اسمین کچھہ شک نہین ہے۔ کہ مخزن و منبع ریشم کا ملک چین ہی تھا۔ جسنے کہ اب اُسکو لاکھون میل تک پھیلا دیا ہے۔ مورخان چین شہتوت کے پتون کی زراعت اور ریشم کے کیڑون کی پرورش کا سلسلہ طوفان نوح سے جا ملاتے ہین۔ اگر اُنپر یقین کیا جائے۔ تو ریشم کے دھاگون کو ترتیب کر نکالنا چین مین بادشاہ فوہی کے وقت مین بھی جاری تھا۔ یہ بادشاہ برجی و طوفان بابل سے ایک صدی پہلے گذرا ہے۔ اور ملکہ سیلنگ ٹی زوجہ مشہور و معروف ہونگ ٹی شاہ (سنہ عیسوی سے ۲۶۰۲ برس پہلے) بنفس نفیس کیڑون کی پرورش کرتی اور یہ محنت و مشقت بطیب خاطر خود گوارا کرتی تھی۔ اُس نے کئی چھوٹی چھوٹی چیزین اپنے ہاتھہ سے خود اپنے لیئے بنائی تھین۔ اور گویا اُسیکو ریشم کے کام مین لانے کا موجد کہنا چاہیئے۔ لیکن خواہ ریشم سے چیزین بننے کا ایجاد کبھی اور کسیطرح ہوا ہو۔ ایک مدت کثیر تک وہ نہایت ہی ناقص خراب اور غیر مکمل تھی۔ اور اسمین کچھہ شبہہ نکرنا چاہیئے۔ کہ عالم و فاضل لوگون نے بہت سی تدبیرین اسکے کاتنے بننے اور کچھہ اشیا طیار کرنے کی بتلائی تھین۔ تو بھی ایک عرصہ کثیر تک بہت بُری ہی رہی۔ اکثر ملکہ اور شرفا و وزرا کی بہو بیٹیان خود ریشم کے بٹنے کاتنے وغیرہ اور کپڑے سے تاگے نکالنے مین شریک ہوتی رہین۔ چین کے لوگ عموماً اکثر ریشم کے کیڑون کو شہتوت سے پرورش کرتے تھے۔ اور ایک معتبر کتاب سے جو ایک مستند اور مسلم الثبوت مصنف و محقق کی تالیفات سے ہے مبرہن و منکشف ہوا ہے۔ کہ جس زمانہ مین تو شلنے پانیون اور دریاؤن کا بند و بست

کیا تو اُسنے چند خاص قطعات زمین کے بغرض مخصوص کئے - کہ اُن مین شہتوت کے
درخت بوئے جاوین اور اُنپر ریشم کے کیڑون کو پرورش کیا جاوے - اور اُسی
زمانہ سے یہ ترقی ہوتی گئی ... یہ معلوم نہیں کہ اُس زمانہ مین بھی ریشم ہندوستان
مین کام مین لایا جاتا تھا - غالباً نہ رائج تھا - لیکن ہندوستان والے یہ فن شاید
چین والون سے سیکھے ہونگے - مگر یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کس زمانہ مین - چھٹی صدی عیسوی کے
وسط مین مغربی دنیا مین ایک رسد ریشم کے کیڑون کے انڈون کی پہنچی - یعنی
چین سے قسطنطنیہ مین دو ایرانی ملا لے گئے تھے - جو مشرق مین بطور پادریان
یا مذہبی جماعت کے گئے تھے - اور چین مین مختلف کاروبار ریشم کے دیکھے
تھے اور اُس درخت کی خاصیت معلوم کی تھی جسپر کہ ریشم کے کیڑے پرورش
کئے جاتے تھے - اور ریشم کی طیاری اور درستی کا حال معلوم کیا تھا - یہ واقعہ ۵۵۲ء
مین جبکہ قسطنطین تخت سلطنت پر متمکن تھا - جنہے اس قیمتی اور بیش بہا کیڑے کی
پرورش کے لئے قسم کی جرأت دلائی - وہ سے انڈے جو ایک کھوکھلی لکڑی
مین بتدبیر کے پوشیدہ طور سے چین سے لائے گئے تھے موسم مناسب مین
سیئے گئے اور جنگلی شہتوت کے پتون سے اُنکی پرورش ہوئی - وہی ملا نے قسطنطنیہ
مین اسکا اہتمام و انتظام کرتے رہے - انہین ذرا سے کیڑون سے ریشم پیدا
ہوا - اور اُسکے دھاگے بنے گئے - اور رفتہ رفتہ مشرقی و مغربی ایشیا مین پھیلا
اور ترقی پا گیا - اور لوئس چہارم کے وقت سے لوئس نہا نزدہم کے وقت
فرنگستان یعنی یورپ مین مشتہر ہوگیا - یورپ مین ریشم نگہ سے آیا جیسا
کہ ابھی ذکر ہوا - چین سے تو وہ دو ملا نے اپنی کھوکھلی عصاؤن مین رکھکر لائے
تھے - مگر ایسی تذکرہ ڈاکٹر ومیس نے بیان کیا ہے کہ ایک جاپانی طالب علم نے
اپنے یوروپ مین اُستاد کو اپنی جان پر کھیلکر چند انڈے دیئے تھے کیونکہ وہان جو کوئی

ان انڈون کو چھپانا تھا پھانسی پایا تھا - جب انڈا انکو دیا گیا اور ایسی ترقی دیکھی
کہ جب تمام ملک ریشم [illegible] سے بھرا نظر آتا ہے - اور دیکھو کہ کیسے کیسے طلسمات
اور [illegible] پیدا [illegible] کرتے [illegible] ہے [illegible] ریشم کے کیڑے سے طبعی اور
قدرتی [illegible] باہر [illegible] [illegible] ایک چھوٹے سے انڈے
سے کیڑا پیدا ہوتا ہے خواہ وہ کسی قسم اور کسی نوع کا ہو - [illegible] موسم میں ایک ذرا سا
کیڑا نکلتا ہے - اور خاص اقسام کے درختون کے پتے جو اس کے لئے مہیا کئے
جاتے ہین اپنی خوراک کیا کرتا ہے - اور روز بروز اسکا قد و قامت بڑھتا جاتا ہے
بعد ایک عمدہ ریشمی دھاگا اپنے چھپانے کے واسطے طیار کرتا ہے - اور وہ اس
دھاگے سے اپنے تمام جسم کو ڈھانپ لیتا ہے - اور اسمین رہتا ہے - جبتک
کہ پورا کیڑا ہوکر باہر نکلنے کا وقت آئے - جب پورا ہوکر نکلتا ہے - تو آگے
چار پر چھہ ٹانگین اور دو ہاتھ سے ہوتے ہین - (نر کے بڑے بڑے
اور مادہ کے چھوٹے چھوٹے) مگر نکلنے وقت وہ ایک لسلسا عرق نکلتا ہے
جو ریشم کے کوئے کے ایک سرے کو نرم کر دیتا ہے - پھر اسکو ٹانگون سے
زبردستی توڑ دیتا ہے - اور جب وہ سوراخ اسقدر بڑا ہوجاتا ہے - تو اسمین سے
باہر نکل آتا ہے - اور وہ ریشم کا کویا الگ پڑا رہتا ہے - اب اس کے پر بڑے اونچک
ہوجاتے ہین - اور تھوڑے ہی دنون تک اپنی نسل بڑھانے کے لئے زندہ
رہتا ہے - مادہ بھی چند روز بعد انڈے دیکر مر جاتی ہے -

ریشم کے پودون کے خورش

مسٹر جے بی فلر نے لکھا ہے - کہ پودے کی پرورش اور درستی کا خیال کاشتکار کو

ضرور رکھنا چاہیے - بیج کو اچھی اور عمدہ کھات والی زمین میں بونا پودے کی پرورش میں داخل ہے - اور کھیت کی جتائی اور نلائی پودے کی درستی سمجھنا چاہیے :: پودے مثل جانوروں کی پرورش پاتے ہیں - مگر اتنا فرق ہے - کہ جانور بالکل منجمد یا رقیق چیزوں پر بسر کرتے ہیں جنکو وے منھہ سے کھاتے ہیں اور پودے زیادہ تر اُس خورش پر بسر کرتے ہیں - جو وے بذریعہ اپنے پتّوں کے ہوا سے بشکل بھاپ حاصل کرتے ہیں اگرچہ وے ایک حصہ اپنی خورش کا زمین سے بھی بذریعہ اپنی جڑوں کے حاصل کرتے ہیں - اسیلئے اگر کسی جانور کو خورش اور پانی نہ ملے تو وہ فوراً مر جاتا ہے - مگر پودے کو جب اسکی جڑ کے ذریعہ سے خورش حاصل نہ ہوسکے - تو وہ تھوڑے عرصہ تک ہوا سے خورش حاصل کرکے سرسبز رہ سکتا ہے - مثلاً اگر ایک بیج کو صاف بالو میں بوئیں - جسمین کسی طرح کی خورش موجود نہ ہو اور خالص پانی سے سیچا جائے جسمین کوئی چیز پودے کی خورش کی گھلی ہوئی نہ ہو - تو پودا کچھہ عرصہ تک اُس بھاپ کے سہارے سے بڑھتا رہیگا - جو ہوا میں اُس کے پتّوں کے گرد موجود ہے - لیکن یہ خوراک اُسکے لئے کافی نہ ہوگی - اور پودا پختگی پر پہونچنے سے پہلے مرجھا جائیگا - لیکن اگر ایک شیشہ کا ڈھکنا پودے کے اوپر رکھدیا جائے - اور اُس ڈھکنے کے اندر کی ہوا سے وہ چیزیں جنسے پودے کو تازگی پہونچتی ہے نکال لیجائیں تو پودھا وزن میں بالکل نہ بڑھے گا - اور فوراً سوکھہ جائیگا ؛ اِس امر کے سمجھنے میں کہ پودھے کس طرح کی غذا درکار ہے بہت آسانی ہوگی - اگر ہم پہلے اُن چیزوں کی خلقت وخاصیت کا مختصر بیان کریں - جنسے زمین اور ہوا مرکب ہیں - یہ بات ظاہر ہے کہ اِس دنیا میں اکثر چیزیں بہت سے متفرق چیزوں سے مرکب ہیں - جیسے کچوری آٹا - دال - نمک - مرچ - واجوائن - اور گھی - سے بنتی ہے - سو جس طرح کے

کوئی نہین جانتا تھا کہ زمین - پانی - اور ہوا - کن کن چیزون سے مرکب ہین
کیونکہ وے آپس مین ایسے ملے ہوئے ہین - کہ انکا جدا کرنا بہت ہی مشکل ہے
اگلے زمانہ کے حکما مختلف قیاس کیا کرتے تھے - بعض پانی اور بعض آگ کو
اس دنیا کی اصل تصور کرتے تھے - لیکن اب یہ خوب تحقیق ہوا ہے - کہ یہ قیاس
بالکل غلط ہے - اور دراصل یہ دنیا ساٹھ ستّر مختلف چیزون یا اجزا سے
جنکو عناصر کہتے ہین بہت سی چیزین جنھین ہم روزمرہ دیکھتے ہین - جیسے لکڑی
پتھر - اور پانی - انھین عناصر مین سے دو یا زیادہ سے مرکب ہین - لیکن یہ
عناصر - خود مفرد ہین - یعنی دو یا زیادہ مختلف چیزون کے ملنے سے نہین
بنے ہین - ایک کھریا کا ٹکڑا مختلف طریقون سے تین مختلف چیزون مین جدا
ہوسکتا ہے - ایک انمین سے سفید دھات ہے - دوسری ایک چیز ہے
جو کسیقدر کوئلہ کے مانند ہوتی ہے - اور تیسری ایک قسم کی بھاپ ہے
یہ تینون چیز عناصر ہین - اور اُس کے اجزا نہین ہوسکتے - یہ امر عجیب معلوم
ہوتا ہوگا - کہ ایک بھاپ جسکو کوئی نہین دیکھہ سکتا - دو منجمد چیزون سے ملکر
کھریا کو بناتی ہے - اسلیئے ذیل کی مثال دیجاتی ہے - جسمین کہ اسی طور پر ملاؤ ہوتا ہے
اور جسکو ہر ایک شخص بذات خود دیکھہ سکتا ہے - نیل کی پتیون سے رنگ
نکالنے کے لیئے پتیون کو ایک حوض مین ڈالتے ہین اور پانی سے بھرکر چھوڑ
دیتے ہین - تاکہ پتیان پانی سوکھین - اور اُس کے ذریعہ سے رنگ کے
ریزے پتیون سے پانی مین نکل آئے - لیکن یہ ریزے ٹھیک نیلے رنگ کے
نہین ہوتے - جب تک پانی اچھی طرح نہ ہلایا جائے ریزون مین ایک بھاپ کے
ملنے سے جو ہوا مین موجود رہتی ہے - نیلا رنگ پیدا ہوتا ہے - حوض مین پانی
اسی لیئے ہلاتے ہین - کہ یہ بھاپ رنگ کے ریزون کے قریب پہونچ جائے

بہت سے عناصر مثل لوہے - سونے - چاندی - وغیرہ کے دھات ہین عناصر مین سے صرف دھات ہی کسیقدر خالص پائی جاتی ہین - اور دوسرے عناصر بہت کم خالص پائے جاتے ہین - ہمیشہ کسی نہ کسی چیز کے ساتھہ ملے ہوئے رہتے ہین جنسے وے علیحدہ کیے جاتے ہین - ڈال مین جسکی کچوری بنتی ہے کم سے کم چھہ عناصر آپس مین ملے ہوئے موجود ہین ٭ دو بہت عجیب باتین ان عناصر مین پائی جاتی ہین - ایک یہ کہ جب دو یا زیادہ عناصر آپسمین ایک انداز سے ملائے جاتے ہین - تو وہ چیز جو اُنسے بنتی ہے - وہ اُن عناصر سے بالکل مختلف ہوتی ہے مثلاً پانی دو بھاپ سے بنا ہے - جو علیحدگی کی حالت مین آنکھہ سے نظر نہین آتین دوسرا امر یہ ہے - کہ ہر عنصر کی تین صورتین ہوسکتی ہین - منجمد - رقیق - بھاپ گو کہ عموماً وے ان مین سے صرف ایک ہی صورت مین پائے جاتے ہین - اسکی ایک مثال گندھک ہے - جو ایک عنصر ہے - جو اپنی معمولی حالت مین منجمد ہوتی ہے - اگر گرم کیجائے - تو گھلکر رقیق ہوجاتی ہے - اور اگر زیادہ گرم کیجائے تو وہ زرد بھاپ کی شکل ہوجاتی ہے - اِس طور پر لوہے کو گرم کرکے رقیق کرسکتے ہین - لیکن ہمکو ابھی اسقدر تیز گرم کرنے کا طریقہ معلوم نہین ہوا ہے - جس سے کہ ہم اُسے بشکل بھاپ کردین - گو کہ اِس مین کچھہ شک نہین ہے - کہ کبھی نہ کبھی اسکو بھاپ کی شکل مین تبدیل کرسکینگے ٭ اب عناصر کے اِس بیان کو پودے کی خورش کیطرف عاید کرو - ایک عام پودا اِن چیزون سے مرکب ہے - اول پانی جو اکثر اُس کے وزن کے دس حصون مین سے نو حصہ ہوتا ہے - دوسرے وہ عناصر جو بیشتر پودے مین جذب ہونے کے بعض منجمد اور بعض بھاپ ہوتے ہین اور جو پودے مین جذب ہونے کے بعد آپسمین ملکر رقیق یا منجمد ہوجاتے ہین پانی کو پودے کی جڑین زمین سے جذب کرلیتی ہین - اور دوسرے منجمد

اور بھاپ کی قسم کے عنصرون مین سے بعض ہوا سے حاصل ہوتے ہین - اور بعض
کو پودھے کی جڑین زمین سے پانی کے ساتھ جذب کر لیتے ہین - جبہین وے گھلے
رہتے ہین - وے عناصر جو پودھے ہوا سے حاصل کرتے ہین - ہمیشہ ہوا مین
پائے جاتے ہین - اور کوئی کسان کسی طور پر گھٹا بڑھا نہین سکتا - کسان صرف پانی
اور اُن اشیاء کی نسبت کر سکتا ہے - جنکو پودھے زمین سے حاصل کرتے ہین -
پانی دو سبب سے درکار ہے - اول اس سبب سے کہ پودھے کے وزن
کا ایک بڑا جز پانی ہے - دوسرے اُن چیزون کو پہونچانے کے لئے جنکا پانی مین
گھلنا ضرور ہے - پیشتر اس کے کہ جڑین اُنھین جذب کرین - اگر ایک اسفنج خشک
نمک کی ڈھیر پر رکھا جائے - تو وہ اُسکا کوئی حصہ جذب نہ کریگا - لیکن اگر نمک
پانی مین گھول دین تو وہ اُسے جذب کریگا - لیکن پانی منجمد چیزون کو جڑون مین
نہین پہونچا سکتا - جب تک کہ اُن کے بہت چھوٹے چھوٹے ریزے نہون
تاکہ وے اس پوست کے چھوٹے سوراخون سے گذر سکین - جس سے چھوٹی
چھوٹی جڑین ڈھکی ہوئی ہین ٭ پس پودھون کی غذا کے باب مین کسان کو تین باتون
پر دھیان دینا چاہیے ٭ اول اُسکو دیکھنا چاہیے - کہ کل عناصر جنکو پودھا زمین سے
حاصل کرتا ہے - زمین مین موجود ہین - دوسرے یہ کہ ان عناصر کے ایسے چھوٹے
چھوٹے ٹکڑے ہین - کہ وے پانی مین کھل سکتے ہین - تیسرے یہ کہ پانی استعداد رکھے
کہ پودھے اُسے جذب کرکے پھیل سکتے ہین - اور منجمد عناصر اُسمین گھلکر اُس کے
وسیلہ سے جڑون مین جا سکتے ہین -

اصل اصولات علم کیمیا متعلق کشتکاری

مسٹر جیمسن - ایف - ڈبلیو جونسٹن صاحب ایم اے ایف آر ایس ایس ای کی تصنیف اور ترجمہ شدہ مسمی بہ اگریکلچرل کیمسٹری وجیالوجی کا ترجمہ کرکے ہم اپنے ناظرین کو اسکی نسبت بعض امور سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں -

باب اول

مشتاق اور تجربہ کار کسان کا ہمیشہ یہ مقصد رہتا ہے کہ ایک نہایت قیمتی پیداوار کی مقدار جتنی زیادہ ممکن ہو زمین سے کم لاگت اور تھوڑے عرصہ مین پیدا کر لے اور زمین کو بھی کسی قسم کا ضرر نہ پہونچے - اِس اصل غرض کے حاصل کرنے کے لئے ہر ہر قدم پر جو کسان رکھتا ہے - علم کیمیا اور علم طبقات ارض اور علم ترکیب اجسام نباتات متعلق کیمیا اسکی رہنمائی کرتے ہین - لیکنے نئی نئی ضروری امورات سے آگاہ کرتے ہین ؛ اول علم کیمیا و علم طبقات ارض و علم ترکیب اجسام نباتات فن زراعت کو ترقی دینے مین کہانتک مدد پہونچا سکتے ہین - چند معینہ مقاصد ہین - جو زراعتی ترقی کو پورا کر سکتے ہین - لہذا اول ہر ایک علم کا علیحدہ علیحدہ بیان کیئے بغیر ہم اُن سب امورات کی تفصیل درج کرتے ہین - جن کے ذریعہ سے انجام پانیکی توقع ہو سکتی ہے (١) کاشتکار کے روزمرہ کی کارروائی کی اصل حقیقت کی تنقیح واجتماع اور اُن کے رازکا اظہار - اُنکا جاننا اوائل مین سخت دشوار اور پُر مشقت ہے - بہت سی باتین جو زراعت مین اصل حقیقت خیال کیگئی تھین - وے چھان بین کرنے اور تجربہ آزمانے جانے پر غلط ثابت ہوئی ہین - اکثر آزمودہ کام جو تعلیم یافتہ لوگون کی سمجھ مین نہین آسکتے بلکہ اصل کے خلاف معلوم ہوتے ہین مگر سمجھے ہوئے اصول کی رو سے بالکل درست ثابت ہین (٢) غور و تجربہ سے جو کھیت یا کارخانہ مین کیئے گئے ہون ایسے اصول قائم کرنا جو کم و بیش سب حالتون مین لگائے جاسکین - ایسے اصول سے بہت سے مفید کامون کی ماہیت کا اظہار ہو جائیگا

اور انکی معقولیت کی تصدیق ہو جائیگی۔ ویسے برعکس نتائج کے اسباب کو بیان کرینگے اور تشریح کرینگے۔ کہ فلان فلان کارروائی فلان موقع یا حالت مین نہایت فائدہ مند اور بکفایت ہو سکتی ہے۔ ان اصول سے آگاہ ہو کر تعلیم یافتہ کسان اپنے کھیت مین اس طور پر جائیگا۔ جیسے ایک حاذق طبیب اپنے مریض کے بستر کے پاس جاتا ہے یعنے شکل وصورت اور قیافہ سے حقیقت حال دریافت کرلے اور حسب حال وضرورت کام کرنے کے لئے۔ ہر قسم کے علم مین اکثر حقیقت حال دریافت کرنے پر صحیح اصول قائم کرنا اور واجب نتیجہ نکالنا مشکل ہوا کرتا ہے۔ کاشتکاری مین فی الحال یہ کام معمول سے زیادہ دشوار نظر آتا ہے اسکا سبب یہ ہے۔ کہ ابھی تک کھیتون مین تجربے اور غور اسقدر زیادہ ہوشیاری سے نہیں کئے گئے۔ اور نہ اسقدر درستی اور صحت کے ساتھہ لکھے گئے۔ کہ کوئی ذی علم ملاحظہ کرکے ان پر مضبوط دلائل کی بنا قائم کر سکے۔ مگر شکر کا مقام ہے۔ کہ اب زیادہ ہوشیار غور کرنے والے اور صحیح و درست تجربہ کرنے والے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہین۔ ان بزرگون کی سعی وکوشش کی امداد سے علم زراعت کو خاطر خواہ ترقی حاصل ہونے کی کامل امید ہے۔ (۳) زمین کو زرخیز کرنے کے لئے نئی اور ایسی تدابیر وتراکیب نکالنا جنکا اول خیال بھی نہ گذرا ہو۔ پس اصل حقیقت ونتائج یا مفید امورات کی ٹھیک تشریح ہونے پر اور ایسے ہی کام آمد کام دریافت ہو سکتے ہین۔ جیسے قدیم غلط کاریون کے افشاے راز ہونے سے نہ صرف کسان دیگر غلطیون مین پڑجانے سے محفوظ رہے گا۔ بلکہ نئی ترقیان کریگا۔ جنکا اسکو اوائل مین خیال بھی نہ گذرا ہو۔ اس طرح مفید کام کی حقیقت ظاہر ہو جانے پر اور نئے نئے کام نکالے جاینگے۔ جو بہت کچھہ فائدہ کے ساتھہ عمل مین لائے جاوینگے (۴) مٹی اور کھادات اور نباتی اشیاء کا تجربہ کرنا۔ یہ نہایت

اہم امر ہے جو ہم امید کرتے ہین کہ علم کیمیا زراعت کے لئے کریگا۔ اول مٹی۔ ہر قسم کی
مٹی کے اجزا جانچنے کے فوائد روز بروز زیادہ نظر آتے جاتے ہین ہم ایک قسم کی تجربہ
کے نتیجہ کی مطابق ہر حالت مین ایک ہی قسم کے مٹی کی کھیت مین ایک ہی ترکیب سے
زمین کو زرخیز نبا سکتے۔ اکثر حالتون مین آزمانے سے ایک قسم کی مٹی کی کمی دریافت ہو
جاتی ہے۔ تو دوسری صورتون مین طریقہ کاشت مین ترقی کرنے کا خیال پیدا ہو جاتا ہے
جسکے ذریعہ سے زمین کا زرخیز ہونا ممکن ہو جاتا ہے۔ اس طرح پر جب ہماری
واقفیت زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو ہم بہر صورت زراعت مین ترقی کرنیوالی مفید
اور کارآمد کاروائیان کرنے کی امید کر سکتے ہین۔ دوم کھات۔ کھات کی نسبت
(جو ہم کام مین لاتے ہین) زیادہ تر دریافت نہین ہو سکتا جب کھات کی فوائد اور ان کے
حالات سے کسانون کو واقفیت حاصل ہو جائیگی۔ تو ہر ایک ہوشیار کسان اُن طبعی
کھاتون کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھہ سکیگا۔ جو اس کے ہان پیدا ہوتے ہین۔
اس صورت مین باہر سے کھات لانیکی زیادہ حاجت نہ رہیگی۔ اور اسکو کھات
نبانیوالون کی چالاکیون سے بھی نقصان نہ ملیگا۔ عقلا نے جو کھات سے منافع
اور فوائد نکالے ہین افسوس ہے کہ اس کے نبانے والے لوگ لالچ اور دکانداری کے
باعث وے فوائد کھو دیتے ہین۔ اگر وے اپنی چالاکیون سے باز نہ آوین
اور کھات مین مضر اور غیر ضروری اشیاء ملانے سے پرہیز نہ کرینگے۔ تو علم کیمیا انکی
جعلسازی اور فریب کو ظاہر کیے بغیر نہ رہے گا۔ سوم نباتاتی پیداوار۔ زمین کی پیداوار
مین بہت کم اشیاء کی اتنی ضرورت ہے۔ جتنی اسکی اجزا کی ٹھیک ٹھیک جانچ پڑتال
کی ہے۔ جب ہمکو یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ ایک درخت کے جسم مین کن کن چیزون کے
کتنے کتنے اجزا ہین۔ تو ہم یہ بھی سمجھہ جائینگے۔ کہ وہ درخت زمین سے کن کن اجزا کو
کھینچکر اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ یعنی اس درخت کو خاطر خواہ درستی کے ساتھہ

اگانے کے لیے زمین میں کن کن اشیاء کے اجزا کا ہونا ضرور ہے - اس طرح یہ معلوم کر سکینگے کہ فلان قسم کی زمین میں فلان فلان قسم کی فصل پیدا کرانے کے لیئے کس قسم کا کھات زیادہ تر مفید اور کارآمد ہوگا - دوسری صورت میں نباتی اشیائ کو مویشی کی خورش میں استعمال کرنے کے واسطے یہ جاننا نہایت پر ضرور ہے کہ ان مین کن کن اشیاء کے اجزا موجود ہین - تاکہ اس قسم کا چارہ ان کے لئے منتخب کرلیا جاوے جو زیادہ مقوی اور صحت آور ثابت ہو (۵) - اسکی تشریح کرنا کہ کس طور پر پود سے اُگتے اور پرورش پاتے ہین - اور کیونکر مویشی پرورش پاتے اور کم خرچ مین خوراک کھلائے جاتے ہین - درختونکو کس قسم کی خوراک کی حاجت رہتی ہے - اور کہان سے اوسکو حاصل کرتے ہین - اور کیون کر اوسکو کہاتے اور کس کیمیائی طریقہ سے اوسکو ہضم کرتے ہین - اور یہ کہ کس قسم کی کسقدر مقدار خوراک جانورونکو درکار ہوتی ہے - اور کیا اغراض جانور کے جسم مین مختلف اقسام کی خوراک پوری کرتے ہین - اور کیون کر ایک ایک معین مقدار خوراک کی زیادہ مفید اور کارآمد بنائی جاسکتی ہے - ان امورات سے واقف ہونا ہوشیار تجربہ کار کاشتکار کے لئے نہایت ضرور ہے - علاوہ برین مٹی مین چند مادے اور کیمیائی خاصیتین ہوتی ہین - جو ہماری نہایت قیمتی فصلون کی پیداوار کو ترقی دینے مین از حد کارآمد ہوتی ہین جو تنے بونے اور کھات ڈالنے کے چند طریقے اور چند اقسام کے کھات ہین - جو علیحدہ علیحدہ اقسام کی زمینون کے واسطے سودمند ہین - اور آب و ہوا کے فرق کے مطابق جُدا جُدا ہوا کرتے ہین - اس صورت مین کیمیائی ترکیب اجسام کے دریافت ہونے سے فصل کی پیداوار مین بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے - پس مختلف اقسام ونسل کے جانور مختلف اقسام کی اشیاء خورش کھاکر زندہ رہتے ہین یا ہر قسم کی مختلف مقدار کی خواہش ہوتی ہے - یا یہ ضرورت ہوتی ہے کہ دوسرے مختلف

طور پہ طیار کیجائین یا مختلف اوقات پر کھلائی جائین - ایک قسم کے جانورون مین بھی
چند ،، کی قسم اور مقدار یا صورت تصفیہ - بچہ - جوان - اور فربہ و لاغر اور دودھ دینے
والا یا نہ دینے والے کے لحاظ سے کیا جاتا ہے - اس قسم کے سب تصفیے اور
تحقیقات علوم کیمیائی اور ترکیب اجسام کے ذریعہ سے درستی کے ساتھہ ہوسکتی ہے
(۶) - اصول دان اشخاص کی آرا کی آزمایش کرنا - غلط رایون کے باعث کام ہمین
غلطیان اور پیچیدگیان ہو جاتی ہین - ایسی غلط رایئن اکثر ذیعلم اصحاب سے ظاہر ہوجاتی
ہین - انکا دور کرنا اکثر نہایت دشوار و خطرناک ہوتا ہے ان غلط اصول کے اثر سے
کاشت کار کو اسی طور پر محفوظ رہنا چاہیے جس طرح پر کھاد بنانے والون کے فریب سے
صرف ایسے تجربون کی بنا پر جو نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے کیے گئے ہون
صحیح اصول قائم ہوسکتے ہین - لہذا عملی زراعت مین اس قسم کے تجربات سے
ایسے فوائد حاصل ہوتے ہین - ایسے مقاصد خاص ہین - جو علم کیمیا علم طبقات
زمین اور علم ترکیب اجسام نباتات کی مدد سے پورے ہوسکتے ہین - کسی مقام پر
وہ فوائد حاصل نہین ہوسکتے - جو علم کیمیا کاشتکاری کو پہونچا سکتا ہے تاوقتیکہ
اسکی امداد نہایت جستجو کے ساتھہ تلاش نہ کیجاوے - اور اسکی استعداد کا صحیح اندازہ
نہ کیا جاوے اور اوس کی مداخلت نہایت سرگرمی کے ساتھہ چاہی جاوے -
اگر دوسرے الفاظ مین کہا جائے تو یہ مطلب ہے - کہ جو امورات ہم نے
جان لیئے ہین - اور جنکو ہم روز بروز دریافت کرتے جاتے ہین - ان سب کو
کاشتکارو نپر روشن کردینا چاہیے - اور ہر ضلع مین ایسی تدابیر نکالنی چاہین -
جن کے ذریعہ سے انکا عام لوگون پر اظہار ہو - علم کیمیا اور دیگر علوم کوئی نئے دریافت
یا تجویز نہین کرسکتے - تاوقتیکہ ان کی دریافتون اور تجویزون سے ایسے لوگ
آگاہ نہ کردے جائین - جن کے فائدے کو ترقی دینے کے لیئے وے ہوئے ہین

الائچی کی کاشت

واضح ہو کہ ہمارے پیارے ناظرین جانتے ہوں گے کہ اس الائچی کے نام جیسے [illegible]
لکھے جاتے ہیں قدیم سے قاقلہ صغار - [illegible] - شوشمیر - خیربوا - ہیل بوا - [illegible]
اور ہیل - اتنی ہیں - اور انگریزی زبان میں اسکو کارڈمم اور اردو میں الائچی کہتے ہیں
فارسی میں اسکا نام الائچی خورد ہے - مگر اب ہمکو یہ ظاہر کرنا چاہئے - کہ حکما نے جو
ادویات میں اشیاء کے نام رکھے تھے - ابتک بھی بدستور چلے آتے ہیں - ان میں
کسی نے تغیر و تبدل نہ کیا جسکے باعث نئی روشنی والے ہنستے ہیں - یعنی ایک
شخص سفید موٹے دانہ کی الائچی لینا چاہتا ہے - تو اوسکو دکاندار سے کہنا پڑیگا
کہ الائچی خورد لاؤ یا یوں کہیگا - کہ چھوٹی الائچی دکھاؤ - جس سے مفہوم ہوسکتا ہے کہ
چھوٹے دانہ کی الائچی کا خریدار ہے - حالانکہ وہ اعلیٰ درجہ کی الائچی کا خریدار ہے - ایسے ہی
اگر وہ خریدار کہے - کہ بڑی الائچی لاؤ - تو مفہوم ہوسکتا ہے - کہ قاقلہ کبار (جو سیاہ رنگ
کی نیپال میں بھی ہوتی ہے) طلب کرتا ہے اگرچہ اکثر روزمرہ کے محاورہ اور برتاؤ
سے کوئی ہرج واقعہ نہیں ہوتا لیکن تاہم ہمارے کم ہمتی اور عدم توجہی کا پورا ثبوت
ملتا ہے کچھ ایک الائچی پر ہی منحصر نہیں بلکہ اور سیکڑوں ایسی چیزیں ہیں جن کے
بیدھڑک قدیمی نام بدستور چلے آتے ہیں - یا انگریزی چیزوں کے نام تک بھی مناسب
طور پر نہیں بدلے جا سکتے - پس ہم مناسب سمجھتے ہیں - کہ جس الائچی کو اہل فارس
الائچی خورد کہتے ہیں اور اس کے دو درجے اعلیٰ اور ادنیٰ ہوتے ہیں اس سے
پہلے درجہ اعلیٰ کو الائچی گجارا جائے اور درجہ ادنیٰ کو بحرف ہنر یعنی الائچی کہا جائے
اس ترکیب سے آئندہ معاملات میں سہولت ہو جائیگی - اور نام سے قسم کی تمیز

باآسانی ہوسکیگی - الائچی کی جملہ اقسام مین سے اعلی اور افضل ترقسم چوگھٹرا خیال کیجاتی ہے - یہ الائچی اکثر موٹی اور گول ہوتی ہے - اسکی پوست کا بالائی حصہ چکنا اور صاف ہوتا ہے بعض دانہ کسیقدر لمبا اور بیضاوی شکل کا ہوتا ہے - جو نہایت خوشنما اور پیارا دکھائی دیتا ہے (اسکی وضع یا تراش یا ڈھلا اور صفائی کو دیکھہ دیکھہ کر بڑے دلونکو تو ضرور کسیکی ساق سیمین کا تصور آجاتا ہوگا) اسکی ادنی قسم غیر ممالک مین گجراتی الائچی کے نام سے مشہور ہے - یہی چوگھٹرا الائچی ہرجگہہ کے بازار مین دوسری اقسام سے ڈیوڑہے قیمت پر فروخت ہوتی ہے - اور بڑی تکلف امراء اسکو بطیب خاطر اپنے صرف مین لاتے ہین - غور اور تجربہ کرنے سے یہ الائچی جیسکہ بظاہر ہے ویسے ثابت نہین ہوتی - بلکہ اسکا پوست پھولا ہوا رہتا ہے اور اندر دانے بہت کم - یعنے اسکا خول دانون سے پُر نہین ہوتا - اور بمقابلہ دوسرے اقسام کے اسکا پوست بھی موٹا رہتا ہے - ذائقہ مین بھی چندان لذیذ اور خوشبودار اپنی شان یا حیثیت کی موافق نہین - لیکن اسکی ظاہری خوبصورتی دلمین ایسی کھپ جاتی ہے کہ ایکبار اسکو دیکھکر پھر دوسرے قسم کی الائچی بہت کم نظرمین جچ سکتی ہے -

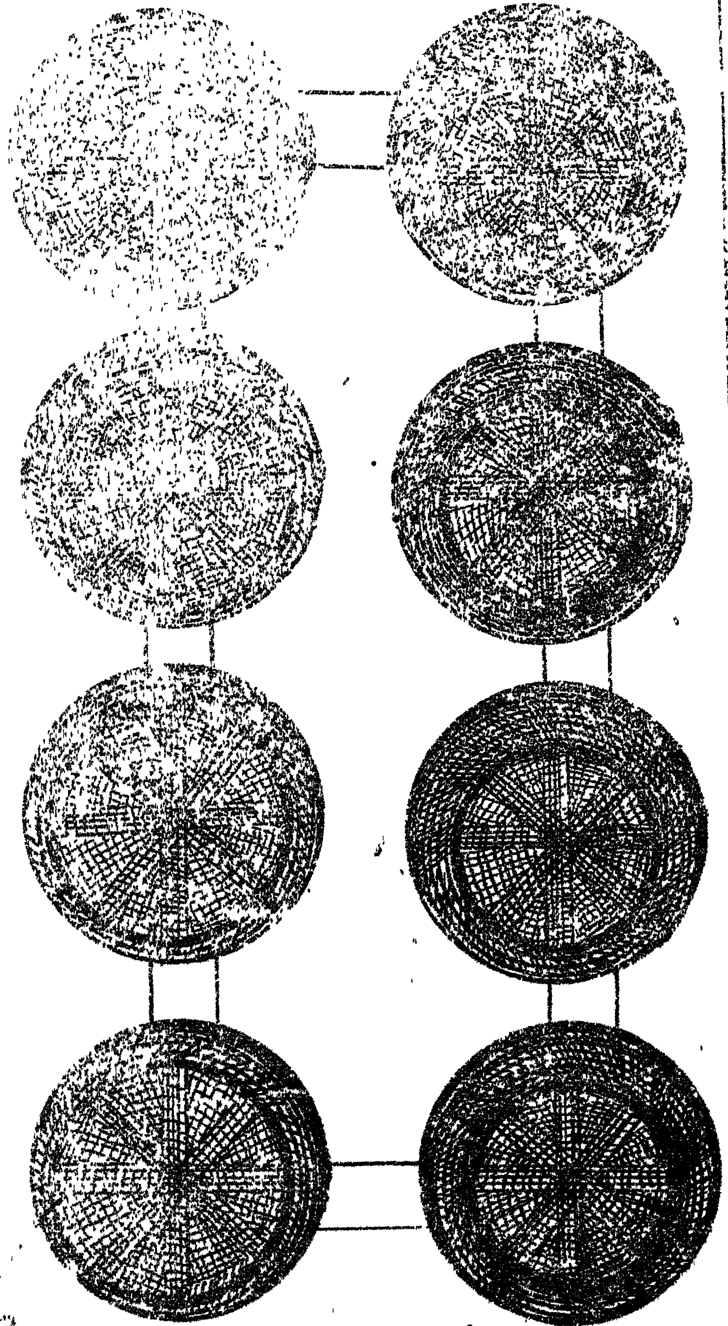
رکیٹا - الائچی ہمارے نزدیک باورچیخانون کے لائق ہے - اِس کے دانونکا مزا (جو پختگی کے قریب پہونچا ہو) البتہ عمدہ ہوتا ہے - اور خوشبو بھی تیز - مگر ایسے دانے بہت کم ہوتے ہین - کیونکہ کاشتکار ڈم بلنٹر دانے کھلجانے کے اندیشہ کے باعث اکثر کچے خوشون مین سے بڑے بڑے دانے چنکر فراہم کر لیتے مین - اور بہت کم کوئی دانہ پختگی کے قریب پہونچنے دیتے ہین -

کچی سبز الائچی نہایت خوشبودار ہوتی ہے - مگر خشک ہوکر وہ تیزی نہین رہتی - رنبٹالی الائچی نہایت بصورت ہوتی ہے - اور اسکا پوست چکنا اور صاف اور دانہ لمبا اور اوپر سے پتلا نیچے سے موٹا ہوتا ہے - بلکہ ایک طرف سے

نیم کی نبولی (یعنی تخم نیم) بتلایا - دکاندار اور خریدار اسکی صورت بڑے تعجب سے
دیکھتے ہین - بلکہ اس کی الائچی ہونے کا بھی یقین نہین کرتے لطف یہ کہ لندن کے
مارکیٹ مین دیگر اقسام سے اسکا نرخ فی پونڈ ایک روپیہ چڑھا رہتا ہے - مگر یہان کے
بازارون مین اسکی خریدنے پر بھی اندیشہ پایا جاتا ہے اعلی قیمت پر فروخت
ہونا تو کجا - اسکا درخت ہوا کے جھونکون کو سنبھال سکتا ہے - اور اکثر اونچے ٹیلون
یا بلند مقامات پر اسکی کاشت ہوتی ہے - اور زمین پر پھیلنے کے عوض اس کی
شاخین سیدھی کھڑی رہتی ہین اور ایک خوشہ مین چھ سات الائچی لگتی ہین ؛
سیلون کا تخم - یہ الائچی لمبی ہوتی ہے - پوست غیر صاف اور کھردرا اور سخت ہوتا ہے
مزہ بھی کچھ برا نہین ہوتا - مگر تکلفات کے لئے یہ بھی بکار آمد نہین - ہان روح
کشید کرنے اور ادویات مین ڈالنے کے واسطے افضلتر ہے - اسکا نرخ تھیٹ
یادہ اور مین بھی گران رہتا ہے - بلکہ قریب قریب جو جھگڑا کے - سیلون کے
تاجر اس الائچی کے ہر ایک چٹھی مین مداح تھے - جب ہم نے انکی ترغیب سے
کسیقدر منگائی تو بڑے نخرے سے احسان جتلا کر بھیجی - مگر جسوقت ہمنے
یہان پہونچنے پر اُس کو دیکھا - تو پسند نہ آئی - بلکہ بمشکل یہان کے بازار مین
انتہا کی نکاسی لگ گئی - سیلون مین ملیباری الائچی جو کاشت ہوتی ہے
نہایت وہ عمدہ اور قابل تعریف ہے - اس کا پوست بھورا اور نازک
اندر کے دانے موٹے اور سڈول ہوتے ہین - بلکہ چھلکے کے
اوپر ابھرے ہوئے دانے معلوم ہوتے ہین - دبانے سے دانہ ٹھوس
پایا جاتا ہے - اس کا رنگ نہایت سفید کر لیا جاتا ہے - بلکہ پوست پر
کچھ چمک سی زیادہ سفیدی کے باعث نہایت بھلی معلوم ہوتی ہے -

مگر افسوس اس کے خوشے مین بڑی اور موٹی الائچی نہین لگتی جس کے باعث زیادہ
مشہور اور ہر دلعزیز نہین ہوسکی۔ ورنہ جیسا اسکا دانہ خوش ذائقہ اور تیز ہے
اگر ایسا ہی دانہ موٹا ہوتا۔ تو بلا مبالغہ یہ کہنے کی جرأت پائی جاتی ہے۔ کہ جملہ
اقسام الائچی مین یہی اعلیٰ درجہ کی سمجھی جاتی۔ ملیبار کارڈمم۔ یہ بھی موٹی اور
بافراط ہوتی ہے۔ مگر بیوپاری لوگ جب تک اُس کی درستی مین مصروف
نہین ہوتے۔ اُسوقت تک اسکا نرخ نہین بڑھتا۔ یہان کے الائچی
چُننے اور فراہم کرنیوالے زیادہ تر ویسے لوگ ہین۔ جو اُسکو تمیز کے ساتھ
جمع نہین کرتے۔ اور نہ احتیاط کرتے ہین۔ اس کا ذائقہ بھی کچھہ بُرا نہین
ہوتا۔ اگر الائچی کے پیدا کرنے والے لوگ خام اور رسیدہ کی نسبت
پورا پورا کوئی قاعدہ نکالدین۔ تو بہتر ہے۔ ورنہ ان کی الائچی کی نسبت
بڑھنا معلوم۔ اب رہی ملبورن کارڈمم۔ بیشک یوروپین پلانٹرون کے
زیر اہتمام جسقدر اُترتی ہے۔ عمدہ اور خوش ذائقہ اور موٹی ہوتی ہے
چھلکا نہ زیادہ باریک ورنہ بہت موٹا۔ نہ کھردرا نہ چکنا۔ غرضکہ متوسط
درجہ کا ہوتا ہے۔ صاف کرنے سے رنگ بھی کھلتا ہے اور نرخ بھی
ارزان۔ اور جسقدر مطلوب ہو دستیاب ہوسکتی ہے۔ اس کی کاشت
کا طریقہ بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا۔ الائچی کی کاشت کا قاعدہ مختصر درج کرکے
اپنے شوقین ناظرین کو اس کے تجربات کیطرف مائل کرنا چاہتے ہین۔
اگر کوئی صاحب کوہ ہمالیہ یا اور کسی سرد و تر پہاڑ پر امتحان کرنیکو
مستعد ہون۔ تو ہم بخوشی الائچی کے تخم مفت دیسکتے ہین یا سنگھل
ہر دوار۔ دہرہ دون۔ کسولی۔ وغیرہ مقامات بھی تجربہ گاہ بنانے

سے کرتے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ لوگ نومبر دسمبر مہینوں میں دو فٹ ڈھال
اور ایک ثلث اصلی طلا کر ایک کیاری سی بنا کر تیار کر لیتے ہیں۔ اور پھر اس پر دو دو
انچ کے فاصلہ سے تخم کے دانے ڈال دیتے ہیں۔ اس کے اوپر نصف انچ سے
زیادہ ویسی ہی تیار شدہ مٹی برابر پھیلا دیتے ہیں۔ اور دو وقتہ پانی سے
نگران رہتے ہیں۔ جب درخت جم آتے ہیں۔ تو سایہ کا ڈھانکا کر دیتے ہیں۔
اسی طرح حفاظت پرورش کر کے موسم برسات جولائی۔ اگست میں
سرد اور تر جگہ تلاش کر کے وہ پودے دو دو گز کے فاصلہ نصب
کرتے ہیں۔ کھیت میں کیوڑہ کے درختوں کا سایہ یا کسی قسم کے
پھیلاؤ والے جھاڑوں کا رکھتے ہیں۔ اسی طرح تیسرے سال الائچی کا درخت
پھلنے لگتا ہے۔ اور نو دس سال تک رہتا ہے۔
الائچی کی پیداوار کے موسم میں اکثر اختلاف پایا گیا ہے۔ یعنی کسی
مقام پر کسی مہینے سے فصل شروع ہو جاتی ہے۔ اور کہیں کسی اور مہینے سے
بعض مقامات پر تو یہ روایت پایا گیا کہ ایک تخم سے سال بھر میں تین دفعہ فصلیں
حاصل ہوتے ہیں۔



ضمیمہ

زراعت آصفیہ

طریقہ تصفیہ محصول میوہ جات برآنبہ وغیرہ وغیرہ ملک سرکار عالی

وآمد ملک قیصریہ بروی گشتی نشان ۳۲ مورخہ ۱۷ اردی بہشت ۱۳۱۶ ف وگشتی نشان ۴۷
مورخہ ۱۲ اردی بہشت ۱۳۱۷ ف جریدہ مطبوعہ ۱۹ اردی بہشت ۱۳۱۷ ف جلد ۳۶
نمبر (۳۸) صفحہ ۳۷۷ حکم نشان ۹۶ مورخہ ۳ اردی بہشت ۱۳۱۷ ف
ومراسلہ نشان ۲۴۶ مثنی مورخہ ۷ اسفندار ۱۳۱۹ ف موسومہ
مہتمم صاحب سکندرآباد سے ملاحظہ فرمالیں -

جسمیں

محصلات کرڑوگیری ازروی مکرر ادا کیا جانا تحت تشریح میوہ جات درخت
ہائی ہمہ قسم ونمبر مسوعتی برآمد کے تیاری کیا جانا وتحت کے اسلوب برآمدشی مکانات
ومعافی اجناس عہدہ داران وغیرہ وتفصیل اشیاء معافی محصول کرڑوگیری
ملاحظہ فرماوین شایقین کو واضح ہو کہ اس کتاب میں جو بہہ گشتی
وغیرہ بطور مختصر بتایا ہے ناظرین کو اسکا کرواگیا ہی ملاحظہ کتاب ضوابط
سررشتہ کرڑوگیری سرکار عالی

گشتی نشان ۳۲ ۱۷ امرداد ۱۳۱۲ ف	**دفعہ ۱** طریقہ تصفیہ محصول میوہ جات برآبنہ علاقہ سرکار عالی

جو میوہ ترمعہ آبنہ ملک سرکار عالی کا ہو اُس پر محصول فی ایک آٹھ آنہ وصول ہوا کرے اور جو میوہ ملک قیصریہ سے درآمد ہو وہ کسی قسم کا کیوں نہو بہ قیمت واجبی بحساب فیصدی پانچ روپیہ محصول لیا جاوے قیمت کی جانچ بدرستی لازم ہے۔

گشتی نشان ۴۳ ۲۹ امرداد ۱۳۱۶ ف سلسلہ فائنانس نشان ۲۶۷ ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۶ء	**دفعہ ۲** قرارداد محصول چاندی۔ گوٹھہ پر فیصدی پانچ روپیہ محصول لیا جاتا ہے گوٹھہ میں اشیاء ذیل داخل ہیں اشیاء مصالحہ

پر فیصدی پانچ روپیہ محصول لیا جائے۔

نکھی۔ گوکھرو۔ کنگنی۔ سلمہ۔ پٹّہ۔ چکی۔ کلابتو۔ کٹوری۔ فیتہ۔ بادلہ۔ لیس ڈوری۔ کھچلیے

گشتی نشان ۲۵ ۱۸ اسفندار ۱۳۱۳ ف حکم سرکار مینول نشان ۴۲ ۱۱ اسفندار ۱۳۱۳ ف	**دفعہ ۳** رائی گوند۔ اجوان۔ درآمد برآمد پر آور بار دانہ کہنہ درآمد پر فیصدی پانچ روپیہ محصول مقرر کیا گیا ہے آئندہ سے

حسبہ محصول وصول ہوا کرے۔

گشتی نشان ۴۷ ۱۲ امرداد ۱۳۱۵ ف فائنانس نشان ۲۱۹۷ ۱۰ امرداد ۱۳۱۵ ف	**دفعہ ۴** گوٹھہ کا محصول قیمت پر فیصدی پانچ روپیہ کے حساب سے وصول ہوا کرے۔
گشتی نشان ۵۳ بابتہ ۱۳۱۶ ف	**دفعہ ۵** مہاونٹ سکڑی کا ناپ ہے برآمد چوبینہ کے وقت اُس کو ونٹ سمجھکر ونٹ کے بموجب اس کا محصول وصول

ہوا کرے کیونکہ ملک سرکار عالی میں مہاونٹ پیدا نہیں ہوتا ہے

گشتی نشان ۵۶ ۱۰ بہمن ۱۳۱۶ ف الہیٰ ناظم پٹہ خانہ نشان ۸ ۲۵ فروردی ۱۳۱۵ ف	**دفعہ ۶** بہتلیات تقسیم شدہ اضلاع کے محصول کے تنخواہ عاملان پٹہ خانہ جات مہتممان محصول خانجات کی پاس است

پہنچایا کرین گے مہتمان محصول نجات اُس کی تصدیق کرلین۔

گشتی نشان ۹ صفر ۱۲۹۴ھ

دفعہ ۷ نمک جو چمڑے کو لگانے کیلئے آتا ہے اُسکی قیمت بھی بہت کم ہوتی ہے اِس لئے اسکا محصول فی راس ایک روپیہ کے حساب سے وصول ہوا کرے۔

گشتی نشان ۱۲۶ مورخہ ۲۲ شہریور ۱۳۰۵ف

دفعہ ۸ جو چوبینہ سرکار قیصریہ کے علاقہ سے درآمد ہو اُس کا محصول قیمت پر فیصدی پانچ روپیہ کے حساب سے لیا جاوے۔

گشتی نشان ۱۲۱ مورخہ ۱۹ شہریور ۱۳۰۵ف

دفعہ ۹ معدنی کوئلہ کا محصول قیمت پر فیصدی پانچ روپیہ لیا جاوے۔

گشتی نشان ۱۰۶ مورخہ ۲۶ اردی بہشت ۱۳۰۶ف
مراسلہ مال نشان ۵۵۲ واقع ۱۲ اردی بہشت ۱۳۰۶ف
رزولیوشن نمبر ۸ واقع ۱۲ فروردی ۱۳۰۶ف

دفعہ ۱۰ اخذ محصول معدنی کوئلہ کی راکھہ کا جو غیر ملک سے آوے۔ معدنی کوئلہ علاقہ سرکار عالی کی راکھہ کا محصول نہ لیا جاوے اور غیر ملک کی معدنی کوئلہ کی راکھہ کا محصول حسب ضابطہ وصول کیا جاوے۔

نشان ۲۸ مورخہ ۳۰ فروردی ۱۳۱۲ف
مراسلہ صدر محاسبی نشان ۱۴۰۷ مورخہ ۲۱ فروردی ۱۳۱۲ف

دفعہ ۱۱ محصول مرادی سکہ عالی بوجہ عدم میسری سکہ عالی سرحدی ناکجات پر سکہ کلدار کی مرادی کے وصول کا طریقہ وہان اگر مرادی سکہ عالی میسر نہو تو حسب نرخ بازار وصول کیجاوے اہالیان کروڑگیری کا فرض ہے کہ مرادی ایک روپیہ سے زاید سکہ مین نہ رکھین اگر مرادی خزانہ مین جمع ہے تو جس شخص سے محصول وصول کیا جاتا ہے اوس سے مرادی نہ لیکر روپیہ لین اور مرادی اُسکو واپس کرین ہر حالت مین مرادی ایک روپیہ سے

زائد مقدار کی خزانہ مین سکہ نہ رکھی جاوے اس سبب سے یہ بھی احتیاط رہے کہ بجز وقت مرادی سکہ عالی بلکہ مرادی کلدار نہ لیجاوے اگر خلاف اس کے عمل ہوگا تو وہ اسکا ذمہ دار سمجھا جاوے گا ۔

گشتی نشان ۱۲ [illegible] ۔ [illegible] نشان ۱۳۴۲ [illegible]

دفعہ ۱۲ اگر کوئی شخص محصول مین بجائے مرادی کے سکہ نقرئی دوآنی چوآنی اٹھ آنی داخل کرین تو لیا جاوے اور ارسال مین بھیجا جاوے ۔

گشتی نشان ۴ [illegible] ۔ [illegible] نشان ۱۳۰ مورخہ ۳ آذر [illegible]

دفعہ ۱۳ استعمال ابتدائی چٹھیات نشان ۳ و ۴ بابتہ فیصلہ اموال درآمد برآمد ۔ بذریعہ گشتی نشان [illegible] مورخہ ۱۸ آبان [illegible] ف حکم دیا گیا تھا کہ بعوض چٹھیات نشان ۳ و ۴ چک جاری کئے جاوین اور حسبہ عمل جاری ہے چونکہ چک بک مین مال کی تفصیل درج نہین ہو سکتی اور تنقیح کیلئے دشواری اور اطمینان نہین ہو سکتا ہے ۔ لہذا محصول خانجات سرحدی مین چک بک کا طریقہ موقوف اور نشان ۳ و ۴ عمل کیا جاوے اور بعوض چک بک نشان ۳ و ۴ چٹھیات مطبوعہ استعمال کئے جاوین ۔ محصول خانہ بلدہ و سکندرآباد مین بمعاوضہ سرخط بھی علی حالہ چک بک کا استعمال جاری رہے ۔

دفعہ ۱۴ فہرست گرفتن محصول سایر بر اشیاء و اموال کہ از علاقہ جات سرکار عظمت مدار در علاقہ جات سرکار عالی و از علاقہ جات سرکار عالی بہ بلدہ حیدرآباد و چھاونیات سکندرآباد و الوال و بازارات چادر گھاٹ خواہد آمد و از علاقہ جات سرکار عالی بہ علاقہ جات سرکار عظمت مدار روانہ خواہد شد مقررہ سرکار عالی حسب تفصیل ذیل محصول خواہند گرفت

دفعہ ۱۵ اقرار داد نرخ قیمت سنگہاے سیلو شاہ آباد بموجب گشتی نشان ۵۸ مورخہ ۱۲ مہر ۱۳۱۱ف آئندہ سے حسب تفصیل ذیل قیمت قایم کرکے محصول وصول کیا جائے

نوٹ - اگر فیصلہ کنندہ کو یہہ نرخ جات فیصلہ پر ارزان معلوم ہو تو فوراً اسکی اطلاع کرے اور اقسام مندرجہ صدر کے سوای اگر کوئی دوسرے قسم کا پتھر ہو تو اس کا نرخ جانچ فی صد پانچ روپیہ کے حساب سے محصول لیا جائے -

دفعہ ۱۶ - چوبینہ رنگون کا درآمد ہو تو حسب تفصیل ذیل قیمت قرار دیکر فیصد پانچ روپیہ محصول وصول ہوا کرے بلدہ چھاونی جاوک نشان (۶) مورخہ ۱۱ آذر ۱۲۹۹ف

(۱) ناٹ بھینس درجہ اول کی قیمت فی فٹ ۳ تا ۴ روپیہ ہوتے ہین - لہذا ناٹ مذکور کی قیمت فی فٹ ۳ روپیہ قرار دیگئی ہے - بقرار داد اندرون قیمت ۳ روپیہ فیصلہ ہوا کرے -

(۲) ناٹ بھینس (درجہ دوم بالکل خراب زیادہ سوراخ دار ہوتے ہین بمعاینہ اصل بیجک خریدی قیمت پر فیصلہ کیا جائے ناٹ مذکور قیمت ۶۰ و ۵۰ روپیہ ٹن سے کم نہین ملتی - لہذا زیادہ سوراخ دار ہون تو قیمت ۶۰ روپیہ اگر کم سوراخ دار ہون تو ۵۰ روپیہ سے کم قیمت پر فیصلہ ہونا چاہئیے -

(۳) کیاٹی دہمہ قسم کی لکڑی تراشی ہوئی جسکی قیمت فی ٹن ۸۰ روپیہ سے (۱۰۰) روپیہ تک ہوتی ہے لہذا اوسط قیمت ۹۰ روپیہ قرار دیگئی ہے -

اسمین درجہ دوم نہین رہتا

(۴) تختہ جلت تراشیدہ (فی ٹن ۱۰۰) روپیہ قیمت پر فیصلہ ہوا کرے -

(۵) بڑے چوڑائی انچہ ڈیڑہ مندرم نصف آنچ) اسکی قیمت فی ٹن [illegible] روپیہ ہے

(۶) بڑے چوڑائی انچہ دو مندرم نصف آنچ) اسکی قیمت فی ٹن [illegible] روپیہ ہے

خلاصہ (۱) پچاس گھن فٹ کا ایک کیوبک فٹ اور پچاس کیوبک فٹ کا ایک ٹن سمجھا جائے اور حسب صراحت مندرجہ فقرہ ۵ و ۶ ٹن کی قیمت قرار دیکر محصول وصول ہوا کرے -

خلاصہ (۲) طول (۲۰) فٹ عرض (۱۶) انچہ اور اونچائی (موٹائی) ۱۵ انچہ والے سر ضرب کر ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب (۴۸۰۰) ہوا - اور اسکو (۱۴۴) پر تقسیم کریں تو [illegible] قیمت (۳۳) فٹ (۶) انچہ ہوا - لہذا پچاس فٹ کی قیمت بموجب (ل) [illegible] روپیہ محصول قائم ہوئے اب اسکو [illegible] لگایا جاکر محصول وصول ہوا کرے -

خلاصہ (۳) بیوپاریون کو چاہیے کہ بیجک میں تعداد ٹن اور صحیح قیمت درج کیا کریں ورنہ بوقت تنقیح کم و بیشی کی حالت میں بوجہ اخفا مستوجب جرمانہ ہون گے -

خلاصہ (۴) اصل بیجک میں یا بوقت تنقیح قیمت کا زیادہ ہونا ظاہر ہوجانے تو بلحاظ زیادتی قیمت محصول وصول ہوا کرے -

تلنبدی دفعہ ۷ اگشتی نشان ۱۲۴ مورخہ ۲۱ اردی بہشت ۱۳۱۹ف و گشتی نشان ۱۰ مورخہ ۲ بہمن ۱۳۱۲ف

دفعہ ۱۷ برآمد چوبینہ کا فیصلہ حسب صراحت ذیل ہوا کرے اور بوقت فیصلہ چوبینہ مذکور کے ہمراہ سررشتہ جنگلات کا اجازت نامہ ہونا چاہیے بغیر اجازت نامہ فیصلہ نہوا کرے -

خلاصہ (۱) حسب مندرجہ تختہ عدد پر محصول لیا جائے اگر کسی لکڑی کی پیمائش کرنے میں کم و بیشی ہو یعنے سر مندم کی پیمائش کرنے میں اس کے آخر درجہ ہے

کچھ زیادہ پیمائش ہو جائے تو درپٹ سمجھ کر داپٹ کا محصول لیا جائے۔

خلاصہ (۲) ساگوان کے علاوہ آبنوس – سیسم – پیپلے – نلاہی – سائین بیجا سر – اس قسم کا چوبینہ مدہرہ محصولخانہ سے برآمد ہوتا ہے یہ چوبینہ عمل میز تک نہیں ہے – لیکن اسکی قیمت ساگوان سے زیادہ ہے – لہذا بموجب چوبینہ برآمد مندرجہ تختہ بالائی عدد پر فیصلہ ہوا کرے –

خلاصہ (۳) بھنڈاری ایک قسم کی لکڑی محصولخانہ مدہرہ سے برآمد ہوتی ہے اُس کا اور دیگر محصول خانہ جات مندرجہ قسم بالا کے علاوہ جو غیری چوبینہ فیصلہ کے لیئے آوے تو اوسکا محصول فیصدی نسبت پر پانچ روپیہ وصول ہوا کرے۔

گشتی نشان ۶ ۔ بہمن ۱۳۱۳ف مراسلہ ناظم صاحب جنگلات نشان ۲۸۴ ۱۲ بہمن ۱۳۱۳ف	**دفعہ ۱۸** – ضرورت معائنہ اجازت نامہ سررشتہ جنگلات برائے تصفیہ محصول کٹروڑگیری – اشیائے مندرجہ ذیل کے نسبت اجازت نامہ کی ضرورت ہے باقی اشیاء

کے فیصلہ کیلئے اجازت نامہ سررشتہ جنگلات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۱) چوبینہ ہمہ قسم (۲) ہیمہ سوختنی (۳) کوئلہ (۴) برگ آبنوس و ساگوان (۵) گھانس (۶) بید (۷) پوست درختان ارسالی (۸) سنگ سیلو (۹) گیرو (۱۰) سنگ معدن –

گشتی نشان ۱۰ ۔ ۹ اسفندار ۱۳۱۳ف	**دفعہ ۱۹** – اشیاء صدر نمبر ۸ و ۱۰ اسکے متعلق صراحت –

کیجاتی ہے کہ سنگ سیلو سے مراد شاہ آبادی پتھر ہے جو فرش وغیرہ کے کام پر آتا ہے اور سنگ سیلو معدن سے مراد لوہے کا پتھر ہے جس سے لوہا نکالا جاتا ہے –

گشتی نشان غرہ اسفندار ۱۳۱۳ف مراسلہ نشان ۴۲۹ ۲ بہمن ۱۳۱۳ف	**دفعہ ۲۰** – قرارداد محصول مویشی – طریقہ موجودہ جو قیمت

فیصدی پانچ روپیہ کے حساب سے محصول لینے کا مدعی ہے وہ درست ہے پیمانہ قد و قامت پر محصول کا قرارداد قرین مصلحت نہو گا اس لئے کہ بہت سے چھوٹے بالو ایسے ہونگے جنکی قیمت بیشتر اوقات زائد رہتی ہے اور بڑے گھوڑون کی کم - اگر پیمانہ پر دارومدار رکھا جاوے تو سرکاری نقصان کا احتمال ہے -

گشتی نشان ۱۹ مورخہ ۳ بہمن ۱۳۰۶ف مرسلہ مال
نشان ۲۹۹ - ۲۲ مہر سنہ ۱۳۰۶ف
موسومہ صوبدار صاحب گلبرگہ -

دفعہ ۲۱ - اخذ محصول سنگ - چار سرحد بادگیر سے علاقہ داران جی - آئی - پی - ریلوے یادگیر و رائچور سے پلون کی تیاری کے لئے واگن کے واگن پتھرون کے بھر کر لیجاتے ہین لہذا جبر طرح سنگ سلو کا ہراج سررشتہ مال سے ہوا کرتا ہے اسی طرح اس قسم کے پتھر کا بھی ہراج سررشتہ مال سے ہوا کرے اور وہ برآمد ہو تو حسب قاعدہ محصول کروڑگیری قیمت پر بحساب فیصد پانچ روپیہ وصول ہوا کرے -

گشتی نشان ۳۶ مورخہ ۷ مہر ۱۳۰۶ف مرسلہ
مال نشان ۱۲۳ مورخہ ۲۲ دی ۱۳۰۶ف

دفعہ ۲۲ - محصول تیل رقیق - تیل ڈلہ اور ڈھیلے دو قسم کا ہوتا ہے جسکا محصول راسواری ہا ہین عہ اور ۱۰/عہ مقرر ہے وہ تو بدستور جاری رہے اور رقیق تیل کا محصول قیمت پر بحساب فیصد پانچ روپیہ لیا جاوے -

مرسلہ مال نشان ۱۲۳ - ۱۰ اسفندار ۱۳۱۹ف
موسومہ مہتمم صاحب سکندرآباد -

دفعہ ۲۳ - محصول شاخ و گھر گوسفندان - شاخ ہائے گاؤمیش نر گاوان کی قیمت فی بلہ عہ روپیہ قرار دیکر بحساب فیصد پانچ روپیہ محصول لیا جاتا ہے مگر گھر ہائے نر گاوان و شاخ و گھر گوسفندان کا محصول کیا حساب سے لیا جائے اسکی صراحت نہین چونکہ محصول لینجات سرحدی مین گاؤمیش و نر گاوان کے سنگ کی قیمت للعہ فی بلہ قرار دیکر فیصدی پانچ روپیہ

محصول لیا جاتا ہے اور کھر وغیرہ کی درآمد برآمد کمتر ہے فی الحال تصفیہ ضرور ہے کہ جملہ جانوروں کے کھر اور گوسفندوں کے سنگ کا محصول کس حساب سے لیا جاوے کہ سنگ ہائے گاؤمیش وبز گاوان کے کہر اور سنگ ہائے گوسفندان کی مناسب نہیں ہے اور یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ کہر اور بکریوں کے سنگ ایرو کے کام مین لائے جاتے ہین لہذا فی الحال جو قیمت فروخت ہر ایک مقام کی فیصد قیمت پانچ روپیہ محصول لیا جانا محل ہے آیندہ اس کی تجارت عموماً زیادہ ہوجائے تو مثل سنگ ہائے گاؤمیش فی پلہ قیمت کا قرارداد ممکن ہے -

مراسلہ منشی نشان ۱۰۲۳ مورخہ ۱۶ فروردی ۱۳۱۸ف موسومہ مہتمم صاحب لنگسور

دفعہ ۲۴ - دریافت طریقہ مقررہ وزن اشیاء جملہ محصول خانوں کے جوابات سے واضح ہوا کہ جو سالم واگن مال وزن برآمد ہوتا ہے اُس کا محصول وزن ریلوے کی مدنظر وصول کیا جاتا ہے سالم واگن مال نہ ہو تو حقیقی وزن مال کا محصول لیا جاتا ہے جو درست ہے لہذا اگر صراحت کیجاتی ہے کہ قبل ازین بذریعہ مراسلہ نشان ۸۰۰ مورخہ ۲ خورداد ۱۳۱۲ف جو حکم دیا گیا ہے وہ درست ہے یعنی جس قسم کے اموال کیلئے ریلوے ۔ ضابطہ کے موافق نصف یا ثلث یا کم و بیش وزن واگن کا چارج سالم واگن کا لیا جاتا ہے اوس مال کا محصول وزن ریلوے پر لیا جانا بیوپاریوں پر جبر کا موجب ہوگا لہذا ریلوے وزن کتنی ہی وزن حقیقی جسقدر ہو حسب ضابطہ اسی قدر محصول لیا جاوے کہ اوسمین نہ نقصان سرکار ہے اور نقصان بیوپاریان ۔ مگر یہ عمل بہت نازک کیفیت رکھتا ہے لہذا فیصلہ کنندہ کو نہایت احتیاط کے ساتھ عمل کرنا چاہیے اور بیجک مدخلہ مین پوری صراحت لکھی جانا ضرور ہے کہ وزن ریلوے اس قدر تھا معہ نمبر انوائس جو سالم واگن کا ہوتا ہے ۔ مگر سالم

واقف نہونے سے وزن کشتی مین اسقدر وزن ہوا جس کا محصول اس قدر نہ لیا گیا اس قسم کے عمل کے لئے حضوری عہدہ دار مقتدر کی شرط اس وجہہ سے ثابت ہرج ہوا ریان ہوگی کہ ہر ایک مال کے فیصلہ کے لئے عہدہ دار کی اطلاع اور اسکی حضوری مین تاخیر ہوتی ہے اور مال کی حفاظت مین دشواری لہذا ہر ایک فیصلہ کنندہ مجاز فیصلہ رہے۔ البتہ داروغہ یا امین ہنگام دورہ مقام فیصلہ پر حاضر رہین تو ان کے بالمشافہ فیصلہ ضرور ہے اور دورہ کنندہ عہدہ دار اپنے دورہ مین اس قسم کے فیصلہ جات کے نسبت حسب مناسب مقامی جانچ و دریافت کیا کرین اور حسبہ عمل ہو۔

گشتی نشان ۲۷ مورخہ ۱۲ اردی بہشت ۱۳۱۷ ف
جریدہ مطبوعہ ۱۹ اردی بہشت ۱۳۱۷ ف
جلد ۳۹ نمبر (۳۸) صفحہ ۳ حکم نشان ۲۰ مورخہ ۳ اردی بہشت ۱۳۱۷ ف

دفعہ ۲۵ - اخذ محصول کٹرورگیری درآمد برآمد سن یا انباڑہ بحساب فیصدی پانچ روپیہ آئندہ سے سن اور انباڑہ کے درآمد برآمد پر فیصدی قیمت پر پانچ روپیہ محصول کٹرورگیری وصول کیا جاوے اور راہداری تختہ راسبندی مین بصراحت تعداد مال و مقدار محصول ہر محصولخانہ سے مثل دوسرے اشیاء کے عمل کیا جاوے۔

مراسلہ ڈپٹی کمشنری نشان ۹۶۲ مورخہ ۹ شہریور ۱۳۱۳ ف مراسلہ نشان ۱۹۲۸ مورخہ ۲۲ مہر ۱۳۱۳ ف گرداوری

دفعہ ۲۶ - اسٹیشن ماسٹران ریلوے کو محصول کٹرورگیری کی معافی نہین ہے ان کے مال کا محصول وصول کیا جائے۔

گشتی نشان ۳۲ مورخہ ۱۹ مہر ۱۳۱۹ ف مراسلہ مال نشان ۲۲۸ مورخہ ۱۵ شہریور ۱۳۱۹ ف

دفعہ ۲۷ - سکہ جات چلنی - گوپال پٹیہ - بنگلوری - گوبند بخش وغیرہ جو رائج الوقت نہین ہیں اگر بلدہ و سکندرآباد مین

درآمد ہون اُن کا محصول برابر وصول ہوا کرے اور یہہ عام قاعدہ نافذ ہے کہ جو چیز ناقابل اخذ محصول بلدہ مین آوے خواہ بیرون ملک سے ہو یا اندرون ملک محروسہ سرکار عالی سے محصول کٹروڑگیری وصول ہونا چاہیے اسی عام قاعدہ مین سکہ بھی داخل ہے ۔ بسلسلہ گشتی نشان ۱۰۳ مورخہ ۲۷ شہریور ۱۳۰۹ ف ۔

چاوک نشان ۱۷۱ ۳۰ مہر ۱۳۰۳ ف

حیدرآباد مال نشان ۶۴۲ مورخہ ۲۰ مہر ۱۳۰۴ ف

دفعہ ۲۸ ۔ جو مال کلب خاص کلب کے استعمال کیلئے آوے جس کے محصول کٹروڑگیری معافی کا حکم ہوا ہے وہ چھوڑ دیا جاوے اور دوسرا مال جو کلب مین آکر ممبران کلب کے ہاتھہ فروخت ہوتا ہے اُس کا محصول حسب ضابطہ وصول کیا جاوے ۔

گشتی نشان ۳۲ مورخہ ۷ بہمن ۱۳۰۵ ف

مراسلہ فنانس نشان ۱۱۲۹۶ ۱۱ دی ۱۳۰۵ ف

مراسلہ مال نشان ۱۰۴ مورخہ ۲۳ دی ۱۳۰۵ ف

دفعہ ۲۹ ۔ محصول صابون ولایتی ۔ فہرست اشیاء محصولی مین جو صابون شریک ہے وہ ملک سرکار عالی کا ساختہ ہے اُس کا محصول حسب سابق بحساب فی راس (۸ر) لیا کرنا مگر ولایتی صابون کا محصول فیصدی قیمت سے پانچ روپیہ لیا جاوے ۔

گشتی نشان ۱۱۶ مورخہ ۲ مہر ۱۳۰۶ ف

مراسلہ مال نشان ۶۵۸۴ مورخہ ۲۳ خورداد ۱۳۰۶ ف

مراسلہ گشتی مال نشان ۱۱۱۶ مورخہ ۶ آبان ۱۳۰۶ ف

دفعہ ۳۰ ۔ لوہے کے سامان پر محصول لینا ۔ لوہے کے سامان کی قیمت مندرجہ بیجک کی تشخیص کر کے قیمت پر بحساب فیصد پانچ روپیہ محصول وصول کیا جاوے ۔ تباؤ لوہے کا محصول بقرارداد قیمت فی پلہ تین روپیہ بحساب فیصد پانچ روپیہ لیا جاوے ۔

گشتی نشان ۷۶ مورخه ۲۲ اسفندار سنه ۱۳۰۶ ف
گشتی مال نشان ۱۹ مورخه ۱۲ بہمن سنه ۱۳۰۶ ف مراسله مال نشان ۶۸۷ مورخه ۲۶ بہمن سنه ۱۳۰۶ ف

دفعہ ۳۱ - زیورات برآمد ہو تو محصول لیا جاوے یا نہیں کل مرصع جواہرات کے زیورات نقرئی پر فیصدی ڈہائی روپیہ اور سادہ زیورات چاندی پر مثل چاندی کے فیصدی پانچ روپیہ محصول لیا جاوے اگر زیور برآمد ہو تو به لحاظ مصنوعات ملک سرکار عالی محصول لیا جاوے ۔

گشتی نشان ۶۹ مورخه ۲۳ اسفندار سنه ۱۳۰۶ ف

دفعہ ۳۲ - وصول محصول چوبینہ - بعض وقت ونٹ اور وایپٹ کے ٹکڑے لائے جاتے ہین اُن کا عرض و مقدم تو برابر رہتا ہے لیکن طول مین کمی ہوتی ہے اس لیئے اگر ایسے چوبینہ کے ٹکڑے فیصلہ کے لئے آوین تو دو یا تین ٹکڑے ملا کر گشتی مذکور کے موافق چھ سے سات گز تک طول ہو تو اُس کو ایک ونٹ اور ۵ سے ۶ گز تک طول پایا جاوے تو اسکو وایپٹ شمار کر کے فیصلہ کیا کرین ۔

گشتی نشان ۷۵ مورخه ۱۹ اسفندار سنه ۱۳۰۶ ف
مراسله مال نشان ۱۳۳ مورخه ۱۱ بہمن سنه ۱۳۰۶ ف

دفعہ ۳۳ - قرار داد محصول تخم انڈی - فی پلہ (۸) محصول وصول ہوا کرے ۔

گشتی نشان ۱۰ مورخه ۳۰ آبان سنه ۱۳۰۷ ف

دفعہ ۳۴ - بلدہ مین طلا و نقرہ و زیورات پر بجائے ماہوار کے درآمد کے وقت دیگر اشیاء کے بموجب محصول وصول ہوا کرے بسلسلہ گشتی نشان ۱۱ مورخه ۲۴ مہر سنه ۱۳۰۷ ف بعد چھ ماہ کی رپورٹ پیش کی جاوے کہ اس انتظام سے آمدنی مین کس قدر اضافہ ہوا (نقل مراسله مالگذاری نشان ۸۵ مورخه ۱۷ آبان سنه ۱۳۰۷ ف) بروے فقرہ (۱۸)

اقتدارات صاحب کمشنر کسٹم ورگیری منظورہ سرکار ماہوارات کا تقرر جب کمشنر کی اقتداری امر ہے اپنے جو اصلاح و ترمیم اس معاملہ مین بجائے ماہوارات محصول وصول کرنے کے حسب صوابدید خود جاری کردے مجلس کو یہہ امر بعید از مصلحت معلوم ہوا تھا کہ بلحاظ رائے افسران ذمہ دار بیس سالہ عمدۂ آمد کے خلاف دفعتہً کوئی حکم بطور خود صادر کرے اور اسی لئے مجلس نے حکم دینے مین تامل کی تھی اب آپ بہ مصالح انتظامی حکم جاری کر چکے ہین چھہ مہینے کے بعد اطلاع دیجائے کہ اس جدید طریقہ سے آمدنی مین کسقدر اضافہ ہوا۔

گشتی نشان ۹۹ مورخہ ۳ آذر ۱۳۰۶ ف مرسوم ڈپٹی کمشنر ترقی مرسلہ ال نشان ۵ مورخہ ۲ بہمن ۱۳۰۶ ف مرسومہ صاحب فنانس

دفعہ ۳۵ - موقوفی طریقہ اخذ ماہوار از بیوپاریان - بلدہ حیدرآباد مین چاندی و سونا و جواہرات کے خرید و فروخت کرنیوالے اور زیور کے گرو کرنے والے اور نئے زیور بنا کے بیچنے والون سے ماہوارین وصول ہوا کرتے ہین حالانکہ ان کل جواہرات وغیرہ پر محصول درآمد برآمد بھی لیا جاتا ہے اس طرح اندرونی خرید و فروخت کا محصول لینا کسٹم ڈیوٹی کے خلاف ہے جب ایک بار درآمد کا محصول زر و جواہر پر لیا گیا ہے تو کوئی وجہہ نہین ہے اُسکے شکل بدلنے پر یا اُس کے رہن کرنے پر اسطرح دوبارہ سنگین ٹکس وصول کیا جائے جو سختی کا باعث اور اصولاً معاف کرنیکے قابل ہے

گشتی نشان ۱۸۱ ۷ بہمن ۱۳۰۶ ف مرسلہ ال نشان ۱۲۱ مورخہ ۱۲ اردیبہشت ۱۳۰۶ ف

دفعہ ۳۶ - موقوفی طریقہ چھاپہ پارچہ - چھاپہ کا طریقہ بدستور جاری رہے جس سے محصول ادا ہوا یا ادا نہین ہوا یہہ معلوم ہو سکتا ہے اور دوبارہ محصول نہو سکیگا -

گشتی نشان ۱۰۵ مورخہ ۲۵ ابان ۱۳۰۶ ف

دفعہ ۳۷ - موقوفی طریقہ ثبت چھاپہ سرخ سرحدی مقامات پر جو مال پارچہ تیار ہوتا ہے اُسپر امتیاز کے لئے

کہ یہہ مال انگریزی علاقہ کا نہین ہے لال چھاپہ کیا جاتا ہے اُس سے اِس علاقہ کے ملازمین کی دست اندازی کا احتمال ہوسکتا ہے آئندہ سے لال چھاپہ کرنے کا طریقہ موقوف کردیا جاوے -

گشتی نشان ۲۳ مورخہ ۲۳ اسفندار ۱۳۰۷ ف
حکم مدار المہام سرکار عالی نشان ۱۵ مورخہ ۳۰ بہمن ۱۳۰۷ ف

دفعہ ۳۸ - محصول اسپان سلحداری وغیرہ - کل گھوڑوں کا جو بیرون ملک سرکار عالی سے طلب ہون محصول کروڑگیری لینا چاہئے خواہ سرکاری ہو یا سلحداری فوج وکوتوالی دونون کے لئے برابر اِس حکم کی تعمیل ہونی چاہئے -

گشتی نشان ۱۲ مورخہ ۱۹ دی ۱۳۰۷ ف

دفعہ ۳۹ - ایجنٹ مرتضی سلاطم کمپنی کی تحریر سے کہ پوست ترو پر قدیم سے فی راس چار آنہ بموجب دستور لئے جاتے تھے اب اِس دستور کو توڑ کر بازار کے قیمت پر بحساب راسواری قیمت قایم کر کے فیصدی پانچ روپیہ جو محصول لیا جارہا ہے درست نہین ہے بموجب فقرہ دستور العمل سوائے دستور فقط مال پر قیمت پر محصول وصول ہونا چاہئے -

مراسلہ منشی نشان ۲۳۲ مورخہ ۱۰ اسفندار ۱۳۰۷ ف موسومہ مہتمم صاحب گلبرگہ -

دفعہ ۴۰ - سن کے رسیون پر محصول محکمہ مالگزاری سرکار عالی سے استجازت ہوئی تھی کہ رسّی پر محصول قایم کیا جاوے جس طرح سن و انبارہ پر لیا جاتا ہے اب سرکار بیلہ ارشاد فرماتے ہین کہ فی الحال ملتوی رہے بلکہ اس بارہ مین کارروائی ضرورت نہین ہے - اِسی پر محصول دلیا جائے اور بدستور سابق معافی رہے -

گشتی نشان ۲۵ مورخہ ۔۔ دے ۱۳۰۷ ف

دفعہ ۴۱ - اخذ محصول بانس - فہرست

ملفوفہ مراسلہ کمشنری نشان ۱۲۶۷ ۲۲ دہر ۱۳۰۶ف و مراسلہ ال نشان ۱۳۳ مورخہ ۱۲ دے ۱۳۰۶ف

اشیاء محصول مین (ساگوان وغیرہ کے بانس) فی بندی (دہر) محصول لینے کا حکم ہے اصل بانس اسمین محسوب نہین ہو سکتا اور چھوٹے بانس یا اُس کے بدسے جو دستور العمل مین تمیز نہین ہے اس لئے ہر قسم کے بانس و بمبو اور اوس کے بدسے کا محصول فیصدی قیمت پر پانچ روپیہ وصول ہوا کرے ۔

گشتی نشان ۱۱ مورخہ ۲۲ دی ۱۳۰۶ف مراسلہ ال نشان ۱۱۹ مورخہ ۷ دی ۱۳۰۶ف

دفعہ ۴۱ - اخذ محصول تنگ ہائے مویشی - تنگ ہائے مویشی کا محصول محصولی نجات مین مختلف طور پر لیا جاتا ہے لہذا تمامی محصولی نجات میں بیچک پر قیمت کی پوری تشخیص کرکے بحساب فیصدی پانچ روپیہ لیا جاوے ۔

گشتی نشان مورخہ ۲۰ آذر ۱۳۱۳ف ملفوفہ مراسلہ کمشنری نشان ۵۳۲ ۳ آذر ۱۳۱۲ف مراسلہ ال نشان واقع ۱۴ آذر ۱۳۱۲ف

دفعہ ۴۲ - اخذ محصول سید بانس و سبد - سینڈی اور تور وغیرہ کی جہاڑ سے جو ٹوکرے بنائی جاتے ہین اسکا محصول نہین لیا جاتا مگر بانس اور بید کے ٹوکرے جو تیار ہوتے ہین فیصدی قیمت پر پانچ روپیہ لیا جاوے ۔

گشتی نشان مورخہ ۱۵ آذر ۱۳۱۳ف

دفعہ ۴۳ - اخذ محصول تل و السی وغیرہ - مال تل و السی وغیرہ بیلون پر یا کسی اور جانور پر لایا جاوے تو جیسا کہ سابق سے محصول لینے کا طریقہ جاری ہے آئندہ بھی اُسی مطابق درس کے حساب سے لیا جاوے اگر کوئی بیوپاری تکرار کرے تو بموجب گشتی نشان ۹۳ مال کا سالم وزن کرکے جسقدر وزن ہو اُس کا محصول لیا جاوے ۔

مراسلہ اول مددگار کمشنری نشان ۲۵۶

دفعہ ۴۴ - استدراک نسبت وصول محصول

سونا و چاندی و زیورات - جبکہ فہرست مین برآمد زیورات کا محصول ہی مقرر نہیں ہوا ہے اور مراسلہ مجلس مال نشان ۳۸۷ مورخہ ۲۶ بہمن ۱۳۱۴ ف مین برآمد زیورات کے نسبت باتباع حکم سرکار مقدرہ باجلاس کبنٹ کونسل یہ حکم دیا گیا ہے کہ برآمد زیورات مصنوعات سے متعلق ہے خواہ چاندی کے ہون یا طلائی -	سہ اسد شہریور ۱۳۱۵ ف مراسلہ مال نشان ۴۸۸ مورخہ ۲۸ خورداد ۱۳۱۵ ف
دفعہ ۴۵ - جبکہ مرغ کا محصول فیصدی قیمت پر پانچ روپیہ کے حساب سے لیا جاتا ہے تو بیضہ مرغ کا محصول بھی فیصدی قیمت پر پانچ روپیہ کے حساب سے لیا جاتا چاہیے -	گشتی نشان ۲۵ مورخہ ۷ خورداد ۱۳۱۵ ف مراسلہ مال نشان ۴۵ مورخہ ۷ خورداد ۱۳۱۵ ف
دفعہ ۴۶ - جن سکہ جات کا بیان دستور العمل مین ہے اُس سے مراد وہی سکہ جات ہین جو سرکاری سکہ ہوں اور ایسے خانگی سکہ جو بچون وغیرہ کے گلے مین ڈالنے کیلئے بطور خود بنا لیتے ہین اون کا شمار سکہ مین نہین ہو سکتا وہ ایک منقش چیز ہے جو زیور کی صورت مین اُس کا استعمال کیا جاتا ہے آئندہ سے تمام سونے کے سکہ جات ممالک غیر پر محصول لیا جایا کرے جو برٹش انڈیا اور حیدرآباد مین رائج نہین ہین -	مراسلہ مال نشان ۳۹۸ مورخہ ۸ فروردی ۱۳۱۵ ف
دفعہ ۴۷ - نرخ بٹاون سکہ حالی و کلدار مین تبدیلی بغیر صادر ہونے منظوری سرکار فنانس نہ ہوگی ایک ایک تختہ ماہواری اپنے اپنے علاقہ کے نرخ کا مہتمان کے پاس سے راست دفتر کمشنری پر آنا چاہیے -	گشتی نشان ۸۳ ۱۳ اردی بہشت ۱۳۱۵ ف مراسلہ مال نشان ۶۵۹ ۲۴ بہمن ۱۳۱۵ ف

معافی اجناس و معافی عہدداران وغیرہ

الف معافی اجناس

دفعہ ۱۴۸ - تفصیل اشیاء معافی محصول کروڑ گیری -

(۱) مرچ خشک پیدائشی ملک سرکار عالی

(۲) موسل چوبی

(۳) اسباب ضروری ہمراہی مسافران

(۴) تخم میتھی

(۵) رسی سن - انباڑہ - سیندی و نارجیل تیار شدہ از قسم چھال درخت مع تلی - گشتی نشان ۲۶ مورخہ ۱۰ - آبان سنہ ۱۳۴۴ف

(۶) راجگرہ

(۷) ریگ

(۸) ہینر خشک (سوکھا لہسن)

(۹) ہیمہ سوختنی

(۱۰) چھڑی سنبھالو

(۱۱) سکہ طلا و نقرہ مروجہ یعنی حالی و کلدار

(۱۲) برگ سیندی

(۱۳) سوپ غلہ افشان تیار شدہ بانسہ و چھڑی سیندی

(۱۴) نارجیل خالی برائے حقہ ہائے معہ میر و چلم گگی

(۱۵) تخم خرفہ

(۱۶) چوڑ کہار باریک و بڑا

(۱۷) سنگ آسیا چکی معہ پتھر

(۱۸) عملہ مکانات کہنہ

(۱۹) سبد یعنی ٹوکری

(۲۰) ڈھولک

(۲۱) برگ تاڑ

(۲۲) سنگ ملسی و گوند حمدہ گشتی نشان ۱۴ مورخہ ۲۶ بہمن سنہ ۱۳۴۷ف

(۲۳) پلاس پاپڑہ

(۲۴) تخم کدو

(۲۵) پھول تازہ

(۲۶) چاک ہائے بنڈیان بلا پٹہ
و آکہہ گنتی نشان ۲۲ باتبہ سنہ ۱۲۹۲

(۲۷) بوریہ برگ سیندی تیار شدہ
ملک سرکار عالی گنتی نشان ۱۰۸ باتبہ سنہ ۱۳۰۲

(۲۸) بلادرہ یعنے بھلاوان

(۲۹) ترکاری وغیرہ بہ قسم سبز گلڑیان
الوے (چھوٹ گلڑیان) گنتی نشان ۱۹۹
مورخہ ۶ مہر سنہ ۱۳۰۳ ف

(۳۰) خوشہ ہائے مکائی یعنی بھٹے آمدہ در
حسب گنتی نشان ۵۶ مورخہ ۱ محرم سنہ ۱۲۹۵

(۳۱) آلو پیدائشی ملک سرکار عالی

(۳۲) آبخور

(۳۳) آنولہ واو لکٹی (گنتی نشان ۹۲
مورخہ ۲ امرداد سنہ ۱۳۰۳ ف

(۳۴) اگربتی - (عودبتی)

(۳۵) پشم پیدائش ملک سرکار عالی
(اون)

(۳۶) پیاز

(۳۷) تخم پیاز

(۳۸) تخم خربوزہ

(۳۹) تخم خیار

(۴۰) کتب و نقشہ جات قلمی و چھاپہ

(۴۱) پارچہ مستعملہ -

(۴۲) گرد وڑہ سعتی -

(۴۳) گونڈہ نمک -

(۴۴) کاغذ ردی -

(۴۵) کوکو -

(۴۶) جاروب

(۴۷) کوڑی

(۴۸) تخم خربوزہ -

(۴۹) کھڑی

(۵۰) خردہ

(۵۱) کاہ خشک و سبز و کڑبی

(۵۲) تخم انباڑہ

(۵۳) پیرولی و ڈوپلے کٹورے پتون کے
بروے گنتی نشان ۱۲ مورخہ ۲۱ فروردی سنہ ۱۲۹۶ ف

(۵۴) ریزہ کڑوہ

(۵۵) چڑوہ (ساختہ دہان)

(۵۶) پوست ببول (گشتی نشان ۱۸ بابتہ ۱۳۱۳ف)

(۵۷) نخود بریان (چھٹوا سنے) و برنج بریان

(مرمری) صرف درآمد شدہ بروی گشتی نشان ۲ مورخہ ۲ آذر ۱۳۰۹ف

(۵۸) بہوسہ نخود و تور و گندم وغیرہ اقسام شل کڑبی و کاہ متعلقہ خوراک جانوران (گشتی نشان ۹۵ مورخہ ۲۶ امرداد ۱۳۰۳ف)

(۵۹) خاک انگشت معدنیات ملک سرکار عالی حسب گشتی نشان ۱۰۶ مورخہ ۲۶ اردی بہشت ۱۳۱۶ف

(۶۰) دہان بریان (کہلیان دہان) درآمد شدہ بروی آوک نشان ۱۳۱ مورخہ ۲۹ اسفندار ۱۳۲۲ف

(۶۱) خاک نیماری (جہاریکران) محکمہ ڈپٹی کمشنری مراسلہ نشان ۹ مورخہ ۳ بہمن ۱۳۱۵ف

(۶۲) پہل ٹمبرنی (جریدہ اعلامیہ جلد دوم صفحہ ۸۶ بابتہ ۱۳۳۱ف گشتی نشان ۱۳ مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ

(۶۳) زمالو سے بروئے گشتی نشان ۲ ، ۱۳۴۵ف

گشتی نشان ۱۳۱ مورخہ ۳ شہریور ۱۳۰۲ف

مراسلہ مال نشان ۲۴۱ مورخہ ۹ شہریور ۱۳۳۲ف

ب - معافی عہدہ داران وغیرہ

دفعہ ۴۹ - کرایہ کی بار برداری جانوروں کا محصول معاف ہے البتہ نئے اشیاء جو کرایہ کی غرض سے خریدہ ہوکر درآمد برآمد ہو اسکا ایک وقت محصول لینا کافی ہے بشرطیکہ جدید اور غیر مستعملہ اشیاء سے برآمد کا داخلہ رکہنا محض بے سود ہے بلکہ ناممکن ہوگا اسلئے بنجاری ہوں یا کرایہ دار خواہ کرایہ کے بیل ہوں یا بنڈی یا یابو یا گہوڑا یا اونٹ وغیرہ کل اشیاء کا محصول معاف

کیا جاتا ہے

گشتی نشان ۲۹ مورخہ ۱۰ اسفندار ۱۳۱۲ ف گشتی نشان ۲ مورخہ ۱۵ آذر ۱۳۱۶ ف مراسلہ مال نشان ۲۶۷۴ و ۲۶۷۴ مورخہ ۱۹ امرداد ۱۳۱۱ ف و نشان ۳۱۱ مورخہ ۲۰ فروردی ۱۳۱۲ ف	**دفعہ ۵۰** - عدم وصول محصول کروڑگیری بر مویشی زراعتی و سامان خانہ داری رعایائے درآمدہ از علاقہ سرکار عظمت مدار سرکار عالی نے رعایائے علاقہ عظمت مدار جو سرکار عالی کے ملک مین آوین اُن کے مویشی اور سامان خانہ داری بلا قید مدت دوام کے لئے معافی منظور فرمائی

گئی ہے حسبہ عمل کیا جاوے اور اسکی بھی احتیاط رہے کہ کوئی تجارتی سامان نہ چھوڑا جائے - مگر اُنہین رعایا سے کوئی واپس جاوے تو ہنگام واپسی حسب ضابطہ محصول اشیاء کا وصول کیا جاوے اور ہر ایک محصولخانہ سے سالانہ ایک تختہ بابت درآمد برآمد اطلاعاً محکمہ کمشنری پر بھیجا کرے (حکم سرکار با جلاس کونسل ۹۱۱/۲۲۴ ۳۰ مہر ۱۳۱۵ ف) رعایا ممالک جو سرکار عالی کے ملک مین آوین اُن کے مویشی اور سامان خانہ داری کے محصول کی معافی جو دو سال کے لئے مخصوص کی گئی تھی وہ اب بلا قید مدت دوام کے لئے منظور کیجاتی ہے - جس سے ملک کی آبادی و توفیر زراعت متصور ہے

گشتی نشان ۱۶ مورخہ ۲۳ آبان ۱۳۱۳ ف حکم سکریٹری صیغہ مال نشان ۱۶۴ مورخہ ۷ آبان ۱۳۱۳ ف	**دفعہ ۵۱** - معافی محصول برآمد تھان رنگین - چونکہ اکثر غریب بیوپاری ململ کے تھان جو بمبئی سے درآمد ہوتے ہین اور جن کا محصول کروڑگیری ادا ہو چکا ہے اونکو رنگواتے ہین اور نیز چھوٹے چھاپے چھاپکر علاقہ سرکار عالی

بمعافی محصول برآمد کرنا چاہتے ہین اُنکے نسبت سرکار سے حکم ہوا ہے کہ جن ململ کے تھانون کا محصول وقت درآمد وصول ہوتا ہے اور تھانون کو رنگواکر یا چھوٹے

چھلیان بناکر برآمد کیجاوین تو اون پر وقت برآمد مکرر محصول کرورگیری آیندہ سے وصول نہوا کرے۔

گشتی نشان ۵۶ مورخہ ۹ خورداد ۱۳۰۸ف
مراسلہ صاحب عالیشان بہادر نشان ۱۵۵۴
مورخہ ۲۰ جولائی ۱۸۹۸ء

دفعہ ۵۲ - تمامی پوسٹ ماسٹران برٹش گورنمنٹ متعلقہ ٹپہ خانجات ملک سرکار عالی پر خانگی اسباب کا محصول کرورگیری معاف اور تجارتی سامان کا محصول وصول کرنا حسب تجویز صاحب عالیشان بہادر سرکار نے منظور فرمائی ہے۔

گشتی نشان ۳۶ مورخہ ۳ دی ۱۳۱۰ف
مراسلہ مال نشان ۲ حکم سرکار
غرہ آذر ۱۳۱۰ف

دفعہ ۵۳ - معافی محصول کرورگیری پوسٹ ماسٹران ٹپہ خانہ انگریزی - ذریعہ گشتی نشان ۵۶ مورخہ ۹ خورداد ۱۳۰۸ف پوسٹ ماسٹران محصول سے مستثنے ہوئے ہین - لیکن صاحب عالیشان بہادر درخواست کرتے ہین کہ صرف پوسٹ ماسٹران ہی نہین بلکہ تمام عہدہ داران ٹپہ خانہ جات سرکار عظمت مدار جن کا درجہ پوسٹ ماسٹرون سے زیادہ ہے وہ بھی معافی محصول کرورگیری سے مستفید ہونا چاہئے - لہذا صرف اُن کے سامان خانگی کا محصول معاف کیا جاتا ہے۔

گشتی نشان ۱۳ مورخہ ۱۶ بہمن ۱۳۰۶ف
مراسلہ مال نشان ۲۷ مورخہ ۱۲ اسفندار ۱۳۰۶ف
و گشتی نشان ۱ مورخہ ۲ آذر ۱۳۰۶ف

دفعہ ۵۴ - معافی محصول اہلکاران رزیڈنسی - صاحب عالیشان بہادر کی یہہ تحریر ہے کہ رزیڈنسی علاقہ کے محرر ایک مدت دراز سے محصول کرورگیری سرکار عالی نہین دیتے ہین اور مستثنے چلے آتے ہین اور دوسری ریاستون مین بھی یہی دستور ہے اس لئے فی الحال جو جو کلارک

یعنی اہلکاران محلہ موجودہ ہیں اُن کی فہرست مرسل ہے اُنکی معافی محصول تا وقت ملازمت بحال خود رہی اور دوسرے وہ ملازم جو جنوری سنہ ۱۸۹۶ء سے مامور کئے گئے ہوں وہ اُس استثنا سے محروم رہیں - اس کے نسبت پیشگاہ سرکار سے حکم ہوا ہے کہ یہ ایک خفیف معاملہ ہے حسب درخواست رزیڈنٹ صاحب بہادر عمل کیا جاوے

(نقل فہرست اہلکاران محلہ موجودہ علاقہ رزیڈنٹ بہادر ملفوفہ مراسلہ صاحب عالیشان بہادر نشان ۱۲۶۴ ۱۰ اگسٹ سنہ ۱۸۹۶ء مجموعی تعداد (۱۳۴) اشخاص کی ہے ملاحظہ ہو فہرست معافی محصول کروڑگیری بہ محرران رزیڈنسی - تبرسیل نقل مراسلہ انگریزی صاحب عالیشان بہادر نشان ۲۱/۷ مورخہ یکم اپریل سنہ ۱۸۹۹ء مندرجہ اسماء مراسلہ مذکور بھی سرکار نے حسب درخواست صاحب عالیشان بہادر محصول کروڑگیری سے مستثنیٰ منظور فرمایا ہے حسبہٗ تعمیل ہو -

نقل روبکار انگریزی صاحب عالیشان بہادر نشان ۲۱/۷ مورخہ یکم اپریل سنہ ۱۸۹۹ء بسلسلہ مراسلہ مسٹر ولیمس نشان ۱۳۶۳ مورخہ ۱۰ اگسٹ سنہ ۱۸۹۶ء جسکے ساتھ فہرست ملازمین رزیڈنسی متعینہ قبل از تاریخ یکم جنوری سنہ ۱۸۹۶ء بامید معافی از محصول کروڑگیری تاقیام ملازمت منسلک ہے اب بالفعل پبلک ورکس حیدرآباد کے ملازم جو یکم جنوری سنہ ۱۸۹۶ء سے پہلے کے ملازم ہیں اُس مثل میں شریک کر لئے جائیں -

(۱) ہری بہر اِس مسٹی سپروائزر سکنڈ گریڈ
(۲) کاسی پرشاد وادسیر فرسٹ گریڈ
(۳) مسٹر ال عنبر ساکر بیلیار اوورسیر سکنڈ گریڈ
(۴) مسٹر سی بالیا نائیڈو کلرک فرسٹ گریڈ
(۵) بالو نائیڈو صراف

گشتی نشان ۱۰۲ مورخہ ۲ آبان ۱۳۰۶ ف
مراسلہ نشان ۹۷۸ مورخہ ۱۲ مہر ۱۳۰۶ ف
مراسلہ عدالت کوتوالی نشان ۹۴۹ مورخہ ۲۸
مہر ۱۳۰۹ ف گشتی نشان ۱۰ غرہ دی ۱۳۰۹ ف
مراسلہ نشان ۹۲ ۱۷ آذر ۱۳۰۹ ف

دفعہ ۵۵ - مجالس کے تیار شدہ مال کا محصول لینا -
مصنوعات مجالس ممالک محروسہ سرکار عالی محصول کروڑگیری سے
معاف نہیں ہوسکتا اگر کوئی بیوپاری کسی مجلس سے وہان
کے مصنوعات خرید کر کے سکندرآباد و حیدرآباد کے
سوای دوسرے مقام یعنی ملک قیصریہ مین برآمد کرے
تو اوس کا محصول کروڑگیری حسب قاعدہ سررشتہ کروڑگیری
سرحد پر وصول کیا جا سکتا ہے اندرون ملک سرکار عالی محصول وصول نہونا چاہیے -

گشتی نشان ۱۱۱ مورخہ ۵ آبان ۱۳۱۰ ف
گشتی نشان ۶۷ ۱۵ اردی بہشت ۱۳۰۹ ف
مراسلہ نشان ۹۰ ۱۷ مہر ۱۳۰۶ ف
گشتی نشان ۹۵ ۱۰ اسفندار ۱۳۰۹ ف

دفعہ ۵۶ - مسٹر مہتا تمبا جو خام تانبہ بغرض تنقیح
انگلستان کو روانہ کیا کرتے ہیں اوسکا محصول اوسوقت
تک معاف رہیگا کہ یہہ ثابت ہو جاوے کہ تانبہ قیمتی ہے
اوس حالت مین اوس کے محصول لینے کا بندوبست
کیا جاوے گا - بہر حال یہہ بحث کہ آیا خام تانبہ پر محصول
لیا ہوگا یا نہین کیا بینیٹ کونسل کے حکم پر موقوف ہے کہ جسوقت مسٹر مہتا کا
کو کونسل بنیرسے پٹہ عطا کیا جاوے گا حسبہ تعمیل کیجاوے اور کسی قسم کی مزاحمت
نہونے پاے - (مراسلہ نشان ۲۲۳۴ مورخہ ۲۸ فروردی ۱۳۰۸ ف)

گشتی نشان ۲۹ ۲۱ اسفندار ۱۳۰۹ ف
مراسلہ نشان ۲۸۹ ۱۷ اسفندار ۱۳۰۹ ف
گشتی نشان ۵۱ مورخہ ۲۶ اردی بہشت ۱۳۱۱ ف

دفعہ ۵۷ - معافی محصول کروڑگیری بتار ماسٹران
صاحب عالیشان بہادر کی استدعا پر بتیسؔ ۱۵ آبسوع علی سے
فرمان مبارک ۱۳ رمضان ۱۳۱۹ھ شرف صدور پایا ہے
کہ انگریزی تار ماسٹرون کے لئے بھی اس نظر سے کہ

ساتھہ کروڑگیری کی معافی دی جاوے کہ سامان تجارتی محصول سے مستثنیٰ ہوگا صرف خانگی اشیاء کے لئے دوسرے معافیات بحال رہے تک محصول لیا جاتا تھا لہذا مثل پوسٹ ماسٹران علاقہ انگریزی ٹیلیگراف ماسٹرون کے خانگی سامان درآمد شدہ کے محصول کی معافی دیجاوے ۔ تار ماسٹران محکمہ ٹیلیگراف آفس علاقہ قیصریہ کو خانگی سامان کی معافی دیجاوے ۔

گشتی نشان ۷ – ۲۰ شہریور ۱۳۱۲ ف	**دفعہ ۵۸** ۔ جو اشخاص کاشت و آبادی کیلئے

اپنے ساتھہ مولیشی اور سامان خانہ داری جس تعلقہ میں لاوین اُس تعلقہ کا تحصیلدار صاحب کا داخلہ اگر اُس کے پاس بموجب گشتی نشان باتبہ ۱۲۹۶ سنہ موجود ہو تو ناکہ دارون کو چاہیے کہ اُس وثیقہ سے معافی کی تصدیق کرکے سامان مولیشی معافی میں چھوڑدین ۔

معلوم ہوتا ہے کہ محصول خانہ بیرہ مین بکریان اور سطریان اِس طور پر بغرض آبادی و کاشت لائی جاتی ہین ۔ اُن کا محصول لیا جاتا ہے مگر بموجب گشتی نشان مورخہ ۔ باتبہ ۱۲۹۶ سنہ ایسے اشخاص کے ساتھہ جس قدر مولیشی ہون حسب الحکم سرکار معافی مین چھوڑدئے جائین ۔

گشتی نشان ۱۱ – ۱۷ رمضان ۱۲۹۳ سنہ و گشتی نشان ۲ – ۲۰ شہریور ۱۳۰۷ ف گشتی نشان ۱۳ – آذر ۱۳۰۷ ف مراسلہ مال نشان ۲۲ – ۸ آذر ۱۳۰۵ ف گشتی نشان ۱۹ مورخہ ۲۵ و ۲۳ جمادی الثانی و رجب ۱۳۰۳ سنہ	**دفعہ ۵۹** ۔ عہدہ داران سرکار عالی یعنے صدر تعلقدار ۔ اول تعلقدار ۔ دوم تعلقدار ۔ سوم تعلقدار ۔ تحصیلدار ۔ صدر مددگار عدالت ضلع مددگار وغیرہ کا خانگی خوراکی و پوشاکی علاقہ انگریزی سے درآمد ہو تو مال درآمد کنندہ عہدہ دار کا فرد تشخیصی

جریدۂ مطبوعہ ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۳ ہجری جلد دوم صفحہ ۲۲ ۔

به تفصیل اشیاء بقید قیمت و تعداد و وزن وغیرہ لیکر بلا اخذ محصول معافی مین چھوڑ دیا جائے اگر مرسلہ فرد مین مال کا وزن درج نہو تو ناکہ پر وزن کرکے درج کیا جائے بلا وصول فرد دستخطی مال وگذاشت نہوا کرے اور مال معافی مین کسقدر واگذاشت ہوا اُس کا تختہ ہر ماہ و سالتمام دفتر کمشنری مین روانہ ہوا کرے ۔

گشتی نشان ۱۱ مورخہ ۵ اردی بہشت سنہ ۱۳۰۹ ف مراسلہ مال نشان ۶۱ مورخہ ۲ آذر سنہ ۱۳۰۸ ف

دفعہ ۶۰ ۔ عہدہ داران علاقہ دیوانی کے نسبت جیسے محصول کی معافی جاری ہے ویسے عہدہ داران صرف خاص کے لئے بھی جاری رکھی جاوے کوئی وجہ دیوانی و صرف خاص کے خصوصیت کی نہین ہے ۔

گشتی نشان ۲۶ مورخہ ۱۴ اردی بہشت سنہ ۱۳۰۸ ف مراسلہ مال نشان ۹۶ مورخہ ۲۸ آذر سنہ ۱۳۰۷ ف

دفعہ ۶۱ ۔ کوئی امیدوار یا اتاجی یا کوئی ملازم منصرم تحصیلداری پر یا کسی عہدہ پر جسکو کروڑگیری کے محصول کی معافی دیجاتی ہے مامور ہو تو منصرم کارون کو بھی معافی دیجا سکتی ہے ۔

گشتی نشان ۳۰ ۱۴ آبان سنہ ۱۲۹۹ ف مراسلہ مال نشان ۲۲۳ مورخہ ۷ آبان سنہ ۱۲۹۹ ف

دفعہ ۶۲ ۔ ڈاکٹرون کا خانگی مال اُن کے نام سے درآمد ہو تو حسب مندرجہ دفعہ ( ) اون کا دستخطی فرد معہ تفصیلی مال قیمت وغیرہ لیکر معافی مین چھوڑ دیا جائے ۔ اگر بیوپاری گتہ دار کے ذریعہ سے درآمد ہو تو محصول وصول کیا جائے ۔

گشتی نشان ۲۶ مورخہ ۳ آبان سنہ ۱۲۹۹ ف

دفعہ ۶۳ ۔ محکمہ جات علاقہ سرکاری اگر کوی سامان

جریدہ مطبوعہ ۲۹ شہریور سنہ ۱۲۹۹ ف جلد (۳) گشتی مال نشان ۲۲ مورخہ ۲۹ شہریور سنہ ۱۲۹۹ ف

باغراض سرکاری عہدہ دار کے نام درآمد ہو تو اُس سررشتہ کی سرکاری یادداشت بہ تفصیل مال معہ قیمت داخل ہونے پر بلا اخذ محصول معافی مین چھوڑ دیا جائے اور جہان اِس قسم کا مال واگزاشت ہوا کرتا ہے اُسکے نسبت علٰحدہ رجسٹر کہا جانا مناسب معلوم ہو تو رکھا جائے ورنہ معافی کے تختہ مین تیر کے ہوا کرے ۔

مراسلہ نشان ۲۳۱۴ و امرداد سنہ ۱۳۱۲ ف سو سو مہتمم صاحب گوداوری ریلوے مثل نشان ۲۱۱ مورخہ بابتہ سنہ ۱۳۱۲ ف

دفعہ ۱۴۶ ۔ عہدہ داران سرکار عالی جنکو سرکاری معافی عطا ہوئی ہے اگر کوئی اشیا و محصولی اپنے ذاتی مسکونہ مکان کو روانہ کرین او سوقت ادائی محصول سے مستفید ہون گے البتہ بخلاف ہذا کسی غیر شخص کہ نام جن کو سرکار سے معافی نہین ہے کوئی مال ذریعہ پارسل یا بہنگی دوسرے کے تصرف کے غرض سے معافی دار کو لازم ہو گا کہ سرکاری محصول ادا کرکے پارسل مرسلہ حاصل کرے شخص معافیدار کے سبب دوسری اشخاص جن کو معافی کا حکم نہین ہے مستفید نہین ہو سکتے ۔ اب رہی یہہ بات کہ سو لیٹ مین جسکا نام درج ہے وہ بھی معافیدار متصور ہون گے یا کیا اِس کے نسبت محکمہ سرکار سے یہہ حکم صادر ہوا ہے کہ جن جن عہدہ داروں کو قدیم سے بروے احکام متعلقہ و منظورہ و بموجب سو لسٹ عمل معافی مرعی ہے تا تصفیہ اغراب بھی عمل معافی جاری رہے ۔ لیکن انسپکٹران و منتظمان کوتوالی ۔ و جمعداران و غیرہ خواہ سررشتہ کوتوالی کے

ہوں یا صیغہ رجسٹرار کے ہوں اُن کو معافی نہیں ہوسکتی پس بخلاف عمل قدیم صرف بوجہ اندراج نام سولسٹ کوئی عہدہ دار جنکو قدیم سے معافی نہیں ہے۔اب وہ معافی کے خواستگار ہوں تو بلا اجازت و حکم محکمہ ہذا معافی مال رہا نکیا جائے بلکہ محکمہ ہذا میں رپورٹ کیجاوے اگر بخلاف حکم محکمۂ ہذا کیا جائیگا تو اُسکی ذمہ داری اوس عہدہ دار پر ہوگی۔ پس جب کبھی اس مسئلے کے متعلق کوئی پیچیدگی و امر صراحت معلوم ہو تو محکمہ ہذا سے فوراً استفسار کرکے حکم حاصل کیا جائے کہ سرکاری نقصان کسی قسم سے ہونے نپاوے۔

گشتی نشان ۸۶ مراسلہ ڈپٹی کمشنر نشان مورخہ ۳ مدرے ۱۳۰۸ ف مراسلہ اول نشان ۵۲ مورخہ ۷ آذر ۱۳۰۸ ف

دفعہ ۶۵ ۔ مددگاران ناظم جنگلات بھی دیگر عہدہ داران سرکار عالی کے موافق محصول کروڑ گیری سے مستثنیٰ ہیں حسب تعمیل کیجاوے۔

گشتی نشان ۲۳ مورخہ ۲۴ بہمن ۱۳۱۶ ف مراسلہ نشان ۶۰۸۵ ۵ اردی بہشت ۱۳۱۶ ف

دفعہ ۶۶ ۔ معافی محصول کروڑگیری بر اشیاء خانگی مطلوبہ اُمنا و مہتمم صاحبان کروڑ گیری۔ چونکہ مہتممان و امینان کروڑگیری کے مدارج دوم سوم تعلقداران و تحصیلداروں کے مساوی رکھے گئے ہیں اور اُن کو محصول کروڑگیری معاف ہے لہذا مہتممان و امینان کے خانگی اشیاء کے محصول کی معافی سرکار سے منظوری ہوئی ہے اور ہر ایک امین کو ضرور ہے کہ ہر شش ماہی پر جس اشیاء کو معافی میں لین

اسکی اطلاع بقید قیمت و نام شئے متعلقہ مہتمم صاحب کو دیتے رہین اور علی ہذا مہتمم صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب کو دینا لازم ہے۔

گشتی نشان ۲۳/۲ ۲۷ فروردی ۱۳۱۲ف مراسلہ مال نشان ۲۹۷ مورخہ ۱۳ فروردی ۱۳۱۲ف

دفعہ ۶۷ - جن عہدہ داران سرکاری کو معافی ہے وہ رخصت لیکر بلدہ آوین یا دیگر مقامات اضلاع سرکارعالی مین قیام کرین تو انکے دستخطی افراد بدرج تفصیل مال و قیمت پر بعد تصدیق اونکا مطلوبہ سامان معافی مین رہا کیا جاوے۔

گشتی نشان ۲۶ مورخہ ۲ امرداد ۱۳۱۶ف مراسلہ مال نشان ۱۳۱۴/۱۰۱ مورخہ ۲۶ تیر ۱۳۱۶ف

دفعہ ۶۸ - معافی محصول کرور گیری پوسٹ ماسٹران ٹپہ خانہ جات قیصریہ - پوسٹ ماسٹران انچارج پوسٹ آفس بھی اوسی طرح ادائی محصول کرور گیری سے مستثنیٰ کئے گئے ہین جیساکہ پوسٹ ماسٹران ٹپہ خانجات انگریزی مستثنے کیگئے ہین - حسبہ عمل کیا جاوے۔

گشتی نشان ۳/۱۳۰۵ مورخہ ۲ اردی بہشت ۱۳۰۵ف مورخہ ۲ فروردی ۱۳۰۵ف مراسلہ مال نشان ۲۹۱ مورخہ ۶ مہر ۱۲۹۴ف

دفعہ ۶۹ - محصول گرفی حیدرآباد کے شرائط نامہ فقرہ (دوم) نقل تعیلاً بھیجی جاتی ہے (نقل النقل فقرہ دوم شرو طا پارچہ بافی کارخانہ حیدرآباد)

دوم آنکہ ہمہ اسباب تیاری اشیاء مذکور و جملہ اشیاء بلکہ برائے گرانیدن اشیاء مثل زغال و روغن و ہیزم وغیرہ درکار باشد محصول آنہا

معاف کردہ شد۔

گشتی نشان ۱۳۰۳/۴۴ مورخہ ۲ بہمن و فروردی ۱۳۰۵ف مراسلہ مال نشان ۲۹۱/۱ مورخہ ۲۶ بہمن ۱۲۹۴ف	**دفعہ ۷۰** ۔ محصول گرنی گلبرگہ نشرائط نامہ فقرہ چہارم کی نقل تعمیلاً بھیجی جاتی ہے ۔ (نقل النقل فقرہ چہارم شرائط کمپنی نشہ وپارچہ بافی) **ف۴** معافی محصول کروڑگیری علی الدوام بابت

آلات واوزار کہ فقط برائے مصرف کارخانہ مذکور خواہد رسید نیز ہیزم وزغال وروغن واشیائے تعمیر وترمیم مکان وکارخانہ مذکور لیکن انچہ کہ اشیاء تیاری مکان یا مصرف دیگر از بیوپاریان یا گتہ داران وغیرہ خریدہ کردہ خواہند گرفت محصول آن از بیوپاریان وغیرہ گرفتہ خواہد شد۔ اشیاء فوق الذکر کہ خاص از طرف کمپنی مذکور آوردہ خواہد شد در معافی شریک خواہد گشت

گشتی نشان ۳۵/۱ مورخہ ۵ شہریور ۱۳۰۴ف مراسلہ مال نشان ۸۰۶ مورخہ ۹ آذر ۱۳۰۵ف	**دفعہ ۷۱** ۔ رعایائے علاقہ انگریزی سے خانگی کے لئے جزو نمک ومرچ وغیرہ مال سرود سیل لائیں تو اُن کے محصول کی معافی دیجائے زیادہ اور تجارت کے لئے لائیں تو محصول وصول ہوکرے۔
گشتی نشان ۱۲/۱ مورخہ ۶ آذر ۱۳۰۵ف مراسلہ مال نشان ۴۴ مورخہ ۹ آذر ۱۳۰۵ف	**دفعہ ۷۲** ۔ ریلوے علاقہ کے سامان پر کوئی محصول کروڑگیری لیا نہ جاوے۔ چنانچہ اس سے قبل بھی دفتر معتمدی سرکار سے نشان ۲۵/۱ بابتہ ۱۳۰۴ف حکم ہو چکا ہے کہ ہرگاہ

سامان علاقہ ریلوے کا محصول بحکم سرکار معاف ہے تو کسی طرح اسباب متعلقہ کے ہراج کے وقت محصول کا مطالبہ صحیح نہیں ہے آئندہ سے یہہ عمل موقوف کیا جاوے۔

گشتی نشان ۲۶ - ۷ آذر ۱۳۳۰ف

ملفوفہ تہنامہ بحوالہ مراسلہ مال نشان ۱۵۲ مورخہ ۳۰ آبان ۱۳۲۹ف

دفعہ ۳۰۷ - معافی محصول معدنیات بابتہ برآمد و سامان منشری بابتہ درآمد حسب تہنامہ فقرہ (۳۹ و ۴۰) محصول کروڑگیری طلب نکیا جاسکتا ہے (ہز ہائنس دی نظام گورنمنٹ حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ)

ف ۳۹ - تمام کلین - اوزار - اسلحہ دوسرے ذخیری سامان جو حسب پٹہ ہذا کسی کام کرنے کے لئے عارضی خواہ دوامی طور پر یا اس پٹہ کے متعلق کلین چلانی کے واسطے درکار ہوں ممالک محروسہ سرکار عالی کے اندر لائے جائینگے بمعافی تمام مالی رسوم یا کروڑگیری کے جو اسوقت سرکار عالی کو یا کسی احکام مختص المقام کو یا دوسرے شخص کو جو سرکار عالی کے طرف سے کسی ایسے وثیقہ کے دعویدار ہوں جو ۷ جون ۱۸۸۶ء کے مابعد کا ہوں واجب الادا ہوں اور تمام سونا اور چاندی و دیگر اشیاء معدنی یا اشیاء بیش قیمت بمعافی تمام مالی رسوم یا کروڑگیری کے ممالک محروسہ سرکار عالی میں لیجاسکیں گے یا برآمد کرسکیں گے اور اگر بعد ازیں کوئی بھی وقت اشیاء مذکور کے لیجانے یا درآمد یا برآمد پر مالی رسوم یا محصول مذکورہ لگائی جاویں تو سرکار ایسے کل رسوم و محصولات کے ادائی پر و الیفائی میں محصولات و رسوم اور حق سلطانی

جو اِس معاہدہ کی رو سے محفوظ رکھے گئے ہین اُن کو قبول و منظور رکھین گے
اِس معاہدہ کا صحیح منشا اور مطلب یہہ ہے کہ کل مالی رسوم اور محصولات
جو اب یا مابعد مطابق ملکی قانون مجاریہ کے لگائی جاوین یا کل یا قطع معادنیات
و اشیاء معدنی اور دیگر چیزین جو انقطاع زیر اجارہ یا اِس کے کوئی قطع
مین سے نکالا یا بر آمد کیا جاتا ہے اور سپر لگایا جائے یا اُن کے نسبت
کمپنی پر سوائے مالگزاری کے دہار رہے کے جو اس قسم کی زمینات پر ممالک
محروسہ مین عموماً لگایا جاتا ہے تب اِن تمام کی پوری ادائی و الفائی اُن
محصولات اور رسوم حق سلطانی سے کیجائے گی جو کہ محفوظ رکھے
گئے ہین -

فـ۵ـ اگر مابعد کوئی بھی وقت اِس پٹہ کے استمرار کے درمیان کوئی
بھی اسٹیٹ ریلوے جسکی سرکار سے کارنٹی (ذمہ داری ہوئی ہے وہ
ایسے دہات یا اشیاء معدنی جو بر آمد ہوئے ہین خواہ کچی حالت مین
ہو یا صاف شدہ اُن کے لیجانے کے کرایہ مین سرکار اور ایسے ریلوے
کے درمیان عہد ہو کر اضافہ ہو یا ردوبدل کیا جائے تا کہ بوقت پٹہ ہذا
ایسے مال پر جو کرایہ کہ جی - آئی - پی - ریلوے سے لگایا جاتا ہے اوسمین
اضافہ ہون تب اور تا وقتیکہ اِس مطابق ہوتے رہیگا کمپنی کو مجاز
حاصل ہے کہ حسب منشاء ذمہ ثالثی جو مین بعد مذکور ہوتا ہے یہ سوال
پیش کرے کہ محصولات مذکور مین اس قسم کا اضافہ یا ردوبدل ہونیکی
وجہ سے حقوق سلطانی جو محفوظ رکھی گئی ہین اِن مین کسی قسم کا تغیر

یا کمی یا رد و بدل کیجاوے۔

گشتی نشان ۲۹ مورخہ ۸ فروردی ۱۳۱۵ ف

مراسلہ مال نشان ۹۳۰۲ مورخہ ۵ اذ فروردی ۱۳۱۵ ف۔

دفعہ ۳۴ ۔ معافی محصول برآمد مصنوعات

ملک سرکار عالی نے بنظر سہولت تجارت و آسایش قید محصول کی اٹھا دی ہے اور عام طور پر تمام اضلاع ممالک محروسہ سرکار عالی برآمد مصنوعات کا محصول بطور ہنگامی معاف فرمایا ہے پس حسبہ عمل اور کل کاریگروں و بیوپاریان کو اچھی طرح آگاہ و واقف کرادیا جائے کہ یہ معافی تا حکم ثانی بطور ہنگامی خاص اشیاء و مصنوعات سے جو ملک سے برآمد ہونگی متعلق ہے۔ باقی پیداوار وغیرہ اشیاء پر حسب ضابطہ محصول رہیگا۔ سر ایک عہدہ دار کروڑگیری کو نگرانی رکھنا چاہیئے واصلہ برآمد مال مصنوعات کیلئے صرف قیمت و تعداد رکھیں تاکہ معلوم ہو کہ کس مقام سے کتنا و کس قیمت کا مال مصنوعی برآمد ہوا اور ماہانہ ایک ایک تختہ ہر ایک محصول خانہ سے اس قسم کا راست دفتر ہذا المنسٹری پر بھیجا جاوے جس میں مقام صنعت و قسم مال و تعداد و قیمت و نام چوکی جہاں سے مال برآمد کیا گیا ہو درج رہے۔

گشتی نشان ۲۶ مورخہ ۵ اسفندار ۱۳۰۵ ف

مراسلہ مال نشان ۲۳۶ مورخہ ۲۳ بہمن ۱۳۰۵ ف

گشتی نشان ۹۰ مورخہ ۱۲ اردی بہشت ۱۳۰۵ ف

مراسلہ فنانس نشان ۱۲۳۱ مورخہ ۴ فروردی ۱۳۰۵ ف

دفعہ ۳۵ ۔ مسافرین کے ساتھ کا سامان ضروری بلا قید قیمت چھوڑ دیا جاوے کیونکہ دستور العمل کے فہرست اشیاء معمولی میں لکھا ہے کہ اسباب ضروری ہمراہی مسافرین معافی چھوڑ دیا جائے۔ اس صورت میں اسباب ہمراہی مسافرین کے بھی قیمت کا قید کرنا کوئی ضرورت نہیں ہے ہر شخص کے حیثیت کے موافق اوسکا سامان ہوگا۔ سابق کمشنر صاحب نے

بذریعہ آوک نشان ۶۸۲ مورخہ ۱۳ خورداد ۱۳۱۸ف پانچ روپیہ کی قید لگائی۔

یہہ نمونہ دفعہ (۱۳) سے متعلق ہے ملاحظہ ہو۔

نام اجناس ۱	تفصیل اجناس یعنی باعتبار تعداد یا وزن ۲	شرح محصول ۳	نام اجناس ۱	تفصیل اجناس یعنی باعتبار تعداد یا وزن ۲	شرح محصول ۳
آلو خشک	فی راس	سے	(۱) گشتی نشان ۴۱ مورخہ ۱۹ خورداد ۱۳۰۲ف		
اخروٹ	فی راس	سے	(۲) محصول معاف گشتی نشان ۲ مورخہ ۱۶ محرم ۱۲۹۸ف		
آنبہ قسم اعلیٰ کالا سمر	فی راس	۸ر	جو چوری سے درآمد ہونے والی گرفت کرکے		
السی	فی راس	۱۲ر	محکمہ کسٹری میں اطلاع دیجائے تو گرفت		
ادرک	فی راس	عہ	کنندہ کو انعام مل جائیگا گشتی نشان ۱۲ مورخہ		
آنبہ بلدی	فی راس	عہ ۱۳ر	۲۰ بہمن ۱۳۱۷ف مالگزاری نشان ۱۲۵ مورخہ ۳ بہمن ۱۳۱۶ف		
اسبغول یعنی کوکم	"	۸ر	(۳) گشتی نشان ۲۵ مورخہ ۱۴ اسفندار ۱۳۱۳ف		
بالونٹ (اہلیو)	"	۱۲ر	مالگزاری اسلاہ نشان ۴۳ مورخہ ۱۱ اسفندار ۱۳۱۳ف		
ابرق	"	للعہ ر			
عنبر خوشبو	"	لے سہ ر	عطر عنبر خوشبو جات	بر قیمت یکصد روپیہ	ص
عنبر سادہ بے بو پاپنیر			آتشبازی ہر قسم	" "	ص
ریاسی۔	"	عہ	اجوان (۳)	" "	ص
زرد الو (۱)	"	سے	اروی (۱)	بر قیمت یکصد روپیہ	ص
انبولہ (۲)	فی انار	عہ	عناب یعنی بیکو	فی راس	سے

عود	فی راس	لعه
کباب چینی	" "	عـه ۴/
کرنجہ تیل (۲)	" "	عـه
کیوڑہ کچری	" "	عـه ۳/
قلمی	" "	عـه ۳/
کباب دال چینی (۳)	" "	عه ۸/
مشک	فی آثار	للعه
کلابتو سانچہ طلائی و نقرئی	برقیمت یکصد روپیہ	صه
کتھہ سفید	فی راس	عـه

نوٹ - (۱) پنجر و پیہ (ڈپٹی کمشنری) مراسلہ نشان ۶۹۶ مورخہ ۱۱ امرداد سنہ ۱۳۱۰ ف موسومہ مہتمم صاحب گوداوری۔
(۲) اوس نشان ۲۶۸ مورخہ ۱۸ ذیحجہ سنہ ۱۲۹۴
(۳) گشتی نشان ۲۱ مورخہ ۱۹ جمادی الاول سنہ ۱۲۹۶

کتھہ سیاہ	فی راس	لعه
رام تلی	" "	۱۲/

چرائیتہ	فی راس	۱۴/
کاجو	" "	عـه ۹/
کاسنی	" "	عـه
کافور	" "	عـه ۳/
کافور ولایتی (۱)	برقیمت یکصد روپیہ	صه
کاہو	فی راس	عـه ۸/
پارچہ ہر قسم	برقیمت یکصد روپیہ	صه
کاغذ سادہ	" "	صه
چرم گاؤمیش وغیرہ	" "	صه
شیشہ آلات ہمہ اقسام	" "	صه
قہوہ (بُند)	برقیمت یکصد روپیہ	صه
کرٹر	فی راس	۸/
کلچی (چوبینہ)	فی بندی	۸/
کرٹی	فی عدد	۱/

نوٹ - (۱) مراسلہ کمشنری نشان ۱۷۷ مورخہ ۱۵ اردی بہشت سنہ ۱۳۱۳ ف موسومہ ڈپٹی کمشنر و موسومہ مہتمم صاحب گوداوری ریلوی نقل نشان ۵۶۰ عربی بابتہ گوداوری سنہ ۱۳۱۳ ف

اشیای جات قسم	بہ قیمت یکصد روپیہ	صہ
کُسم	فی راس	عہ ۱۲/
انگشت (۲)		
بڑی جہاز یا بارت	"	۲/
لبی یا روپیہ تیس کرنا تیشہ	فی بنڈی	۸/
زعفران	فی آثار	عہ ۱۲/
گوشت	فی راس	عہ ۸/
سفال	فی بنڈی	۲/
مرغ (۳)	بہ قیمت یکصد روپیہ	صہ
مرغ بیضہ (۴)	" "	صہ
کپاس (۵)	فی راس	

(۱) درسم مدبر آمد پر محصول وصول ہوا کری قلمبندی قلم (۱۹۱۷)

(۲) بذریعہ ریل درآمد ہو تو فی بنڈی پانچ راس کے حساب سے شمار کیا جائے ورنگل او کے نشان ۱۰۹ مورخہ ۸ تیر ۱۳۰۳ ف

(۳) گشتی نشان ۱۰۶/۲۲۴ مورخہ ۱۵ امرداد ۱۳۰۶ ف مالگزاری نشان ۲ مورخہ ۶ مہر ۱۳۰۸ ف گشتی نشان ۱۱ مورخہ ۱۷ اذر ۱۳۰۹ ف و مالگزاری نشان مورخہ ۲۲ اذر ۱۳۰۹ ف

(۴) گشتی نشان ۵۱ مورخہ ۳ تیر ۱۳۰۶ ف و گشتی نشان ۲۵ مورخہ ۱۷ امرداد ۱۳۱۰ ف مالگزاری نشان ۱۰ مورخہ ۳۰ خورداد ۱۳۱۰ ف

(۵) ایک حصہ روئی اور دو حصے بنولہ کے حساب سے ہر ایک نرخ کا محصول وصول ہوا کرے گشتی نشان ۳۰ مورخہ ۱۱ شہریور ۱۲۹۳ ف

خشخاش	فی راس	عہ ۳/
پوست خشخاش	" "	عہ ۸/
نبات یعنی مصری	" "	۸/
کشمش	" "	سے
خرما و پنڈ کھجور	" "	عہ
کھسری (۱)	" "	۸/
خوب کلان	" "	۱۲/
کھوپرا	" "	عہ ۸/
کیوڑہ (۲)	بہ قیمت یکصد روپیہ	صہ
میوہ جات (۳)	" "	صہ
غلہ ہمگی اقسام بوقت آمد و رفت علاقہ انگریزی	فی راس	۸/

گندھک	فی راس	عـہ/
گندھک غیرزرد	" "	للعہ/

نوٹ۔ (۱) کھیری خربوزہ تربوز کے ساتھہ پیدا ہوتے ہیں اسلیے میوہ کے بموجب محصول فی راس ہشت آنہ وصول ہوا کرے گشتی نشان ۹۹ مورخہ ۶ مہر ۱۳۰۳ف

(۲) مراسلہ ڈپٹی کمشنری نشان ۱۰۷۹ مورخہ ۴ امرداد ۱۳۰۹ف

(۳) ہنگنگوٹ راو کے نشان ۷۴۶ باہبہ ۱۲۹۹ف

گانجہ	فی راس	۱ـہ
گوڑاکھو	" "	عہ/
گلال	" "	۔ے
گوگل	" "	عـہ/
تخم گلگھو [۱]	" "	۷/
قند سیاہ	" "	عـہ
گلاب کی کلی	" "	صـعـہ/
گوڑکا پاک [۲]	" "	عـصـہ
گلگھوتہ [۳]	" "	صہ

گیرو	فی راس	۱۴/
گوند [۳]	برقیمت یکصد روپیہ	صہ
مصالحات نعلہ خرید و فروخت	" "	صہ
گھوڑی یعنی اسپ [۵]	" "	صہ

[۱] گشتی نشان ۳۵ مورخہ ۸ شہریور ۱۳۰۱ف۔

[۲] گشتی نشان ۳۳ ۲۷ شوال ۱۲۹۷ف۔

[۳] گشتی نشان ۱۳۹ مورخہ ۷ مہر ۱۳۰۶ف۔

[۴] گشتی نشان ۲۵ مورخہ ۱۳ اسفندار ۱۳۱۴ف مالگزاری مراسلہ نشان ۴۴ مورخہ ۱۳ اسفندار ۱۳۱۴ف

[۵] جو اسپ بیرون ملک سرکار عالی طلب ہونگے ان تمام کا محصول وصول ہونا چاہیے وہ سرکاری یا سلحداری فوج کوتوالی ہو ہر دو کے لئے عمل ہوا کرے گشتی نشان ۲۲ مورخہ ۲۳ اسفندار ۱۳۱۲ف

نوساگر	فی راس	صہ/
کھمی گوشہ کناری وغیرہ [۱]	برقیمت یکصد روپیہ	صہ

تاگ ریشم خام	فی راس	۴ ر
تار جیل تر	” ”	۱۲ ر عہ
تار جیل خشک	” ”	عہ ر
نیل درجہ اول	” ”	صہ
نیل درجہ دوم سلہ	” ”	صہ ۸ ر
نیل تیلی سلہ	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
صندل وغیرہ (باستثناء سیاہ)	فی راس	سے
صندل سرخ	” ”	صہ ۸ ر
چربی	” ”	عہ ۸ ر
چاء	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
چاندی (نقرہ) سلہ	” ”	صہ

تار کشی (نقرہ)	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
جواہر قیمتی ہر قسم و مروارید سلہ	” ”	عہ ۸ ر
زیور ہیچ چیز بن نقرہ سلہ	” ”	صہ
چاک گاڑی کی سلہ	” ”	صہ
چاری ہر قسم	فی راس	۱۲ ر
ظروف چینی	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
چرونجی خالص	فی راس	عہ ر
چرونجی سہلاوا	” ”	عہ ر
تخم ہندی سلہ	” ”	۶ ر
آہک یعنی چونا	فی ہنڈی	۸ ر
چوبرنگ	فی راس	۶ ر
چوبینہ	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
جوتری	فی راس	عہ

سلہ گشتی نشان ۳۶ مورخہ ۱۹ بہمن ۱۳۰۳ف سے برآمد مصنوعات معاف گشتی نشان ۷۹ مورخہ ۱۹ فروردی ۱۳۱۵ف

سلہ جو نیل سفید باریک اور وزن دار ہوگی وہی درجہ دوم کی سمجھی جائے۔ گشتی نشان ۲۰ مورخہ ۱۳ ربیع الاول ۱۲۹۳ھ

سلہ گشتی نشان ۲۲ مورخہ ۲۷ دے ۱۳۰۶ف

سلہ گشتی نشان ۵۷ مورخہ ۱۹ تیر ماہ ۱۳۰۵ف

سلہ گشتی نشان ۹۷ مورخہ ۲۲ اسفندار ۱۳۰۶ف سے وارد محصول درآمد معاف۔

سلہ مراسلہ نشان ۹۸ مورخہ ۲ دے ۱۳۱۶ف

سلہ گشتی نشان ۲۳ مورخہ ۱۳ ربیع الاول ۱۲۹۳ھ وچاک کو لوہے کا چہ لہ کھوگا کو درآمد

کرے تو محصول وصول کیا جائے اور پٹھا
کا بھی محصول وصول ہوا کرے -
سلہ آروک نشان ۶۶ مورخہ ۱۵ محرم ۱۲۹۴ کچی کا بھی
محصول وصول ہوا کرے -

جانور بہیمہ قسم وغیرہ	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
پیاز انچل	فی راس	للعہ
ریوسر صع ازجو ابر	بر قیمت یکصد روپیہ	عصا ۸ر
زیرہ سفید	فی راس	للعہ ۸ر
زیرہ سیاہ	" "	صہ
ہاتھی (ٹھوی لکڑی)م	" "	عصا
کشمش	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
جھوگا (زیرہ) سلہ	فی راس	للعہ
اسوا (ببول)	" "	عہ
تخم اینڈی سلہ	" "	۸ر
ڈیکا مالی	" "	عصا ۸ر
تمباکو ثابت	" "	عصا
تمباکو چورہ	" "	۸ر
ناس	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ

پوست تر و خشک	فی راس	صہ
ٹاٹ پٹی	" "	عصا

سلہ گنتی نشان ۲۱ مورخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۲۹۵
سلہ گنتی نشان ۶۲ مورخہ ۹ اسفندار ۱۲۸۶ف -
سلہ گنتی نشان ۳۴ مورخہ ۳ اسفندار ۱۲۸۶ف تمام
پر محصول لیا جاتا ہے -

تلی (کنجد)	فی راس	۱۲ر
روغن زرد (گھی)	" "	صہ
لٹبر یعنی ریشم سلہ	" "	صہ
ارنڈی کا تیل	" "	عہ
مہوہ کا تیل	" "	عصا
تیل کھوپرہ	" "	۸ر
تلی کا تیل (میٹھا)	" "	عصا
کرڈ کا تیل سلہ	" "	عصا
تیزتیرک (تیزابیات)	" "	عہ
سنگ مرمر وغیرہ قسم عمدہ	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
شراب گاوٹھی	فی راس	للعہ

تشر ولایتی ہر قسم	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
دھنیا	فی راس	۱۲ر
تیسر شی و برنجی	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
پتنگ کی لکڑی	فی راس	عہ۱۲ر
پاپڑ کھار	" "	عہ۱۲ر

ا؎ گنتی نشان ۲۲ مورخہ ۱۵ امرداد ۱۲۹۵ف ایک قسم کا ریشم۔

۲؎ خالص کرڈ کا تیل نہیں آتا لہذا حسب حصول روغن کنجد فی راس دو روپیہ محصول وصول ہوا کرے گنتی نشان ۲۱ مورخہ ۷ اسفندار ۱۲۹۲ف

(لوبان) کہار ا؎	فی راس	عہ۸ر
برگ تنبول	" "	۸ر
سپاری (پارہ)	" "	لعہ
مغز پستہ	" "	۸عہ
پیپلی	" "	لعہ
پیپلا مور	" "	لعہ
کھلی	" "	۶ر

فولاد ۵؎	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
پھٹکڑی	فی راس	عہ
پھوٹانہ نخود ۶؎	" "	۸ر
بادام	" "	۱۲ر
بچناک	" "	۸عہ
بدی ہر قسم و باستثناء لاکھ ۷؎	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
گوسفندان	فی صد راس	۸عہ

۱؎ جالنہ جاوک نشان ۱۰۴ مورخہ ۷ آبان ۱۲۹۸ف

۲؎ گنتی نشان ۹۶ مورخہ ۱۵ شہریور ۱۳۰۵ف مالگذاری مراسلہ نشان ۵۲ مورخہ ۲۹ امرداد ۱۳۰۸ف۔

۳؎ درآمد معافی برآمد محصول وصول ہوا کرے گنتی نشان ۱ مورخہ ۲ آذر ۱۲۹۸ف

۴؎ گنتی نشان ۳۴ مورخہ ۲۵ دے ۱۳۰۶ف مالگذاری مراسلہ نشان ۱۳۳ مورخہ ۲۲ دی ۱۳۰۶ف

گوسفندان (برائے ذبح) ۱؎	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
بارنگ	فی راس	عہ۸ر
باونجی	" "	۸ر

بال ہٹر دہ	فی راس	عہ
پوست انفاس	"	۴ر
بانس بنیکے ٹوکرے [1]	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
بیل پھلی	فی راس	عہ ۸ر
بہیدانہ	" "	عہ ۸ر
بول قسم کا لاو کیتا	" "	
دوہتیا وغیرہ [2]		عہ ۸ر
بوریا سوائی سندری کے		
سرکار عالی [3]	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ

[1] گشتی نشان ۸۴ مورخہ ۴ اردی بہشت ۱۳۰۲ف و دونا بکرا دلاٹا و ریٹھوی ایڈکی بر بر سلیا مزیادہ رووہ دتی ہیں ان تین قسمونکا محصول درآمد برآمد بر فیصد قیمت پر وصول ہوا کرے۔

[2] گشتی نشان ۲۰ ۱۴ آذر ۱۳۰۶ف

[3] گشتی نشان ۹۴ مورخہ ۱۲ مہر ۱۳۰۲ف فیروزہ گندہ فیروزہ کا محصول فی راس للعہ اور بول کا محصول عہ کے حساب سے وصول ہوا کرے۔

[4] گشتی نشان ۱۱۶ مورخہ ۲۹ اسفندار ۱۳۰۲ف

ظروف مسی برنجی	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
ظروف موٹر مسی برنجی	قیمت یکصد روپیہ	صہ
کھنبہ وغیرہ [1]		
بہوری توڑ سرکوا	فی راس	عہ ر
ولایتی مونگ [2]	" "	۶ر
منقہ	" "	عہ ر
مدی کی چھال	" "	۸ر
شہد	" "	عہ ۸ر
کھنبہ کانیباری سامان	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
مارو پھلی	فی راس	لعہ
نمک سیاہ	" "	عہ ر
نمک ہوری	" "	عہ ۸ر
کالی مرچ	" "	سے
مرچ [3]	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
مرد پھلی	فی راس	۱۲ر
مردار سنگ	" "	سے ۴ر

[1] گشتی نشان ۱۳ مورخہ ۱ اردی بہشت ۱۳۰۵ف

[2] گشتی نشان ۵۵ مورخہ ۱ شہریور ۱۳۰۲ف

۳ گشتی نشان ۹/۲۴ مورخہ ۲۵ و ۲۴ جمادی الاول ۱۲۹۶ھ و آبان ۱۲۸۸ف درآمد مرچ سرخ و سوکی کا محصول قیمت پر پانچ روپیہ کی حساب سے وصول ہوا کرے۔

مرچ سوری سلہ	فی راس	۸ر
منسوبہ قسم اعلا انگریزی	برقیمت یکصد روپیہ	۵
سوم	فی راس	[illegible]
ہینڈکرچی	"	عہ۸ر
نیلا طوطہ	"	للعہ ر
ہیجی سلہ	برقیمت یکصد روپیہ	۵
رس کا پور	فی راس	[illegible]
رس سیندور	"	[illegible]
رسیان سوتی و ریشم ۵۴	برقیمت یکصد روپیہ	۵

۱ گشتی نشان ۱/- مورخہ آذر ۱۲۹۵ف درآمد معاف برآمد کا محصول وصول کیا جاوے۔

۲ آوک نشان و گشتی نشان ۳۴/۱۲۳۱ مورخہ ۲۶ و ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۹۶ھ و اردی بہشت ۱۲۱۶ف درآمد پر محصول وصول کیا جائے اور برآمد کا محصول فی راس ۲ر کے حساب سے وصول ہوا کرے۔

۳ برف کی ملائی ہوئی کچی معاف سوکی کا محصول وصول ہوا کرے مراسلہ حصہ متوسا نشان ۱۶۵ ۲ تیر ۱۳۰۷ف موسومہ مہتمم صاحب بگلبرگہ۔

۴ گشتی نشان ۹/۷ مورخہ ۱۱ آبان ۱۳۰۷ف سوت و ریشم وغیرہ رسیان جس قسم کے درآمد و برآمد ہوں محصول وصول ہوا کری اور انباڑا و سن و ناریل و سنیدی کا جو جھاڑ کی چھال کی تیار کی جاتی ہیں وہ محصول سے معاف ہے۔

رائی سلہ	برقیمت یکصد روپیہ	۵
روئی	فی راس	[illegible]
ریون چینی	"	[illegible]
ریشم درجہ اول	"	۵
" درجہ دوم	"	[illegible]
" درجہ سوم	"	[illegible]

ریشم درجہ چہارم	فی راس	۱عہ
لونگ ثابت	" "	ـــ ے
لونگ چورا	" "	عـــہ/۴
لاکھہ کاڑی ودانہ	" "	لے
چوب بیاری خیام	فی بنڈی	عہ
آہن	فی راس	عہ/
آہنی پٹیان ؎	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
لاکھہ کا میل ؎	" "	صہ

۱ گشتی نشان ۲۵ مورخہ ۱۲ اسفندار ۱۳۱۴ف۔

۲ روئی کے گٹھے باندھنے کے لیئے درآمد ہو اسکا محصول قیمت پر بحساب پانچ روپیہ وصول ہوا کرے مراسلات نشان ۱۷۶۶ مورخہ ۱۶ مہر ۱۳۱۵ف دیہی کمشنر صاحب نشان ۱۰۲۰ مورخہ ۴ آبان ۱۳۱۵ف موسومہ مہتمم گوداری۔

۳ گشتی نشان ۲۸ مورخہ ۳۰ اسفندار ۱۳۰۷ف

آہنی نیچ اور سیاتیے ؎	فی راس	عہ/
مسکہ ؎	" "	عہ

آہنی سامان		
گھڑی ڈول تو اغیرہ	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
ہمہ قسم ؎		
ونس لوچن	فی آثار	۶/
بائی برنگ	فی راس	۱۲/
بانسا گوانی ؎	فی بنڈی	۱/
خشت (اینٹ)	" "	۴/
الائچی درجہ اول	فی آثار	۸/
الائچی درجہ دوم	" "	۶/۵
بج (اکھنڈ)	فی راس	عہ

۱ گشتی نشان ۱۵۳ مورخہ ۵ و ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۲ھ و فروردی ۱۲۹۶ف۔

۲ گشتی نشان ۲۵ مورخہ ۷ شعبان ۱۲۹۵ھ

۳ گشتی نشان ۱۱۶ و ۱۲ مورخہ ۱۹ و ۳۰ فروردی و تیر ۱۲۹۹ و ۱۳۰۶ف۔

۴ گشتی نشان ۳۴ واقع ۲۵ دے ۱۳۰۶ف

ذریعہ ریل درآمد ہو تو درجہ اول فی بنڈی عدد (۲۵) درجہ دوم (۳۲) سوم (۴۴)

بالسنہ و مطبوعہ ۳ مشتہر کیا ہے کہ محصول وصول ہوا کرے
بذریعہ مشتہرہ نشان ۲۳۶ مورخہ ۲۴ بہمن ۱۳۱۱ ف
و گشتی نشان ۱۷ مورخہ ۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۳
جو الائچی مسالے شریک ہوا کرتے ہیں وہی درجہ
و دام باقی کل اور بالائل سمجھی جائے۔

شوراز تخم پنبہ	فی راس	۳ر ۳ر
شتہ شیر	" "	۰ر
سفید ۰۰	" "	للعہ
سرشتیا	" "	۱۲ر
قند سپید ایلتی ملک غیر		
" سفید	" "	عہ ۱۲ر
" " براون (میلی)	" "	عہ ۸ر
" " سرخ	" "	عہ
مشک کی چیزیں	بر قیمت یکصد روپیہ	﷼
صابون ملکی سفر کار ممالک	فی راس	۸ر
صابون ولایتی	بر قیمت یکصد روپیہ	﷼
سنگ ساہان	" "	﷼
سیکاکائی	فی راس	عہ

سپیتان	فی راس	عہ

۱ گشتی نشان ۵ مورخہ ۲۴ فروردی سنہ ۱۳۰۵ ف
۲ گشتی نشان ۲۲ مورخہ ۲ خوردادسنہ ۱۳۱۳ روز نیشن
۳۴۶۷ مورخہ ۱۹ امرادی بہشت سنہ ۱۳۱۳ ف ۔
۳ گشتی نشان ۲ مورخہ ۱۰ اردی سنہ ۱۲۹۵ ف
۴ گشتی نشان ۳۳ مورخہ ۲۷
بہمن سنہ ۱۳۰۵ ف ۔
۵ گشتی نشان ۱۲ مورخہ ۱۶ فروردی سنہ ۱۲۹۶ ف

سنگارہ	فی راس	عہ ۸ر
سیلارس	" "	عہ ۸ر
سرب (سیسہ)		
شنگرف	" "	عہ ۱۲ر
ڈلی	" "	دعہ
سایہ باریک	" "	موعہ
شبنم لکڑی	فی بنڈی	عہ ۴ر
سوت لگو نیفہ تاگہ	فی راس	﷼
سکہ چاندی	بر قیمت یکصد روپیہ	﷼

سکہ طلائی ۲	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
سنگ جاہوش (ہیر) ۱	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
سونٹھ (زنجبیل)	فی راس	سے
سپاری بڑی	″	للعہ
سپاری چکنی	فی راس	سے
سپاری چھالیہ	″ ″	عـہ ر
سپاری نیم چکنی ۲	″ ″	صہ
سمرنج کی لکڑی	″ ″	عہ ر
شوگرنی ۱	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
سیندہ نمک	فی راس	عہ ۴ ر
سیندور	″ ″	عہ ۱۲ ر
سیندی	۳۰ آثار گھڑا ۱	۳ ر
″	۴۰ آثار گھڑا ۱	۶ ر
سنبل	فی راس	عہ ۵ ۸ ر

۱ گشتی نشان ۱/۱۰۳ و ۱/۷ مورخہ ۱۴ و ۲۷ دی و شہریور سنہ ۱۳۰۲ و ۱۳۰۸ف تیرلی ارکاٹی و بیلاپوری وگوندیہ بخشی ریال وغیرہ قسم بغرض تیاری چاندی درآمد برآمد ہو تو فیصدی پانچروپیہ کے حساب سے محصول وصول حسب نرخ چاندی ہوا کرے۔

۲ گشتی نشان ۱/۴۷ مورخہ ۲۳ فروردی سنہ ۱۳۰۵ف جو سکہ طلائی بطور خود تیار کرکے بچہ کے گلے میں پہناتے ہیں انکا شمار سکہ میں نہیں ہوسکتا بلکہ ایک نقشی چیز بموجب زیور کے استعمال میں لاتے ہیں جو برٹش انڈیا اور حیدرآباد میں جاری نہیں ہے تمام غیر ملک کے سکۂ طلائی کا محصول لیا جائے۔

۱ گشتی نشان ۱/۳۱ مورخہ ۲۲ ردی سنہ ۱۳۰۶ف و مراسلہ نشان ۱/۱۸ مورخہ ۲۵ مہر سنہ ۱۳۱۲ف سنگ جاہوش فی پلہ للعہ ۲۰ روپیہ قیمت شمار کرکے فیصدی پانچروپیہ کے حساب سے وصول ہوا کرے۔

۲ گشتی نشان ۱/۴۴ مورخہ ۵ شوال سنہ ۱۲۹۵ بڑی اور چکنی ملک درآمد ہوگی اُس کا محصول فی راس پانچروپیہ کے حساب سے وصول ہوا کریں۔

۳ گشتی نشان ۳۷ مورخہ ۲ شہریور ۱۳۱۹ ف

سیندی	پیلہ ۲۴۰ آثار	۱۲ ر
شورہ	فی ا س	عمه ر
سوہاگہ	″ ″	عمه ر
طلا دسونا	برقیمت یکصد روپیہ	عه
زیور طلائی سادہ	″ ″	عه
طلائی تیلیان		
اشرفیان	″ ″	عه

۴ گشتی نشان ۱۵ مورخہ ۳ آبان ۱۳۱۷ ف پہلے سیندی کا دوسو چالیس آثار شمار کرکے درآمد برآمد کا محصول بارہ آنہ کی حساب سے وصول ہوا کرے جو ضلع رایچور وکیل سرکار عالی سے ضلع بلہاری علاقہ سرکار عظمت مدار انگریزی جاوے جسکا تعلق محصولخانہ لنگسگور یا دیوسدرگ محصول خانہ گلبرگہ شریف سے ہو اور اسی حد تک عمل ہونا چاہیے باقی محصولخانوں کی آمدنی کا محصول حسب ضابطہ متمرہ وصول ہوا کرے

گشتی نشان ۹ مورخہ ۱۹ آذر ۱۳۱۸ ف مراسلہ ۳۴۲ نشان ۲۴ مورخہ ۵ آبان ۱۳۱۷ ف

۵ گشتی نشان ۳۱ مورخہ ۲۹ بہمن ۱۳۱۵ ف طلائی فیلور چاندی درآمد کا محصول لیا جائے اور علاقہ سرکار عالی سے کسی جگہہ روانہ ہو تو محصول نہ لیا جائے۔

۶ گشتی نشان ۴۶ مورخہ ۲۲ اسفندار ۱۳۰۶ ف درآمد پر محصول لیا جائے اور برآمد کا محصول معاف۔

۷ گشتی نشان ۱۲ مورخہ ۱۱ جمادی الاول ۱۲۹۵ بیوپاری وغیرہ سنار کے ذریعہ سے خانگی تیلیان تیار کرتے ہین اُنکا محصول کر روپیہ کے حساب سے لیا جائے۔

طلائی و نقرہ تشتری	برقیمت یکصد روپیہ	صہ
تار کلابتو		
سونا تک	″	صہ
ہرتال سفید	فی راس	لعہ
ہرتال سیاہ	″ ″	۵عہ

طرح طرح کی بسکٹ	فی ایس	[illegible]
[illegible]		
[illegible]		ا تا
اسطو [illegible]	فی قیمت [illegible]	[illegible]
تخم خار (اتخم ان)	[illegible]	[illegible]
جراب موزہ [illegible]	[illegible]	۴ عہ

سلہ گشتی نشان ۱۹ مورخہ ۱ اسفندار ۱۳۰۲ ف
کچلی نقرہ جیسے طلائی کا ملمع ہوتا ہے قیمت پر پانچ روپیہ سیکڑے حساب سے محصول لیا جائے اور خالص نقرہ کی کلچی کا حسب مقررہ نرخ چاندی لیا جائے ۔

سلہ لنگسگوراونک نشان ۱۹۳۳ مورخہ ۱۲ خورداد ۱۲۹۸ ف ۔

سلہ گشتی نشان ۹ مورخہ ۲۷ آذر ۱۳۰۸ ف
بیجک میں صحیح قیمت درج نہو تو فی بلہ ڈیڑھ روپیہ قیمت لگاکر محصول پانچ روپیہ سیکڑے حساب سے وصول ہوا کرے ۔

سلہ گشتی نشان ۶ مورخہ ۲۴ بہمن ۱۲۹۴ ف

صوف [illegible] ۔ فی ایس [illegible]
[illegible]
[illegible] ۱۴ [illegible]

قسم [illegible]	قیمت [illegible]	[illegible]
آلو بخارا خشک [illegible]	[illegible]	[illegible]
چینی [illegible]	[illegible]	[illegible]
ملٹی [illegible]	[illegible]	[illegible]
ناریل کی جھنڈ [illegible]		
پودینہ [illegible]	[illegible]	[illegible]
اناج وغیرہ [illegible]	فی ایس	۸

سلہ مراسلہ معتمد مالگزاری نشان [illegible] مورخہ ۹ آذر ۱۳۱۱ ف

سلہ ڈپٹی کمشنری مراسلہ نشان ۲۴۶ مورخہ ۱۱ اسفندار ۱۳۱۰ ف
موسومہ مہتمم صاحب گوداوری ریلوے ۔

سلہ مراسلہ نشان ۱۱۸ مورخہ ۲۰ مرداد ۱۳۱۲ ف
اضلاع میں مال مذکور کی قیمت ڈہائی روپیہ سیر سے زاید نہیں رہتی لہذا قیمت مذکور فی بلہ قائم کرکے قیمت پر فی صد پانچ روپیہ کی حساب سے

محصول وصول ہوا کرے ۔

۵۴ مراسلہ کمشنری نشان ۱۴۵۲ مورخہ ۱۹ شہریور سنہ ۱۳۱۱ ف

۵۵ ڈپٹی کمشنری نشان ۹۳۶ مورخہ ۱۴ شہریور سنہ ۱۳۱۱ ف

موسومہ مہتمم صاحب گوداوری ریلوے فی ملچہ نشہ روپیہ قرار دیکر محصول للعہ روپیہ وصول ہوا کرے ۔

۵۵ لنگر گراوک نشان ۱۶۷۹ مورخہ ہ باتبہ سنہ ۱۲۹۹ ف

۵۶ حالتہ اوک نشان ۱۶۸۰ باتبہ سنہ ۱۲۹۵ ف

برآمد کا محصول وصول اور درآمد معافی میں چھوڑا جائے ۔

برگ تلیندو سلہ	برقیمت یکصد روپیہ	صہ
بھگر ۲	فی راس	۸ ر
چاک (سفید کھڑو)	بر قیمت یکصد روپیہ	صہ
چیتیا ۳	” ”	صہ
شیر ۴	” ”	صہ
بیرا کس	فی راس	عصہ

سلہ مراسلہ ڈپٹی کمشنری نشان ۳۳ مورخہ ۸ آذر سنہ ۱۳۱۴ ف

۵۲ مراسلہ نشان ۱۳۱۷ مورخہ ۱۰ شہریور سنہ ۱۳۱۴ ف موسومہ مہتمم صاحب گوداوری ریلوے بھگر ایک غلہ کی قسم ہے لہذا برآمد پر فی راس آٹھ آنہ کے حساب سے محصول وصول ہوا کرے ۔

۵۳ مراسلہ نشان ۳۶ مورخہ ۵ آذر سنہ ۱۳۱۳ ف موسومہ مہتمم صاحب گوداوری درآمد پر فیصدی پانچ روپیہ کے حساب سے وصول ہوا کرے ۔

۵۴ آوک نشان ۱۱۹۱ مورخہ ۱۲ فروردی سنہ ۱۲۹۳ ف شکاری ہو تو فی عدد پانسو (۵۰۰) روپیہ اور شکاری نہو تو فی عدد دوسو (۲۰۰) تا ۱۰۰۰ تک قیمت قرار دیکر قیمت پر فی صد پانچ روپیہ کے حساب سے محصول وصول ہوا کرے ۔

قرار داد محصول چرم حسب گشتی نشان ۵۳ مورخہ ۳ شہریور سنہ ۱۳۱۴ ف حسب ذیل نرخ قیمت قرار دیا گیا آئندہ

مطابق اس کے عمل کیا جائے چرم جاموش
و گاؤمیش قیمت فی عدد (۱)

قماش شدہ رنگین	قیمت فی عدد	ص
چھال ترود		
نمکین	" "	۸/
خشک	" "	ے

چرم نرگاؤ و مادہ گاؤ

قماش شدہ و رنگین	قیمت فی عدد	للعہ
چھال ترود		
نمکین	" "	ے
خشک	" "	[illegible]

کھال (چھلیان)

قماش شدہ و رنگین	قیمت فی عدد	۱۴/
چھال ترود		
نمکین	" "	۱۲/
خشک	قیمت فی عدد	۱۰/

چرم میشی

قماش شدہ و رنگین	قیمت فی عدد	۸/
ترود		
نمکین	" "	۷/
خشک	" "	۶/

قرارداد محصول چرم جانوران صحرائے جو شکار کئے جاتے ہیں بموجب گشتی نشان ۱۱ مورخہ ۸ امرداد سنہ ۱۳۱۴ ف حسب ذیل ہے۔

شیر	قیمت فی عدد	لے
ریچھ	" "	ص
بوربچہ	" "	ے
روہی	" "	۸/
سانبر	" "	ے ۸/

چیتل	قیمت فی عدد	محصول
ہرن	۔	۸ ر

نوٹ - اگر کسی بیوپاری کی جانب سے مقررہ قیمت سے زاید قیمت کی بیجک پیش ہو تو اسی زاید قیمت کا محصول لیا جاوے بہ لحاظ قیمت ہائے صدر کم کرنے کے مجاز نہ ہون گے۔

سوت گرنی درآمد ہو تو اُس کا فیصلہ بموجب تفصیل قیمت نمبرواری لگا کر قیمت پر فی صدی پانچ روپیہ کے حساب سے محصول حسب گشتی نشان ۳ مورخہ ۲ ماہ شہریور ۱۲۹۶ ف وصول ہوا کرے۔

سوت سفید

نمبر	فی رتل	
نمبر ۲۰	۶ ر	ایک پیٹی دس
نمبر ۳۰	۷ ر	رتل کی رہتی ہے
نمبر ۴۰	۹ ر	اور ایک ڈاگ مین ۳۰

نمبر شمار	فی رتل آنہ	
نمبر ۶۰	۱۳ ر	پیٹیان انگریزی رتل ۳۰۰ ہوتے ہین
نمبر ۸۰	۲ عہ ر	اور جو قیمت نمبرواری
نمبر ۱۰۰	۴ عہ ر	درج کیگئی وہ فی رتل اور
		کلدار سمجھی جائے

سوت سرخ

نمبر ۲۰	۱۲ ر	ایک پیٹی پانچ رتل کی
نمبر ۳۰	۱۳ ر	ہوتی ہے رنگ کی
نمبر ۴۰	عہ	وجہ سے زاید وزن
نمبر ۵۰	[illegible]	ہو تو دیکھنے کی ضرورت
نمبر ۶۰	[illegible]	نہیں ہے ایک
		ڈاگ مین پیٹی ۶۰ اور
		انگریزی رتل (۳۰۰) رہتے ہین

سوت رنگی بے رنگی

نمبر	سبز زرد وغیرہ	
نمبر ۲۰	۸ ر	
نمبر ۳۰	۹ ر ۶	بموجب بالا شق عمل ہو
نمبر ۴۰	۱۱ ر	

نوٹ - مقررہ قیمت سے کم قیمت پر فیصلہ نہونا چاہیئے اگر بیجک مین زاید ہو تو بموجب بیجک فیصلہ ہوا کرے -

سوت نمبر ۵ اور ۶ کے درآمد ہو تو اُس کا فیصلہ بموجب نمبر ۲۰ و ۳۰ کے قیمت شرار دیگر فیصلہ ہوا کرے اسی بموجب دوسرے نمبر کے لئے عمل ہتوار ہے -

درج کردہ قیمت بمبئی ہے نزدیک کے تجارتی مقام سے مال درآمد ہو تو اُسکی قیمت زاید ہوگی -

سوت نمبر ۸۰ و ۱۰۰ کا درآمد ہوگا تو اُسکے قیمت کی تحقیقات کرکے قیمت پر فیصد پانچ روپیہ کے حساب سے محصول وصول ہوا کرے - (مراسلہ مالگزاری نشان ۶/۷۷ مورخہ ۸ امرداد ۱۳۰۵ ف موسومہ کمشنر صاحب کروڑگیری جالندھادک نشان ۹۷/۱ مورخہ ۲۹ آبان ۱۳۰۶ ف -

یہہ نمونہ دفعہ (۱۴) سے متعلق ہے ملاحظہ ہو -

نمبر	اقسام تحجیر	عرض	طول	ضخامت	قیمت فی مربع فٹ
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	سنگ فرشی	مختلف	مختلف	انچہ سے دو آنچہ دو	للعہ
۲	ایضاً	″	″	آنچہ سے زاید ۴ ۱ انچہ تک	صہ
۳	سنگ بارکس فرما	ایک بازو (۳) فٹ دوسری بازو ۲ سے ۹ انچہ	۳ فٹ	(۱) انچہ سے دو آنچہ	سے
۴	سنگ کارنس	(۲) فٹ	۳ سے ۴ فٹ	۴ سے ۶ انچہ	ع۵
۵	سنگ سلاٹ فارم	۲ فٹ	۳ سے ۴ فٹ	۸ سے ۱۹ انچہ	دع۵
۶	سنگ ڈگو سنگ کے پتھر	ایک و نیم فٹ	نیم فٹ	۱۶ انچہ	۸عہ
۷	بلاک سٹونس یعنی پل وغیرہ کے تعمیر کے پتھر	ایک فٹ	دو فٹ	۵ سے ۱۶ انچہ	لے
۸	ایضاً	ایک و نیم فٹ	دو فٹ	۵ سے ۶ آنچہ	۸عہ
۹	ایضاً	ایک و نیم فٹ	۲ سے ۳ فٹ	۲ سے زاید ۵ ۱ انچہ	دعہ
۱۰	ڈور ٹیلس یعنی دروازہ کی چوکٹ کیلئے	ایک و پاؤ سے ۲ فٹ	۴ سے ۶ فٹ	۶ سے ۹ آنچہ	دع۵
۱۱	سیل اسٹونس یعنی گیمڈ	•	•	•	سے

حسب فہرست مشمولہ گزٹ انگریزی ۲۰ مئی ۱۸۸۵ء نمبر ۱۲

یہہ نمونہ دفعہ (۱۶) سے متعلق ہے ملاحظہ ہو

نمبر	اسم	طول گز	عرض انچ	موٹائی انچ	فی عدد محصول
۱	بہاونٹ	۷ تا ۱۰	۱۷ تا ۱۸	۱۱ تا ۱۲	۵ روپیہ
۲	ونٹ	۶ تا ۷	۱۳ تا ۱۴	۹ تا ۱۰	عہ ۱۲/
۳	دباپٹ	۵ تا ۶	۱۰ تا ۱۱	۷ تا ۹	۱۲/
۴	سرشہدم	۵ تا ۵½	۷ تا ۹	۵ تا ۷	۷/
۵	ڈوالکا	۵	۶	۴ تا ۵	۶/
۶	موگرا	۴	۶ تا ۷	۴	۴/
۷	سپلر	۳	۸ تا ۹	۴ تا ۵	۴/
۸	چوپیلو	۳	۶	۴	۳/
۹	ڈنڈی	۰	۰	۰	۲/
۱۰	کرڑی	۰	...	۰	۱/
۱۱	کیچلی	۰	۰	فی بنڈی	۸/

ضمیمہ

زراعت آصفیہ

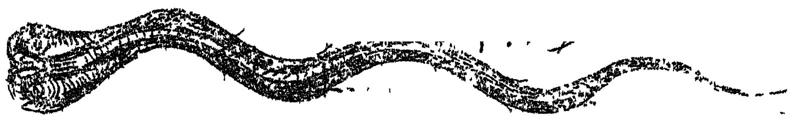
جسمین

مارگزیدہ یعنے زھری ساپون کے علاجات و نسخہ جات بھی درج ہین

علاوہ اسکے

تریاق العقرب یعنے بچھو کا علاج و نسخہ جات بھی درج ہے

شائقین ملاحظہ فرمائین ۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح ہو کہ ہندوستان مین سپیرون کی ایک قوم ہے جس سے سب لوگ واقف ہین سانپون کو پکڑنا ان لوگون کا خاص پیشہ ہے یہ لوگ سانپ کو پکڑتے اور اس طرح انکے ساتھہ کھیلتے ہین کہ یہان تک کے انکے بچے ڈرنے کے لیے بے دھڑک انکے بلو مین ہاتھہ ڈال دیتے ہین۔ ان باتون کو دیکھکر مجھے خیال ہوا کہ اگر کسی شخص کو سانپ کے کاٹے کا کوئی عجیب علاج یاد ہے تو وہ ضرور انھیں سپیرون مین سے ہوگا۔ اتفاقاً مجھے انہین لوگون (سپیرون) کے ایک گروہ سے جنکو شرقی بنگال مین مالودیا کہتے ہین ملنے کا اتفاق ہوا۔ گویا وہ نیم ہندو اور نیم مسلمان ہوتے ہین۔ بانس کے چھپرون مین رہتے ہین اور انکے پاس تمام قسم کے سانپ ہوتے ہین مین نے اُن لوگون سے پوچھی کہ تم کسطرح ان خطرناک موذی جانورون (سانپون) کو ہاتھہ مین پکڑ لیتے ہو۔ اسکا جواب مجھے یہ دیا گیا کہ ہم اول تو سانپ کو ڈنک مارنے کا موقعہ ہی نہین دیتے بالفرض اگر ڈنک مار بھی دے تو وہ فوراً زہر کو نکال ڈالتے ہین یا اسکو بے تاثیر کر دیتے ہین مینے پھر اس گروہ کے سردار سے پوچھا کہ کیا کبھی تم مین سے کوئی آدمی سانپ کے کاٹے سے مرا بھی کہ نہین۔ اس نے جواب دیا کہ سوائے ایک دفعہ کے کبھی ایسا حادثہ واقعہ نہین ہوا۔ ایک دفعہ ہمارا ایک لڑکا جسکی عمر سولہ سال کی تھی سانپ کے کاٹنے سے مر گیا تھا اور اُسکی وجہ یہ تھی اول تو وہ لڑکا ہی بیوقوف تھا۔ دویم وہ اکیلا تھا۔ اور ایسی جگہ تھا جہان اُسکو وقت پر مدد نہ پہنچ سکی۔ اسکے بعد مینے سوال کیا کیا تم لوگون کو اسکے علاج کیواسطے کوئی منتر یا جادو معلوم ہے۔ اسکے جواب مین اس بزرگ نے کہا کہ منتر یا جادو تو درکنار ہم کسی دوا کے بھی قایل نہین ہین کیونکہ ایک زہریلا سانپ ڈنک مارکر آدمی کو پانچ منٹ مین مار ڈالتا ہے اور دوا کے تیار کرنے سے پہلے اسکا کام تمام کر دیتا ہے لیکن ایک عرصے کے بعد ایک لایق اور تجربہ کار مالودیا ملگیا اور مینے پرائیویٹ تجربون

کیواسطے اسکو نوکر رکھہ لیا۔ کچھہ عرصہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ سپیرون کا علاج بالکل سادہ مگر تجربہ پر اور ایسے علمی اصول پر مبنی کہ جب کوئی آدمی اسکو اچھی طرح سمجھہ لے تو بلا تجربہ کے اسکو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ علاج بلاشبہ درست ہے اور ایسا تجربہ ہے کہ اسمین کبھی خطا نہیں ہو سکتی۔ جو اصحاب بغور اس کتاب کا مطالعہ کرینگے انکو معلوم ہو جائیگا کہ میرا یہ کہنا کہان تک درست ہے۔ میرے ایک دوست نے میرے تجربات سے فائدہ اٹھایا اور ایک رسالہ بنگالی زبان مین مرتب کر کے شایع کیا۔ اس رسالہ کی بڑی قدر ہوئی۔ یہانتک کہ کئی ایک مدرسون مین اسکی تعلیم بھی شروع ہو گئی لیکن مجھے اس سے پورا پورا اطمینان نہ ہوا کیونکہ میری دلی خواہش یہ تھی اس علاج کے اسرار عوام کو معلوم ہون۔ پس مجھے خیال ہوا کہ اگر ایک رسالہ اردو زبان مین مرتب کیا جاوے تو یہ نہ صرف ہندوستان کیواسطے ہی مفید ہوگا۔ بلکہ دیگر ممالک کیواسطے بھی جہان کے تحت زہریلے سانپ ہوتے ہین بہت کچھہ کارآمد ثابت ہوگا۔ علاوہ ازین اگر یہ رسالہ انگریزی زبان مین چھپایا گیا تھا دنیا بھر کے لائق اور ماہران علم طبعی یا سائنس دانون کو اسکی ماہیت معلوم ہو جائیگی۔ لیکن چند وجوہات کے باعث مین اپنے اس ارادے کو پورا نہ کر سکی کیونکہ سارٹ۔ فیرر۔ دال۔ رچرڈز۔ اور سارگ جیسے لائق اور عالم ڈاکٹرون نے بھی اپنی توجہ اس مضمون کیطرف کر لی تھی جس سے مجھے خیال ہوا کہ یہ اہم کام میری نسبت اگر ان تجربہ کار ہاتھون سے انجام پائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ لیکن افسوس ہے کہ ان حکما کی تحقیقات کے نتائج کچھہ اطمینان بخش ثابت نہ ہوئے۔ پس مجھے خیال آیا کہ چونکہ میری صحت اب دن بدن مجھے جواب دیتی جاتی ہے اسلئے ضروری ہے کہ اپنے تجربات کا سیاہ و سفید جو کچھہ ہے ایک کتاب[1] کی صورت مین پبلک کے سامنے پیش کرون۔ کیونکہ یہ نوع انسان کے لئے ایک بڑی ضروری اور نہایت ہی مفید چیز ہے۔ ڈاکٹر ونسینٹ رچرڈ ایک جگہ لکھتے ہین۔ ایک دن مین ایک سانپ کا تجربہ کر رہا تھا کہ میرے لئے تو بد قسمتی سے لیکن دنیا کے لئے خوش قسمتی سے اس نے مجھے ڈنک مار دیا۔ مینے فوراً نیش زدہ جگہ کے ذرا اوپر ایک مضبوط ڈورا باندھا اور تمام تکلیف جو مجھکو اس سے ہوئی برداشت کرتا رہا۔ ڈاکٹر مذکور کو یہ تکلیف محض اس لئے ہوئی کہ اسکو اس بات کا پورا پورا تجربہ نہ تھا اسکو معلوم نہ تھا کہ ڈورے کو کس وقت ڈھیلا کرنا چاہیئے۔ اگر اسکو یہ معلوم

[1] یہ اردو ترجمہ جو اسوقت ناظرین کے ہاتھون مین ہے اسی انگریزی کتاب کا ہے۔

ہوتا تو وہ تکلیف جسکا کہ وہ شاکی تھا ہرگز نہ اٹھانی پڑتی ۔ اسی طرح ڈاکٹر ایوارٹ صاحب لکھتے ہین جبکہ
ڈورا باندہا جائے اگر اسکو آدھ گھنٹے سے لیکر ایک گھنٹے کے اندر اندر ڈھیلا نہ کیا جاوے تو اُسکے نیچے کے
حصے بیکار ہوجاتے ہین ۔ لیکن جس کسی کو سخت زہریلے سانپ نے کاٹا ہو اسکی بابت کسی لائق ڈاکٹر سے مشورہ
لیکر علاج کرنا چاہیے ۔ سچ ہے کہ ڈورے کے جلدی کھول دینے سے اسکے نیچے کا حصہ بیکار ہونے سے بچ
سکتا ہے لیکن مریض کی موت کے مقابلہ مین یہ فایدہ کچھ بھی وقعت نہین رکھتا ۔ برخلاف اسکے اگر ڈورا نہ
کھولا جائے تو زہر جسم مین سرایت نہ کرسکے گی ۔ اگر سرایت کر بھی جائے تو اسکی مقدار بہت تھوڑی ہوگی
اور مریض کی جان جاتے رہنے کا ہرگز خوف نہ ہوگا ۔ یہانپر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ڈورے
کے نیچے کا حصہ صرف اس حالت مین بیکار ہوجاتا ہے ۔ جبکہ ڈورا بہت دیر تک مضبوط بندہا رہے ۔ اور
یہ کام صرف وہی لوگ کرتے ہین جنکو یہ معلوم نہین ہوتا کہ زہر جسم سے نکل گیا ہے یا اسکا اثر بالکل زائل
ہوچکا ہے جب معلوم ہو کہ زہر کا اثر اب زائل ہوچکا ہے تو تجربہ کار معالج فوراً ڈورے کو کاٹ ڈالتا ہو
اور مریض کو کبھی بھی وہ تکلیف نہین اٹھانی پڑتی جو کہ ڈاکٹر ڈنسینٹ رچرڈز نے اٹھائی تھی ۔ لیکن ڈاکٹر
فیرر ۔ ایوارٹ ۔ اور دیگر بہت سے ڈاکٹرون کا بیان ہے کہ ایسی حالت مین عضو کا کاٹنا ہی ضروری ہے
چنانچہ ڈاکٹر ایوارٹ صاحب کا بیان حسب ذیل ہے ۔ اگر ڈاکٹر کو بخوبی اطمینان ہوجائے کہ اس کا مریض
کسی بڑے زہریلے سانپ مثلاً چھینپر یا دبویا کا گزیدہ ہے اور زہر بہت تیز ہے تو بلا انتظار ڈاکٹر
کے اسکو خود ہی تجویز کرنا چاہیے کہ اپنے موقعہ پر اسکو کس بات کی ضرورت ہے ۔ اگر ڈورا کھول دیا جاویگا
تو زہر تمام جسم مین سرایت کرجائیگا اور خون کے ساتھ ملکر نسون اور دلکو بیکار کردیگا جس سے تنفس مین رکاوٹ پیدا
ہوجائیگی اور دوران خون کے بند ہوجانے سے یقیناً موت واقعہ ہوگی ۔ سچ ہے کہ ڈورے کے کھول دینے
سے عضو بیکار ہونے سے بچ جائیگا مگر جان کے لالے ضرور پڑجائینگے ۔ پس اب اسکو دو کامون مین سے ایک
ضروری کرنا ہوگا ۔ یا تو ڈورا اتنی دیر تک بندہا رہے کہ جتنی دیر میں اسکے نیچے کا گوشت جل اٹھے یعنی نشان
اور سیاہ ہوجائے تمام نسین مفلوج ہوجائین اور مریض اُسوقت تک تکلیف اٹھائے جب تک کہ تمام
زہر ... کے خون ... جائے اور پھر جلدی یا دیر کے بعد ڈورا کاٹ دیا جائے یا گزیدہ عضو مین سے

دو یا تین انچ اوپر سے کاٹ دیا جائے - اگر سانپ ہاتھ یا پاؤن کی کسی انگلی پر ڈنگ مارے تو مذکورہ بالا طریقہ کو استعمال کرنے مین کوئی پس و پیش نہ ہونی چاہئے اگر ڈنگ لگتے ہی ڈورا باندھ دیا جائے اور اس جگہ کو شگاف کر کے داغ دیا جائے تو عموماً جان بچ جاتی ہے - بلکہ جب تھوڑی بہت زہر جسم مین سرایت بھی کر گئی ہو تو بھی یہی طریقہ کو استعمال مین لانا چاہئے اگر ڈنگ ہاتھ یا پاؤن پر لگا ہو اور ڈورے کے باندھنے مین دیر ہو گئی ہو یا بالکل باندھا ہی نہ گیا ہو اور سانپ کے زہر کے تمام نشانات جسم پر ظاہر ہو گئے ہون تو ڈاکٹر کے آنے پر عموماً سب سے پہلا سوال یہ ہو گا کہ آیا عضو کا کاٹنا مناسب ہے کہ نہین - ایسی حالتون مین حکیم یا ڈاکٹر کو اپنے آپ پر پورا پورا بھروسہ رکھنا اور جو کچھ کرنا ضروری ہے اسکی بابت اپنے دل مین فوراً فیصلہ کر لینا ضروری ہے - کیونکہ یہان پہلے ہی بہت کچھ دیر ہو چکی ہے - جسکا باعث ان طریقون سے لاعلمی یا زخم کو دیکھکر گھبراہٹ مین پڑ جانا ہوا کرتا ہے - لیکن ڈاکٹر پر ان باتون کا کچھ اثر نہ ہونا چاہئے بلکہ جہانتک ممکن ہو سکے اُسے اپنے کام مین جلدی کرنی چاہئے - کیونکہ اگر زہر جسم مین سرایت کر چکا ہے - لیکن مزید زہر کو جسم مین سرایت کرنے سے روک دینا ممکن ہے کہ مریض کی جان کو بچا دے تاکہ زیادہ زہر خون مین سرایت نہ کرنے پائے - اگرچہ بہت سے ڈاکٹرون نے اپنی توجہ سانپون اور انکے ڈنگون کی طرف مبذول کی ہے اور سپیرون سے بھی سانپو کے پکڑنے - رکھنے اور انپر تجربات کرنیکی بابت بہت کچھ سیکھا ہے لیکن ڈنگ کیحالت مین جو علاج کرنا چاہئے اسکی طرف کافی توجہ نہین کی - نیش زدہ عضو کو داغنا اور ڈورا باندھنے کا طریقہ بیشک سپیرون سے ہی سیکھا گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ سپیرون کے علم کی جیسا کہ چاہئے پرواہ نہین کی گئی - میرے خیال مین بہتر تو یہ ہے کہ اول جو کچھ سپیرون کو معلوم ہے اسے سیکھکر تجربہ مین لایا جائے - اسکے بعد خود تجربے کر کے اُن معلومات کو بڑہایا جائے جو کہ سپیرون کو معلوم نہین ہین - اگر ڈاکٹر رچرڈ کو سپیرون کے علم کا پورا پورا تجربہ ہوتا تو اسکو اپنا عضو کٹوانے کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ ڈاکٹر فریر اسکو صدقہ جان لکھتے لیکن افسوس ہے کہ ڈاکٹر لوگ ان سپیرون کو بالکل واہیات کہتے ہین اور یہ ناممکن ہے کہ اس صورت مین سپیرے انکو کچھ تبلا سکین سپیرون کا علاج واقعی ایک قابل قدر علاج ہے اور اس مین بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مریض کو زیادہ تکلیف دینے سے سخت نفرت کرتے ہین - ایک دفعہ مجھے کرشن گڈہ کے ایک مشہور سانپ پکڑنے والے سے جسکا نام مادہو تھا

ملنے کا اتفاق ہوا مینے اس سے دریافت کیا کہ کبھی تم کو بھی کسی سانپ نے کاٹا ہے۔ اس نے جواب دیا بہت دفعہ بلکہ ابھی کل کی بات ہو کہ ایک پھنیر سانپ نے مجھکو بائین ہاتھ کی ہتھیلی پر کاٹا تھا مینے اتنی دیر تک انتظار کیا جب تک کہ زہر ہتھیلی سے ذرا اوپر چڑھ آئے۔ کیونکہ ہتھیلی کا چمڑا ذرا موٹا ہوتا ہے۔ اور وہان سے زہر نکالنے مین بہت درد ہوتی ہو۔ لیکن جب زہر اوپر چڑھ آئی تو مینے نشتر کی نوک سے اسکو نکال دیا دیکھیے سپیرون اور ڈاکٹرون کے علاج مین کیسا زمین و آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہو۔ سپیرے تو ایک سادہ طریقہ سے زہر کو نکال دیتے ہین اور ڈاکٹر جھٹ عضو کو کاٹنے کے درپے ہو جاتے ہین۔

سانپون سے حفاظت

پھنیر سانپ آبادی مین نہین رہتے۔ لیکن خوراک کی تلاش مین گھرون مین گھس آتے ہین کیوڑا اور بیدریا کبھی آبادی کے نزدیک تک بھی نہین آتے مگر کریٹ قسم کا سانپ عموماً آدمیون کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ جنگل مین رہنے والے سانپون مین سے صرف پھنیر ہی چوہو۔ انڈون۔ اور بلی کے بچون کی تلاش مین گھرون مین گھس آتا ہو۔ پس چوہے وغیرہ ہمارے دشمن ہین۔ لیکن بلی کتا اور نیولا ہمارے دوست ہین کیونکہ یہ سانپ کے سخت دشمن ہین۔ البتہ نیولے مین ایک بڑی بدعادت یہ ہو کہ وہ سانپ کو زخمی کرکے گھر مین لے جاتا ہو۔ کتا سانپ پر بہت کم حملہ کرتا ہے۔ بلکہ دور سے ہی بھونکتا رہتا ہے۔ لیکن اسکے بھونکنے سے لوگونکی توجہ اسطرف ہو جاتی ہو اور وہ سانپ کو مار دیتے ہین۔ بلی سانپ پر حملہ کرتی ہو اور ان دونون کی لڑائی ایک عجیب نظارہ پیش کرتی ہو۔ یہ بڑا ہی ایک سخت اور مہلک مقابلہ ہوتا ہو اور کبھی کبھی تو دونو ہی مرجاتے ہین گیدڑ بھی سانپ سے لڑتے ہین اور پہلوانون کی طرح کشتی کرتے ہین۔ مگر نیولے اور سانپ کی لڑائی تو ایک ضرب المثل بن گئی ہے۔ نیولا اپنا راستہ چھوڑکر بھی سانپ پر حملہ کرتا ہو۔ مگر بعض دفعہ سخت نقصان اٹھاتا ہے لم ڈھینگ جانور بھی سانپ کا دشمن ہو اور اسکو مارکر کھا جاتا ہو اسی طرح اور بہت سے جانور بھی سانپ کو مار ڈالتے ہین اور کھا جاتے ہین۔ سانپ ان پرندون سے مقابلہ نہین کرسکتا۔ اور نہ ہی آجتک مینے سنا ہے کہ سانپ کی لڑائی مین کسی پرندے کو کچھ نقصان پہنچا ہو۔ پس جہان تک ممکن ہو گھر کو چوہون اور چوہیون سے پاک رکھین اور مرغے اور مرغیان گھر سے کسی قدر فاصلے پر رہین۔ سانپ اپنے لیے بل نہین

جو بل اسکو ملجائے اسمین گھس جاتا ہی۔ پس اگر سانپ کسی بل مین گھس جائے اور اس کا منہ بند کر دیا جائے تو سانپ نکل نہین سکتا بلکہ اسکے اندر ہی مرجاتا ہی۔ پھنیر سانپ صرف خوراک کی تلاش مین گھرون مین داخل ہوتا ہی اور سورج نکلنے سے پہلے چلا جاتا ہی۔ لیکن اگر اسکو کوئی سوراخ ملجائے تو اسمین گھس جاتا ہی اور ابھی اس بل مین ہی ہوتا ہے کہ سورج نکل آتا ہی پھر وہ باہر نہین جاسکتا اور اسی طرح مکان مین رہنے لگجاتا ہی۔ یہ بل اگر با امن ہو اور وہان اسکو کوئی نہ چھیڑے تو یہ اسجگہ اپنی مستقل رہائش کرلیتا ہے کچھ دن کے بعد مادہ بھی یہین آپہونچتی ہی۔ اور اسجگہ انڈے بچے دیتی ہے۔ پس ہر شخص کو چاہیے کہ جہان تک ممکن ہو اپنے مکان اور دیوارون کے سوراخ بند رکھین اور چوہون کو مکان مین نہ رہنے دین۔ کریٹ قسم کے سانپ کی احتیاط ذرا مشکل کام ہے۔ کیونکہ چھپکلیون اور کیڑے مکوڑون پر جو غریب لوگون کے مکانون مین بکثرت ہوتے ہین گذارہ کرتا ہے۔ سانپونکی قوت شامہ بڑی تیز ہوتی ہی۔ اور یہ بدبو کو برداشت نہین کرسکتے۔ پس انکو مکان مین سے نکالنے کے لئے سب سے بہتر یہ ہی کہ کوئی بودار چیز گھر مین جلائین۔ دھوین سے سانپ نکلجاتے ہین۔ علاج پیاز او لہسن کے چھلکونکے دھوئین سے سانپ بھاگ جاتا ہی۔ بارہ سنگہ کا سینگ اور بکری کے سم اور عقرقرہ کا دھوان بھی بہت مفید ہے رائی اور نوشادر کو پیسکر گھر مین چھڑک سکتے ہین۔ اور معمولی دھوان سوراخ کے اندر نہین جاسکتا جب سوراخ مین سانپ کا شبہ ہو اُسکے منہ پر گندھک رکھکر جلائین۔ راتکو گندھک جلائین اور صبح ہوتے ہی سوراخ بند کردین۔ لیکن چوہون کے بلون کے بہت سے منہ ہوتے ہین اور سانپ اکثر انمین گھس جاتا ہی لہذا بہتر یہ ہی کہ اسکے سارے منہ بند کردیے جائین۔ کریٹ قسم کے سانپ سرکنڈون کی چھتون اور دیوارونکی منڈھیرون مین انڈے دیتے ہین۔ اچھی طرح تلاش کرنے سے انکا پتہ ملجاتا ہے اور بودار دھوئین سے وہ اُسجگہ سے نکل جاتے ہین۔ اس مطلب کے لیے گندھک بہت ہی مفید ہی ساکنین مکان کو ان موذیون سے بچے رہنے کیلیے چھت مین چادر لگوانی پردون کا استعمال اور چارپائی پر سونا بہت مفید ہی۔ چارپائی پر سونے سے ان موذیون کے ڈنگ کا خطرہ بہت کم ہوجاتا ہے۔ مشہور ہے کہ جب بکرمان نے پہلے پہل چارپائی ایجاد کی تو اُس نے سانپونکو حکم دیدیا تھا کہ جو شخص چارپائی پر بیٹھا۔ لیٹا۔ یا سویا ہو اُسے کبھی

مت کاٹنا۔ اُنکا خدا ہی حافظ ہے۔ موسم سرما مین لالٹین کا پاس رکھنا بہت ہی مفید ہے اور اسی طرح بہت لوگ جب رات کے وقت باہر نکلتے ہین تو ایک ڈنڈا ہاتھ مین رکھتے ہین اور چلتے وقت اسکو زمین پر کھٹکاتے جاتے ہین تاکہ اگر کوئی سانپ راستہ مین بیٹھا ہو تو ہٹ جائے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ سانپ اس آواز سے ہمیشہ راستہ نہین چھوڑ دیتا بلکہ کُنڈلی مارکر اور سر اونچا کرکے حملہ کیواسطے تیار ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت اکثر موسم گرما مین جبکہ رات کو سخت گرمی ہو واقعہ ہوتی ہے۔ گرمی کے موسم مین جب بارش ہو جائے تو رات کیوقت سانپ بہت ملتے ہین اسوقت یہ خوراک کی تلاش مین اِدہر اُدہر پھرتے ہین اور کبھی کبھی راستہ مین بھی بیٹھ جاتے ہین۔ اگر سانپ سڑک پر بیٹھا ہوا ہو تو اکثر دفعہ ایسا اتفاق بھی ہوتا ہے کہ جب تک اسکو مجبور نہ کیا جائے راستہ نہین چھوڑتا۔ اور نزدیک جانے پر فوراً کاٹ کھاتا ہے۔ جہانتک تجربہ سے ثابت ہوا ہے بارہ مہینون مین شروع برسات کی پہلی رات چلنے پھرنے کیلئے بہت ہی خطرناک ہے۔ اس دن تمام سانپ اپنی اپنی بلیون سے نکل آتے ہین جسطرح سانپ سخت سردی سے نفرت کرتے ہین اسی طرح سخت گرمی سے بھی گھبراتے ہین پس گرمی کے موسم مین جسدن کسی قدر ٹھنڈک ہو یہ بہت ہی خطرناک ہو جاتے ہین اور ٹھنڈی ہوا کھانیکے لیے باہر نکل آتے ہین۔ ماسوا اسکے بارش کا پانی انکے بلون مین بھر جاتا ہے اسلئے یہ بیچارے مجبوراً نکل آتے ہین۔ برسات کے دنون مین رات کیوقت چلنے پھرنے والون کو خاص احتیاط رکھنی چاہیے۔ اگرچہ سانپ برسات کے موسم مین بڑے سخت ہو جاتے ہین پھر بھی یہ بارش کو پسند نہین کرتے اگر رات کیوقت خوب زور کی بارش ہو تو یہ پناہ لینے کیواسطے گھرون مین گھس آتے ہین اور سیلاب کیحالت مین درختون پر بھی چڑھ جاتے ہین۔ ہر ایک سانپ کی چھ کچلیان ہوتی ہین۔ دو لمبی۔ اور چار چھوٹی ان دو کچلیون سے ہی کاٹتا ہے اگر کسی سبب سے انمین سے ایک یا دونون ضائع ہو جائین تو چھوٹی کچلیان انکی جگہ لے لیتے ہین۔ یہ کچلیان بھی شکل اور بناوٹ مین بڑی کچلیو کیطرح ہوتی ہین۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ یہ قد مین نسبتاً چھوٹی ہوتی ہے۔ بعض تو اسقدر چھوٹی ہوتی ہے کہ معلوم ہی نہین ہوتین یہ کچلیان انکی کے نکلنے سے بھی پہلے سانپ کے منہ مین نمودار ہوتی ہین اور یہ موذی اسیوقت بے ایذا خیال کیے جا سکتے ہین جبکہ یہ تمام کچلیان اور زہر کی تھیلیان نکالدیجائین۔ اگر سپیرے کی غلطی سے کوئی چھوٹی کچلی

باقی رہ جائے تو چند یوم کے عرصہ مین سانپ ویسا ہی خطرناک ہوجاتا ہی جیسا کہ پہلے تھا۔ چونکہ چند دنکے عرصہ
مین ہی یہ چھوٹی مہلک زخم لگانے کے قابل ہو جاتی ہین اسلئے سانپ کے موتڑنے مین بڑی احتیاط کی
ضرورت ہے۔ کیونکہ اس ذراسی غفلت کا نتیجہ بہت خراب ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ کوئی کچلی سپیرے کی نظر
سے بچ کر رہ جاتی ہے اور تھوڑے دنون کے بعد سانپ سپیرے کو کاٹ کھاتا ہی۔ لیکن سپیرا اس وہم سے
کہ اسکی تمام کچلیان نکل چکی ہین اس ڈنگ کی کچھ پروا نہین کرتا۔ اس لاپرواہی مین زہر جسم مین سرایت کر جا
تا ہی اور سپیرے کی جان لیتا ہے۔ کچلیون کی جڑھ مین زہر کی تھیلیان ہوتی ہین۔ اور یہ تالو کے سات چپٹی
طرز سے لگی رہتی ہے۔ مگر جب سانپ ڈنگ مارتا ہے تو سیدھی کھڑی ہوجاتی ہین کچلیان بھینس کے سنگ
کے مشابہ ہوتی ہین اور باریک سوئی یا الپن سے ذرا موٹی اور اندر سے کھوکھلی ہوتی ہین۔ زہر غدود والا
تھیلیون مین پیدا ہوتا ہے اور انہین کچلیون کے ذریعے نیش زدہ جگہ مین پڑکر خون مین سرایت کرجاتا
ہے جبکہ یہ کچلیان تالو کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہین تو اسوقت زہر کی تھیلیون کے منہ بند ہوتے ہین لیکن
جب سیدھی ہوتی ہین تو انکے منہ کھل جاتے ہین اسطرح جب سانپ کاٹتا ہی تو زہر کی کچھ مقدار باہر نکل آتی ہی
اور اگر سانپ متواتر ڈنگ مارتا جائے تو تھیلیان خالی ہو جاتی ہین اور سانپ کچھ عرصہ کیواسطے بالکل بے
ایذا ہو جاتا ہی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد زہر پھر پیدا ہو جاتا ہے جس سانپ کی زہر نکل چکی ہو اسکا ڈنگ کمزور
اور بے ضرر ہوتا ہے سانپ کی زہر ایک قسم کا تیلیہ مادہ ہوتا ہے اور شکل مین شہد سے ملتا جلتا ہے اسکا
ذائقہ سخت کڑوا ہوتا ہے اور ایسا کڑوا کہ اگر ایک بوند بھی زبان پر رکھی جائے تو کتنی گھنٹون تک منہ کی کڑواہٹ
نہین جاتی۔ اگر اسکو ذرا ذرا کرکے برتا جائے تو کچھ نقصان نہین پہنچتا لیکن بڑی خوراک مین سخت تکلیف دہ ہی
سر مین سخت درد محسوس ہوتا ہی۔ جی متلاتا ہی۔ دوران خون سر کیطرف تیز ہو جاتا ہی۔ آنکھین سرخ ہو جاتی
ہین اور اگر ایک بوند بھی خون مین ملجائے تو اسکا لازمی نتیجہ موت ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا کہ درخت یعنی جری بیم نامی
ہوتا ہے جو سانپون کا قاتل ہی کہ اس بو سے سانپ تمام بھاگ جاتے ہین اکثر باغون مین سانپ وغیرہ
ہوتے ہین اگر باغون مین اسکا درخت لگایا جائے تو عمدہ طریقہ ہے اور ہرگز وہان سانپ نہین رہینگے اکثر مالی
لوگ پہچانتے ہین بآسانی کو ٹھون مین لگا کر باغ یا جنگلون مین رکھتے ہین۔ علاج سانپون کو دور کرنا

گندھک کا دھواں دینے سے فوراً دور ہو جاتے ہیں۔ یہیں اور رائی کا دھواں دینے سے بھاگ جاتے ہیں۔ آرتی کا فور اور ڈانبر جلانے سے فوراً بانشہ چلا جائیگے۔ اگر کسیکو سانپ کاٹے تو علاج فوراً جونک لگادین بعد کائی مرچ کو ٹکر ایسپر [illegible] دیکر آگ سے سیکا دین۔ اگر کسیکو سانپ کاٹے تو فوراً کچلہ کا لیپ دیکر [illegible] لگادین خدا چاہا تو شفا دیگا۔

[illegible] العقرب یعنی بچھو کا علاج

(۱) علاج سداب کی پتی ہتھیلی مین ملکر گژدم گزیدہ کو سونگھا دین اور نیش زدہ مقام پر بھی لگادین۔ (۲) علاج بیج درخت اگہاڑا کا صندل لگادین۔ (۳) علاج کیتھے دیعنے کویٹ کے پھل کے پوست کا صندل لگائین۔ (۴) علاج بیخ درخت مدار دیعنے آگ) جو چاندگہن یا سورج گہن کے روز لائی گئی ہو اس کا صندل گھسکر لگائین۔

ہدایت

آگ کی جڑ لانے کا طریقہ یہہ ہے کہ چاندگرہن یا سورج گرہن کے روز عین وقت گہن مین غسل کر کر نیوتا دیعنی کوکو۔ ہلدی۔ پیچ کہجا۔ وغیرہ درخت کے پاس رکہکر سامنے عود اور لوبان جلائے اور پھول کا ایک ہار درخت پر ڈالے اسکو نیوتا کہتے ہین) دیگر تھوڑی دیر علیحدہ ٹھہرے پہر آکر کہے کہ مین تجکو بچھو کے دوا کے لئے لیجاتا ہون۔ اس کے بعد جڑ نکال لائے بر وقت ضرورت کام آے گی یاد رہے کہ نیوتا دیتے یا جڑ نکالتے وقت اپنی چہاؤن جہاڑ پر نہ گرنے دے۔ اپنے مکان مین لانے تک اور جسطرف اوس درخت کی چھاؤن ہو اودہر سے جڑ نہ نکالے۔ بلکہ دہوپ کے طرف سے اکہاڑے۔ (۵) علاج۔ کافور۔ افیون پانی مین گھسکر ضماد کرین۔ (۶) علاج۔ افیون بمقدار نخود یعنی چنا گڑ مین لپیٹ کر کہلا دین۔ (۷) علاج۔ نوشادر۔ چونا۔ ہتیلی مین ملکر خوب

سنگہائین - (۸) علاج - شکر سرخ پانی مین گاڑہی گہولکر لگائین - (۹) علاج - نارجیل بحری کا مغز پانی مین گہسکر ضماد کرین - (۱۰) علاج - لال مٹی جس سے مکان لیپا کرتے ہین پانی مین گاڑہی ملاکر لگائین - (۱۱) علاج - کافور پانی مین گہسکر لگائین (۱۲) علاج - مولی کے بیج پیسکر ضماد کرین - (۱۳) علاج - تمباکو پانی مین باریک پیسکر ضماد کرین - (۱۴) علاج - امرتی جسکو رام لچمن کہتے ہین کہ جڑ گہسکر ضماد کرین آگ سے سینکین - (۱۵) علاج - سجی کہار کو مولی کے رس مین پیسکر ضماد کرین - (۱۶) علاج - سجی کہار شہد مین حل کرکے ضماد کرین - (۱۷) علاج - چونہ شہید ملاکر ضماد کرین - (۱۸) علاج - مہوہ کا پہول کچلہ کو باہم ایک ذات کرکے ضماد کرین - مار کو بہی اکسیر ہے - (۱۹) علاج - پوست ریٹھہ چبا کر اسکے لعاب کا ضماد کرین عقرب گزیدہ شخص چابے - یا گہسکر لگادے - (۲۰) علاج نمک پیسکر ضماد کرین - (۲۱) علاج - گندہک گہسکر ضماد کرین - (۲۲) علاج لہسن گہسکر ضماد کرین - (۲۳) علاج - چار پانچ دیا سلائی کا سرخ مصالحہ عرق پیاز مین ملاکر ضماد کرین - (۲۴) علاج - مولی کے عرق مین ہڑتال پیسکر ضماد کرین - (۲۵) علاج - کچلہ کی جڑ یا لکڑی یا خود کچلہ کا صندل ضماد کرین - (۲۶) علاج شورہ نمک سرکہ مین ملاکر ضماد کرین - (۲۷) علاج - شورہ عرق لیمون مین ملاکر ضماد کرین - (۲۸) علاج - گہی شہید - نو نو ماشہ بچہ کے تالو پر ایک دفعہ ملدین تو اسکو تمام عمر بچہو کے زہر سے تکلیف نہ ہوگی (۲۹) علاج - جنگلی خرگوش کی بیٹ لگائین - (۳۰) علاج - جن بچہو نے کاٹا ہے اُسکو نمک کے ساتھہ روغن چراغ مین گرم کرکے لگائین -

تمام شد

کتاب نمبر

اعلان عام

چونکہ زراعت آصفیہ باتصویر کی رجسٹری بذریعہ فہمائش نامہ محکمہ معتمد سرکار عالی صیغہ عدالت وکوتوالی وامور عامہ کلیات نشان ۲ واقع ۱۴ اسفندار ۱۳۲۰ ف م ۱۵ محرم ۱۳۲۹ھ و م ۱۷ جنوری ۱۹۱۱ء ہوچکی کوئی صاحب بلا اجازت المشتہر کے نہ چھاپیں ورنہ عیوض نفع نقصان اوٹھانا پڑیگا۔

مورخہ غرہ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ

نوٹ۔ جو صاحب اضلاع سے یا غیر ریاست سے کتب طلب فرماویں تو قیمت معہ خرچہ ٹپہ پیشگی روانہ فرمانے پر فرمایش روانہ ہوگی فقط

المشتہر

محمد برہان الدین تاجر کتب بازار تہر گٹی روبرو ٹپہ خانہ سرکار عالی حیدرآباد دکن